سلسلۂ

مسیحی کتب دینیات

رسولِ مشرق

ولیم جی ینگ

سلسلۂ مسیحی کتبِ دینیات نمبر ۹

رسولوں کے نقشِ قدم پر

۶۵۰ء تک مسیحیت کا دَور

مصنّف

بشپ ولیم۔ جی۔ ینگ۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی

★

مسیحی اشاعت خانہ

۳۶۔ فیروزپور روڈ۔ لاہور

طابع ——— اے۔ایں وائنز

مطبع ——— طفیل آرٹ پرنٹرز لاہور

بار ——— سوم

تعداد ——— ۵۰۰

قیمت ——— ۲۰ روپے

سنہ ۱۹۸۴ء

IN THE FOOTPRINTS OF THE APOSTLES

THE PROGRESS OF CHRISTIANITY UP TO 650 A.D

by

REV. DR. WILLIAM G. YOUNG

Formerly Bishop of Sialkot

Published by Mr. H. Becht, Manager, Masihi Isha'at Khana, 36 Ferozepore Road, Lahore, and printed by Sarwar Amin Printers Lahore.

The publication of this book has been aided by a grant from the Theological Education Fund of the World Council of Churches.

First edition	1000	May 1970
Second edition	500	August 1975

عقیدت

میں اس کتاب کو اپنے معزز معلم پادری جان فاسٹر ڈی۔ ڈی کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔ اُن سے میں نے بہت کچھ سیکھا ہے، خاص کر اس موضوع پر کہ کلیسیائی تاریخ کو کس طرح دلچسپ طریقہ سے پیش کروں، اور ہمعصر مواخذ میں سے اقتباسات کو کیسے استعمال کروں۔ وہ خود چند سال تک چین میں مشنری رہے اور انہوں نے ایشیائی نقطۂ نظر سے کلیسیائی تاریخ کو پیش کرنے میں میری مدد اور رہنمائی کی۔ خاص کر اُنہوں نے مجھے سکھایا کہ آج کل کی وہ ایشیائی کلیسیائیں جن میں دوسری اور تیسری پشت کے مسیحی ہیں، دوسری اور تیسری صدی کی کلیسیا کے تجربہ سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ کافی حد تک یہ کتاب اُن کی مرہونِ منت ہے۔ چنانچہ میں یہ حقیر ہدیہ اُن ہی کے نامِ نامی اور اسم گرامی سے منسوب کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

ولیم۔ جی۔ ینگ



پروفیسر جان فاسٹر ایم۔ اے۔ ڈی۔ ڈی

تعارف

اگرچہ اِس کتاب کو ضبطِ تحریر میں لانے کا پہلا مقصد یہ تھا کہ گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری کے طلبا کے لیے ایک درسی کتاب تیار کروں، تو بھی مجھے اُمید ہے کہ یہ دیگر مختلف طبقوں کے قارئین کے لیے بھی مفید ثابت ہوگی۔ میری توقع یہ ہے کہ اِس کے پڑھنے سے پاکستانی مسیحی اپنی اِس میراث کی دولت کو کسی نہ کسی حد تک پہچانیں، جو کہ نہ صرف مسیحی بلکہ ایشیائی مسیحی کی حیثیت سے اُن کی ہے۔ مسیحیت کا آغاز یورپ سے نہیں بلکہ ایشیا سے ہوا۔ ابتدائی صدیوں کے بہت سے مبلغ اور شہدا اور مقدسین ایشیائی تھے اور یہ کتاب اُن کا بیان پیش کرتی ہے۔ اُمید ہے کہ پاسبان اِس کے استعمال سے کتابِ مُقدس کو بہتر طور سے سمجھیں گے، اور وہ اُس میں کافی سے زیادہ حقیقی کہانیاں پائیں گے جو کہ وعظوں کے لیے مفید مثالیں ثابت ہو سکتی ہیں۔ اُن کی مدد کے لیے صفحہ ۳۹۹ - ۴۰۲ کتابِ مُقدس کے حوالہ جات کی فہرست دی گئی ہے۔ ساتھ ہی مؤرخین اِس کتاب میں ایشیائی مسیحی تاریخ کے بارے میں بہت سے ایسے براہِ راست اور قابلِ اعتبار ماخذ کے اقتباسات پائیں گے، جو اِس سے پہلے اردو زبان میں دستیاب نہ تھے۔ اِس کتاب کا طریقہ یہ ہے کہ حتی الامکان متعلقہ زمانے کے لوگ اپنے بیانات اپنے ہی الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ اور اِس میں ہمعصر یا اُس کے قریبی ماخذ سے تخمیناً ۵۰ اقتباسات پائے جاتے ہیں۔ شاید ایرانی سلطنتوں میں کلیسیا اور ریاست کا بیان خاص کر دلچسپ اور فائدہ مند معلوم ہوگا۔

میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ تاریخی تجربات اور اسباق کا، دورِ حاضرہ کی مشکلات اور ضروریات کے ساتھ جو تعلق ہے، اُسے ظاہر کروں۔ ہر ایک فصل یا دفعہ کے بعد چند سوالات پیشِ خدمت ہیں اور یہ نہ صرف طلبا کی نظرِ ثانی بلکہ گفت و شنید اور تبادلۂ خیالات کے لیے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔

اِس کتاب کی تشکیل مضامین کے مطابق ہے اور اِس لیے ایک تجزیہ دیا

جاتا ہے۔ ساتھ ہی صفحہ ۴۱۰ - ۴۲۱ پر ایک مفصل انڈیکس ہے، جس کے
استعمال سے قارئین کسی خاص شخص یا جگہ کے بارے میں جن میں وہ دلچسپی رکھتے
ہوں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

ناموں کے بارے میں بھی مجھے کچھ کہنا ہے۔ ان کی تہجی براہِ راست یونانی، لاطینی
سریانی، فارسی وغیرہ سے اُردو میں لی گئی ہے، یا اگر یونانی الفاظ کے عربی یا فارسی
شکلیں موجود تھیں تو میں نے اُن کو استعمال کیا ہے۔ شاید شروع شروع میں یہ ہجے
عجیب سی معلوم ہوں۔ لیکن تلفظ زیادہ آسان ہوگا۔ کلیسیائی یا عام تاریخ
کے طلبا کو اکثر بہت سے مشکل ناموں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ گو اس کتاب
میں پانچ سو سے زیادہ نام ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ پڑھنے میں اتنی مشکل
نہیں ہوگی۔ مثلاً بہ نسبت "جسٹن مارٹر" "یوسطین شہید" آسان بھی ہے اور زیادہ
بامعانی بھی ہے، اور اسی طرح "کانسٹنٹائن" سے "قسطنطین" قدرے سہل ہے۔ لفظ
"کاتھولیک" کے ہجے وہ ہیں جو کہ آج کل رومن کاتھولیک کلیسیا استعمال کرتی ہے
اور اب وہ "کیتھلک" کے ہجے کو، جو کہ انگریزی ہے نہ کہ لاطینی، پسند نہیں کرتے۔

صفحہ ۴۹۵ - ۴۹۶ پر، میں نے اُن کتب کا ذکر کیا ہے جن سے میں نے
استفادہ کیا۔ یہاں میں چند اشخاص کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے میری مدد
کی۔ کتاب کے پہلے سو صفحوں پر قریباً سب ماخذ کے حوالہ جات کا ترجمہ
مسز لومیتس نامی مرحومہ کی محنت کا پھل ہے، اور میری طرح وہ فکرمند تھیں کہ
اُردو نہ صرف بامحاورہ بلکہ صاف اور عام فہم ہو۔ "رُوح کے گیت" کا ترجمہ مسٹر
سموئیل۔ ڈی۔ چند نے کیا، جو سیمنری کا اینگلکن کلیسیا کا طالب علم تھا۔ پہلے باب
کی اُردو زیادہ تر ایک یو۔ پی کلیسیا کے طالب علم بنام مسٹر لعل خاں رانجھا کی
ہے۔ اس کے علاوہ میرا عام طریقہ یہ تھا کہ میں نے اُردو میں خود مسودہ تیار
کیا، پھر اس کی نظرثانی اور درستی پاکستانی ہم خدمتوں نے سرانجام دی۔ خاص
کر مسٹر سموئیل۔ ڈی۔ چند مذکورہ اور مسیحی اشاعت خانہ کے مسٹر ڈبلیو۔ ڈی۔ چوہدری
نے نمایاں مدد کی، اور ایک میتھوڈسٹ کلیسیا کے طالب علم بنام سالم گل نے مسودہ
کو دوبارہ اور صاف طور پر لکھا، اور اکثر تذکیر و تانیث کی باتوں میں میری غلطیوں
کو درست کیا۔

میں اُس قیمتی مدد کو بھی تسلیم کرنا چاہتا ہوں جو کہ مرے کالج سیالکوٹ کے

پروفیسر سید الحق صاحب نے کی۔ سنہ ۱۹۶۶ء میں جب میں سکاٹ لینڈ میں اس کتاب کی تیاری کے لیے تحقیق کر رہا تھا، تو انہوں نے اُردو میں پارتھی اور ساسانی بادشاہوں کی مکمل تاریخ وار فہرست ارسال فرمائی۔ جس سے میں نے بار بار استفادہ کیا۔ میں نے یہ فہرست میرے کالج کی ایک ایم اے کی طالبہ مس نادرہ مریم کی وساطت سے حاصل کی۔

میں مندرجہ بالا سب اشخاص کا تہہ دل سے ممنون ہوں۔ اُن کے علاوہ میں مسیحی اشاعت خانہ کے جنرل مینجر مسٹر بابر فرخ بخت اور اُن کے کارندوں کا بہت ہی شکرگزار ہوں۔ مسٹر بخت نے کوشش کی کہ کتاب کی کتابت و طباعت وغیرہ معیاری ہو۔ مس روتھ مارٹن نے بہت سی اچھی تصاویر اور نقشہ جات تیار کیے ہیں۔ مسٹر چوہدری نے کتابت کی نظرثانی میں میرے ساتھ کافی وقت گزارا۔ مسٹر تاج مسیح کے ساتھ جس نے کتابت کی، میرے تعلقات ہمیشہ خوشگوار رہے۔ جب بھی کسی ترمیم کی ضرورت ہوتی تھی تو اُس نے خوشی اور خنداں پیشانی سے یہ کام سرانجام دیا۔

میری یہ دعا ہے کہ اِس کتاب کے ذریعے سے خدا کے نام کا جلال ظاہر ہو۔

ولیم۔ بی۔ ینگ — گوجرانوالہ، مارچ سنہ ۱۹۷۰ء

تعارف طبع دوم

میں نے اس کتاب کو طبع دوم کے لئے تیار کرتے وقت تمام متن کو بغور پڑھا ہے۔ اکثر تصحیحات اور تبدیلیاں معمولی نوعیت کی ہیں۔ اور مواد کی ترتیب میں بھی کوئی بڑی تبدیلی نہیں کی گئی ہے۔ الفاظ کے ہجے اشاریہ، فرہنگ اور تراجم انگلش۔اردو ڈکشنری آف کرسچن ٹرمینولوجیز کے مطابق تبدیل کر دیئے گئے ہیں۔ ایک یا دو مقامات پر اشارہ حضرت یوسف کی تاریخ [illegible] عہد سے مشرق [illegible] ترتیب کی ابتدا، حواریوں کی زندگی اور قرآن کے تصورات کی [illegible] میں تصحیح اور اضافہ کیا ہے۔ آخر میں تاریخ کا تقابلی جدول دیا ہے۔ میں [illegible] کی اس تجویز کے لئے اُن کا شکرگزار ہوں کہ اس تاریخی جدول کو کتاب میں شامل کیا جائے تاکہ قارئین کو مشرق کے واقعات کا رومی حکومت کے واقعات سے تعلق پیدا کرنے میں مدد مل سکے۔

میں مسیحی اشاعت خانہ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کی طبع دوم کی ذمہ داری قبول کی ہے اور اس کے اخراجات کے سلسلہ میں ٹی۔ای۔ایف کی مالی مدد کے لئے بھی ممنون ہوں۔

میں خدا تعالیٰ کا شکرگزار ہوں کہ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن نہ صرف علم الٰہی کے طلبا بلکہ پاکستان کے عام مسیحیوں میں بھی کافی دلچسپی کا باعث بنا ہے۔

میری دعا ہے کہ خدا اس کتاب کو اپنے نام کو جلال دینے کے لئے استعمال کرتا رہے۔

ولیم جی ینگ

اگست ۔ [illegible]

فہرستِ مضامین

فہرستِ تصاویر

فہرست نقشہ جات

تجزیہ

صفحہ

پہلا باب

سنِ عیسوی کی ابتدائی دُنیا

دیباچہ

سنہ ۲۵۰ء تک کا زمانہ کلیسیائی تاریخ میں بہت اہم ہے اور خصوصاً ایشیائی طلبا کے لیے اِس دَور کا مطالعہ کافی مفید ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ کئی اہم خصوصیات کا حامل ہے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:-

ا۔ یہ زمانہ نئے عہدنامے کے زمانے کے فوراً بعد کا ہے۔ نئے عہدنامے میں ہم ابتدائی کلیسیاؤں سے متعارف ہوتے ہیں اور شاید ہمارے دلوں میں یہ سوال بھی پیدا ہو کہ پطرس، پولس اور یوحنا عارف کی وفات کے بعد کلیسیا کا کیا حال ہوا؟۔ اِس کتاب میں بار بار نئے عہدنامے کے چیدہ چیدہ اقتباسات کی روشنی میں دوسری اور تیسری صدی کی کلیسیاؤں کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے گا۔

ب۔ دوسری اور تیسری صدی میں کلیسیا نوعمر تھی۔ اور اُس کے ممبر یا پہلی، دوسری اور تیسری پشت کے مسیحی تھے۔ ہمارے لیے جو کہ زیادہ تر دوسری اور تیسری پشت کے مسیحی ہیں، اُن کے تجربات باعثِ دلچسپی اور سبق آموز ہوں گے۔ ہم اُس زمانہ کی کلیسیا کی لغزشوں سے بھی اہم اسباق سیکھ سکتے ہیں۔

ج۔ یہ ایک بڑا تبلیغی زمانہ تھا۔ اِس زمانے کے تبلیغی جوش، سرگرمی اور طریقِ کار سے موجودہ دَور کی کلیسیا بہت کچھ سیکھ سکتی ہے اور ہم پاکستانی مسیحیوں کے لیے یہ بات باعثِ افتخار اور باعثِ دلچسپی ہے کہ ابتدائی صدیوں میں تبلیغی خدمات سر انجام دینے والے مشنری بہت حد تک ایشیائی تھے۔

د۔ اِس زمانے کی اجتماعی کلیسیائی تاریخ سے ہم ہندوستان (موجودہ پاک و ہند) کی ابتدائی مسیحیت کا پس منظر حاصل کرتے ہیں۔

آج تک جتنی کلیسیائی تواریخ کی کتابیں ہماری نظر سے گزری ہیں وہ مغربی نقطۂ نگاہ سے اُس زمانے کی تاریخ کو پیش کرتی ہیں اور اُن کی زیادہ تر دلچسپی رُومی حکومت تک محدود ہے۔ ہم یہ کوشش کریں گے کہ ایشیائی نقطۂ نگاہ سے زیرِ مطالعہ زمانے کے حالات و واقعات بیان کریں۔ اگرچہ رُومی حکومت کے واقعات کے بارے میں ہمیں کافی علم حاصل ہو چکا ہے، مگر ایشیا میں انجیل جلیل کے پھیلنے اور کلیسیائی زندگی کے بارے میں ہمیں اتنا زیادہ علم تو نہیں، تاہم ہماری بڑی کوشش یہ ہوگی کہ موجودہ تحقیق کے مطابق ایشیائی مسیحیت کو موزوں طور پر واضح کریں۔

جغرافیائی پس منظر

اس سے پہلے کہ ہم ان ابتدائی صدیوں کی مسیحی تاریخ کو جاننے کے لیے قدم اُٹھائیں ہمیں اُس زمانے کی دُنیا سے واقف ہونا چاہیئے۔ نقشہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔ نقشہ کے تقریباً وسط میں یروشلیم ہے۔ یہاں سے ہی مسیحیت پھیلنا شروع ہوئی۔ مغرب میں بحرِ اوقیانوس تک ایک بڑی حکومت واقع تھی جس میں آج کل کے ممالک فلسطین، شام، ترکی، یونان، اطالیہ[۱]، فرانس، ہسپانیہ[۲]، انگلستان، شمالی افریقہ اور مصر شامل تھے۔ یہ رُومی حکومت تھی جس کا صدر شہر روما تھا۔

(پارتھی حکومت)

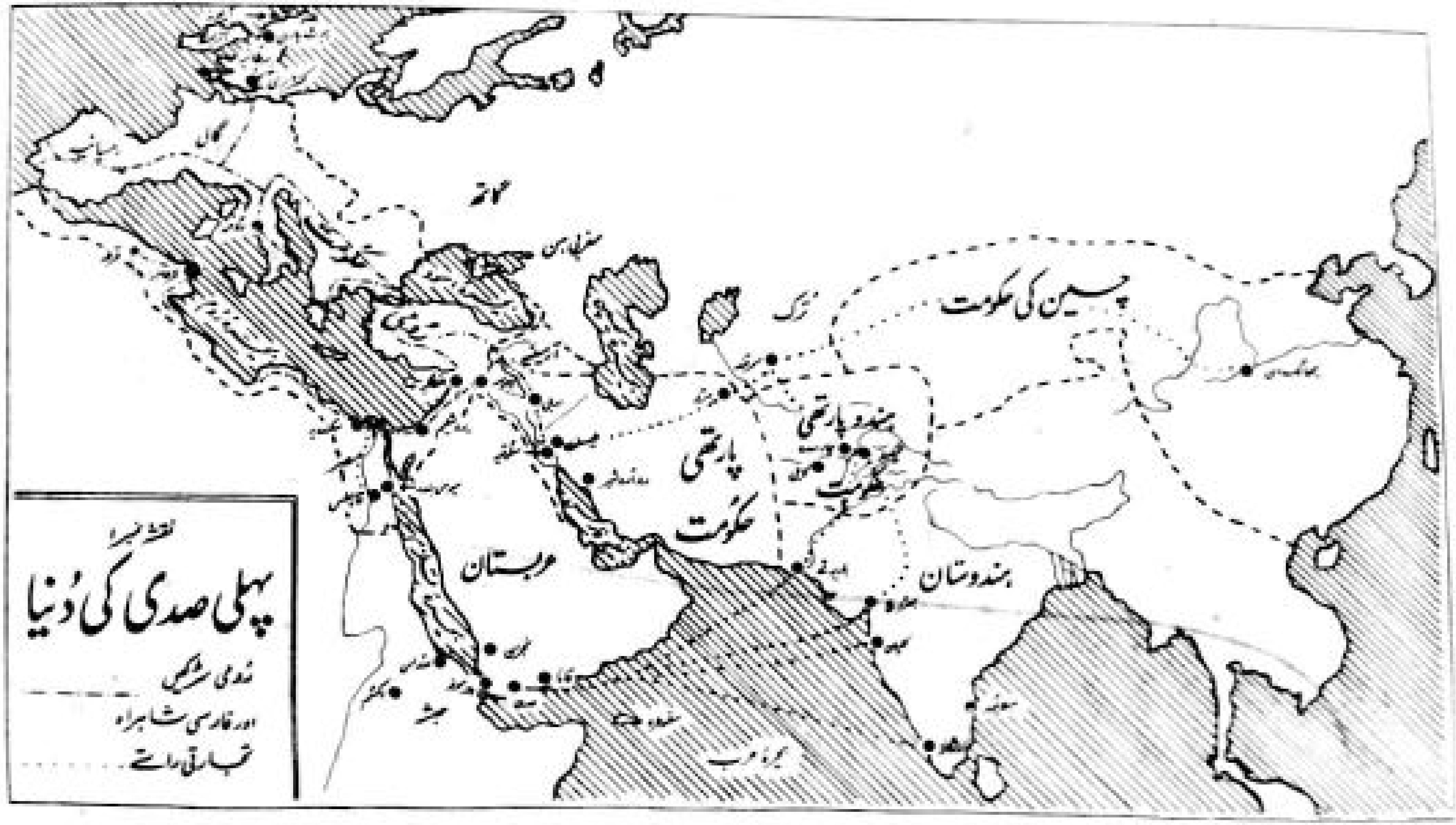
رومی حکومت کے مشرق کی طرف ایک اور بڑی حکومت تھی جس میں آج کل کے عراق اور ایران شامل تھے۔ یہ پارتھی حکومت تھی اور اُس کے دو صدر شہر تھے سلوکیہ اور طیسفون۔ یہ دریائے دجلہ کے مغربی اور مشرقی کنارے پر ایک دوسرے کے بالمقابل واقع تھے۔ مشرقی مورخین نے اِسے مدائن (جمع مدینہ یعنی شہر) کہا ہے۔

رومی اور پارتھی حکومتوں کے درمیان دو فاصل ریاستیں تھیں۔

۱۔ اُرہائی: یہ ایک چھوٹی سی ریاست تھی جس کا دارالسلطنت ایدیسہ تھا۔ یہ شہر دیصان دریا کے کنارے حاران (پیدائش ۱۲: ۴) سے کوئی تیس میل شمال کی طرف تھا۔ اسے ایدیسہ نام یونانی آبادکاروں نے دیا تھا۔ اُس کا سُریانی نام "اُرہا" تھا جسے آج کل عُرفہ کہتے ہیں۔

---

۱ Italy ۲ Spain


پہلی صدی کی دُنیا
تجارتی راستے
چین کی حکومت
پارتھی حکومت
عربستان
ہندوستان
حبشہ

۲۔ آرمینیہ :۔ یہ پارتھی حکومت کے شمال کی طرف اور ایشیائے کوچک میں رومی حکومت کی مشرقی سرحد پر واقع تھا۔

پارتھی حکومت کے مشرق میں اور بھی چھوٹی چھوٹی حکومتیں تھیں۔ مثلاً ہندوستان یعنی موجودہ پاک و ہند میں دو حکومتیں قائم تھیں جن کے صدر شہر ٹیکسلا اور اُجین تھے۔ جنہوں نے پارتھی شہنشاہ کو کسی نہ کسی حد تک تسلیم کیا کہ وہ ایک بڑا حکمران طاقتور فرمانروا ہے۔ جنوبی ہند میں بہت سی حکومتیں قائم تھیں اور اسی طرح سے چین میں بھی ایک زبردست مطلق العنان حکومت قائم تھی۔

پاک و ہند حکومت

ان مہذب حکومتوں کے شمال کی طرف ایشیا اور یورپ میں وحشی خانہ بدوش لوگ رہتے تھے۔ پھر جنوب کی طرف عربستان میں مختلف ریاستیں قائم تھیں۔ برِاعظم افریقہ کے مشرقی دامن میں حبشہ ایک مضبوط سلطنت تھی۔

جن صدیوں کا زمانہ زیرِ غور ہے اُن صدیوں میں باقی دُنیا کے بارے میں مثلاً وسطی اور جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، برِاعظم آسٹریلیا اور شمالی و جنوبی امریکہ کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہ تھیں۔

تاریخی پس منظر

۱۔ رُومی حکومت :۔

یہ سنہ ۲۷ء قبل از مسیح قائم ہوئی اور اس کے ابتدائی فرمانرواؤں میں سے چند ایک کا ذکر انجیلِ مُقدس میں آتا ہے۔ مثلاً

۱۔ اوگسٹس سنہ ۲۷ ق م تا سنہ ۱۴ء (لوقا ۲ : ۱)

۲۔ تبریُس سنہ ۱۴ء تا سنہ ۳۷ء (لوقا ۳ : ۱)

۳۔ کلودیُس سنہ ۴۱ء تا سنہ ۵۴ء (اعمال ۱۸ : ۲)

۴۔ نیرو سنہ ۵۴ء تا سنہ ۶۸ء (اعمال ۲۵ : ۱۰-۱۱ "قیصر")

سنہ ۹۶ء تا سنہ ۱۸۰ء "امنِ رومہ" کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ جبکہ چار بہت مشہور بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے یعنی ترا جان[1]، ہدریان[2]، انتونینس[3] پیئس اور

[1] Trajan [2] Hadrian [3] Antoninus Pius

مرقس[۱۰] اوریلیس۔ ان کا یہ انتظام قابلِ تحسین ہے کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین نہیں ہوتا تھا بلکہ شہنشاہ خود اس شخص کو منتخب کرتا تھا جو اپنے آپ کو قابل اور دیانت دار ثابت کرتا تھا۔ مگر جب مرقس اوریلیس نے اس اصول کو بالائے طاق رکھ کر اپنے بیٹے کموڈس[۱۱] کو نامزد کیا تو کنبہ پروری رنگ لائی اور خلفشار کا زمانہ ختم ہو گیا۔

سنہ ۱۸۰ء تا ۲۸۴ء خانہ جنگی اور طوائف الملوکی کی صدی تھی جس میں سوائے ایک کے سب قیاصرۂ روما یا تو قتل ہوئے یا میدانِ جنگ میں کام آئے۔ تاہم رومی حکومت کا اتنا اچھا انتظام تھا کہ وہ کسی بھی غیر ملکی حکومت کی تابع نہ ہوئی۔

دیوقلیطیان[۱۲] (۲۸۴ء تا ۳۰۵ء) جو کہ ایک زبردست بادشاہ تھا جب برسرِ اقتدار آیا تو اس نے حکومت کو از سرِ نو منظم کیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وحشی لوگ مغربی ساحلوں پر اور فارسی افواج مشرقی سرحدوں پر اکثر چھیڑ خانیاں کرتے رہتے ہیں اس لیے ایک سے زیادہ ناظموں کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اس نے مغرب میں ایک شہنشاہ مقرر کیا جو کہ اس سے ذرا کم رتبہ رکھتا تھا۔ مغرب میں صدر مقام روما ہی رہا۔ اسی طرح سے ایک نائب شہنشاہ برطانیہ میں قائم کیا۔ مگر خود مشرق میں نیقومیڈیہ[۱۳] کو صدر شہر بنا کر اس میں سکونت اختیار کی اور یہاں اس کا ایک نائب بھی مقرر ہوا۔

۳۰۶ء تا ۳۳۷ء قسطنطینِ اعظم شہنشاہ تھا۔ وہ پہلے برطانیہ میں نائب شہنشاہ تھا۔ ۳۱۲ء میں اس نے روما کے شہنشاہ کو فتح کر لیا اور مغربی شہنشاہ بن گیا۔ اسی سال وہ عیسائی ہو گیا۔ چند سالوں کے بعد اس نے جب مشرقی شہنشاہ کو بھی مغلوب کر لیا تو رومی حکومت نام کی عیسائی ہو گئی۔ ۳۳۰ء میں قسطنطینِ اعظم نے بزنطین[۱۴] شہر کو از سرِ نو تعمیر کیا اور اس کو قسطنطنیہ نام دے دیا۔ یہی اس کی سلطنت کا دار الحکومت بھی ہوا۔

۳۳۷ء تا ۴۷۶ء کے دوران کبھی کبھی ایک شہنشاہ قسطنطنیہ میں حکومت کرتا تھا اور کبھی کبھی دو، ایک قسطنطنیہ میں اور ایک روما میں۔ لیکن ۴۱۰ء میں گاتھوں نے روما کو لوٹ لیا اور ۴۵۵ء میں ہن فوجوں نے اسے پامال کیا اور بالآخر ۴۷۶ء میں مغربی رومی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

---

۱۰ Marcus Aurelius ۱۱ Commodus ۱۲ Diocletian
۱۳ Nicomedia ۱۴ Byzantium

مشرقی رومی حکومت ایک ہزار سال تک قائم رہی۔ اُس کے صدر شہر کے پرانے نام سے ہی لوگ اُسے اکثر بزنطینی[1] حکومت کہتے ہیں۔ البتہ عرب مصنفین اُسے ہمیشہ روم یا رُومی حکومت ہی کہتے ہیں۔ سنہ ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے بزنطینی حکومت کو ختم کر دیا۔

۲۔ فارسی حکومتیں

ا۔ پارتھی حکومت سنہ ۲۵۶ ق م تا سنہ ۲۲۵ء

پارتھی قبائلی لوگ تھے جو بحیرۂ کیسپین کے جنوب مشرقی علاقے میں رہتے تھے۔ اُن کی حکومت منظم اور مستحکم نہ تھی، بلکہ نوابوں کی حکومت تھی جن میں بادشاہ سب نوابوں سے بڑا تھا اور باقی کسی نہ کسی حد تک آزاد تھے۔ اُن کی رُومی حکومت سے سخت عداوت تھی۔ پارتھی تیراندازی میں بہت ہی چالاک تھے۔ جب وہ میدان جنگ سے مغلوب ہو کر بھاگنے کا بہانہ کرتے تو رُومی بڑے جوش و خروش سے اُن کا پیچھا کرتے مگر وہ بھاگتے ہوئے بھی رُومیوں پر تیراندازی کرتے ہوئے اُن کو موت کے گھاٹ اتار دیتے تھے۔

ب۔ ساسانی حکومت یا نئی فارسی حکومت سنہ ۲۲۶ء تا سنہ ۶۵۱ء

جب فارسیوں نے پارتھیوں کو شکست دے کر حکومت پر قبضہ کر لیا تو اُنہوں نے کوشش کی کہ خورس اور دارا جیسے قدیم عظیم الشان شہنشاہوں کی شان و شوکت کی نقل کریں۔ اُنہوں نے زرتشت کی تعلیم یعنی سورج پرستی اور آتش پرستی پر بہت زور دیا۔ اُن کی حکومت میں مجوسی جو زرتشتی مذہبی فرقہ کے تھے بہت اہمیت رکھتے تھے۔

۱۔ شاپور دوم سنہ ۳۰۹ء تا سنہ ۳۷۹ء شہنشاہ تھا۔ اس نے رُومیوں کے خلاف بہت سی لڑائیاں لڑیں اور فارسی مسیحیوں کو اشد دُکھ دیا اور ستایا۔

۲۔ یزدگرد اول سنہ ۴۲۰ء تک شہنشاہ تھا۔ یہ سنہ ۳۹۹ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ اُس کے عہد میں مسیحی کلیسیا ساسانی حکومت میں ایک مذہبی اقلیت قرار دی گئی۔

۳۔ بہرام پنجم یعنی بہرام گور سنہ ۴۲۰ء تا سنہ ۴۳۸ء شہنشاہ تھا۔ اُس نے مسیحیوں

---

[1] Byzantine

عزرا ۱:۱ ، ۹:۱ ، ۵:۱

کو کافی بے اتنا ستایا۔ اِسی وجہ سے سن ۴۲۴ء میں فارسی کلیسیا نے اپنے آپ کو رومی کلیسیا سے الگ کر لیا۔ تاکہ فارسی شہنشاہ اِس خیال کو چھوڑ دیں کہ فارسی مسیحی بھی ان کے دشمن کا ساتھ دیتے ہیں۔

دو اور مشہور اور جنگجو ساسانی بادشاہوں خسرو اوّل نوشیرواں (سن ۵۳۱ء تا سن ۵۷۹ء) اور خسرو دوم پرویز (سن ۵۹۰ء تا سن ۶۲۸ء) نے رومی حکومت پر بہت سے حملے کیے۔ لہٰذا اُن کی جنگوں سے ساسانی حکومت کی بہت سی طاقت ضائع ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ سن ۶۳۳ء میں جب عرب مسلمان حملہ آور ہوئے تو یہ اُن کے سامنے ٹھہر نہ سکے۔ بالآخر سن ۶۵۲ء میں ساسانی حکومت ختم ہو گئی۔

۳۔ فاصل ریاستیں

ا۔ اُرہائی سن ۱۳۲ ق م تا سن ۲۱۶ء آزاد رہی۔ پھر رُومی حکومت میں شامل ہو گئی۔ اُس کا حکمران اَبگر ہشتم (سن ۱۷۹ء تا سن ۲۱۴ء) خود مسیحی ہو گیا۔

ب۔ آرمینیہ سن ۱۸۹ ق م تا تقریباً سن ۳۹۰ء آزاد رہی۔ پھر رُومی اور ساسانی حکومتوں میں منقسم ہوئی۔ فارسی حصّہ کو فارسی مائی آرمینیہ کہتے ہیں۔ آرمینیہ کا ایک حکمران تیرداد[1] سوم (سن ۲۸۶ء تا سن ۳۴۲ء) تقریباً سن ۲۹۴ء میں مسیحی ہو گیا۔

۴۔ پاک و ہند

ا۔ پاک و ہند حکومت میں حاکم سکوتی[2] تھے لیکن وہ پارتھی حکومت کے تابع فرمان تھے۔ اُن کا آخری اور زبردست بادشاہ وِندفرن (گندفورس[3]) ہُوا ہے۔ اِس نے سن ۲۰ء تا سن ۴۸ء میں حکومت کی۔ اُس کا صدر مقام ٹیکسلا تھا۔

ب۔ کُشن حکومت سن ۵۰ء تا سن ۲۲۰ء قائم رہی۔ اِنکی فرمانروائی میں پنجاب، شمالی گجرات، مدھیہ پردیش[4] کا کچھ حصّہ، افغانستان اور کشمیر شامل تھے۔ دارالسلطنت پشاور تھا اور اُن کا زبردست اور قابل ترین بادشاہ یا راجہ کنشک (سن ۱۲۰ء

---

۱ Tirdad (Tiridates)

۲ کُلسیوں ۳: ۱۱

۳ Vindafarna (Gondaphoros)

۴ Madhya Pradesh

تا ۱۶۲ء تھا۔

ج۔ گپتا حکومت ۳۲۰ء تا ۴۹۰ء شمال اور وسطی ہند پر قائم رہی۔ آخرکار سفید ہنوں نے اسے برباد کردیا۔

د۔ جنوبی ہند میں مختلف چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔

۵۔ باقی مُہذب ممالک

ا۔ چین:۔ اس زمانے میں چین کی حکومت مشرقی حکومتوں سے الگ تھلگ تھی کیونکہ یہ اُن کے اثر سے کافی دُور تھی لیکن ریشم صرف چین ہی میں ملتا تھا، لہٰذا مشرقی حکومتوں کے ساتھ قدرے تجارتی تعلقات قائم تھے۔ اس زمانے میں چین میں دو مشہور شاہی سلسلے تھے۔ (۱) ہان شاہی سلسلہ ۲۰۶ ق م تا ۲۲۰ء اور (۲) تانگ[1] شاہی سلسلہ ۶۱۸ء تا ۹۰۶ء۔ تانگ شاہی سلسلے کے دوران ۶۳۵ء میں مسیحیت چین میں پہنچی۔

ب۔ عرب:۔ عرب میں کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جو قبائلی طرز حکومت کی پابند تھیں۔ مگر حضرت محمدؐ (تقریباً ۶۱۰ء تا ۶۳۲ء) نے عربستان کو ایک ہی حکومت کے جھنڈے تلے جمع کرکے قبائل کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیا۔ اس سے پہلے مسیحیت کسی حد تک عربستان میں پھیل چکی تھی خاص طور پر نجران میں۔

ج۔ حبشہ:۔ یہ ملک تقریباً ۳۳۰ء میں مسیحی ہو گیا اور ۵۲۳ء میں جب نجران میں عرب بادشاہ مسروق[2] نے مسیحیوں کو ستانے اور ختم کرنے کا قدم اٹھایا تو حبشی افواج نے ہی مسروق کو شکست دے کر باقی ماندہ مسیحیوں کو رہائی دی۔ حبشہ میں بانئِ اسلام نے کفار کی تکالیف سے تنگ آ کر پناہ لی تھی۔ اُس وقت نجاشی بادشاہ تخت نشین تھا۔

۶۔ وحشی اور خانہ بدوش لوگ

وسطی ایشیا یعنی موجودہ منگولیا اور ترکستان میں مختلف خانہ بدوش قبائل رہتے

---

[1] T'ang [2] Masruq

تھے۔ یہ زیادہ تر مشرق کی طرف سے ایک دوسرے پر حملہ کرتے تھے اور ایک دوسرے کو آگے دھکیلتے رہتے تھے۔ جُوں جُوں وہ مغرب کی طرف بڑھتے جاتے تھے وہ مہذب ممالک پر حملہ آور ہوتے رہتے تھے۔ ان لوگوں میں سے پہلے سَلوتی تھے۔ اُن کے بعد گاتھ اور بالترتیب سفید ہُن، مغربی ہُن، ترک، تاتار اور منگول۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ وسطی ایشیا اور شمال مشرقی یورپ میں بار بار انجیل کی منادی کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی رہی۔

رُومی حکومت میں بشارتِ انجیل کی تیاری

گلتیوں ۴:۴ میں پولس رسُول لکھتا ہے کہ "جب وقت پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا" اور اِس بات میں شک نہیں کہ رُومی حکومت میں حالات بشارتِ انجیل کے لیے سازگار تھے۔ اور باقی دنیا کے مقابلے میں رُومی حکومت میں مسیحیت نے پہلی صدیوں میں بہت ترقی کی۔ اِس ترقی کی وجوہات تین قسم کی ہیں۔ (۱) سیاسی وجوہات (۲) وجوہات بمتعلقہ زبان اور (۳) مذہبی وجوہات۔

۱۔ سیاسی وجوہات :- اوریجن[1] ایک مسیحی مصنف نے قریباً سنہ ۲۵۰ء میں یُوں لکھا ہے۔

> "خداوند نے فرمایا۔ جاؤ اور ساری قوموں کو شاگرد بناؤ (متی ۲۸ : ۱۹)۔ اب یہ بات یقینی ہے کہ خداوند یسوع مسیح قیصر اُوگسٹس کے عہد میں پیدا ہُوا۔ اُس شہنشاہ کے عہد میں دنیا کی بہت سی قومیں ایک ہی سلطنت میں متحد ہو گئیں۔ اگر بہت سی سلطنتیں ہوتیں تو ہر بادشاہ اپنی اپنی حکومت کو توسیع دینے کی غرض سے دوسری سلطنتوں میں جنگ و جدل میں مشغول رہتے اور اِس طرح سے ساری دنیا میں خداوند یسوع کے کلام کے پھیلنے میں رکاوٹ ہوتی۔"

اِس میں شک نہیں کہ رُومی سرکار کا انتظام انجیل کی بشارت کے لیے ایک زبردست وسیلہ تھا۔ اُس حکومت میں ایک ہی قانون تھا اور وہ لوگ جو رومی شہری تھے اس انتظام سے مستفیض ہو سکتے تھے جیسا کہ پولس رسول نے کیا۔ (اعمال ۱۶: ۳۷)

---

[1] Origen

۲۲ : ۲۵-۲۸ : ۲۵ : ۹-۱۲)۔ رُومیوں نے اپنی حکومت میں اچھی پکی سڑکیں بنائیں اور اُن پر آمد و رفت کا سلسلہ بخوبی تیز رفتار سے جاری تھا۔ مثلاً سکندریہ سے ایک سڑک انطاکیہ سے گذرتی ہوئی ترواس تک جاتی تھی۔ ایک اور سڑک بزنطین سے شمالی اطالیہ اور پھر وہاں سے ایک طرف روما تک اور دوسری طرف گال (فرانس) اور ہسپانیہ تک جاتی تھی۔ اِسی طرح شمالی افریقہ میں بھی سڑکیں موجود تھیں۔ روما شہر کے لیے مصری گیہوں کثرت سے بحری جہازوں پر سکندریہ سے آیا کرتا تھا (اعمال ۲۷ : ۶)۔ گو رُومی خود یہودیوں کی طرح سمندر کی مصائب و تکالیف سے خوف زدہ تھے اور اُس سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن یونانی ان کے مقابلے میں بہترین ملاح تھے اور سمندری تجارت زیادہ تر وہی کرتے تھے مگر رُومی اس تجارت سے بہت فائدے حاصل کرتے تھے۔

۲۔ وجوہات بمتعلقہ زبان:۔ جس طرح سے آج کل مغربی پاکستان میں سب پڑھے لکھے لوگ اردو جانتے ہیں اِسی طرح سے اُس زمانے میں بھی سب تعلیم یافتہ لوگ یونانی زبان جانتے تھے۔ اِس سے مسیحی مشنریوں نے بہت فائدہ اُٹھایا کیونکہ وسیع تبلیغ کے لیے انہیں نئی زبان سیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ چنانچہ پولس جیسا شخص خواہ ایشیائے کوچک خواہ یونان یا اطالیہ میں منادی کرتا ہو یونانی زبان میں اپنا اپنا پیغام بڑی آسانی سے پیش کر سکتا تھا۔ بے شک کبھی کبھی یہ زیادہ فائدہ مند ہوتا اگر وہ لوگوں کی مادری زبان سیکھ لیتا (اعمال ۱۴ : ۱۱) جیسے کہ ایرینیئس[1] نے گال کی زبان سیکھ لی۔ نئے عہدنامے کی سب کتب یونانی زبان میں تصنیف ہوئیں اور اردو کی طرح یونانی بھی فصاحت و بلاغت سے بھرپور زبان ہے۔

۳۔ مذہبی وجوہات:۔ رُومی مذہب میں بہت سے دیوتاؤں کی کثرت سے پرستش کی جاتی تھی۔ اُن کے بت ہر شہر میں کثرت سے پائے جاتے تھے۔ رومی بتوں کی والہانہ پرستش کرتے تھے تاہم اُن کا مذہب گری ہوئی حالت میں تھا۔ تعلیم یافتہ لوگ پرانے دیوتاؤں میں کم دلچسپی لے رہے تھے بلکہ اُن کا اعتقاد دن بدن کم ہوتا جا رہا تھا۔ رومیوں کا اخلاق حد سے زیادہ گرا ہوا تھا۔ ہم جنس پسندی اتنی عام تھی کہ جب شہنشاہ ہدریان کا معشوق لڑکا انٹنوئس[2] اچانک دریائے نیل میں غرق ہو گیا تو شہنشاہ نے اسکی یادگار

---

[1] Irenaeus [2] Antinous

میں مصر میں ایک شہر بسایا۔ انتخنوس کو اس شہر میں ایک دیوتا کا درجہ دیا گیا۔ ایسے ماحول میں بہت سے سادہ لوح اور سمجھدار لوگ ایک بہترین مذہب کی تلاش میں تھے چنانچہ جب انہوں نے مسیح کی خوشخبری سُنی تو خوشی سے اُسے قبول کیا۔

یہودی رُومی حکومت کے قریباً ہر بڑے شہر میں رہتے اور تجارت کرتے تھے۔ یہ خدا کی چُنی ہوئی قوم تھی۔ اس قوم کی کتاب مُقدس میں مسیح کے بارے میں پیشگوئیاں موجود تھیں اور اس کے مذہب اور اخلاق میں ایک اعلےٰ معیار تھا۔ بہت سے یونانی اور رومی یہودی اخلاق سے متاثر ہوئے اور کئی ان کی پرستش سے متاثر ہوئے کیونکہ یہودی ایسے خدا کو مانتے تھے جو قدوس اور بے عیب ہے۔ چنانچہ یہ یونانی اور رُومی یا تو "نومرید" ہو گئے یا "خدا پرست" بن گئے (دیکھئے اعمال ۱۳: ۴۳؛ ۱۷: ۴)۔ یعنی انہوں نے یہودی عقیدہ، عبادت اور اخلاق کو قبول کیا لیکن ختنہ اور کھانے پینے کی رسومات کے قائل نہیں تھے۔ ان نومریدوں اور خدا پرستوں میں سے اکثر لوگ مسیحی ہو گئے۔

مذکورہ بالا تینوں باتوں کے علاوہ ایک اور پہلو سے بھی یہودیت میں انجیل کی بشارت کی تیاری ہوئی۔ یہودی عبادت خانوں میں جو طرزِ عبادت تھا اُسکو کلیسیا نے اپنایا اور اسی بنیاد پر اُنہوں نے مسیحی عبادت کو نشوونما دی۔

مشرق کی طرف تجارتی راہیں

ا۔ برّی راستہ :۔ دارا اعظم (۵۲۱ء ق م تا ۴۸۶ء ق م) نے ایک مشہور شاہراہ ایشیائے کوچک کے سردلیس (مکاشفہ ۳ : ۱) سے سوسن (آستر ۱ : ۲) تک بنائی تھی۔ اس شاہراہ پر شہنشاہ کی ڈاک بڑی تیزی سے آتی جاتی تھی۔ مسیح کے زمانے میں یہ شاہراہ دریائے دجلہ کے بائیں کنارے پر اربل سے ہو کر مدائن تک پہنچ جاتی تھی۔ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ چین اور ہندوستان کی قیمتی اشیاء پارتھی حکومت کے ذریعہ سے رُومی حکومت تک پہنچتی تھیں۔ پارتھی رومیوں سے بہت زیادہ محصول لیتے تھے، اس لیے رومی تاجر اس برّی راستے کو زیادہ استعمال نہیں کرتے تھے۔

ب۔ بحری راستہ :۔ بالعموم رُومی حکومت میں اور بالخصوص روما شہر میں دولت کی بہت فراوانی تھی۔ یہاں کے امرا مشرق کی بیش قیمت اشیاء کے دلدادہ

تھے اِس لیے وہ اِن اشیا کے لیے کافی روپیہ خرچ کرنے کو تیار رہتے تھے۔ مکاشفہ ۱۸: ۱۲ تا ۱۳ میں اِن اشیاء کی ایک فہرست پائی جاتی ہے جو عیاش رُومی لوگ سوداگروں سے خرید لیا کرتے تھے۔ آیات ۱۷ تا ۱۹ میں بحری جہازوں کا خاص ذکر ہے کہ

"سب ناخدا اور جہاز کے مسافر، ملاح اور جتنے سمندر کا کام کرتے ہیں۔۔۔ چلّا چلّا کر کہیں گے، افسوس! افسوس! وہ بڑا شہر جس کی دولت سے سب سمندری جہازوں والے دولت مند ہو گئے ایک گھڑی بھر میں اُجڑ گیا۔"

سٹرابو[1] نے جو کپدکیہ کا باشندہ تھا قریباً ۲۵ ق۔م میں ایک جغرافیہ لکھا۔ وہ خود مصر میں گیا تھا اور وہاں کی تجارت کے چشم دید حالات کے بارے میں یوں رقمطراز ہے:-

"سکندریہ سے آنے والے سوداگروں کی تجارت کے باعث جن کے جہاز دریائے نیل سے ہوتے ہوئے بحیرہ عرب کی راہ ہندوستان تک جاتے ہیں ہم اپنے آباؤاجداد کی نسبت اِن ممالک سے بخوبی واقف ہو گئے تھے۔ مجھے معلوم ہوا کہ میوس ہرمس بندر سے ایک سو بیس جہاز ہندوستان کی طرف جاتے ہیں۔ حالانکہ اس سے پہلے ہندوستان اور اُس کے جزیروں سے اس بحری راستے کے وسیلے سے تجارت کرنے کی کوئی بھی ہمت نہیں کرتا تھا۔ موجودہ زمانے میں ہندوستان، عرب اور جنوبی ملک حبشہ کی تجارتی اشیاء بحیرہ عرب کے راستے قاپطس میں لائی جاتی ہیں۔"

نقشہ نمبر ۱ ملاحظہ کیجیے تو معلوم ہو گا کہ میوس ہرمس[2] بندر بحیرہ قلزم پر اور قاپطس[3] دریائے نیل پر تھی۔ بحری جہاز سامانِ تجارت میوس بندر پر پہنچاتے تھے۔ قاپطس سے کشتیوں میں اسے سکندریہ پہنچایا جاتا تھا۔ سٹرابو ان دونوں بندرگاہوں کے درمیان کے سفر کا حال یوں بیان کرتا ہے:-

"پہلے زمانے میں جو سوداگر اُونٹوں پر سامان لاد کر تجارت کے لیے

---

۱ Strabo ۲ Myos-Hormos ۳ Koptos

جاتے تھے وہ رات کو ستاروں کی راہنمائی میں سفر کرتے اور جہاز رانوں کی مانند اپنے ساتھ پانی کا ذخیرہ رکھتے تھے۔ لیکن اب جگہ جگہ پانی مہیا کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں زمین کو گہرا کھودنے سے بھی پانی حاصل کیا جاسکتا ہے حالانکہ بارش شاذ و نادر رہی ہوتی ہے۔ تاہم بارش کا پانی تالابوں میں اور زمین دوز حوضوں میں جمع کر لیا جاتا ہے۔ یہ سفر چھ سات دن میں طے ہو جاتا ہے۔"

سوداگروں کی راہنمائی کے لیے سنہ ۔۔ء میں لکھی ہوئی ایک کتاب بنام "رہنمائے بحیرۂ قلزم" دستیاب ہوئی ہے جس میں جہاز رانی کے لیے ہدایات، سمندر کے متعلق معلومات اور بندرگاہوں کے حالات کے علاوہ درآمد و برآمد کا مفصل ذکر ہے۔ میوس ہرمز بندر سے سفر شروع ہو کر بربیکے، ادولس[1]، موخا[2] اور عدن سے ہو کر قانا[3] تک جاتا تھا جو کہ جنوبی عرب کی بندرگاہ تھی۔ اس کے کچھ عرصہ میں اگلے سفر کو ختم کرنے کے لیے جہاز ران مون سون کی مدد لیا کرتے تھے کیونکہ اب وہ مون سون کے استعمال سے واقف ہو گئے تھے۔

"سنہ ۴۵ء میں ہپالس[4] جہاز ران نے بندرگاہوں کے محل وقوع اور سمندر کے حالات کا مشاہدہ کرنے کے بعد پہلے پہل سمندر میں سیدھا راستہ اختیار کرنے کا طریقہ دریافت کیا کیونکہ جولائی میں ہوا سمندر سے ہندوستان کے ساحل کی طرف آتی ہے۔ اس جنوب مغربی ہوا کا نام ہپالسی ہوا رکھا گیا۔

مون سون کی مدد سے جہاز قانا سے سیدھے پاک و ہند کی چار بندرگاہوں کی طرف جایا کرتے تھے۔ یعنی باربریقے[5] جو دریائے سندھ کے دہانے پر واقع تھا، اور بھڑوچ، اور بمبئی کے نزدیک کلیان[6] اور مالابار اور کرانگانور[7]۔ باربریقے کے متعلق ایک دلکش بیان یوں ہے:۔

"اس کے بعد سندھ کا ساحلی علاقہ ہے جو اور زیادہ شمال میں ہے اور تقریباً سارا ہی دلدلوں سے بھرا ہوا ہے۔ یہ دریائے سندھ کی گزرگاہ ہے جو ان تمام دریاؤں سے بڑا ہے جو کہ بحیرۂ عرب میں گرتے ہیں۔ یہ دریا بڑی مقدار میں پانی لاتا ہے جس کی وجہ سے سمندر

---

[1] Adulis [2] Mocha [3] Cana [4] Hippalus [5] Barbarike
[6] Kalyan [7] Kranganur

میں دُور تک تازہ پانی مل سکتا ہے۔ اس کے سات دہانے ہیں جو اُتھلے اور دَلدل سے اٹے پڑے ہیں، اس لیے یہاں جہاز رانی مشکل ہے بجز اے درمیانی حصّے کے جہاں ساحل پر باربرِیقے کا شہر اور منڈی ہے۔ اس شہر کے بالمقابل ایک چھوٹا سا جزیرہ بھی ہے اور اس کے اندرونی حصہ میں سندھ کا صدر مقام منّاگرہ[۱] واقع ہے جو پارتھی حکمرانوں کے ماتحت ہے جو لگاتار ایک دوسرے کے تاج چھینتے رہتے ہیں۔ جہاز باربرِیقے میں لنگر انداز ہو جاتے ہیں لیکن اُن کا تمام سامان دریا کے راستے کشتیوں پر صدر مقام میں پہنچایا جاتا ہے۔"

باربرِیقے کے برآمد اور درآمد کی فہرست دی گئی ہے :۔

"اس منڈی میں باریک کپڑے جو عام طور پر سستے قسم کے ہوتے ہیں، کتان، پکھراج، زبرجد، مونگا، لال، لُبان، شیشہ اور سونے چاندی کے برتن اور کچھ شراب درآمد کیے جاتے ہیں۔ دوسری طرف وہاں سے گرم مصالحہ، بلسان، زرد رنگ، بالچھڑ، یا جٹا ماسی، فیروزہ لاجورد، چین کی رنگ دار کھالیں، سوتی کپڑا، ریشمی دھاگے اور نیل دساور بھیجا جاتا ہے۔"

چارسدّہ جو پشاور کے نزدیک ہے ایک ایسی منڈی تھی جہاں سے کشمیری اور افغانی جٹا ماسی اور چین کے ریشمی دھاگے یا تو دریائے سندھ سے ہو کر باربرِیقے میں یا براستہ پنجاب اور اجین بھڑوچ میں پہنچائے جاتے تھے۔ پھر بحری راستے میوزس بندر تک لے جائے جاتے تھے۔ یہاں سے صحراو بیابان کو عبور کر کے قاپطس تک اور دریائے نیل سے سکندریہ تک پہنچائے جاتے تھے۔ یہ کوئی حیران کن امر نہیں کہ جب مریم نے مسیح کو مسح کیا تو اُس کا عطر بیش قیمت تھا (مرقس ۱۴: ۳ تا ۵)، تاہم یہ تجارتی راستہ انجیل کے بیش قیمت پیغام کی خوشخبری کے لیے ایک کھلا ہُوا دروازہ تھا۔

۱۔ Minnagara

مزید مُطالعہ کے لیے مُجوزہ کُتب

۱۔ ڈبلیو۔ پی۔ جیمز کس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۲۰ تا ۳۵
۲۔ جان فاسٹر	یروشلیم سے آغاز	صفحہ ۷ تا ۱۱
۳۔ آر۔ ڈبلیو۔ ایف۔ وژن	مسیحی عبادت کے اصل واصول	صفحہ ۲۶ تا ۳۲
۴۔ پادری برکت اللہ	مُقدس توما رسول ہند	صفحہ ۱۹ تا ۲۸

سوالات برائے نظرِثانی اور عملی کام

۱۔ نقشہ نمبر ۱ کی مدد سے اپنا نقشہ تیار کریں۔ رنگدار پنسلوں سے رُومی اور پارتھی حکومتیں اور سمندر ظاہر کریں۔ دیگر حکومتوں کے نام صدر شہر اور بندرگاہیں اور تجارتی مراکز درج کریں۔ نیز سڑکیں، بحری اور برّی تجارتی شاہراہیں کھینچیں۔

۲۔ مندرجہ ذیل نام حفظ کریں اور بتائیں کہ یہ کیوں مشہور ہیں؟
اوگسٹس، تبریس، کلودیس، نیرو، دیو قلیطیان، قسطنطین اعظم، قسطنطیس، شاپور دوم، یزدگرد اوّل، بہرام گور، خسرو نوشیرواں، خسرو پرویز، ایدیسہ، انجر ششتم، آرمینیہ، تیرداد، وندفرق، گنڈفر، حبشہ اور اصیں روم۔

۳۔ جب وقت پورا ہو گیا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا" (گلتیوں ۴ : ۴) رومی حکومت میں بشارتِ انجیل کی تیاری کی روشنی میں اس آیت کی تشریح کریں۔

۴۔ مشرق کی طرف بحری اور برّی راستے کون کون سے تھے اور کن کن اشیاء کی تجارت کی جاتی تھی؟ نیز جٹا ماسی اور ریشمی پارچات کیوں بہت مہنگے ہوتے تھے؟

دوسرا باب

تبلیغ

دیباچہ :-

تبلیغ کلیسیا کا اوّلین فرض ہے۔ مسیح نے آسمان پر جاتے ہوئے اپنے شاگردوں سے کہا۔

"آسمان اور زمین کا کُل اختیار مجھے دیا گیا ہے۔ پس تم جا کر سب قوموں کو شاگرد بناؤ اور اُن کو باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اور ان کو یہ تعلیم دو کہ اُن سب باتوں پر عمل کریں جن کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے" (متی ۲۸ : ۱۸ تا ۲۰)۔

"تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس ۱۶ : ۱۵)۔

"جب رُوح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے اور یروشلیم اور تمام یہودیہ اور سامریہ میں بلکہ زمین کی انتہا تک میرے گواہ ہوگے" (اعمال ۱ : ۸)۔

سن ۶۵۰ء تک کلیسیا نے کہاں تک اس حکم کی تعمیل کی؟ انجیل کہاں تک پھیلی؟ ابتدائی صدیوں میں کلیسیا نے بشارتِ انجیل کے لیے کون کونسے طریقے استعمال کیے اور لوگوں کو کس طرح بپتسمہ کے لیے تیار کیا؟ غیر مسیحی کس طرح اور کیوں مسیحی ہو گئے؟ تبلیغ میں مسیحیوں نے کس قسم کے مضامین پیش کیے تاکہ غیر مسیحی لوگ انجیل کو سمجھ سکیں؟ کیا یہ تمام سوالات سبق آموز ہیں؟ کیا ان پر غور و خوض کرنے سے آج کل کی پاکستانی کلیسیا مستفید ہو سکتی ہے؟

اس باب میں ہم ان تمام سوالات کے جوابات ڈھونڈیں گے۔ پہلے پہل ہم

دیکھیں گے کہ انجیل کس طرح یروشلیم سے شروع ہو کر مشرق، مغرب، شمال اور جنوب میں پھیل گئی جب تک کہ اُس زمانے کی دُنیا کے کونوں تک پہنچ نہ گئی۔ پھر ہم تبلیغی طریقوں پر غور کریں گے اور دیکھیں گے کہ نہ صرف مبشروں نے بلکہ سادہ لوح مسیحیوں نے، بلکہ مسیحی خواتین نے بھی تبلیغ میں نمایاں حصہ لیا۔ ہم دیکھیں گے کہ کلیسیا نے متلاشیوں کو کیسے جانچا اور بپتسمہ کے لیے تیار کیا۔ ہم چند ایک مشہور تبدیلیوں پر بھی غور کریں گے۔ آخر میں ہم اُس پیغام پر غور کریں گے جو مسیحیوں نے بُت پرستوں، یہودیوں اور مجوسیوں کے سامنے پیش کیا تاکہ وہ انجیل سے واقف ہوں۔

فصل اوّل

انجیل کی اشاعت

۱۔ یروشلیم سے آغاز

نقشہ نمبر ۱ سے پتہ چلتا ہے کہ گو یروشلیم رُومی حکومت کے ایک کونے میں تھا تاہم وہ اُس زمانے کی دُنیا کا مرکز تھا اور اِس سے انجیل ایشیا، یورپ اور افریقہ میں پھیلی۔ اِس کام میں بے شک بارہ رسولوں اور پولُس رسول نے نمایاں حصّہ لیا جیسے کہ یوسطین شہید نے دوسری صدی میں لکھا کہ

"یروشلیم سے دنیا میں بارہ اشخاص نکلے۔ خدا سے قوت پاکر انہوں نے بنی نوع انسان کی ہر قوم میں انجیل کی منادی کی"۔

تاہم اِس میں شک نہیں کہ عوام نے بھی اِس تبلیغ میں حصّہ لیا۔ اعمال ۸: ۱ تا ۴ اور ۱۱: ۱۹ تا ۲۱ سے پتہ لگتا ہے کہ ستفنس کی شہادت کے بعد جب کلیسیا پراگندہ ہوئی تو عام مسیحیوں نے سامریہ، فینیکے، کُپرس اور انطاکیہ تک انجیل کی منادی کی لیکن یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ انجیل کی خوشخبری کی اشاعت عیدِ پنتکُست کے دن ہی سے شروع ہو گئی۔ اِس کے ثبوت میں اعمال ۲: ۸ تا ۱۱ میں ایک دلچسپ فہرست پیش کی جاتی ہے۔

"کیونکر ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے وطن کی بولی سُنتا ہے؟ حالانکہ ہم پارتھی اور مادی اور عیلامی اور مسوپتامیہ اور یہودیہ اور کپدکیہ اور پنطُس اور آسیہ اور فروگیہ اور پمفیلیہ اور مصر اور لبوآ کے علاقے کے رہنے والے ہیں جو کرینے کی طرف ہے اور رومی مسافر خواہ یہودی یا اُن کے مُرید اور کریتی اور عرب ہیں۔ مگر اپنی اپنی زبان میں خدا کے

بڑے بڑے کاموں کا بیان سُنتے ہیں۔"

فہرست میں پہلے چاروں نام اُس زمانے کی پارتھی حکومت سے متعلق ہیں۔ پھر یہودیہ کا ذکر ہے۔ البتہ یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ بعض نسخہ جات میں "یہودیہ" کی بجائے "شام" کا ذکر ہے۔ بعض میں "آرمینیہ" اور ایک میں جو کہ یُوحنا فم الذہب[۱] نے چوتھی صدی میں استعمال کیا لفظ "ہند" ہے۔ بعد میں ایشیائے کوچک کے پانچ نام مذکور ہیں، پھر افریقہ کے دو۔ پھر یورپ کے دو اور آخر میں عرب۔

ان لوگوں میں سے تین ہزار نے اُسی دن بپتسمہ لیا (اعمال ۲: ۴۱) اور اُمید ہے کہ کہ جب وہ اپنے وطن واپس گئے تو وہ انجیل کی خوشخبری ساتھ لیتے گئے ہونگے چنانچہ ہم پہلے مشرق کی طرف رجوع کریں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ انجیل کیوں کر وہاں پھیلی۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

جان فاسٹر ، یروشلم سے آغاز صفحہ ۷ تا ۱۰ اور نقشہ صفحہ ۳۴، ۳۵

۲۔ مشرق کی طرف

ایڈیسہ

ہم اُس چھوٹی سی ریاست "اُسرہائی" سے شروع کریں گے جو کہ رُومی اور پارتھی حکومتوں کے درمیان واقع تھی۔ اس ریاست کا صدر مقام "ایڈیسہ" تھا۔ ایڈیسہ اُس شہر کا یونانی نام تھا۔ مقامی نام اُرہا تھا۔ جس طرح کہ انگریزی راج میں ساہیوال کو منٹگمری کے نام سے منسوب کرکے نیا نام دے دیا گیا اور آج کل جب کہ پاکستان ایک آزاد مملکت ہے تو منٹگمری کو پھر "ساہیوال" کا نام دے دیا گیا ہے۔ اسی طرح ایڈیسہ کا

---

۱ John Chrysostom (John of the Golden Mouth)

بھی یونانی نام یونانی بزنطینی حکومت کے زوال پذیر ہونے لگا اور مقامی نام "اُرہا" پھر استعمال ہونے لگا۔ آج کل وہ "عرفہ" کہلاتا ہے جو موجودہ ترکی کی مشرقی سرحد پر واقع ہے۔
مسیحی تاریخ میں یہ شہر تین وجوہات کی بنا پر قابلِ فخر ہے۔

۱۔ یہ پہلا مسیحی شہر ہے۔
۲۔ وہاں پہلا گرجا گھر تعمیر ہُوا۔
۳۔ وہاں اناجیل کا پہلا ترجمہ کیا گیا۔

پہلا مسیحی شہر: اَبگر ہشتم کی سلطنت سنہ ۱۷۹ء تا سنہ ۲۱۴ء تھی۔ اُن سکوں پر جو کہ سنہ ۲۰۰ء میں اُس نے اپنی سلطنت میں جاری کیے اُن پر بادشاہ کے عمامہ پر ستارہ کی بجائے صلیب کا نشان ہے۔



صلیب خود بخود کافی ثبوت نہیں کہ اَبگر مسیحی ہو گیا بلکہ ایک تحریری ثبوت بھی دستیاب ہے۔ اَیدیسہ میں مقیم ایک مسیحی مصنف بردیصان[1] نے اپنی تحریر میں ایک قبیح رسم کا ذکر کیا ہے جو کہ اَیدیسہ کے لوگ ایک دیوی کی پرستش میں منایا کرتے تھے۔ بردیصان نے تقریباً سنہ ۱۹۶ء میں یوں لکھا۔

"جب اَبگر بادشاہ مسیحی ہو گیا تو اُس نے حکم دیا کہ ہر اُس شخص کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے جو اِس بُری رسم کا مرتکب ہوگا اور اُس وقت سے لے کر اب تک کوئی بھی اِس رسم کو پورا نہیں کرتا۔"

پہلا گرجا گھر: سنہ ۲۰۱ء میں ایک سیلاب سے اَیدیسہ کی کافی بربادی ہوئی۔ شہر کے دو سرکاری منشیوں نے جو خود بُت پرست تھے، اُس واقعہ کا چشم دید حال یُوں قلمبند کیا ہے کہ

"اَبگر بادشاہ اُس بڑے اور بلند مینار پر جسے فارسی مینار کہا جاتا تھا کھڑا ہُوا مشعلوں کی روشنی میں پانی کو دیکھ رہا تھا۔ بڑھتے ہوئے سیلاب نے شہر کی مغربی فصیل کو توڑ دیا اور شہر میں داخل ہو گیا۔ جس

---

[1] Bardaisan

محمد کے زمانے میں انجیل کا عربی ترجمہ موجود تھا۔

سے ہمارے آقا اور مالک بادشاہ کا عظیم اور خوبصورت محل بھی گر پڑا اور اس پانی سے مسیحی کلیسیا کا منڈر (گرجا گھر) بھی برباد ہو گیا۔

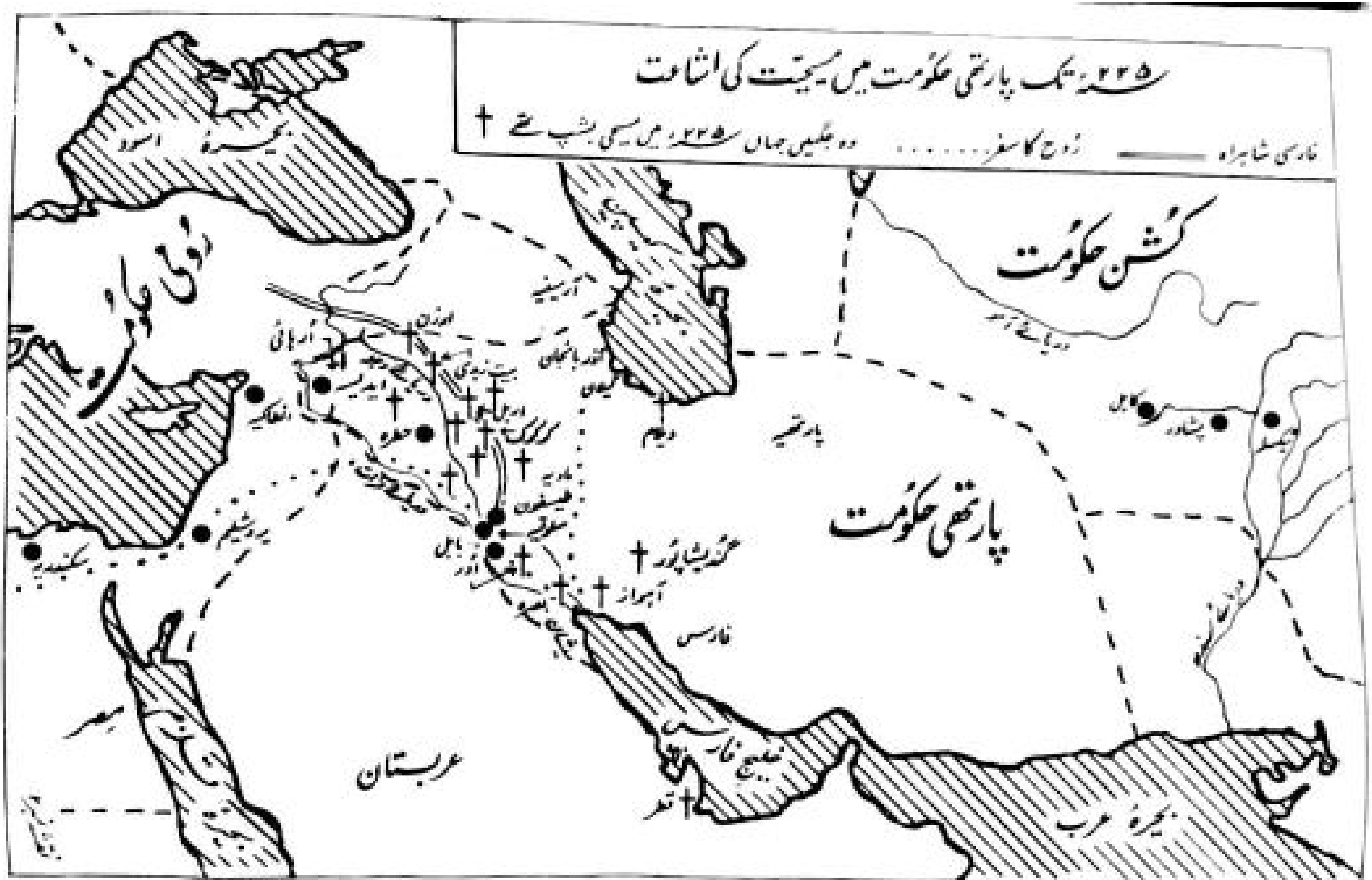
انا جیل کا پہلا ترجمہ: ططیان اپنے آپ کو "اسوری" کہتا تھا یعنی وہ دریائے دجلہ کے شمال مشرق کی طرف کا باشندہ تھا۔ یہ بُت پرست تھا لیکن قریباً سنہ ۱۵۰ء میں وہ روم میں گیا۔ وہاں یوسطین شہید کی بدولت مسیحی ہو گیا۔ بعد میں وہ ایڈیسہ واپس آ گیا جہاں اُس نے "دیاطسرون" یونانی چاروں سے یعنی مجموعۂ اناجیل سریانی زبان میں تیار کیا۔ اس میں ططیان کی یہ کوشش واضح طور پر نظر آتی ہے کہ وہ متی، مرقس، لوقا اور یوحنا سے اقتباسات لے کر اُن کا اس طرح سے اتصال کرے کہ وہ ایک مسلسل کہانی معلوم ہو۔ مثال کے طور پر اُس نے یوحنا ۱۸: ۱ اور مرقس ۱۴: ۲۶ اور ۳۲ کو اس طرح سے جمع کیا:

"یسوع یہ باتیں کہہ کر اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک جگہ آیا جس کا نام گتسمنی تھا، قدرون کے نالے کے پار، پہاڑ پر، جہاں ایک باغ تھا جس میں وہ اور اُسکے شاگرد داخل ہوئے۔"

دیاطسرون غالباً سنہ ۱۷۰ء سے پہلے تیار کیا گیا اور لوگوں کی مادری زبان اناجیل کا پہلا ترجمہ تھا۔ اگرچہ بعد میں اِسے بدعتی قرار دیا گیا اور اس کی کافی جلدیں جلادی گئیں، تاہم اِس کا ترجمہ اور بھی زبانوں میں ہو چکا تھا اور آج کل اس کا عربی ترجمہ دستیاب ہو سکتا ہے۔ در اصل حضرت محمدؐ کے زمانے سے پہلے عربی زبان میں یہ اناجیل کا واحد ترجمہ تھا۔

پانچویں صدی تک ایڈیسہ مسیحی علم الٰہیات کا ایک ایسا مرکز تھا جو کہ سرزمین ایشیا میں تھا اور مشرقی کلیسیاؤں کے اعتبار سے ایک بلند رُتبے اور شہرت کا مالک تھا۔ اِس مرکز کی مذہبی زبان سُریانی تھی۔ آخر کار بزنطینی شہنشاہ نے سنہ ۴۸۹ء میں اس علم الٰہی کی درس گاہ کو زبردستی بند کروا دیا۔

۱؎ Tatian ۲؎ "Assyrian" ۳؎ Diatessaron ۴؎ Syriac



سنہ ۲۲۵ء تک پارتھی حکومت میں مسیحیت کی اشاعت
وہ جگہیں جہاں سنہ ۲۲۵ء میں مسیحی بشپ تھے
فارسی شاہراہ
کشن حکومت
پارتھی حکومت
پارتھیہ
فارس
کابل
پشاور
ٹیکسلا
اہواز
بابل
انطاکیہ
یروشلیم
اسکندریہ
عربستان
خلیج فارس
بحیرۂ عرب

"عالم ڈاکٹر بائل کے مطابق حدیاب کا پہلا اُسقف مار پقیدہ[1] تھا
جسے اَدّی[2] رسول نے اپنے ہاتھ سے مخصوص کیا تھا۔ وہ ایک غریب
شخص بیری کا بیٹا تھا جو کسی مجوسی کا غلام تھا۔"

۹۹ء میں پقیدہ نے ادّی کو کسی مُردے کو زندہ کرتے دیکھا تھا اور
اس معجزے کے باعث وہ مسیح پر ایمان لایا تھا۔

"زبان اُن ایذاؤں کو بیان کرنے سے قاصر ہے جو اُس کے باپ
اور قریبی رشتہ داروں نے اُسے پہنچائیں۔ جب اِن سب باتوں کے
باوجود وہ اپنے ارادہ پر قائم رہا تو اُس کے والدین نے اُسے ایک تاریک
کوٹھری میں بند کر دیا۔ لیکن اُس کو مدد مل گئی اور کوٹھری کے دروازے
اُس کے لیے کھول دیے گئے۔ وہ بھاگتا ہُوا باہر نکلا اور رسول کو ڈھونڈنے
لگا لیکن اُسے نہ ملا۔ جب اُس نے سُنا کہ وہ پہاڑ پر بسے ہوئے گاؤں کو چلا
گیا ہے، تو وہ بھی وہاں چلا گیا اور اُس کے ساتھ رہنے لگا تاکہ اُس کے
شاگردوں میں شامل ہو کر اُس سے برکتیں حاصل کرے۔"

اَدّی نے اُسے بپتسمہ دیا اور اپنے ساتھ منادی کے لیے لے گیا۔

"پانچ برس کے بعد اُس نے پقیدہ پر ہاتھ رکھ کر اُسے مخصوص کر دیا اور
اُسے اُس کے اپنے وطن ہی بھیج دیا گیا۔"

پقیدہ کا تجربہ آج کل کے چند نو مریدوں کے تجربہ کی مانند ہے۔ ماں باپ کسی کمرے
میں بند کر دیتے ہیں اور پھر کوئی ہمدرد بہن یا رشتہ دار دروازہ کھول کر اُن کو بھگا
دیتا ہے۔ مشیحا زخا بار بار ذکر کرتا ہے کہ حدیاب کے پہاڑی علاقہ میں کسی نہ کسی
اُسقف نے جا کر انجیل کی بشارت دی۔ یوں شمالی مسوپتامیہ میں مسیح کی کلیسیا
بہت بڑھ گئی۔

"رُوح کا گیت"

تقریباً ۲۰۰ء میں کسی پارتھی مسیحی نے یا شاید ایڈیسہ کے شاعر بردیصان نے

---

[1] Mar (Lord) Paqida [2] Addi, Addai or Addaeus

ایک خوبصورت مسیحی گیت سُریانی زبان میں لکھا جسے علما عموماً "رُوح کا گیت" کہتے ہیں۔ چونکہ یہ ایشیائی کلیسیا میں سب سے پُرانا مسیحی گیت ہے۔ لہٰذا ہم اس کا پُورا اقتباس پیش کرتے ہیں، حالانکہ وہ کافی لمبا ہے۔ وہ تمثیلی قصہ ہے گویا ایک قسم کا "مسیحی کا سفر"۔ ہم اُس کے الفاظ یوں سمجھیں۔

الفاظ	تمثیلی معنی
میرے باپ کا گھر	آسمانی وطن
میرا لباس میرا چوغہ	جلالی بدن مسیح کی جلالی صورت (۱۔ یوحنا ۳: ۲)
میرا باپ شہنشاہ	خدا باپ
میری ماں۔ ملکہ عالیہ	رُوح القدس (سریانی زبان میں "رُوح" مؤنث ہے)۔
میرا بھائی	خداوند یسوع مسیح
بابل، مصر	گناہ آلودہ دُنیا
موتی	راستبازی
اژدھا	شیطان
خط	کتاب مقدس

آیت ۱۲ کے معنی ہیں کہ وہ ایمان لاکر باپ بیٹے اور رُوح القدس کے نام میں بپتسمہ پاتا ہے۔ آیت ۱۳ کی آخری سطر کے ساتھ زبور ۱۱۹: ۱۰۵ کا مقابلہ کریں۔

گیت کا نظریہ مشرقی ہے۔ رُومی حکومت جلاوطنی کی جگہ ہے جہاں کوئی آزادی نہیں (آیت ۵)۔ پارتھی حکومت گھر ہے (آیت ۱)، اور آزاد لوگوں کا وطن (آیات ۵، ۹ اور ۱۲)۔

جن جگہوں کے نام گیت میں مذکور ہیں وہ سب نقشہ نمبر ۲ میں درج ہیں۔

رُوح کا گیت یُوں ہے:۔

۱۔ جب ہنوز میں بچہ تھا تو اپنے باپ کے گھر میں ناز و نعمت سے
میری پرورش ہوئی۔
اور میں محل کی زندگی سے مطمئن تھا۔
تب، ہمارے گھر سے جو مشرق میں تھا، دُور دراز میرے والدین نے
مجھے سفر کے لیے بھیج دیا۔
اور مجھے شاہی خزانے سے قیمتی چیزیں، زادِ سفر کے طور پر دیں۔
یہ گٹھڑی گو ہلکی تھی، لیکن قیمت میں گراں تھی۔ اس کو میں خود ہی

اُٹھائے ہوئے تھا۔

۲۔ زادِ سفر کے طور پر اس گٹھڑی میں مادیہ کا سونا آذربائیجان کی چاندی
ہندوستان کا یاقوت اور کیشان کا عقیق تھا۔
ایک سخت پتھر کا بکتر جو لوہے سے بھی سخت تھا، میرے جسم پہ
باندھ دیا گیا۔
لیکن اُنہوں نے میرے لباس کو اُتار لیا، جس کو اُنہوں نے بہت
چاہت سے مجھے پہنایا تھا۔
اور وہ زرق برق چوغہ جو ارغوانی کپڑے سے میرے قد کے مطابق
تیار کیا گیا تھا، اُس کو بھی اُنہوں نے اُتار لیا۔

۳۔ اُنہوں نے فیصلہ کیا اور میرے دل پر لکھ دیا تاکہ میں بھول نہ جاؤں۔
"اگر تم جا کر مصر میں اُس لاثانی موتی کو لاؤ۔
جو سمندر میں، ایک پھنکارنے والے اژدہے کی محافظت
میں ہے۔
تو پھر سے تمہیں، تمہارا لباس اور ارغوانی چوغہ پہنا دیا جائے گا۔ اور
پھر تم بادشاہت میں اپنے بھائی، شہزادہ کے ساتھ میراث
کے حقدار ہو گے۔"

۴۔ پس مشرق کو میں نے خیرباد کہہ دیا اور دو محافظوں کی حفاظت
میں چل پڑا۔
ایک بچے کے لیے راستہ مصائب سے اٹا پڑا تھا، اور سفر میں
قدم قدم پر خطرہ تھا۔
جلد ہی مَیں نے میشان کو جو مشرقی تاجروں کی تجارت کا مرکز ہے
پار کیا۔
بابل کی سرزمین میں، مَیں نے جلدی جلدی قدم اُٹھائے۔
اور مصر کی سرحدوں میں آ کر، میرے ہمراہی میرا ساتھ
چھوڑ گئے۔

۵۔ مَیں سیدھا اژدہے کی طرف چلا گیا اور اُس کے نزدیک جا کر میں
نے اپنی رہائش اختیار کر لی۔

تاکہ جب اُس پر گہری نیند طاری ہو جائے تو میں موتی کو اُس کے
قبضے سے چھین سکوں۔
وہاں میں عالم تنہائی میں جلا وطن تھا، غیروں کی سرزمین میں
جہاں پر مشرق کے
آزاد باشندوں میں سے کسی کو بھی نہ دیکھا۔
سوائے میشان کے ایک نوجوان لڑکے کے جو وہاں میرا ساتھی تھا۔

۶- وہی میرا دوست اور میرا ہمراز تھا، جس کو میں نے اپنی مہم کی
داستان سُنائی۔
اُسے میں نے مصریوں اور اُنکے گھناؤنے طریقوں سے آگاہ کیا۔
تاہم میں نے اپنے آپ کو اُن کے لباس میں ملبوس کیا تاکہ میں
پہچانا نہ جاؤں۔
اِس ڈر سے کہ وہ مجھے دیکھ کر پہچان نہ جائیں۔
کہ میں دُور دراز سے ایک موتی کی تلاش میں آیا ہوں اور وہ اژدہے
کو میرے خلاف بھڑکا دیں۔

۷- شاید اُسی سے مصریوں نے معلوم کیا کہ میں اُن کا ہم وطن نہ تھا۔
اور اُنہوں نے اپنے فریبوں سے اپنے ناپاک کھانوں میں سے
مجھے کھلایا۔
تب میں اپنی نسل کو بھول گیا اور حاکم ملک کی خدمت کرنے لگا۔
حتیٰ کہ میں اُس موتی کو بھی بھول گیا، جو میرے والدین نے مجھے
لینے کے لیے بھیجا تھا۔
اُس حالت میں اُن کے نشیلے کھانوں سے مجھ پر نیند کا نشہ سا
ہو گیا اور میں عالم بیخودی میں تھا۔

۸- اِن تمام واقعات کی میرے والدین کو خبر ہوئی اور میرے لیے
نہایت افسردہ ہوئے۔
چنانچہ اُنہوں نے اعلان کیا کہ تمام پارتھی شہزادے،
بادشاہ اور مشرق کے نواب ہمارے دارالسلطنت کے
پھاٹک پر جمع ہوں۔

وہاں سب نے میرے بچ نکلنے کے لیے ایک تدبیر سوچی، تاکہ میں
مصر میں تباہ ہو کر نہ رہ جاؤں۔
اِس تدبیر کے تحت انہوں نے ایک خط میرے نام لکھا جس پر
ہر ایک نواب کے دستخط تھے۔
۹۔ "اے ہمارے بیٹے! تجھے تیرے باپ کی طرف سے جو شہنشاہ ہے،
اور ماں کی طرف سے جو ملکہ عالیہ ہے اور تیرے بھائی کا
سلام قبول ہو۔
اٹھ! اور نیند سے بیدار ہو، ہمارے خط کے الفاظ سُن!
تُو تو شہنشاہ کا بیٹا ہے لیکن اب تو کس کی غلامی میں زندگی بسر
کر رہا ہے؟
اُس موتی کے لیے غور و فکر کر جس کو حاصل کرنے کے لیے
تجھے مصر میں بھیجا گیا تھا۔
۱۰۔ "اپنے زرق برق لباس اور جلالی چوغے پر سوچ بچار کر
یہ تجھے اُس وقت پہنایا جائے گا، جب تیرا شمار سورماؤں کی
فہرست میں ہوگا،
اور اپنے بھائی جو کہ گورنر ہے اُس کے ساتھ تو مملکت میں ہوگا"
یہ میرا خط تھا جس کے غلاف پر بادشاہ کی اپنی مُہر تھی۔
تاکہ بابل کی خوفناک بدروحوں کے ہاتھ نہ لگ جائے۔
۱۱۔ آسمان کے پرندوں کے بادشاہ، عقاب کی مانند اُس نے
پرواز کی۔
اور اُڑ کر میرے پاس بیٹھ گیا اور میرے ملک کی زبان میں
مجھ سے بولنے لگا۔
اُس کی آواز کے لہجوں سے میں چونک اُٹھا اور میں نیند سے
جاگ پڑا۔
خط کو لے کر میں نے اِسے بوسہ دیا اور اُس کی مُہر کو توڑا۔
خط کا جواب پہلے ہی سے میرے دل پر کندہ تھا۔

۱۲۔ پس مجھے خیال آیا کہ میں تو شاہی نسل سے ہوں ، اور میری پیدائش
ہی سے میری فطرت آزاد ہے۔
تب میں نے سوچا کہ میں تو ایک موتی تلاش کرنے کے لیے مصر
میں بھیجا گیا تھا۔
اُس ہولناک پھنکارنے والے اژدہے کو میں مسحور کرنے
لگا۔
میرے باپ ، میرے بھائی اور میری ماں ملکہ عالیہ کے نام پر
اژدہا تو نیند کی آغوش میں چلا گیا۔
۱۳۔ تب کیا ہوا کہ میں نے اُس موتی کو حاصل کر ہی لیا۔
اُس ناپاک لباس کو جو میں مصر میں پہنے ہوئے تھا ، چھوڑ کر گھر کی
طرف روانہ ہوا۔
میں مشرق کی طرف جو کہ میری جائے پیدائش ہے اور نور سے
منور ہے ، چل دیا۔
راستے میں پڑا ہوا مجھے ایک خط ملا جس نے مجھے یکسر
چونکا دیا۔
اور مجھے ایک دفعہ بیدار کر کے آئندہ کے لیے میری راہ کی
روشنی بن گیا۔
۱۴۔ اُس خط کے چمکتے ہوئے ریشمی غلاف نے مجھے دکھایا کہ اسی پر
گامزن ہونا چاہیے۔
کیونکہ اُس کی آواز نے میری راہنمائی کرتے ہوئے میرے لیے
اُمید سی پیدا کر دی۔
اُس راہنما نے نہایت محبت سے خطرناک راستہ کو پار کرنے
میں میری مدد کی۔
حتیٰ کہ میں سرزمین بابل سے باحفاظت گذر گیا۔
اور میں میشان پہنچ گیا جو کہ تاجروں کی بندرگاہ ہے ، اور جسے سمندر
کی لہریں ہمیشہ دھوتی رہتی ہیں۔
۱۵۔ جو کچھ میں زیبِ تن کیے ہوئے تھا ، وہ تو اب پرانا ہو گیا تھا میرا

لباس اور چمک دار چوغہ،
دُور ہرقانی کوہساروں سے میرے والدین نے بھیج دیا۔
جس کو محافظ جو اُس کی حفاظت کرتے رہے تھے، لائے،
اب تو میں اُس کی شکل و شباہت کو بھی بھول چکا تھا کیونکہ بچپن
میں میں نے اسے چھوڑا تھا۔
لیکن جب میں نے اسے دیکھا تو لباس کی شباہت میرے قد
کے مطابق ڈھل چکی تھی۔
۱۶۔ یہ میری اپنی ہی ذات تھی جس کو میں نے دیکھا جیسے آئینہ میں
ظاہری صورت
تو ایک ہوتی ہے لیکن تعداد میں دو نظر آتے ہیں۔
میں اور وہ لباس تو اُم فرشتوں کی مانند ہمشکل تھے۔
وہ فرشتگان جو میرا لباس لائے ہوئے تھے، جن کی وردی پر
شاہی نشان لگا ہوا تھا۔
وہ دونوں اُس بادشاہ کے خادم تھے، جس کی وفاداری نے وعدہ
کے مطابق میرے خزانے کو مجھے واپس کر دیا۔
۱۷۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میرا لباس تو اپنی تمام جاہ و حشمت میں
ایک شاہی خزانے کی عکاسی کرتا ہے۔
کیونکہ یہ لعل، زمرد، یاقوت اور سونے سے مزین تھا اور یہ اسکی
شان کو اپنی چمک دمک سے دوبالا کر رہے تھے۔
اور اس کے مختلف رنگوں میں، نیلم کی چمک اسکی خوبصورتی میں
اضافہ کر رہی تھی۔
اُس کے سوراخوں میں قیمتی پتھر جڑے ہوئے تھے۔
اور سب پر شہنشاہِ اعظم کی اپنی تصویر کندہ تھی۔
۱۸۔ جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو ایک ذی حس مخلوق کی مانند
اس میں زندگی عود کر آئی۔
اور میں نے یہ بھی دیکھا جیسے کہ اُسے قوتِ گویائی بھی مل گئی ہو۔
تب میں نے اس کی آواز کے لہجے سے محسوس کیا جیسے کہ وہ اپنے

محافظوں سے کہہ رہا ہو۔
"یہ وہی شور ما ہے جس کی خاطر مجھے میرے باپ نے تخلیق کیا۔
کیا تم نے مجھے نہ دیکھا تب میرا قدو قامت اُس کی محنتوں کے
ساتھ ساتھ کیسے بڑھ گیا۔"

۱۹۔ اس اثنا میں میرا لباس، شاہانہ انداز سے میری طرف بڑھ رہا
تھا۔
اور میری طرف، بڑی بے صبری سے اپنے اُٹھانے والوں کے ساتھ
بڑھنے کے لیے بیتاب تھا۔
لیکن میری بھی تو آرزو بڑھ رہی تھی، میں اُس کی طرف دوڑ کر
گیا اور
اُس کو پکڑ کر اپنے جسم پر پہن لیا۔
اب میں پھر سے اپنے اصلی لباس میں ملبوس، اُس کی زیب و زینت
کو حاصل کیے ہوئے تھا۔

۲۰۔ اور وہ چمک دار چوغہ بھی میری خوبصورتی کو بڑھانے کے لیے مجھے
پہنا دیا گیا۔
اپنے شاہی لباس میں ملبوس، مجھے محل کے دروازے کی طرف
لے جایا گیا۔
میں نے اپنے باپ کے شاہانہ نشان کے سامنے سرِ خم تسلیم کرتے
ہوئے حکم کو پورا کیا اور اُس نے اپنے وعدہ کو ایفا کیا۔
کیونکہ اب میں نے نوابوں اور حاکموں کے ساتھ دربار میں شرکت
کا اعزاز حاصل کر لیا۔
اُس نے نہایت گرمجوشی سے میرا استقبال کیا اور میں مملکت میں
اُس کے ساتھ رہنے لگا۔

پارتھی حکومت کے دوران مسیحیت کی اشاعت ۱۹۶ء میں

قریباً ۱۹۶ء میں ایڈیسہ کے مسیحی شاعر اور مصنف بردیصان نے ایک

دلچسپ مکالمہ بعنوان "قسمت پر بحث" قلمبند کر دیا جس میں وہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ مسیحیوں کی زندگیاں اور چال چلن دیگر لوگوں سے مختلف ہیں۔ اس بات سے وہ ثابت کرتا ہے کہ بنی نوع انسان قسمت کے پابند نہیں، چنانچہ مسیحی لوگ دیگر ممالک کی اقوام کی بُری عادات سے پرہیز کرتے ہیں۔ اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانے میں بردیصان کی اپنی واقفیت کے مطابق مسیحی لوگ کہاں کہاں رہتے تھے۔

"اب ہم اپنی مسیحیوں کی نئی نسل کے متعلق کیا کہیں، جسے مسیح نے اپنی آمد پر ہر ملک اور ہر خطے میں قائم کر دیا ہے؟ جو مسیحی پارتھیہ میں ہیں وہ دو بیویاں نہیں رکھتے اور نہ ہماری بہنیں جو گیلانیوں اور گشنوں میں ہیں اپنے آپ کو اجنبیوں کے حوالے کر دیتی ہیں، نہ فارس میں رہنے والے بھائی اپنی بیٹیوں سے آپ بیاہ شادی کرتے ہیں، نہ مادی لوگ اپنے مُردوں کو پھینک دیتے ہیں اور نہ ہی اُنہیں زندہ دفن کرتے ہیں، نہ اُنہیں کتوں کے آگے خوراک کے لیے ڈال دیتے ہیں، نہ ہی ایدیسہ میں رہنے والے مسیحی اپنی بہنوں اور بیویوں کو اُن کے عیب ہوں پر قتل کرتے ہیں بلکہ اگر وہ بدکاری کریں تو وہ صرف اُن سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں اور باقی انصاف کو خداوند کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں۔ حترہ کے رہنے والے مسیحی اپنے چوروں کو پتھراؤ نہیں کرتے بلکہ مسیحی جہاں کہیں ہوں، اور جو کچھ بھی کرتے ہوں، اُن کے ممالک کے قوانین کی رُو سے وہ اپنے مسیح کے قوانین پر چلنے کے لیے بالکل آزاد ہیں۔"

نقشہ نمبر ۲ میں یہ سب نام درج ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ سنہ ۱۹۶ء میں مغربی پاکستان کا بیشتر حصہ کشنوں کی حکومت میں شامل تھا۔

سنہ ۲۲۵ء میں

سنہ ۲۲۵ء میں پارتھیوں کا راج ختم ہوگیا۔ اس واقعہ کا ذکر کر کے مشیحا زخا یہ بھی پیش کرتا ہے کہ سیاسی تبدیلیوں کے باوجود کلیسیا قائم رہی اور پھیلتی گئی۔ اس وقت

جس سے زیادہ اُسقف مختلف جگہوں پر کام کر رہے تھے۔ اُن جگہوں کی فہرست پیش کی گئی ہے۔ بعض ایسے نام ہیں جن کی ہم نشان دہی نہیں کر سکتے۔ نقشہ نمبر ۲ میں باقی سب جگہیں اِس نشان + سے ظاہر کی گئی ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل جگہیں قابلِ ذکر ہیں۔ بیت زبدی، کرکوک، اربل، اور گندیشاپور، آجواز، بصرہ، حلوان، قطر، دیلام، سقوتیہ۔ طیسفون میں مسیحی تو تھے لیکن بُت پرستوں کے خوف سے کوئی اُسقف وہاں نہ تھا۔

یہ فہرست ایک ایسی کلیسیا کی تصویر پیش کرتی ہے جس کی تمام قوت مسوپتامیہ کے علاقہ میں تھی۔ لیکن جو شمال کی طرف بحیرۂ کیسپین تک اور خلیج فارس کے جنوب میں قطر تک پھیلی تھی اور مادیہ (حلوان) اور ایلام (گندیشاپور) تک بھی پہنچ چکی تھی۔ تاہم خلیج فارس کے شمال مشرق کی طرف فارس کے کسی اُسقف کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

مزید مُطالعہ کیجئے

پارتھی حکومت میں مسیحی تبلیغ کے بارے میں مشیحا زخا کے چند اور اقتباسات اِس کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ آپ انڈیکس دیکھیں۔

بردیصان کے "قسمت پر بحث" کے مزید بیان کے لیے اِس باب کی فصل چہارم کا مطالعہ کریں۔

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ نقشہ نمبر ۲ کی مدد سے ایک نقشہ بنائیں۔ رنگ دار پنسلوں سے پارتھی اور کشن حکومتیں، سمندر، اور فارس کی شاہراہ درج کریں۔ نیز اُن جگہوں کے نام درج کریں جن کا ذکر "رُوح کے گیت" اور "قسمت پر بحث" میں ہیں اور علاوہ ازیں وہ جگہیں بھی درج کریں جہاں ۲۲۵ء میں اُسقف کام کرتے تھے۔

۲۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور بتائیں کہ وہ کیوں مشہور ہیں۔

ایدیسہ، ابگر، دیا طسرون، ططیان، اربل، حدیاب، مشیحا زخا، پقیدہ اور بردیصان۔

۳۔ ایدیسہ کونسی تین باتوں کے لیے کلیسیائی تاریخ میں نمایاں ہے؟

۴۔ "زورج کے گیت" کا قصہ مختصر طور پر بیان کریں اور اس کا روحانی مطلب بیان کریں۔ نیز ضروری ناموں کی اور جگہوں کی تشریح بھی کریں۔

۵۔ پارتھی حکومت میں ۲۲۵ء تک مسیحیت کہاں کہاں پھیلی ہوئی تھی؟

ساسانی حکومت کے دوران کلیسیائے مشرق کی اشاعت اور ترقی

اس کتاب کے پانچویں باب کی فصل سوم میں کلیسیائے مشرق کی نشو ونما اور ساسانی حکومت سے اس کے تعلقات تفصیل کے ساتھ پیش کیے جائیں گے۔ فی الحال ہم چند مرکزی تاریخیں یاد کریں۔

۲۹۱ء میں سلوقیہ طیسفون کا پہلا اسقف مقرر ہوا۔ وہ ایک شامی آدمی بنام پاپا تھا۔

۳۳۹ء تا ۳۷۹ء شاپور دوم نے سولہ ہزار مسیحیوں کو شہید کر دیا۔

۴۱۰ء میں کلیسیائے مشرق نے سلوقیہ طیسفون کے اسقف کو بطور "کاتولیکوس"[1] سردار اسقف تسلیم کیا اور فارسی حکومت نے کلیسیا کو بطور اقلیت تسلیم کر لیا۔

۴۲۴ء میں کلیسیائے مشرق رومی حکومت کی کلیسیا کے اثر سے آزاد ہو گئی۔

۴۸۶ء میں کلیسیائے مشرق نے نسطوری اقرار ایمان قبول کیا۔

۴۹۱ء کے بعد کلیسیا تعداد اور وسعت میں بڑھتی گئی۔ جلدی ہی مختلف مشہور شہروں میں اُن کے اسقف مطران[2] یعنی اسقف اعظم نامزد ہوئے۔ عموماً ہر مطران کے تحت کم از کم چھ اور زیادہ سے زیادہ بارہ[3] اسقف تھے۔

۴۲۴ء کے بعد سردار اسقف کو "بطریق"[4] خطاب دے دیا گیا اور وہ سلوقیہ طیسفون کا اسقف رہا۔

نئی جگہ میں مطارنہ[5] کے مقرر ہونے کی تاریخوں سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کلیسیا کس طرف اور کہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔

---

[1] Catholicos [2] Metropolitan Bishop, Metran

[4] Patriarch [5] Metropolitan Bishops (pl. of Metran)

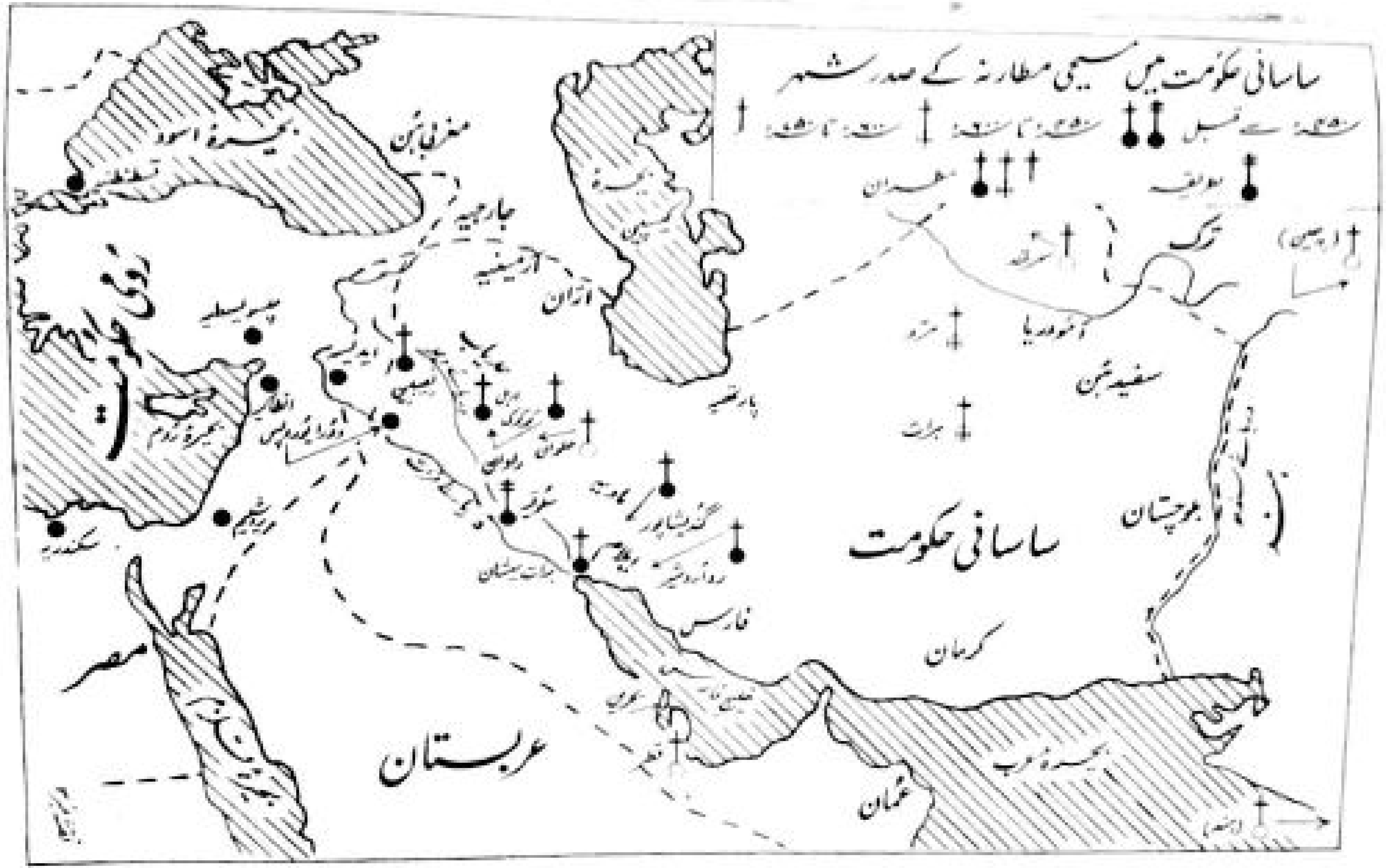
مطران کا صدر شہر	کلیسیائی صوبہ کا نام	بطریق اور سن تقرر (تقریباً)
۱۔ سلوقیہ طیسفون، مداحی	بیت آرامی	پاپا سنہ ۲۸۰ء
۲۔ گند یشاپور	عیلام	پاپا ۲۹۰ تا ۳۲۹ء
۳۔ نصیبین	بیت عربی	
۴۔ پرات ملیشان (البصرہ)	ملیشان	
۵۔ اربل	حدیاب	
۶۔ کرکوک	بیت گرما	شمعون برصباعی ۳۲۹ تا ۳۴۱ء
۷۔ ریوارد شیر	فارس	یابالاہا اول ۴۱۵ تا ۴۲۰ء
۸۔ مرو		سیلاس ۵۰۵ تا ۵۲۳ء
۹۔ ہرات		ایشوع یاب اول ۵۸۲ تا ۵۹۵ء
۱۰۔ حلوان	مادیہ	ایشوع یاب دوم ۶۲۸ تا ۶۴۶ء
۱۱۔ چھانگ آن	چین	
۱۲۔ سمرقند	ترکستان	ایشوع یاب سوم ۶۴۹ تا ۶۵۹ء
۱۳۔ قطر	قطریہ	
۱۴۔ کرانگانور یا کلیان	ہند	

چند صوبوں کے نام نامعلوم ہیں۔ ہند کے مطران کا صدر شہر بھی نامعلوم ہے۔ البتہ سنہ ۱۳۰۱ء میں وہ کرانگانور تھا: صلیب کے ہراول صفحہ ۱۱۶ تا ۱۱۷ میں پادری کینن برکت اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ مطران کا صدر شہر شلیسٹ کے نزدیک گندیشاپور اور بعد میں پشتہ تھا۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ان ناموں کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں۔

سوالات برائے نظر ثانی اور عملی کام

۱۔ نقشہ نمبر ۳ کی مدد سے اپنا نقشہ بنائیں۔ رنگ دار پنسلوں سے ساسانی حکومت اور سمندر درج کریں۔ مطارنہ کے صدر شہروں کے نام درج کریں۔ پھر غور کریں کہ اس کلیسیا کی زیادہ سے زیادہ تعداد کہاں تک پھیلی ہوئی تھی۔

۲۔ مندرجہ ذیل تاریخوں کو حفظ کریں اور اُن کی اہمیت بیان کریں: سنہ ۲۹۱ء، سنہ ۳۲۶ تا ۳۴۶ء، سنہ ۴۱۰ء، سنہ ۴۲۴ء، سنہ ۶۱۲ء۔


ساسانی حکومت میں مسیحی مطارنہ کے صدر شہر
ساسانی حکومت
عربستان
روم
بلوچستان
فارس
کرمان
عمان
مصر
بحیرہ اسود
بحیرہ روم
بحیرہ عرب
ارمینیہ
اران
ترک
آمو دریا
مرو
ہرات
شوش
حلوان

پاک و ہند میں مسیحیت

اس میں کوئی شک نہیں کہ سنہ ۱۵۰۰ء تک پاک و ہند میں جو کچھ ہم مسیحیت کے بارے میں معلوم کر سکتے ہیں وہ سب تمام تر ایشیائی کلیسیا سے اور خصوصاً کلیسیائے مشرق سے وابستہ ہے۔ یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ ہم سامانی حکومت کی کلیسیائی تاریخ کو بطور پس منظر جانیں۔ تاہم ضروری ہے کہ ہم پاکستانی ہونے کی صورت میں اپنی کلیسیائی تاریخ کی معلومات کو بھی جانیں اور انہیں مجموعی صورت میں یکجا کریں۔

کیا توما رسولِ ہند تھا؟

اس امر کے بارے میں چار قسم کے اشارے ہیں :۔ جنوبی ہند کی روایات، آبائے کلیسیا کے بیانات، نظریاتِ رسُل کی شہادت اور کتاب "توما رسُول کے اعمال"۔ چنانچہ ہم ان پر ترتیب وار غور کریں گے۔

۱۔ جنوبی ہند کی سریانی کلیسیا کی روایات میں یوں مذکور ہے کہ توما رسول سقوطرہ جزیرہ سے کرانگا نور پہنچا۔ یہ قریباً سنہ ۵۲ء کی بات ہے۔ اُس نے سات کلیسیائیں مالابار میں قائم کیں اور چار برہمن خاندانوں میں سے پاسبان مقرر کیے۔ بعد میں وہ مدراس، ملایا اور چین بھی گیا۔ پھر واپس آ کر قریباً سنہ ۷۲ء میں مدراس کے نزدیک میلاپور میں شہید ہو گیا۔

توما رسول کی قبر کا کچھ ذکر ہے۔ سنہ ۵۹۰ء میں گریگوری از طور[1] نے ذکر کیا کہ ایک آدمی بنام تھیوڈور[2] نے "ہند میں" سفر کر کے مُقدّس توما کا مزار، گرجا گھر اور راہب خانہ دیکھا۔ سنہ ۱۲۸۸ء اور سنہ ۱۲۹۳ء میں مشہور معروف وینس سیّاح مارکو پولو[3] جنوبی ہند میں آیا۔ اُس نے لکھا کہ مسیحی اور مسلمان ہر دو توما رسُول کے مقبرہ کی زیارت کرتے ہیں۔ یہ قبر ایک چھوٹے سے قصبہ میں واقع ہے۔ البتہ سنہ ۱۴۲۵ء میں اطالوی سیاح نیکولو کانتی[4]

---

[1] Gregory of Tours [2] Theodore [3] Marco Polo
[4] Niccolo Conti

پہلا مصنف ہے جو کہ ذکر کرتا ہے کہ یہ مقبرہ میلاپور میں ہے۔

۲۔ **آبائے کلیسیا کی تصانیف** میں توما رسول کا کافی ذکر ہے۔ لیکن چونکہ وہ ایک دوسرے سے اقتباس لیا کرتے تھے، لہٰذا صرف چار قابلِ ذکر ہیں۔ دو کا بیان ہے کہ توما رسول "ہند" گیا۔ اور دو اور کی شہادت ہے کہ وہ "پارتھیہ" گیا۔

ا۔ قریباً ۳۹۰ء میں مقدس ایرونیمس[1] نے لکھا کہ زندہ مسیح "ہند" میں توما کے پاس بھی تھا۔

ب۔ قریباً ۳۷۰ء میں مقدس افرائیم سریانی[2] اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ توما "ہند" میں شہید ہوا اور کسی سوداگر نے اس کی ہڈیاں ادیسہ میں پہنچا دیں۔

ج۔ یوسیبیس[3] مورخ نے قریباً ۳۲۵ء میں لکھا کہ توما رسول کو مسیح نے پارتھیہ بھیجا۔ ہو سکتا ہے کہ یوسیبیس نے اوریجین سے اقتباس لیا ہو اور یہ شہادت قریباً ۲۲۵ء کی ہو۔

د۔ رُومی فہرستِ شہدا میں ایک بیان یوں ہے: "توما نے پارتھیوں، مادیوں، فارسیوں، ہرکانیوں اور افغانوں میں منادی کی اور ہند کے شہر کالامینا میں شہید ہوا۔ شاید اس ذکر میں مقدس ہپالیٹس[4] کی شہادت قلمبند ہو جو کہ قریباً ۲۰۰ء کا ہے۔

۳۔ "نظریاتِ رسُل"[5] ادیسہ کی کلیسیا کی ایک سریانی کتاب ہے جو کہ قریباً ۲۵۰ء میں قلمبند ہوئی۔ گو یہ کتاب چھوٹی سی ہے مگر اہم ہے کیونکہ اس میں وہ رسم و رواج درج ہیں جو کہ ادیسہ کی کلیسیا میں اُس وقت رائج تھے۔ لہٰذا اس کتاب کے تیسرے باب میں ہم "نظریاتِ رسُل" سے بار بار اقتباس لیں گے۔ اس میں مقدس توما کے بارے میں یوں ذکر ہے۔

> "ہندوستان اور اس کی تمام ریاستیں، اس کی سرحد کے تمام ممالک یہاں تک کہ سمندر کے آخری کنارے تک کے حصّوں میں یہوداہ توما رسول کے ہاتھ سے قسوست کے کام کے لیے مخصوص کیے گئے۔ وہ اُس کلیسیا میں جو اُس نے وہاں قائم کی تھی اور جہاں وہ خدمت کا کام بھی کرتا تھا، رہبر اور حکمران کا درجہ رکھتا تھا۔"

---

1. Hieronymus or Jerome 2. Ephraim the Syrian
3. Eusebius 4. Hippolytus 5. Doctrine, or Teaching, of the Apostles

"نظریاتِ رسُل" میں بھی چند خطوط کا ذکر ہے جو کہ" یہوداہ توما نے ہند کی طرف سے لکھا تھا"۔

۴۔ "توما رسُول کے اعمال"[1] ایک بدعتی اور جعلی قصّہ ہے جو کہ ایڈیسہ میں سنہ ۱۸۰ء اور سنہ ۲۳۰ء کے درمیان تحریر ہُوا۔ اُس کا مصنف ایک گیانی اغناسطی[2] معلوم ہوتا ہے۔ وہ اس غرض سے لکھتا ہے کہ ثابت کرے کہ مسیحیوں کو شادی کرنے سے اور ہر قسم کے مال و دولت سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اس میں بہت سی لغو اور بے بنیاد کہانیاں ہیں جو موجودہ شکل میں قابلِ اعتبار نہیں۔ قصّہ یوں ہے:۔

جب رسول رُوح القدس کے نازل ہونے کے بعد کچھ عرصہ یروشلیم میں ٹھہرے ہوئے تھے تو اُنہوں نے قرعہ ڈالا تاکہ معلوم ہو کہ کون کس ملک میں بشارت کے کام کے لیے جائے۔ ہندوستان کے لیے توما رسُول کے نام کا قرعہ نکلا۔ توما جس کا پورا نام یہوداہ توما تھا۔ مسیح کا بھائی اور توام تھا اور بڑھئی بھی تھا وہ ہندوستان جانے کے لیے بالکل راضی نہ تھا۔ مسیح نے اُس پر ایک خواب میں ظاہر ہو کر وعدہ کیا کہ اُس کا فضل ہمیشہ اُس کے شاملِ حال رہے گا۔ لیکن وہ پھر بھی جانے پر رضامند نہ ہُوا۔ مسیح نے پھر اُسے غلام کے طور پر ایک سوداگر حبّان نامی کے ہاتھ فروخت کر دیا جو اُسے بحری تجارتی راستہ سے ہندوستان لے گیا۔ یہ معلوم نہیں ہُوا کہ اُنہوں نے اپنا سفر کس جگہ سے شروع کیا۔ لیکن سفر کے دوران وہ اندراپلس[3] میں (جو دریائے نیل پر سکندریہ کے جنوب میں ہے) ٹھہرے۔ وہاں ایک شادی کی خوشی تھی جس میں حبّان اور توما مہمان تھے۔ توما نے نئے جوڑے کو برکت دی اور اُن کو سمجھایا کہ وہ ایک دوسرے کے پاس جانے سے پرہیز کریں اور حقیقی مسیحی بن جائیں۔ اس بات سے بلوہ ہو گیا اور مشکل سے حبّان اور اُس کا غلام بچ گئے۔ وہاں سے وہ سفر کر کے ہندوستان پہنچ گئے۔ وہاں شاہ گُندفر[4] کے دربار میں جا پہنچے، جسے ایسے کاریگر کی ضرورت تھی جو اُس کا محل بنا سکے۔ حبّان نے توما کو بطور بڑھئی پیش کیا جو محل تعمیر کر سکتا تھا۔ لہٰذا توما نے بادشاہ سے روپے حاصل کر لیے لیکن اُس نے اُس روپے کو غرباء پر خرچ کر دیا۔ بادشاہ نہایت ناراض ہُوا اور اُس نے توما کو اس غرض سے قید کر دیا کہ دوسرے دن اُسے

---

[1] Acts of Thomas [2] Gnostic [3] Andrapolis [4] Gudnaphar

سزائے موت دے۔ رات کے وقت گُندَفر کے بھائی جاد کو ایک خواب آیا کہ وہ مر گیا ہے اور آسمان پر اُٹھایا گیا ہے۔ اُس نے آسمان پر ایک خوبصورت محل دیکھا۔ جب اُس نے یہ محل مانگا، تو کسی نے جواب دیا کہ یہ آپ کے بھائی کا محل ہے، جو رسُول نے اس کے لیے بنوایا۔ جاد نے اجازت مانگی کہ اُسے پھر زمین پر جانے کی اجازت دی جائے تا کہ رسُول سے عرض کرے کہ اُس کے لیے بھی محل بنوائے۔ جب جاد نے گُندَفر کو بتایا تو بادشاہ نے توما کو آزاد کر دیا اور دونوں بھائی مسیحی ہو گئے۔

دیگر عجیب و غریب واقعات کا ذکر ہے اور پھر ایک اور بادشاہ بنام مزدی[1] نے توما کو دعوت دی کہ میرے ملک میں آ کر میرے ایک نواب کی بیوی اور بیٹی سے بدرُوحوں کو نکال دے۔ توما روانہ ہوا۔ راستہ میں رتھ کے گھوڑے گرمی کی وجہ سے اتنے تھک گئے کہ آگے چل نہ سکے۔ توما رسُول نے بیابان کے گورخروں کو بُلایا اور انہوں نے رتھ کو مزدی بادشاہ کے شہر تک پہنچایا۔ وہاں توما نے بدرُوحوں کو نکالا اور نواب کی بیوی مسیحی ہو گئی۔ وہ اپنے شوہر کے پاس پھر جانے سے انکار کرنے لگی۔ بادشاہ نے نواب پر ترس کھا کر اپنی بیوی کو نواب کی بیوی کے پاس سمجھانے کو بھیجا لیکن اثر اُس کے برعکس ہوا، کیونکہ ملکہ بھی مسیحی ہو گئی اور بادشاہ سے علیحدہ ہونے لگی۔ چنانچہ مزدی بادشاہ نے حکم دیا اور چار سپاہیوں نے توما رسُول کو برچھیاں اور بھالے مار مار کر شہید کر دیا۔

گو قصہ صریحاً جعلی ہے اور قابلِ اعتبار نہیں تاہم یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی تاریخی بنیاد پر مبنی ہو کیونکہ گُندَفر (یہ سریانی نام یونانی میں گُندفرِس اور فارسی میں وِندفرن ہے) ایک تاریخی بادشاہ تھا جس نے سنہء تا سنہء ٹیکسلا میں حکومت کی، اور اُس کے بھائی کا نام جاد بھی تھا۔ ہو سکتا ہے کہ "توما رسُول کے اعمال" اور "نظریاتِ رسُل" کے بیانات ہر دو ایک اُن سے پُرانی روایت پر مبنی ہوں۔ علاوہ ازیں ایک صلیب ٹیکسلا کے کھنڈرات سے ملی ہے جو کہ آج کل لاہور کتھیڈرل میں محفوظ ہے۔ یہ شاید سنہء سے پہلے کی ہو۔ لیکن اب تک ہم یقینی طور سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا یہ مسیحی صلیب ہے یا کسی اور مذہب کی۔

نتیجہ:۔ مندرجہ بالا عنوانات نمبر ۲، ۳ اور ۴ سے ہم یہ نتیجہ اخذ نہیں

---

[1] Mazdai or Mazdi

کر سکتے کہ جنوبی ہند کی روایات درست ثابت ہوگئی ہیں۔ تاہم یہ کوشش کر سکتے ہیں کہ روایات کی روشنی میں آپ اپنے کلیسیا "نظریات رسُل" اور "توما رسول کے اعمال" کو سمجھیں۔ اِس ضمن میں علما کے پانچ قیاس ہیں، جو حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ بعض علما روایات کے عام مفہوم کو قبول کرتے ہیں کہ مُقدس توما نے ہندوستان میں مسیحیت کی داغ بیل ڈالی اور وہ وہیں شہید ہوا۔ مثلاً مالابار کی تفصیل کے بارے میں مانتے ہیں کہ ہمیں پتہ نہیں کہ آیا یہ سچ ہے کہ نہیں۔

۲۔ بعض علما سب روایات کو رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ توما کا ہندوستان جانا ناممکن بات تھی، تاہم بات تو بے شک ممکن تھی۔

۳۔ بعض علما کہتے ہیں کہ مُقدس توما شمالی ہند (آج کل کے پاکستان) گیا۔ لیکن جنوبی ہند نہیں گیا۔

۴۔ بعض علما کہتے ہیں کہ مُقدس توما جنوبی ہند گیا لیکن پاکستان نہیں گیا۔

۵۔ بعض علما کی رائے یہ ہے کہ وہ پاکستان بھی گیا اور جنوبی ہند بھی۔

ا۔ پادری برکت اللہ کا خیال یہ ہے کہ وہ سمندر کی تجارتی راہ سے باریگزے اور ٹیکسلا پہنچ گیا۔ پھر باریگزے، پھر سقوطرہ، پھر کرانگانور اور جنوبی ہند گیا۔

ب۔ بشپ میڈلی کاٹ[1] کا قیاس یہ ہے کہ وہ پارتھیہ اور افغانستان سے ہو کر پاکستان پہنچ کر پھر اُسی راہ سے واپس چلا گیا۔ دوسرے بشارتی سفر میں وہ سقوطرہ سے ہو کر کرانگانور اور جنوبی ہند گیا۔

کیا مُقدس توما حقیقت میں رسولِ ہند تھا؟ اِس سوال کا جواب یُوں ہے کہ تاریخی طور پر ہم کہہ نہیں سکتے۔ ممکن تو ہے لیکن پکا ثبوت نہیں۔

مزید مُطالعے کے لیے مجوزہ کتاب

پادری برکت اللہ — مُقدس توما رسُولِ ہند — پوری کتاب

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ دلائل پیش کر کے بتائیں کہ آپ کی دانست میں مُقدس توما کہاں

---

[1] Bishop Medlycott

تک رسول ہند کے لقب کا حقدار ہے۔

۲۔ نقشہ نمبر ۱ سے مدد لے کر توما رسول کے سفر کا ایک نقشہ تیار کریں۔

سنہ ۶۵۲ء تک کے تاریخی واقعات

۱۔ سنہ ۱۹۶ء قریباً بردیصان نے ذکر کیا کہ گشن قبیلہ میں بعض مسیحی تھے جنہوں نے بُری عادتوں کو چھوڑ دیا۔ (صفحہ نمبر ۴۲ کو دیکھیں)

۲۔ سنہ ۲۹۵ء قریباً ایک مسیحی تاریخ میں جو کہ عربی زبان میں سنہ ۸۲۳ء کے بعد قلمبند ہوئی لیکن پرانے ماخذ پر مبنی ہے ایک بیان یوں ہے:۔

"خلیج فارس کے ساحل پر بصرہ کا بشپ دُودی (داؤد) جو ایک مشہور عالم بھی تھا، اپنے حلقے کو چھوڑ کر ہندوستان کو چلا گیا، جہاں اُس نے بہتوں کے سامنے بشارت کا کام کیا اور انہیں مسیحی بنا لیا۔"

شاید اُس نے کلیان اور اُس کے گرد و نواح میں منادی کی ہو۔

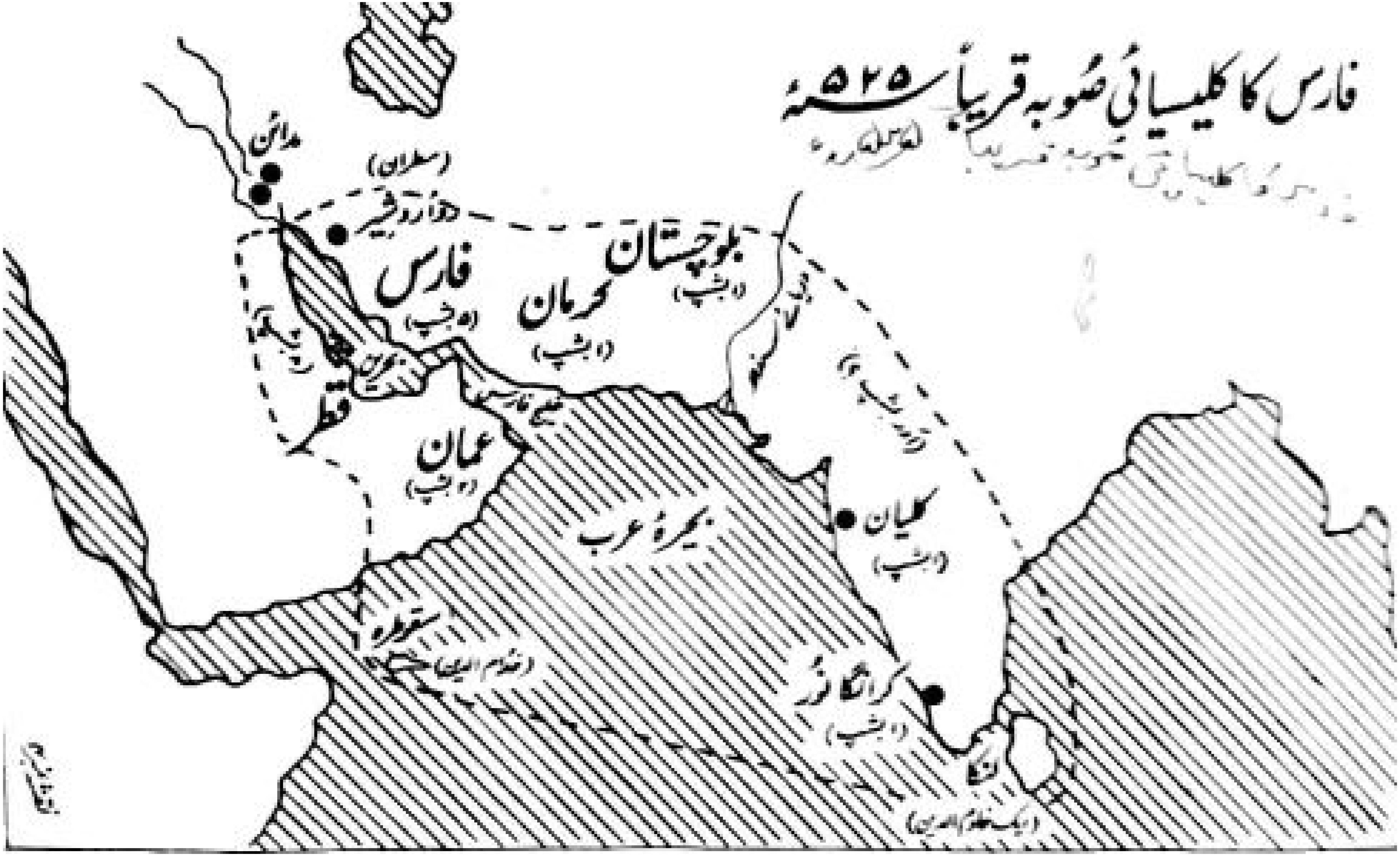
۳۔ سنہ ۳۲۵ء نقایہ کے عقیدہ پر دستخط کرنے والوں میں سے انطاکیہ کے بشپ نے مسوپتامیہ کی کلیساؤں کے حق میں کیا۔ اور یوحنا فارسی نے "تمام فارس اور ہندِ اعظم" کی کلیساؤں کے حق میں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسوپتامیہ کی کلیسیا کسی حد تک انطاکیہ کے ماتحت تھی، لیکن ہندوستانی کلیسیا فارس کے ماتحت تھی، حالانکہ یوحنا خود "ہندِ اعظم" کا بشپ نہ تھا۔

۴۔ سنہ ۳۴۵ء جنوبی ہند کی روایات کے مطابق سنہ ۳۴۵ء میں توما کنعانی یا توما تاجر مع چار سَو پردیسی کرانگانور میں آ کر مقیم ہو گیا۔ اور اُس کو مقامی بادشاہ کی طرف سے سند ملی (پانچویں باب فصل چہارم کو ملاحظہ فرمائیں)

۵۔ سنہ ۴۱۰ء سلوقیہ کی سنڈ میں فارس کا بشپ حاضر تھا، اور اُس نے قبول کیا کہ اضحاق سلوقیہ طیسفون کا کاتولیکوس کلیسیائے مشرق کا صدر اُسقف ہے۔ کم از کم سنہ ۴۱۰ء سے لے کر فارس اور ہندوستان کی کلیسیائیں سلوقیہ طیسفون کے ماتحت تھیں۔

۶۔ سنہ ۴۱۵ء اور سنہ ۴۲۰ء کے درمیان جیسے کہ صفحہ نمبر ۳ پر ذکر ہو گیا ہے۔ سنہ ۴۱۵ء اور سنہ ۴۲۰ء کے درمیان یہ فیصلہ ہوا کہ فارس کا بشپ مطران ہوگا

فارس کا کلیسائی صوبہ قریباً ۵۲۵ء



اور فارس ایک کلیسیائی صوبہ ہو جائے گا۔ قریباً سنہ ۶۵۲ء تک ہندوستان کی کلیسیا فارس کے صوبہ میں رہی۔ یہ صوبہ کافی وسیع تھا اور کم از کم مندرجہ ذیل علاقے اس میں شامل ہو گئے:۔

فارس کے حلقہ میں مطران کے علاوہ سات بشپ۔

کرمان کے علاقہ میں کم از کم ایک بشپ۔

قطر، بحرین اور خلیج فارس کے جزائر میں آٹھ بشپ۔

عمان میں دو بشپ

سقوطرہ میں "خدام الدین" اور شاید ایک بشپ۔

کلیان میں ایک بشپ۔

غالباً کرانگا نور میں ایک بشپ۔

شاید ہندوستان میں دو ایک بشپ۔

لنکا میں ایک خادم الدین۔

مطران کا صدر شہر ریو اردشیر تھا جو کہ خلیج فارس کی شمال طرف واقع تھا۔ (نقشہ نمبر ۳ کو ملاحظہ فرمائیں) پانچویں صدی میں فارس کے مطارنہ نے اپنی ذمہ داریاں اچھی طرح سے اٹھائیں۔ لیکن ساتویں صدی میں انہوں نے ہندوستان کو صرف باعث آمدنی سمجھا۔

۷۔ سنہ ۴۲۵ء قریباً اسی زمانے میں ادیسہ میں مسیحی علما بائبل کے سریانی ترجمہ کی نظر ثانی کر رہے تھے، اور انہوں نے ایک مستند سریانی ترجمہ بنام "پشیطہ" یا "مستند ترجمہ" تیار کیا۔ اُن میں سے ایک عالم مارکی تھا جس نے ساتھ ہی تھیودور از مپسوئیسطیہ[۱] کی چند کتب کا یونانی زبان میں ترجمہ کیا۔ رومیوں کے نام خط کے ترجمہ کی ایک نقل پر یوں مندرج ہے:۔

"اس خط کا ترجمہ یونانی زبان سے مارکی نے سریانی میں کیا اور اُس میں اُسے دانی ایل ہندی قسیس نے مدد دی۔"

ہمیں اس دانی ایل کے بارے میں اور کوئی پتہ نہیں ملتا ہے۔

۸۔ سنہ ۴۷۰ء قریباً۔ فارس کا ایک مطران بنام معنیٰ مذکور ہے جس کے

۱۔ Theodore of Mopsuestia

تی میں یوں بیان ہے :۔

"متعنا جو کہ فارس کے مطران ہونے کے لیے نامزد ہوا، ادیسہ کی درس گاہ میں پڑھ رہا تھا۔ وہ اصل میں شیراز کا باشندہ تھا۔ نامزدگی کے بعد اس نے دیوڈور[1] (ترسی) اور تھیڈور کی کتب کو یونانی سے سریانی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس مقدس نے تمام فارس میں صحیح مسیحی تعلیم (نسطوریت) کی تبلیغ کی۔ متعنا نے ساتھ ہی فارسی زبان میں مذہبی غزلیں، نظم اور گیت تیار کیے تاکہ کلیسیا میں گائے جائیں۔ جن کتابوں کو اس نے ترجمہ کیا اُس نے سمندر کے جزائر (بحرین وغیرہ) اور ہندوستان میں بھیج دیا۔"

دیوڈور ترسی اور تھیڈور از مپسوئیسطیہ کی تعلیم اسی طرح ہندوستان پہنچ گئی۔ (اس تعلیم کا مفصل ذکر چوتھے باب میں پایا جائے گا۔ انڈکس میں تھیڈور از مپسوئیسطیہ اور نسطوریت ملاحظہ فرمائیں)۔

۹۔ تقریباً ۵۲۵ء قریباً ۵۳۵ء میں ہندی سیاح قاسمس[2] نے ایک "مسیحی جغرافیہ" اس غرض سے لکھا کہ ثابت کرے کہ دُنیا کی شکل لمبائی، چوڑائی کا تناسب وغیرہ بعینہٖ خیمہ اجتماع کی مانند ہے! کتاب تو بے شک بیہودہ قسم کی ہے تاہم اس میں بہت مفید بیانات پائے جاتے ہیں، کیونکہ قاسمس نے خود کافی سفر کیا تھا اور جو کچھ اُس نے قریباً ۵۲۵ء میں ہندوستان میں دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے۔ یہ چشم دید بیان ہے۔

لنکا :۔ "یہاں مسیحیوں کا ایک گرجا گھر ہے۔ جہاں اُن کا اپنا پاسبان اور ایمان داروں کی ایک جماعت ہے ... فارسی مسیحیوں کی ایک کلیسیا ہے، جس میں قسیس ہے، جسے فارس کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔ ایک ڈیکن بھی ہے اور اُن کے علاوہ جماعتی عبادت کے لیے ہر ایک چیز جس کی ضرورت ہوتی ہے موجود ہے۔ لیکن وہاں کے اصل باشندے اور

---

[1] Diodore of Tarsus [2] Cosmas Indicopleustes, Cosmas the "India-Sailor"

اُن کے بادشاہ بُت پرست ہیں۔"

مالابار:۔ "یہ ملک مالے کہلاتا ہے جہاں مرچ پیدا ہوتی ہے۔ اُس میں ایک کلیسیا ہے۔"

کلیان:۔ ایک اور جگہ میں بھی جو کلیانہ کہلاتی ہے۔ ایک بشپ ہے۔ جو فارس کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے۔"

باقی ہند:۔ اسی طرح باختریوں[1]، ہنوں، فارسیوں اور باقی ہندیوں، فارسی ماش آرمینیوں[2]، ما دیوں، عیلامیوں اور فارس کے تمام ملک میں جگہ بہ جگہ بے شمار گرجا گھر ہیں، جہاں بشپ ہیں۔ اور مسیحیوں کی بڑی بڑی جماعتیں بھی ہیں۔ ان مسیحیوں میں شہدا اور راہب بھی شامل ہیں، جو درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

"باقی ہندیوں" سے غالباً وہ لوگ مُراد ہیں، جو ساسانی حکومت کی سرحد یعنی دریائے سندھ کے نزدیک رہتے تھے۔ ان میں شاید پنجابی مسیحی شامل تھے۔

۱۰۔ ۵۴۳ء میں مارآبا جو کلیسیائے مشرق کا بطریق مقرر ہو چکا تھا، اُس نے ۵۴۴ء میں فارس میں دورہ کیا اور ریو اردشیر کے دو نالائق بشپوں کو برطرف کر دیا اور ایک نیا مطران بنام معنا دوم کلیسیائی صوبہ پر مقرر کیا۔

۱۱:۔ ۶۵۰ء تا ۶۵۴ء قریباً ۶۵۰ء سے لے کر کلیسیائے مشرق کے بطریق ایشوع یاب سوم نے فارس کے مطران شمعون سے خط و کتابت کی۔ ان خطوط سے ذیل کی باتیں عیاں ہیں:۔

ا۔ اُس وقت سارے ہندوستان کی کلیسیا فارس کے مطران کے ماتحت تھی۔

ب۔ شمعون ناجائز طور پر ہندوستانی کلیسیا سے کلیسیائی عہدے بیچنے کی وجہ سے کافی پیسے بٹور رہا تھا۔

ج۔ شمعون بطریق کی خلاف ورزی کر رہا تھا۔ اور قطر کے بشپ بھی اُس

---

[1] Bactrians [2] Persarmenians

کا ساتھ دیتے تھے۔

مندرجہ ذیل اقتباسات ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں:۔

"اے مقدس بھائی! یہ یاد رکھیں کہ جس طرح آپ نے ہندوستان کی بہت سی قوموں کے سامنے اسقفی تعتزر کا دروازہ بند کر دیا اور فانی نفع کے لیے، جس سے صرف جسمانی خواہش پرورش پاتی ہے، خدا کی نعمت کو روکا۔ اُسی طرح مجھ سے پہلے کے بطارنہ نے بھی آپ کی ضروریات کے باوجود خدا کی نعمت کو بند بھی کر دیا:۔۔ جہاں تک آپ کے صوبہ کا سوال ہے، جب سے آپ کلیسیائی قوانین کے خلاف باغی ہو گئے تھے، تب سے ہندوستان کے لوگوں کے لیے تسوبیت کا (رسولی) تسلسل ٹوٹ گیا ہے۔ اندھیرے میں انجیل کی اُس روشنی سے دُور جو حقیقی اُسقف کی بدولت ملتی جاتی ہے۔ نہ صرف ہندوستان رہتا ہے جو فارس کی حکومت کی سرحد سے لے کر اُس جگہ قالہ تک پھیل جاتا ہے، جو کہ بارہ سو پارسنگ[1] (یعنی چار ہزار میل) کے فاصلہ پر واقع ہے، بلکہ آپ کا اپنا فارس کا حلقہ بھی"

"قالہ[2] کہاں تھا؟ بعض علما سمجھتے ہیں کہ اِس سے شمالی لنکا میں گالے[3] مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اِس سے مُراد وہ قیدا[4] ہے جو ملایا میں ہے۔

"آپ لوگ غلط نظریہ سے سوچتے رہتے ہیں! آپ کا قیاس یوں ہے، کہ جو کوئی اپنے آپ کو کلیسیا کے سر کے ماتحت کر دیتا ہے وہ اِس غرض سے نہیں کر دیتا کہ روحانی فضل پائے بلکہ اِس غرض سے کہ مادی خراج دے اور آپ لوگ ایک دوسرے سے اور ہندوستان کے دُور افتادہ باشندوں سے بھی جبراً خراج وصول کرتے ہیں!"

آخرکار معلوم ہوتا ہے کہ بطریق الیشوع یاب نے شمعون کو اپنے تابع کر دیا اور اُس کے کلیسیائی صوبہ کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یعنی فارس، قطر اور

---

[1] Parasangs [2] Qalah [3] Galle [4] Kedah

ہند۔ غالباً ۶۵۲ء میں ہندوستان کی کلیسیا کو اپنا پہلا مطران مل گیا۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

پادری برکت اللہ	صلیب کے ہراول	صفحہ ۲۹ تا ۱۵۷
پادری برکت اللہ	ایشیائی اور ہندوستانی کلیسیا میں	صفحہ ۳۴۳ تا ۴۴۱
پادری خورشید عالم	تاریخ بشارت الہند و پاکستان	صفحہ ۲۱ تا ۴۷

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ فارس کے بشپ اور ہندوستان کی کلیسیا کے آپس میں سنہ ۴۲۵ء تا سنہ ۶۵۲ء کیا تعلقات تھے؟ آپ کی دانست میں یہ رشتہ کہاں تک ترقی اور کہاں تک کمزوری کا باعث بنا؟

۲۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور بتائیں کہ یہ کیوں مشہور ہیں۔
یوحنا فارسی، دوری، توما کنعانی، دانی ایل ہندی، مقعا، تامس، ایشوع یاب سوم۔

۳۔ مندرجہ ذیل تاریخوں کو حفظ کریں اور اُن کی اہمیت بیان کریں:-
سنہ ۲۹۵ء، سنہ ۳۲۵ء، سنہ ۳۴۵ء، سنہ ۴۲۵ء، سنہ ۴۷ء، سنہ ۵۲۵ء، سنہ ۶۵۰ء، سنہ ۶۵۲ء۔

۴۔ انڈیکس کو دیکھ کر تھیوڈور از مپسوئیسطیہ کی تعلیم کے بارے میں معلومات جمع کریں۔

۵۔ نقشہ نمبر ۴ سے مدد لے کر فارس کے کلیسیائی صوبہ کا اپنا نقشہ بنائیں۔

مسیحیت کی شمال مشرق کی طرف اشاعت

چھٹی اور ساتویں صدیوں میں کلیسیائے مشرق نمایاں طور پر شمال مشرق کی طرف پھیلی۔ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ساسانی حکومت کی شمالی سرحد پر ایسے وحشی خانہ بدوش لوگ رہتے تھے، جو بار بار مہذب حکومتوں کے لیے باعث خطرہ رہے اور جنوب مغربی ایشیا اور یورپ کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ چنانچہ

ایسے علاقوں کو بار بار انجیل کی بشارت دینے کی ضرورت رہی۔ اس کام میں کلیسیائے مشرق سست نہ رہی۔ ساتھ ہی ایک مشہور ملک تھا۔ جس کا صدر شہر چھانگ ان[1] تھا جو ساسانی حکومت کے صدر مدائن سے چار[2] ہزار میل دُور واقع تھا۔ وہاں بھی انجیل پہنچی۔

سفید ہنوں میں:۔ ۵۵۱ء

چھٹی صدی میں سفید ہن ساسانی حکومت کے مشرقی جہت پر قابض ہو گئے اور جب تک خسرو اول نے اُن کو شکست نہ دی وہ کافی خطرناک رہے۔ ۵۵۱ء میں اُن کا ایک وفد طیسفون میں پہنچا اور خسرو شہنشاہ سے درخواست کرنے لگا کہ ہمارے لئے ایک مسیحی بشپ مقرر کیا جائے کیونکہ ہم میں سے بہت لوگ مسیحی ہیں۔ خسرو جو کہ اُس وقت مسیحیوں کو ستا رہا تھا حیران ہو گیا، اور اُس نے کلیسیائے مشرق کے بطریق مارآبا کو آزاد کر دیا، اور حکم دیا کہ وہ قسیس جو سفید ہنوں نے وفد میں بھیجا تھا بشپ مقرر کیا جائے۔

ترکوں میں ۶۴۴ء قریباً

ایک صدی بعد جب وقت اہلِ اسلام ساسانی حکومت پر حملہ آور ہوئے تو شمال مشرق میں انجیل کی بشارت جاری رہی اور مرو کے مطران ایلیشع نے ترکوں کے کسی بادشاہ اور اُس کی ساری فوج کو مسیحی کر لیا اور اُن کے لیے خادم اور ڈیکن مقرر کیے۔

چین ۶۳۵ء

جب تھانگ شاہی سلسلہ حکمران تھا تو اُس وقت چین کا صدر شہر چھانگ اَن تھا جو پیکنگ سے جنوب مغرب کی طرف چھ سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ۶۳۵ء میں وہاں ایک مسیحی نقش ملا جو کہ ۷۸۱ء کا کندہ کیا ہوا ہے۔ اُس نقش میں یوں بیان ہے:۔

ا۔ Ch'ang-an



چینی مسیحی نقش

تصویر نمبر ۱

"جب تھائے چونگ[ط] چین کا شہنشاہ تھا۔ تو سُریانی کلیسیائے مشرق) میں الوپن نامی ایک بشپ تھا۔ اُس نے بہت سی مصیبتیں اُٹھائیں اور چنگ کوان کے نویں سال (سنہ ۶۳۵ء) میں چھانگ ان پہنچا۔ شہنشاہ نے اُسے شاہی مہمان کی حیثیت سے اپنے محل میں اتارا۔ اُس نے شہنشاہ کے دارالمطالعہ میں مُقدس صحیفوں کا ترجمہ کیا، اور شہنشاہ نے اُن کی تعلیم پر اچھی طرح سے غور و خوض کیا۔ اُسے معلوم ہوا کہ یہ تعلیم راست اور سچی ہے۔ چنانچہ اُس نے اُس کی اشاعت کا فرمان جاری کیا۔"

الوپن کے ساتھی غالباً راہب تھے۔ چنانچہ شہنشاہ کے حکم سے ایک راہب خانہ تعمیر کیا گیا۔ (پانچواں باب فصل چہارم کو بھی ملاحظہ فرمائیں)۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

جان فاسٹر — یروشلیم سے آغاز — صفحہ ۱۰۵، ۳۰۵ تا ۱۰۸
نقشہ صفحہ ۴۴ تا ۴۵

عملی کام

انڈکس کو دیکھ کر چین کے بارے میں معلومات جمع کریں۔

۴۔ جنوب کی طرف

ہم نے تفصیل سے دیکھا ہے کہ یروشلیم سے شروع کرکے انجیل کی خوشخبری مشرق کی طرف کہاں تک پھیل گئی۔ یہ بات ہمارے لیے اشد ضروری ہے کیونکہ ہم مشرق میں رہتے ہیں۔ اب ہم مختصراً یہ بھی دیکھیں گے کہ مسیح کی خوشخبری جنوب، شمال اور مغرب میں کہاں تک پہنچی۔ جنوب کی طرف دو بڑے ممالک تھے یعنی عربستان اور حبشہ۔

ط Tai Tsung

آج کل ہم سیاہ فام افریقی لوگوں کو "حبشی" کہتے ہیں، خواہ وہ افریقہ میں ہوں یا امریکہ میں۔ حالانکہ ملک حبشہ مشرقی افریقہ کے ایک محدود علاقہ میں واقع ہے۔ چنانچہ ہم ایک مشکل کا سبب جان سکتے ہیں جو کہ یونانی اور لاطینی مصنفین کو پیش آئی۔ لفظ "ہند" کا ابتدائی مطلب "سندھ" تھا۔ یعنی وہ ملک جو دریائے سندھ کے اردگرد تھا۔ یہ پارتھی اور ساسانی حکومتوں کی مشرقی سرحد پر تھا۔ فارسی لوگ اپنے ہلکے زرد رنگ پر فخر کرتے تھے اور محسوس کرتے تھے کہ "ہندی" لوگوں کا رنگ زیادہ گہرا تھا۔ ان کے محاورہ میں لفظ "ہندی" کا مطلب "گہرے رنگ والا" بن گیا۔ چنانچہ انہوں نے عربستان کے سومالی لوگوں کو اور حبشہ کے باشندوں کو بھی "ہندی" کہا۔ اور ان کے ممالک کو "ہند" کا نام دیا۔ یونانی اور لاطینی مصنفین نے یہ محاورہ اپنا لیا۔ لہٰذا جب کسی مصنف کی کتاب میں لفظ "ہند" آجاتا ہے، تو ہمیں اُس کے بیان کی وضاحت کرنی پڑتی ہے کہ آیا اس سے مُراد ہندوستان ہے یا عربستان یا حبشہ۔

عربستان کا وہ علاقہ جو خلیج فارس کے نزدیک تھا اکثر ساسانی حکومت کے تحت میں تھا اور وہاں انجیل کی بشارت مسوپتامیہ کی طرف سے آئی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ۲۲۵ء سے پہلے قطر میں مسیحی بشپ تھا اور بعد میں بحرین اور دیگر جزائر اور عمان کی سرزمین میں منظم مسیحی کلیسیائیں قائم ہوئیں۔ لیکن وہ علاقہ جو بحیرۂ قلزم کے پاس تھا خاص کر یمن، رُومی حکومت سے زیادہ تعلق رکھتا رہا اور اُن تاجروں سے بھی جو میوس ہندر سے سفر کر کے عرب، حبشہ، ہندوستان اور لنکا تک بحری راستے سے آتے جاتے تھے۔

برتلمائی :۔

ایک روایت یوں ہے کہ یمن میں مُقدس برتلمائی انجیل جلیل کا پہلا مشنری تھا مگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن عربوں کا ذکر اعمال ۲: ۱۱ میں ہے، وہ اس سے پہلے خوشخبری پھیلاتے ہوں گے۔ تقریباً پانچویں صدی کے شروع میں ایک آری مصنف فلسطارگیس نے برتلمائی کی تبلیغ کا یوں ذکر کیا ہے :۔

"دسلی ہند کے مسیحی برتلمائی رسول کی منادی کے وسیلے

۵۔ Arian ۶۔ Philostorgius



جنوب کی طرف مسیحیت کی اشاعت
ساسانی حکومت
عربستان
ہندوستان
سوڈان
حبشہ
عمان
لنکا
سقوطرہ
جزائر مالدیپ
طیسفون
سلوقیہ
بحرین
نجران
یمن
قانا
عدن
ظفار
اسکندریہ

سے مسیحی مذہب میں شامل ہوئے۔ یہی ہندی اب سبائی کی بجائے اِل حمیر کہلاتے ہیں۔ سبائی کا نام انہیں تمام قوم کے صدر مقام سبا کی وجہ سے دیا گیا تھا۔ جس علاقہ میں وہ بستے ہیں۔ اُسے یونانی میں خوش قسمت عرب کہتے ہیں۔"

لفظ یمن کا مطلب "داہنا ہاتھ" یا داہنی طرف ہے۔ یونانی اور رُومی لوگوں کا وہم تھا کہ اگر پرندے کسی کی داہنی طرف اُڑ جائیں تو اُس شخص کی قسمت اچھی ہوگی۔ یونانی لفظ "یو ڈیمن" خوش قسمت، آواز میں لفظ "یمن" سے کچھ ملتا ہے۔ لہٰذا یونانیوں نے یمن کو "خوش قسمت عرب" کا نام دیا۔

پنطینس :-

اگر فلسطارگیس، برتلمائی کے ذکر کرنے میں درست ہے تو غالباً یمن کا دوسرا مشنری مشرق کی طرف سے آیا اور وہ سکندریہ کا پنطینس[1] تھا۔ یوسیبیس مؤرخ جو کہ ۳۲۳ء سے پہلے لکھ رہا تھا، اُس کو پھر سے "ہند" کہتا ہے۔

"پنطینس کو جو اپنے زمانے کا مشہور اُستاد تھا، مشرق کے لوگوں میں مسیح کی خوشخبری کی منادی کرنے کے لیے مقرر کیا گیا۔ وہ سفر کرتا ہوا ہند تک پہنچا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پہنچ کر اس کو پتہ لگا کہ متی رسول کی انجیل اُس سے پہلے پہنچ چکی ہے اور اُن چند آدمیوں کے پاس ہے، جو مسیح کو جان گئے ہیں۔ برتلمائی نے جو رسولوں میں سے ایک تھا اُن لوگوں میں بشارت کا کام کیا تھا اور وہ اپنے پیچھے متی رسول کی انجیل کا نسخہ چھوڑ گیا تھا۔ وہاں کام ختم کرنے کے بعد پنطینس آخرکار سکندریہ کے مسیحی مدرسہ کا اُستادِ اعلیٰ مقرر کیا گیا اور وہ اپنے آخری دنوں تک وہیں رہا۔"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یوسیبیس مورخ پنطینس کے دائرہ خدمت اور اُس کے تبلیغی کام کے اثر کے بارے میں زیادہ کچھ معلوم نہ تھا۔

فرومنطیس اور ایڈیسیس :- ملک حبشہ کی مسیحی تاریخ یمن کی مسیحی تاریخ سے

---

[1] Pantaenus

وابستہ ہے۔ چنانچہ ہم پہلے حبشہ کے بارے میں سوچیں گے اور پھر عربستان کے متعلق۔ اعمال ۸: ۲۶ تا ۴۰ میں ایک حبشی خوجہ کی تبدیلی کا ذکر ہے۔ اُس کا ملک آج کل کا سوڈان تھا نہ کہ حبشہ (ا تھیوپیا[1])۔ حبشہ کی تبدیلی کا بیان ایک دلفریب کہانی ہے جو کہ مورخ روفینس[2] نے مشنریوں میں سے ایک بنام ایدیسیس[3] کے منہ سے سُنا۔ بیان یوں ہے کہ صُور کے ایک فیلسوف بنام مروپیس[4] ہند کو جانا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ساتھ دو لڑکوں کو بھی لے گیا جو اس کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ وہ اُن کو بہت اچھی تعلیم دے رہا تھا۔ بڑے بھائی کا نام فرومنطیس[5] تھا۔ چھوٹے کا ایدیسیس۔ کافی سیر و تفریح کے بعد وہ واپس آ رہے تھے تو جہاز سامان کے لیے ایک بندرگاہ پر ٹھہرا۔ یہ غالباً اُدوکس تھا۔ رُوم کے ساتھ اُس بندرگاہ کے صلح نامہ کی مدت ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہاں کے باشندے جہاز پر چڑھ آئے اور سب کو جو وہاں تھے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ لیکن ان دونوں لڑکوں کو ایک درخت کے نیچے بیٹھے اور اپنے سبق کا مطالعہ کرتے پایا۔ وحشی لوگوں نے اُن دونوں پر ترس کھا کر اُن کی جان بخشی کر دی اور انہیں اپنے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ بادشاہ نے ان دونوں تعلیم یافتہ لڑکوں کو اعلیٰ عہدوں پر فائز کر دیا۔ اس کے مرنے کے بعد صاحبِ ریاست بیوہ نے فرومنطیس کو اپنے بیٹے کی مدد کے لیے جو ابھی سلطنت کا کام سنبھالنے کے لیے بہت چھوٹا تھا نائب السلطنت مقرر کیا۔ اُس نے مسیحی سوداگروں سے تعلقات پیدا کر لیے اور اُن کو وہاں گرجا گھر تعمیر کرنے کی اجازت دلوائی اور ملک کی مدد سے زمین بھی دی۔ جب چھوٹا بادشاہ سن بلوغت کو پہنچ گیا تو دونوں بھائی اجازت لے کر اپنے وطن کو لوٹ آئے۔ ایدیسیس صور اپنے گھر گیا۔ لیکن فرومنطیس سکندریہ گیا۔ کیونکہ اُس نے دل میں سوچا کہ جو کچھ خدا نے کیا ہے اُسے چھپانا اچھا نہیں۔ اُس نے تمام واقعہ وہاں کے صدر اُسقف اثناسیس[6] کو بتایا اور اُس سے درخواست کی کہ ایک لائق اور قابل آدمی بطور بشپ وہاں بھیج دیا جائے، تاکہ مسیحیوں کو سنبھالے اور غیر مسیحیوں میں بشارت دے۔ اثناسیس نے جواب دیا۔

---

[1] Ethiopia [2] Rufinus [3] Edesius [4] Meropius
[5] Frumentius [6] Athanasius

یہ وہ جزیرہ ہے جو کہ خلیج عدن کے دہانے پر واقع ہے اور اب سقوطرہ کہلاتا ہے جو کہ صومالیہ کے قریب ہے۔ لیکن میری رائے یہ ہے کہ یہ سقوطرہ تھا جو کہ یونانی میں "دیوسقورڈیس"[1] کہلاتا تھا۔

فلسطارگیس مؤرخ یوں بیان کرتا ہے کہ قسطنطنیس نے تھیوفلس کو معہ بڑے بڑے تحفوں کے عربستان میں بھیج دیا۔ یمن کے یہودیوں نے اُس کی بڑی مخالفت کی لیکن یمن کا حاکم مسیحی ہو گیا اور اُس نے اپنے پیسے سے تین گرجا گھر بنوائے۔ ایک ظفار شہر میں تعمیر ہوا جو کہ عدن کی شمالی جانب سو میل کے فاصلے پر ہے۔ دوسرا عدن میں، اور تیسرا کسی اور بندرگاہ شاید قانا میں۔ تھیوفلس نے اِن گرجا گھروں کی تقدیس کی اور جہاں تک اُس کے بس کی بات تھی اِن کو آراستہ کیا۔" پھر وہ عرب کو چھوڑ کر دیو (؟) میں گیا، پھر ہند کے دوسرے علاقوں میں اور پھر حبشہ میں۔

اگر دیو (؟) سقوطرہ تھا تو شاید تھیوفلس نے اُس جزیرہ میں مسیحی تبلیغ کی اور مسیحی کلیسیا قائم کی۔ سنہ ۵۲۵ء میں قاسمس ہندی سیاح نے کہا کہ سقوطرہ میں

"خادم الدین بھی ہیں جنہیں فارس کی کلیسیا نے مقرر کیا اور اُس جزیرے میں بھیجا۔ یہاں مسیحیوں کی بھی بہت بڑی تعداد آباد ہے۔"

سنہ ۵۲۳ء میں نجران کے مسیحیوں کی سخت ایذا رسانی ایک یہودی حاکم مسروق کے ہاتھ سے ہوئی۔ حبشہ کے مسیحی بادشاہ نے بعد میں اُن کی حمایت کی اور مسروق کو شکست دی (پانچواں باب فصل چہارم ملاحظہ فرمائیں)۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

جان فاسٹر	یروشلیم سے آغاز	صفحہ ۳۰، ۳۸ تا ۴۹
ایس۔ایم۔پال	عربستان میں مسیحیت	صفحہ ۳۱ تا ۱۳۳

سوالات برائے نظر ثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور ان کی اہمیت بیان کریں:

---

[1] Dioskorides

۱۔ مُقدّس برتلماؤ، بطلیمس، فرومنطیس، تھیفلس، خوش قسمت عرب، دیوش۔

۲۔ نقشہ نمبر ۵ سے مدد لے کر مسیحیت کے جنوبی اشاعت کے بارے میں اپنا نقشہ تیار کریں۔

۳۔ انڈکس سے مدد لے کر عربستان میں مسیحیت کے بارے میں معلومات جمع کریں۔

۴۔ شمال کی طرف

شمال کی طرف آرمینیہ کی حکومت تھی اور باقی خانہ بدوش وحشی قبائل لوگ تھے جیسے کہ گاتھ اور ہن۔ وہاں بشارت کے لیے بائبل کا ترجمہ ضروری تھا کیونکہ لوگ یونانی زبان سے ناواقف تھے۔

آرمینیہ:۔

تیرداد سوم (۲۸۷ء تا ۳۳۰ء) آرمینیہ کا بادشاہ تقریباً ۲۹۰ء میں مسیحی ہوگیا (بعض لوگ ۳۰۱ء کہتے ہیں) روایت کے مطابق آرمینیہ کا رسول گریگوری[1] صاحب تحویر تھا جو کہ پارتھی یا آرمینوی نواب تھا۔ گریگوری کے باپ نے تیرداد کے باپ کو قتل کیا تھا اور گریگوری ایشیائے کوچک میں جلا وطن رہا جہاں وہ مسیحی ہوگیا۔ جب تیرداد مسیحی ہوگیا تو اُس نے حکم جاری کیا کہ سب میرے محکوم مسیحی ہو جائیں۔ چنانچہ آرمینیہ پہلا مسیحی ملک ہوگیا۔ پہلے وہ کلیسیا سریانی یا یونانی بائبل استعمال کرتی تھی، کیونکہ آرمینوی زبان کا کوئی ادب نہ تھا، اور نہ ہی لوگ اُس کو لکھ سکے۔ ۴۰۰ء تا ۴۰۶ء ایک آرمینوی مسیحی ایڈیسہ میں گیا اور وہاں سریانی اور یونانی عالموں کی مدد سے اُس نے سریانی اور یونانی حروف تہجی اور دیگر ایجادی حروف سے آرمینوی زبان کے لیے حروف تہجی تیار کیے۔ پھر اگلے تیس سال کے اندر بائبل کا پورا ترجمہ آرمینوی

---

[1] Gregory "The Illuminator"

زبان میں ہوا۔ یہ ترجمہ آج تک موجود ہے۔

گاتھ :-

وحشی گاتھوں نے سنہ ۲۶۴ء میں ایشیائے کوچک پر حملہ کیا اور بہت سے لوگوں کو قید کرکے اسیر کر دیا۔ اُن اسیروں میں سے بعض مسیحی تھے جن کے چال چلن اور گواہی کا وحشیوں پر اتنا [illegible] اثر ہوا کہ وہ مسیحی ہو گئے۔ اُن قیدیوں کی اولاد میں سے ایک بنام اُلفلاس سنہ ۳۴۱ء میں گاتھوں کا پہلا بشپ مقرر ہوا۔ قسطنطنیہ میں اُس کی تقدیس ہوئی۔ اُس وقت قسطا نطیس شہنشاہ تھا، اور آری بدعت حکومت کا سرکاری مذہب تھا۔ اُلفلاس بھی آری تعلیم کا قائل ہو گیا۔ (چوتھا باب، فصل سوم "آریت" ملاحظہ فرمائیں) اُلفلاس نے گاتھی زبان میں حروف تہجی ایجاد کیے اور بائبل کا ترجمہ بھی کیا لیکن

"سلاطین کی کتابوں کا ترجمہ نہ کیا کیونکہ وہ محض فوجی کارناموں کے بیانات ہیں اور گاتھی قبیلے جنگ و جدل پسند کرتے تھے" یہ

یہ ترجمہ بھی آج دستیاب ہو سکتا ہے۔

مغربی ہن :-

سنہ ۵۲۵ء تا سنہ ۵۵۰ء میں اُن مغربی ہنوں کی تبدیلی ہوئی جو کہ آرمینیہ کے شمال مغرب کی طرف بحیرۂ اسود کے نزدیک رہتے تھے۔ شروع میں اران کے بشپ

Ulfilas

قرادُشاط اور ساتھ مددگار قسیسوں نے چودہ سال تک اُن ہنوں میں مسیحی خدمت کی۔ اُن کی زبان کے لیے بھی حروفِ تہجی ایجاد کیے اور بائبل کا ترجمہ کیا (یہ ترجمہ آج نہیں مل سکتا) اُن کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ انفرادی طور پر چند ہنوں کا بپتسمہ ہوا تو سہی لیکن قبیلے زیادہ تر وحشی اور بُت پرست ہی رہے۔ قرادُشاط کی وفات کے بعد آرمینیہ کا ایک بشپ بنام مقاریوس اور چند اور اشخاص نے جا کر ایک نیا طریقہ استعمال کیا :

"اس نے ایک ہل تیار کر کے گھر تعمیر کیا اور کھیتوں میں بیج بویا اور طرح طرح کی سبزیاں لگائیں۔ جب ہنوں کے سرداروں نے یہ نیا کام دیکھا تو وہ حیران ہو گئے۔ وہ اُن کے آنے پر بہت خوش تھے، اور اُن کو بہت عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ہر ایک سردار نے اُن کو دعوت دی کہ وہ اُس کے علاقہ اور قبیلہ میں جا کر اُس کے اور اُس کے لوگوں کے اُستاد بنیں۔"

چنانچہ اُن کی زراعتی مشنری خدمت کا یہ اثر ہوا کہ سردار بھی مسیحی ہو گئے، اور وحشی جنگجو لوگ صلح پسند اور مہذب ہونے لگے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

جان فاسٹر	یروشلیم سے آغاز	صفحہ ۴۶ تا ۴۸
ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس	تواریخِ مسیحی کلیسیاء	صفحہ ۴۰۳، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۸

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور اُن کی اہمیت بیان کریں۔
گریگوری صاحبِ تمیز، اُلفلاس، قرادُشاط، مقاریوس۔

۲۔ بائبل کا ترجمہ کہاں تک تبلیغ کا ضروری حصہ ہے؟ کیا آپ کی دانست میں عربی کلیسیا میں یہ کمزوری کا باعث بنا کہ اُن کی زبان میں سوائے مجموعہ اناجیل

سے بائبل کا کوئی ترجمہ نہیں ہُوا؟ چند پروٹسٹنٹ مشنریوں کے نام لکھیں جنہوں نے بائبل کے ترجمے کیے۔

۳۔ مقارتوس کیوں کامیاب ہُوا؟ کیا آج کل زراعتی مشنریوں کی ضرورت ہے؟

۴۔ نقشہ نمبر ۱ سے مدد لے کر شمال کی طرف کی مسیحی تبلیغ کا اپنا نقشہ تیار کریں۔

۵۔ مغرب کی طرف

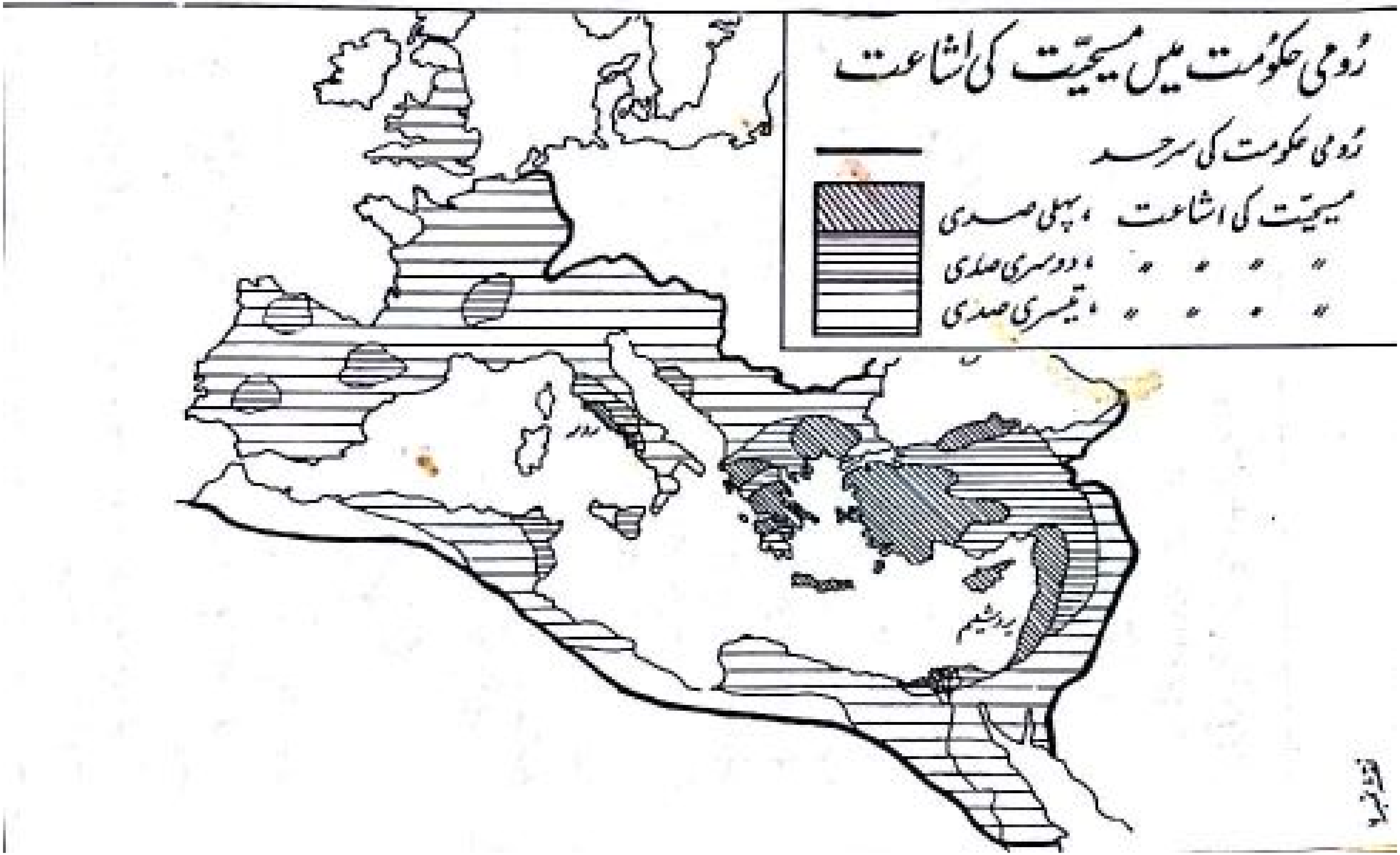
مغرب کی طرف رُومی حکومت تھی۔ ہم نے پچھلے باب میں دیکھا ہے کہ وہاں خاص سہولتیں تھیں جن کی وجہ سے انجیل سرعت سے پھیل سکی۔ لیکن ان کے علاوہ ہمیں یاد رکھنا ہے کہ اُس طرف ایک بہترین مشنری نے نمایاں آغاز کا کام کیا، یعنی پولُس رسول۔ اُس کے تین تبلیغی سفروں کی بدولت مسیحیت کُپرس (قبرص[1]) ایشیائے کوچک اور یونان کے بڑے اور مرکزی شہروں میں قائم ہوئی جہاں سے وہ گرد و نواح کے علاقوں میں پھیل سکی۔ جب پولُس روم پہنچ گیا تو وہاں اُس نے مسیحی کلیسیا کو پایا اور بے شک، اس کی ترقی کا باعث بنا (رسولوں کے اعمال ابواب ۱۳ تا ۲۰ اور ۲۸)۔ ساتھ ہی پطرس رسول نے بھی روم میں مشنری خدمت کی اور وہاں شہید ہو گیا۔ یوحنا رسول کا دائرہ خدمت ایشیائے کوچک تھا، جہاں وہ اپنی ضعیفی تک رہا۔ بے شک رسولوں کے خطوط سے جو کہ یونانی زبان میں تصنیف ہوئے، خاص پہلی صدی میں رُومی حکومت کی کلیسیا کو مضبوطی اور ترقی ہوئی۔

۱۔ پہلی تین صدیوں میں مسیحیت کی اشاعت

نقشہ نمبر ۲ پر غور کریں۔ اس میں آپ پہلی تین صدیوں میں صدی بہ صدی کلیسیا کی ترقی دیکھ سکتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ سارا علاقہ مسیحی ہو گیا بلکہ اُس میں کلیسیائیں

---

[1] Cyprus


رومی حکومت میں مسیحیت کی اشاعت
رومی حکومت کی سرحد
مسیحیت کی اشاعت ، پہلی صدی
″ ″ ″ ، دوسری صدی
″ ″ ″ ، تیسری صدی
روما
یروشلم
نقشہ نمبر

قائم ہوئیں۔ دوسری صدی کے آخر کے قریب دو مصنفوں نے اُس اشاعت کا ذکر کیا ہے۔ ایرینیئس نے جو کہ ایشیائے کوچک کا باشندہ تھا اور گال (فرانس) میں تبلیغی خدمت کر رہا تھا یوں بیان کیا ہے :۔

"جو کلیسیائیں جرمنی میں قائم کی گئی ہیں اُن کا عقیدہ اور تعلیم کسی طرح بھی اُن سے مختلف نہیں ہے۔ نہ ہی ہسپانیہ یا گال، مشرق یا مصر، نہ ہی لیبیا میں یا دُنیا کے اِن علاقوں میں سے جہاں سے یہ مذہب پھیل گیا ہے کسی ایک میں اختلاف ہے۔"

اور طرطلیانؔ[1] نے جو شمالی افریقہ کا رہنے والا تھا یوں ذکر کیا :۔

"وہ برطانوی مقامات جہاں ابھی تک رُومی تسلط قائم نہیں ہو سکا وہاں خداوند مسیح کے اصولوں کی عملداری ہے۔"

قریباً سنہ ۲۵۰ء میں رومہ شہر کی کلیسیا میں بشپ کے ماتحت چھیالیس پاسبان، سات ڈیکن، سات نائب ڈیکن اور ایک ہزار پانچ سو سے زیادہ بیوائیں اور مساکین تھے۔

۲۔ چوتھی صدی میں :۔

چوتھی صدی میں مسیحیت رُومی حکومت کا سرکاری مذہب بن گیا اور جلدی جلدی حکومت کے زیادہ تر لوگ نام کے مسیحی ہو گئے۔ یہ واقعہ مسیحیت کے مستقبل کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ مسیحی کلیسیا خاص کر یورپ میں قائم اور مضبوط رہی، اور گو ازمنۂ وسطیٰ میں وہ توہمات سے بھر گئی تاہم سولہویں صدی میں اُس کی اصلاح ہوئی، چنانچہ جدید مشنری تحریک کا مرکز مغربی کلیسیا ہو گیا۔

۳۔ رُومی حکومت کے زوال کے بعد :۔

سنہ ۴۱۰ء میں گاتھوں نے رومہ کو لُوٹ لیا اور جلدی وحشی لوگوں نے مغربی یورپ کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ خاص کر اطالیہ، فرانس، ہسپانیہ، شمالی افریقہ اور برطانیہ اُن کے ماتحت ہو گئے۔ اطالیہ، ہسپانیہ اور شمالی افریقہ

---

[1] Tertullian

کے فاتح آریں مسیحی تھے، چنانچہ اُن کی حکومت کا یہ اثر نہیں ہوا کہ مسیحیت مٹ گئی۔ وہ ایک صدیوں کے بعد تاروں مسیحیت وہاں پھر قائم ہو گئی۔ فرانس اور برطانیہ کے فاتح بُت پرست تھے اور اُن کی فتح مسیحیت کے لیے باعث شکست ہوئی۔ لیکن مغربی کلیسیا میں تبلیغی جوش رہا اور خاص کر راہبوں نے مشنری کام جاری کیا۔

ا۔ فرانس

۴۹۲ء میں فرانک[1] قوم کے بادشاہ کلووس[2] نے ایک مسیحی خاتون سے شادی کی اور ۴۹۶ء میں وہ اور اُس کی فوج میں سے تین ہزار مسیحی ہو گئے۔ چنانچہ فرانس جلدی مسیحی ملک ہو گیا۔

ب۔ آئرلینڈ

قریباً ۴۰۵ء میں آئرلینڈ کے وحشی بُت پرست بحری ڈاکوؤں نے ایک برطانوی نوجوان بنام پیٹرک[3] کو اغوا کر کے آئرلینڈ میں اسیر کر دیا۔ نامعلوم وہ کہاں کا باشندہ تھا۔ شاید مغربی سکاٹ لینڈ کا یا شاید ویلز کا ہو۔ وہ صرف نام کا مسیحی تھا، لیکن اسیری کی حالت میں اُس نے مسیح کو قبول کیا اور قریباً ۴۱۱ء میں اس کو رہائی ملی، اور وہ اپنے وطن میں واپس گیا۔ وہاں اُس نے رویا دیکھی کہ آئرلینڈ کے لوگ بلاتے ہیں لیکن اُس کو کافی انتظار کرنی پڑی۔ آخر ۴۳۲ء میں وہ بطور بشپ آئرلینڈ گیا۔ اُس نے وہاں ۴۶۱ء تک خدمت کی اور قریباً سارا ملک مسیح کے لیے جیت لیا۔

ج۔ سکاٹ لینڈ

سکاٹ لینڈ کے جنوبی اور مشرقی علاقوں میں ننیان[4] نے قریباً ۴۰۰ء سے لے کر خدمت کی۔ اُس نے جنوب مغربی سکاٹ لینڈ ہوٹ ہارن[5] میں ایک پکا گرجا

---

[1] Frank [2] Clovis [3] Patrick [4] Ninian [5] Whithorn

بنا دیا، جس کو سفیدی کی وجہ سے اُسے "سفید عبادت خانہ" کا نام دیا گیا۔

شمال اور مغربی سکاٹ لینڈ میں نمایاں مشنری کلمبا[1] تھا۔ وہ آئر لینڈ کا راہب تھا اور ۵۶۳ء میں چھوٹے جزیرے آیونا[2] میں رہائش پذیر ہوا۔ بہت خدمت کے بعد اُس نے ۵۹۷ء میں وفات پائی۔

ل۔ انگلستان

جب وحشی اینگلو سیکسن[3] قبیلوں نے برطانیہ پر حملہ کیا تو انہوں نے آہستہ آہستہ مقامی برطانوی لوگوں کو ویلز اور انتہائی مغربی انگلستان میں دھکیل دیا۔ اُن کے اور مسیحی برطانوی لوگوں کے درمیان اتنی نفرت پیدا ہوئی کہ برطانوی لوگوں نے اُن میں انجیل کی کوئی بشارت نہ کی اور اِس کی وجہ سے برطانوی کلیسیا کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔

۵۹۶ء میں پاپائے روم گریگوری اول نے چند راہبوں کو انگلستان میں بھیج دیا۔ اُن کا رہبر اوگسٹین[4] تھا۔ کینٹ[5] کے بادشاہ کی بیوی ایک فرانسیسی مسیحی تھی اور اُس نے اوگسٹین کی حمایت کی۔ اوگسٹین نے کنٹربری میں گرجا گھر تعمیر کیا اور دو سال کے اندر کینٹ کا بادشاہ اور اُس کے بہت سے امرا مسیحی ہو گئے۔ (نارتھمبریہ کے بادشاہ ایڈون کی تبدیلی کے لیے فصل چہارم کو ملاحظہ فرمائیں)۔

شمال مشرقی انگلستان میں آیونا کی طرف سے ایک مشنری بنام ایدان[6] ۶۳۵ء میں آیا۔ یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ ایک ہی سن میں ایدان انگلستان میں یعنی اُس زمانے کی دنیا کے ایک کونے میں اور الوپن چین میں یعنی دنیا کے دوسرے کونے میں بشارت دینے پہنچا۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

مندرجہ بالا بیان اِس لیے بہت ہی مختصر ہے کہ ڈاکٹر فاسٹر اور کینتھ سکاٹ لیٹوریٹ کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ بیان مل سکتا ہے۔ اِن کتب کے مندرجہ ذیل

---

[1] Columba [2] Iona [3] Anglo-Saxon [4] Augustine [5] Kent [6] Aidan

صفحات غور سے پڑھیں۔

جان ناسٹر — یروشلیم سے آغاز — صفحہ ۳۴ تا ۴۹ اور ۵۵ تا ۶۰

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس — تواریخ مسیحی کلیسیا — صفحہ ۳۴ تا ۳۵، ۱۷۸ تا ۱۸۰ اور ۲۱۱ تا ۲۱۴

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ پولس رسول کے طریق تبلیغ کی کونسی خصوصیات تھیں؟

۲۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور اُن کی اہمیت بیان کریں ۔
کلوویس، پیٹرک، نینیان، ہوبٹ بارن، کلمبا، آیوینہ، اوگسطین، ایدان۔

۳۔ مغربی کلیسیا کی کیا اہمیت تھی؟

۴۔ فصل دوم پڑھنے سے پہلے اُن تبلیغی طریق کار کی ایک فہرست بنائیں جن کا ذکر اسی فصل میں ہو چکا ہے۔ غور کریں کہ اِن میں سے کون سے طریقے آج کل مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔

۵۔ نقشہ نمبر ۶ کی مدد سے رُومی حکومت میں انجیل کی اشاعت کے بارے میں اپنا نقشہ تیار کریں۔

فصل دوم

تبلیغی طریقے

دیباچہ :۔

ہم نے دیکھا ہے کہ پہلی ساڑھے چھ صدیوں کے دوران، انجیل کی خوشخبری اُس زمانے کی دنیا کے ۴۰ ملکوں تک پھیل گئی۔ اِس فصل میں ہم دیکھیں گے کہ کلیسیا کے کیا کیا تبلیغی طریقے تھے؛ اُس نے متلاشیوں اور نو مریدوں کو کیسے جانچا اور بپتسمہ کے لیے تیار کیا؛ ہم زیادہ تر اُس زمانے کے مصنفین کی تحریرات سے اُن سوالوں کا جواب طلب کریں گے۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ ہم اُن طریقوں پر سوچیں یہ ضروری ہے کہ ہم چند مصنفین کا ذکر کریں جن سے اقتباسات لیے جائیں گے۔ ہم اُن کو رسولی بزرگ اور دلیل کہتے ہیں۔

رسولی بزرگ[1] :۔

رسولی بزرگوں کی تصنیفات کے اُردو ترجمے مِل سکتے ہیں۔ کتاب بنام "رسولی بزرگ" کا ایک تمہیدی باب بعنوان "مقدمۂ کتاب" بھی ہے، جس میں ہر ایک مصنف اور کتاب کے بارے میں معلومات پیش کی گئی ہیں۔ ساتھ ہی کینن بیرتس کی کتاب کے چھٹے باب میں تفصیل کے ساتھ ایک بیان ہے۔ چونکہ یہ کتابیں تیس چالیس سال کی ہیں۔ لہٰذا ان میں چند ایسی قیاسی یا روایتی باتیں موجود ہیں جو کہ آج کل کے علماء قبول نہیں کرتے ہیں۔ کبھی کبھی اُن کی تاریخوں کے اندازہ میں بھی فرق نظر آتا ہے تاہم آپ ضرور ان کتب کو غور سے پڑھیں۔ یہاں ہم صرف مختصر

---

[1] Apostolic Fathers

اشارے دیں گے۔ "رسولی بزرگ" کا لقب اِن کتب کو اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ خیال یوں تھا کہ اُن سب کے مصنفین بارہ رسولوں کے شاگردوں میں سے تھے۔ یہ سب کتابیں پہلی یا دوسری صدی کی ہیں۔

۱- رومہ کا کلیمینس[۱] :-

وہ شاید رومہ کا بشپ تھا۔ سنہ ۹۶ء میں اُس نے کرنتھیوں کی کلیسیا کے نام ایک خط لکھا تاکہ وہ جھگڑوں سے باز آ کر کلیسیائی نظام وضبط کے ماتحت رہیں۔ یہ خط مکاشفہ کی کتاب کا غالباً ہم عصر ہے۔ جو کرنتھیوں کے نام دوسرا خط کہا گیا ہے۔ یہ غالباً کلیمینس کا نہیں بلکہ کسی دوسری صدی کے مسیحی کا وعظ ہے۔

۲- اِغناطیوس[۲] :-

وہ انطاکیہ کا رہنے والا تھا اور غالباً اس شہر کا بشپ تھا وہ قریباً سنہ ۱۱۵ء میں قید ہو کر رومہ کی طرف جا رہا تھا تاکہ وہاں شہید ہو جائے۔ جب وہ سمرنہ میں پہنچا تو وہاں کے بشپ پالکارپ[۳] نے اُس کی مہمان نوازی کی اور تین کلیسیاؤں نے اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے نمائندے بھیجے۔ اُس نے اُن کو جواب میں تین خطوط بھیجے یعنی افسس مغنیسیہ[۴] اور طرالیش[۵] کے نام۔ ساتھ ہی اُس نے رومہ کی کلیسیا کو خط بھیجا کہ آپ مجھے چھڑانے کی کوشش نہ کریں۔ پھر بعد میں جب وہ تروآس پہنچ گیا تو اس نے فلدلفیہ اور سمرنہ کی کلیسیاؤں اور بشپ پالکارپ کے نام خطوط لکھے۔ (نقشہ نمبر ۷ کو دیکھیں)

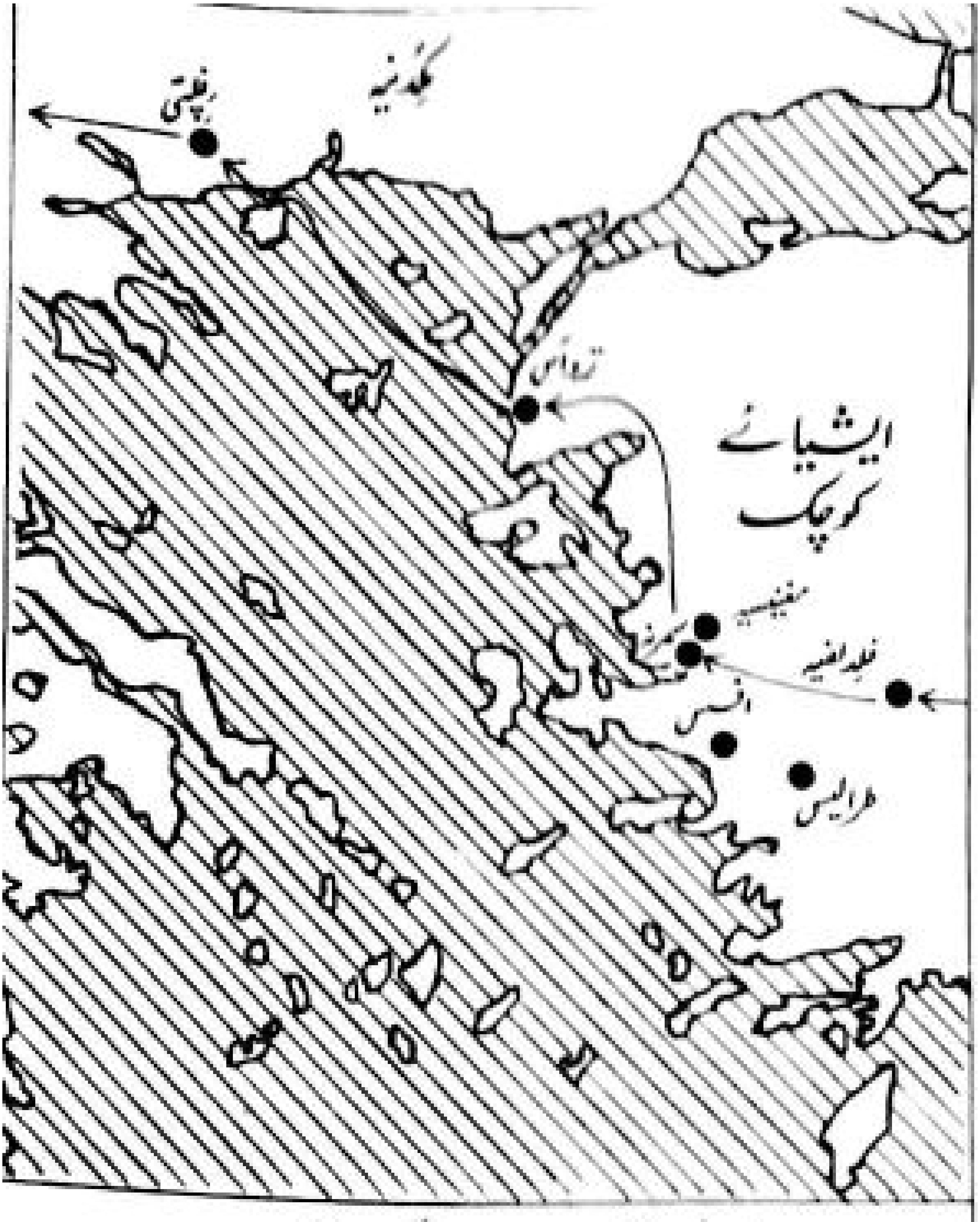
۳- پالکارپ :-

قریباً سنہ ۶۹ء تا سنہ ۱۵۵ء وہ سمرنہ (مکاشفہ ۲: ۸ تا ۱۱) کا بشپ اور یوحنا

---

[۱] Clement of Rome [۲] Ignatius [۳] Polycarp [۴] Magnesia

[۵] Tralles



اعناطیوس کے خطوط

اعناطیوس کا سفر ←

نقشہ نمبر

رسول کا شاگرد تھا۔ قریباً ۱۱۵ء میں فلپی کی کلیسیا نے اغناطیوس کے سفر کے بارے میں اُس کو خبر دی اور جواب میں اُس نے اُن کے نام خط لکھا۔ اُس کی شہادت کا دلچسپ بیان بھی رسُول بزرگ کی کتاب میں شامل ہے۔

۴۔ تعلیم الرسل[۱] یا دِدخے:۔

اُس کا ایک ہی نسخہ ہے جو کہ ۱۸۷۵ء میں قسطنطنیہ میں ملا۔ یہ غالباً نو مریدوں کے لیے تیاری کی ہدایت ہے۔ اِس میں اخلاقی زندگی اور کلیسیائی رسوم اور رہنماؤں کا مختصر بیان موجود ہے۔ غالباً وہ تصنیف شام کی کسی کلیسیا کی ہے یا مصر کی اور قریباً ۱۰۰ء کی لکھی ہوئی ہے۔

۵۔ دیوغنیط[۲] کے نام خط:۔

اصل میں یہ ایک دلیل نامہ ہے جو کہ قریباً ۱۳۰ء یا شاید ۲۰۰ء کے بعد کا ہو سکتا ہے۔ وہ بہت ہی خوبصورت بیان ہے۔ مسیحی لوگ مسافر کی طرح دنیا میں رہتے ہیں۔ خدا محبت کر کے آپ دنیا میں آیا ہے۔

۶۔ ہرماس[۳]:۔

وہ روم کا باشندہ تھا اور عام مسیحی۔ اُس کی کتاب بعنوان "شبان" جو قریباً ۱۰۰ء یا شاید قریباً ۱۴۰ء کی تحریر ہے، عوام کے لیے ایک تمثیلی کتاب ہے جس میں مسیحی چال چلن روزہ وغیرہ کے بارے میں ہدایات ہیں۔

۷۔ پپیاس[۴]:۔

قریباً ۶۰ء تا ۱۳۰ء وہ ہیراپلس (کلسیوں ۴: ۱۳) کا بشپ، یوحنا رسُول کا شاگرد، اور پالکارپ کا دوست تھا۔ اُس نے اناجیل کی تصنیف ہونے کے بارے میں ضروری معلومات پیش کیں۔

---

۱ Didache, or The Teaching of the Twelve Apostles
۲ Epistle to Diognetus ۳ Hermas ۴ Papias

۸۔ "برنباس کا خط" :۔

غالباً اسکندریہ کے کسی مسیحی نے اس خط کو شاید سنہ ۱۳۰ء میں لکھا۔ لیکن بعض جدید مسیحی علما کا خیال ہے کہ وہ اس سے کافی پہلے کا لکھا ہوا تھا۔ مصنف کی دانست میں پرانے عہدنامہ کی کوئی "تاریخی اہمیت" تو نہیں بلکہ وہ تمثیل ہی ہے جس میں ہر ایک بات کا ایک ضروری "روحانی" مطلب مخفی ہے۔ (جعلی انجیلِ برنباس کا اس خط سے کوئی تعلق نہیں)۔

دلیلی[۱] :۔

ہم ان لوگوں کو دلیلی کہتے ہیں، جنہوں نے خاص دوسری اور تیسری صدیوں میں دلیل نامے[۲] لکھے، مسیحی ایمان اور مسیحی زندگی کے حق میں دلیلیں پیش کیں، اور غیر مسیحیوں کی نکتہ چینیوں اور جھوٹے الزامات کا جواب پیش کیا — (کینن بیرس اُن کو "متقدمین حامیانِ دین" اور "معتقدین" بھی کہتا ہے۔ البتہ لفظ "دلیلی" زیادہ سادہ اور صاف ہے۔ لفظ "معذرت نامہ" انگریزی کے معنی کی غلط فہمی پر مبنی ہے، یہ غلط ترجمہ ہے۔ صحیح ترجمہ "دلیل نامہ" ہے) دلیلیوں میں سے چار سب سے ضروری یوسطین شہید، طرطلیان، ایرینیس اور اوریغن ہیں۔

ا۔ یوسطین شہید[۳] :۔

تقریباً سنہ ۱۰۰ء تا سنہ ۱۶۵ء۔ وہ سامری شہر نیاپلس کا یونانی باشندہ تھا۔ اُس کا شوق تھا کہ خدا اور انسان کے بارے میں حقیقت دریافت کرے لہٰذا اُس نے طرح طرح کے فلسفے آزمائے۔ آخر کار اُسے ایک عمر رسیدہ مسیحی ملا جس کی گواہی کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسیحی ہو گیا۔ (اس باب کے فصل چہارم میں یوسطین کی تبدیلی کا مفصل بیان ملے گا) یوسطین نے فیلسوف کا لباس نہ اُتارا بلکہ اپنے آپ کو مسیحی فیلسوف سمجھا۔ تقریباً سنہ ۱۳۵ء میں اُس نے "طریفو[۴] کے ساتھ بحث" پر کتاب لکھی جس میں ایک یہودی

۱: Apologists ۲ Apologies ۳ Justin Martyr

۴ Dialogue with Trypho

سے اُس کی بحث کا بیان ہے۔ پھر وہ رومہ گیا اور وہاں اُس نے "پہلا دلیل نامہ" قریباً ۱۵۵ء اور "دوسرا دلیل نامہ" ۱۶۱ء کے بعد لکھا۔ قریباً ۱۶۵ء میں وہ رومہ میں شہید ہوا۔

۲۔ طرطلیان :۔

قریباً ۱۶۰ء تا ۲۲۰ء۔ قرطاجنہ[1] (کارتھیج) کا رومی شہری تھا اور لاطینی زبان میں پہلا مشہور مسیحی مصنف۔ وہ پہلے وکیل تھا۔ جب تقریباً ۱۹۵ء میں وہ مسیحی ہو گیا تو وہ غالباً رومہ میں وکالت میں مصروف تھا۔ اور وہ قرطاجنہ واپس آگیا۔ ۱۹۷ء میں اُس نے "دلیل نامہ" لکھا اور اُس کے بعد بہت سی اور تحریرات۔ قریباً ۲۰۰ء میں وہ منطانی[2] بدعت کا پیروکار بن گیا اور بعد میں اُس نے اپنا علیحدہ فرقہ قائم کیا جو کہ چوتھی صدی تک جاری رہا۔

۳۔ ایرینیئس :۔

قریباً ۱۳۰ء تا ۲۰۰ء۔ ایرینیئس ایشیائے کوچک کا باشندہ اور پولیکارپ کا شاگرد تھا۔ اُس نے رومہ میں تعلیم پائی اور پھر بطور مشنری گال میں گیا۔ وہاں وہ ۱۷۸ء میں لیون[3] کا بشپ بن گیا۔ اُس نے کتاب "بدعتوں کی تردید میں" قریباً ۱۹۰ء میں لکھی۔ معلوم نہیں کہ آیا وہ آخر میں شہید ہوا یا نہیں۔

۴۔ اوریجن[4] :۔

قریباً ۱۸۵ء تا ۲۵۴ء۔ وہ اسکندریہ کے مسیحی خاندان کا رومی شہری تھا۔ مشہور مسیحی درسگاہ میں اُس نے سکندریہ کے کلیمنس کے زیرِ سایہ تعلیم حاصل کی۔ ۲۰۲ء میں اُس کا باپ شہید ہوا۔ لیکن ماں نے ہوشیار حکمتِ عملی کر کے اوریجن کے کپڑے چھپائے رکھے تاکہ وہ اپنے آپ کو سرکار کے حوالے نہ کرے۔ ایذا کے بعد وہ کلیمنس کی جگہ مسیحی درسگاہ کا استادِ اعلیٰ بن کر غیر مسیحیوں کو مسیحی تعلیم دینے

---

[1] Carthage [2] Montanist heresy [3] Lyon (Lyons)

[4] Origen

لگا۔ اُس نے خود انکاری کے جوش میں ایک بڑی غلطی کی۔ اور متی ۱۹: ۱۲ کے لفظی معنی قبول کر کے اپنے آپ کو مخنث کر دیا۔ سنہ ۲۱۵ء میں وہ فلسطین گیا اور سنہ ۲۳۰ء سے لے کر وہ قیصریہ میں مقیم ہوا۔ وہاں اُس کا مسیحی مدرسہ بہت ہی مشہور ہو گیا۔ اُس نے بہت سی کتابیں لکھیں، جن میں سے قیلسس[1] کی تردید میں سب سے مشہور ہے۔ سنہ ۲۵۰ء میں وہ قید میں ڈالا گیا اور کاٹھ میں اُس کو سخت اذیت ملی۔ بے شک بعد میں اُس کو پھر آزادی ملی لیکن اُس کی صحت خراب ہو گئی تھی اور وہ تھوڑی دیر کے بعد خداوند میں سو گیا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کُتب

کیرل آر سنگھ	رسولی بزرگ	صفحہ ۱ تا ۳۶
ڈبلیو۔پی۔ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۶۸ تا ۱۲۲

رسولی بزرگ یا دلیل	کیرل سنگھ	ڈبلیو۔پی۔ہیرس
کلیمنس از روما	۱ تا ۱۱، ۳۷ تا ۷۷	۷۳ تا ۷۷
اغناطیوس	۱۱ تا ۱۶ اول، ۸۹ تا ۱۲۵	۷۷ تا ۸۰
پالکارپ	۱۷ تا ۲۳، ۱۲۵ تا ۱۳۵	۸۰ تا ۸۲
تعلیم الرسل	۲۳ تا ۲۴، ۱۳۵ تا ۱۵۳	۷۲ تا ۷۳
دیوگنیطس کے نام خط	۳۳ تا ۳۴، ۲۷۹ تا ۲۸۹	۹۸ تا ۹۹
ہرماس	۲۸ تا ۳۳، ۱۷۹ تا ۲۷۹	۸۳ تا ۸۹
پپیاس	۳۵ تا ۳۶، ۲۹۰ تا ۳۱۵	۸۲ تا ۸۳
برنباس کا خط	۲۴ تا ۲۸، ۱۵۳ تا ۱۷۹	۶۹ تا ۷۲
یوسطین شہید		۹۹ تا ۱۰۳
طرطلیان		۱۱۵ تا ۱۱۹
اوریغین		۱۱۰ تا ۱۱۵

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ بالا رسولی بزرگوں اور دلیلوں کے نام حفظ کریں اور اُن کے

---

[1] Against Celsus, or Contra-Celsum

متعلقہ واقعات بیان کریں۔
۲۔ رسُولی بزرگوں میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیں۔ جس میں اُس کی سوانح حیات کا بیان اور اُس کی ایک کتاب کا اختصار شامل ہو۔
۳۔ دسیلیوں میں سے کسی ایک پر مضمون لکھیں۔ نہ صرف کیمبن بیرسں کی کتاب میں اُس کا بیان پڑھیں بلکہ اِس کتاب کے انڈیکس استعمال کر کے وہ سب صفحے نکال کر پڑھیں جہاں اُس کا ذکر یا اُس کی کسی کتاب کا اقتباس مندرج ہے۔

اسنادی

گشتی مُبشر:۔

"طریفو کے ساتھ بحث" میں ایک دلچسپ بیان ہے۔ یوسطین ورزش گاہ کے برآمدہ پر فیلسوف کا خاص جامہ پہنے ہوئے جا رہا تھا۔ طریفو اور اُس کے ساتھی نے عالم سمجھ کر اُس سے خدا کے بارے میں پوچھنے لگے۔ وہ اُس سے سیکھنا چاہتے تھے۔ اُن کی ابتدائی گفتگو میں یوسطین نے پہلے اپنی گواہی پیش کی کہ میں کس طرح مسیحی ہو گیا۔ طریفو نے اُس کو دعوت دی کہ وہ یہودی بن جائے اور شریعت پر عمل کرے۔ یوسطین نے کہا کہ میں مسیحیت کا پورا بیان اور دلائل پیش کرنے کو تیار ہوں۔ طریفو کے چند دوست مخل ہوئے۔ یوسطین کھڑا ہو کر جانے لگا۔ طریفو نے اُس کو ٹھہرنے پر مجبور کیا۔ یوسطین نے کہا کہ میں صرف اس شرط پر تعلیم دینے کو تیار ہوں کہ ہم کسی علیحدہ جگہ میں خاموشی میں بیٹھ جائیں اور جن کو دلچسپی نہیں وہ چلے جائیں۔ طریفو نے ان شرائط کو منظور کیا۔ اُس کے چند دوست چلے گئے۔ باقی ایک باغ میں بیٹھ کر یوسطین کے ساتھ بڑے ادب سے دو دن تک بحث کرتے رہے۔ اس کے بعد یوسطین کو بحری جہاز پر روانہ ہونا پڑا۔ وہ اور طریفو دوستانہ طور پر ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے پر اتفاق کیا۔ یوسطین کی آخری نصیحت یوں ہے:۔

"میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ نجات کے لیے اس بڑی جدوجہد

میں شامل ہو جاؤ اور اپنے استادوں کی بجائے قادر مطلق خدا کے مسیح
کو چن لو۔ میرے دوستو! میں اس سے زیادہ بہتر دعا نہیں کر سکتا
کہ آپ سب بھی ویسے ہی بن جائیں جیسے ہم ہیں۔"
چند سال بعد یوسطین روما میں گرفتار ہو گیا اور رومی حاکم نے اُس سے
اپنی شاگردی کے بارے میں پوچھا۔ یوسطین نے جواب دیا:
"میں تیمستیس کے حماموں کے پاس مارتن نام ایک شخص کے
گھر کے بالاخانہ میں رہتا ہوں، اور اگر کوئی میرے پاس آنا چاہتا
ہے تو میں اُسے سچائی کا کلام پیش کرتا ہوں۔"
ان دو بیانات سے ہم یوسطین کے طریق کار کے بارے میں کافی کچھ
سیکھ گئے ہیں۔

۱۔ اس نے اپنے آپ کو مسیحی فیلسوف سمجھا۔
۲۔ وہ ایسی جگہ گیا جہاں بہت دنیا جمع ہوا کرتی تھی مثلاً ورزش گاہ
حمام وغیرہ۔
۳۔ وہ ہر وقت اپنی شخصی گواہی دینے کے لیے تیار تھا۔
۴۔ وہ یونہی بحث کرنے کو تیار نہ تھا بلکہ علیحدگی میں گفت و شنید
کو بہتر سمجھتا تھا۔

دھوکا:

گشتی مبشر یا گشتی فلاسفر کبھی کبھی دھوکے باز اور جعلساز بھی ہوتے تھے۔
ایک بُت پرست یونانی مصنف لوقیانؔ[1] نے اِس بات کا ذکر کیا کہ مسیحی لوگ
اکثر ایسوں کے دھوکے کے شکار ہوتے ہیں۔
"اگر کوئی دھوکے باز ہو جو لوگوں کے سادہ لوح ایمان سے
فائدہ اٹھا سکے تو وہ جلد از جلد امیر ہو جائے گا۔"
اسی وجہ سے پہلی صدی میں کلیسیا نے اکثر نیک نامی کے خطوط دیے (۲۔
کرنتھیوں ۳: ۱ میں اِن کا ذکر ہے۔ اور ۳ یوحنا ۱۲ ایک مثال ہے)۔ دوسری

---

[1] Lucian

صدی کے شروع میں "تعلیم الرسل" نے ان کے بارے میں یوں ہدایات دیں۔

"ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آئے تم اُسے ایسے ہی قبول کرو جیسے خداوند کو۔ وہ تمہارے درمیان صرف ایک ہی دن رہے اور اگر ضرورت ہو تو دوسرے دن بھی۔ لیکن اگر وہ تیسرے دن بھی رہے تو وہ جھوٹا نبی ہے اور جب وہ روانہ ہو تو اپنے ساتھ روٹی کے سوا کچھ نہ لے جائے، لیکن اگر وہ پیسہ مانگے، تو وہ جھوٹا نبی ہے۔ ہر ایک جو رُوح سے بولتا ہے نبی نہیں، بلکہ وُہی جو خداوند کی راہوں پر چلتا ہے۔ پس اپنی روش سے سچّا اور جھوٹا نبی پہچانا جائے گا۔ ہر ایک نبی جو رُوح سے کھانا پیش کرنے کا حکم دیتا ہو وہ اس میں سے خود نہ کھائے، ورنہ وہ جھوٹا نبی ہے۔ اور ہر ایک نبی جو سچائی کی تعلیم دیتا ہے اور دی ہوئی تعلیم پر عمل نہیں کرتا، وہ جھوٹا نبی ہے۔ جو رُوح سے کہے کہ مجھے روپے یا کوئی اور شے دو تو تم اس کی مت سُنو۔ البتہ اگر وہ دیگر محتاجوں کے لیے کچھ مانگے تو تم میں سے کوئی اُس پر الزام نہ لگائے۔" (رسولی بزرگ صفحہ ۱۵۰ تا ۱۵۱ میں پورا اقتباس پڑھیں)۔

مجھے یاد ہے کہ چند سال ہوئے ایک "مسیحی سادھو" سیالکوٹ میں میرے پاس آکر کہنے لگا کہ "مجھے رُوح نے کراچی جانے کی ہدایت دی ہے، اور رُوح نے یہ بھی کہا کہ پادری ینگ صاحب سے کرایہ مانگے"۔ لیکن اُس کی بدنصیبی یہ تھی کہ میں تعلیم الرسل سے خوب واقف تھا۔

بازاری منادی :-

دوسری صدی کے مسیحی مبشروں نے پولُس رسُول کی طرح بازاری منادی بھی کی۔ ایک مسیحی ناول کا یوں بیان ہے کہ کوئی مسیحی بازار میں منادی کر رہا تھا اور اُس کے اردگرد ایک گروہ بڑی دلچسپی سے سُن رہا تھا۔ وہاں طرارتی فلاسفر بھی موجود تھے جنہوں نے مذاق کر کے اُن سے فضول سوالات کیے۔ ایک سوال و جواب کا یوں ذکر ہے :-

سوال - "جب مچھر چھوٹا ہے اور اس کے چھ پاؤں اور دو پر بھی ہیں۔

تو بتا ئیے کہ ہاتھی کے پاس جو بہت بڑا ہے اور جس کے پاس صرف چار پاؤں ہیں تو کیوں اُس کے کوئی پر نہیں؟

جواب۔ اگر آپ کے مسائل محض دل لگی کی باتیں ہیں تاہم اگر آپ حقیقت کی جستجو میں پوچھتے تو میں اس کا جواب دے سکتا۔"

دوسری صدی کے ایک غیر مسیحی فیلسوف بنام قیسس نے مسیحی منادی پر نکتہ چینی یوں کی :۔

" بازاروں میں ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو بہت بھکے تماشے کرتے ہیں تاکہ ہجوم جمع ہو جائے۔ اُن میں یہ جرأت تو نہیں کہ سمجھ دار لوگوں کی جماعت میں اس قسم کی نمائش کریں البتہ جب کبھی نوجوان طبقہ کو یا نوکر چاکر اور ناخواندہ بے وقوف لوگوں کی گروہ کو دیکھتے ہیں تو وہ وہاں گھس کر تماشہ کرتے ہیں۔"

سوال برائے نظر ثانی

ابتدائی کلیسیا کی منادی کے چند طریقے پیش کر کے بتائیں کہ آپ اپنی منادی کے لیے اِن میں سے کیا سیکھ سکتے ہیں۔

۲۔ شفا اور جھاڑ پھونک

آسمان پر صعود فرمانے سے پہلے مسیح نے منادی کے حکم کے ساتھ ہی ساتھ وعدے بھی کیے مثلاً :۔

" تم تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو ... اور ایمان لانے والوں کے درمیان یہ معجزے ہوں گے۔ وہ میرے نام سے بدروحوں کو نکالیں گے ... وہ بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو اچھے ہو جائیں گے۔" (مرقس ۱۶: ۱۵، ۱۷-۱۸)۔

رسولوں کے اعمال میں چند ایک مریضوں کے اچھا کرنے کے بیانات ملتے ہیں (مثلاً اعمال ۳: ۱ تا ۱۱ میں جنم کے لنگڑے کی شفا، ۹: ۳۲ تا ۳۵ میں

ایک مفلوج کی شفا ۱۴ : ۸ تا ۱۰ میں ایک اور لنگڑے کی شفا اور ۲۸ : ۸ میں پیچش سے شفا مذکور ہے)۔ دو مُردوں کے زندہ کرنے کا ذکر ہے یعنی تبیتا (۹ : ۳۶ تا ۴۳) اور یوتخس (۲۰ : ۹ تا ۱۲)۔ صرف ایک بدرُوح کو نکالنے کا خاص ذکر اعمال ۱۶ : ۱۶ تا ۱۸ میں ملتا ہے، گو عام ذکر ۸ : ۷؛ ۱۹ : ۱۲ میں بھی ہے۔ کبھی کبھی شفا دینے یا بدارواح نکالنے کے الفاظ دیے گئے ہیں مثلاً :-

"یسوع مسیح ناصری کے نام سے چل پھر" (۳ : ۶)

"اے اینیاس یسوع مسیح تجھے شفا دیتا ہے" (۹ : ۳۴)

"میں تجھے یسوع مسیح کے نام سے حکم دیتا ہوں کہ اِس میں سے نکل جا" (۱۶ : ۱۸)۔

دوسری صدی اور اُس کے بعد کی کلیسیا میں شفا کا بہت زیادہ ذکر تو نہیں البتہ جھاڑ پھونک کا بہت ہی ذکر ہے۔ ہم نے مسیحا زخا کا ذکر پڑھا ہے کہ ۱۹۵ء میں اوتی نے اربل میں ایک مُردہ کو زندہ کیا اور ایک صدی بعد ۱۹۰ء کے قریب ایرینیئس نے یہ لکھا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض لوگ سچے طور پر بدرُوحوں کو نکالتے ہیں۔ اور اس طرح سے جن میں سے بدرُوحوں کو نکالا گیا ہے وہ اکثر مسیحی ہو کر کلیسیا میں شامل کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے مُردوں کو بھی زندہ کیا جا چکا ہے، اور وہ ہمارے ساتھ کئی برسوں تک رہے بھی۔ نہ ہی کلیسیا فرشتوں کو بلانے، جادو منتر پڑھنے اور نہ ہی کسی اور قسم کے گمراہ کن طریقہ سے کچھ کر سکتی ہے۔ یہ سادہ صاف اور پاکیزہ طور پر خدا سے دعا مانگتی ہے، جو سب چیزوں کا خالق ہے اور اپنے خداوند یسوع مسیح کے نام کا واسطہ دیتی ہے"

معلوم ہوتا ہے کہ شفا دیتے وقت یا بدرُوح نکالتے وقت مسیح کا نام لیتے ہوئے ایک مختصر سا عقیدہ پڑھا گیا تھا، جس میں اُس کی صلیبی موت اور جی اُٹھنے کا ذکر تھا۔ اور یفتین یوں بیان کرتا ہے۔

"وہ اِن لوگوں کو جنہیں شفا کی ضرورت ہے، خدا کے نام میں جو سب سے اعلیٰ ہے، اور یسوع مسیح کے نام میں اور اُس کے متعلق

بیان کرنے سے ہی تندرست کر دیتے ہیں ۔"

یوسطین شہید کے بیان میں ایک آغازی عقیدہ شامل ہے :۔

" خدا کے بیٹے کے نام میں ، جو ساری خلقت میں پہلوٹھا ہے ،
جو کنواری سے پیدا ہُوا ، انسان بن گیا ، جس نے دُکھ اُٹھایا اور جو پنطیس
پیلاطس کی حکومت میں مصلوب کیا گیا ، مر گیا اور مُردوں میں سے جی اُٹھا
ہم ہر ایک بدرُوح پر غلبہ پا کر مطیع کر دیتے ہیں ۔"

تیسری صدی کے ایک بیان میں ہم صلیب کے نشان کا ذکر پڑھتے ہیں ۔
قریباً ۳۰۰ء میں شحلوفا جو کہ اربل کا بشپ تھا ، خُدا کی رہنمائی سے ایک مریض بنام بکیشا کے پاس گیا جو ایک گاؤں کا نمبردار تھا ۔ اُس کو پیچش کی شکایت تھی ۔ وہاں بہت لوگ جمع ہوئے تھے ۔ اُنہوں نے شحلوفا سے وعدہ کیا کہ اگر اس مریض کو شفا دیں گے تو ہم سب کے سب مسیح پر ایمان لائیں گے بکیشا زخا کا بیان یُوں ہے :۔

" پھر وُہ ان کے سامنے مسیحی عقائد پیش کرنے لگا ۔ وہ اُنہیں الٰہی صحیفوں سے اور مذہب کے دنیا میں جلد ہی پھیل جانے سے ثابت کرتا رہا ۔ اُس نے اُن لوگوں کو بتایا کہ یہی یسوع جسے یہودیوں نے یروشلیم میں مصلوب کر دیا تھا خدا کا بیٹا ، ہاں خود خدا تھا ۔ مقدس شحلوفا دعا مانگنے لگا اور صلیب کے نشان بنانے سے اُس نے اس لاعلاج بیماری سے بکیشا کو تندرست کر دیا کیونکہ خدا کے لیے سب کچھ آسان ہے ۔ اس پر گاؤں کے بہت سے لوگ خدا کے کلام پر ایمان لائے اور اُنہوں نے بپتسمہ لیا ۔

سوال برائے نظرِ ثانی

ابتدائی کلیسیا نے شفا دیتے اور بدرُوح نکالتے وقت یسوع کے نام کو کس طرح اِستعمال کیا ؟ اُس کے متعلق بیان کرنے " سے کیا مُراد ہے ؟ کیا آج کل شفا دینے اور بدرُوح نکالنے سے ہم تبلیغ کر سکتے ہیں ؟

۳۔ اعلیٰ وادنیٰ میں تبلیغ

تعلیم یافتہ طبقہ :-

سکندریہ اور قیصریہ میں اوریجن نے تعلیم یافتہ لوگوں کو سکھایا۔ اُس کے مسیحی مدرسوں میں طرح طرح کے مضامین پڑھائے جاتے تھے۔ فصل سوم میں ہم دیکھیں گے کہ اسی طرح قیصریہ میں گریگوریؔ صاحب کرامات اور یجن کا شاگرد بن کر تعلیم سیکھتے سیکھتے مسیحی ہو گیا۔ سکندریہ میں یہ کام اکثر خطرہ سے خالی نہ تھا۔ یوسیبیس کا بیان یوں ہے:

"اوریجن اُس وقت سازش کرنے والوں کا نشانہ تھا۔ بے دین لوگوں میں اُس کی اس قدر سخت مخالفت تھی کہ انہوں نے سپاہیوں کے جتھوں کو لے کر اُس گھر کے گرد پہرا لگا دیا۔ اور یہ اُن لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کی وجہ سے ہوا، جنہیں وہ اِس مُقدّس عقیدہ کی ابتدائی باتوں کی تربیت دے رہا تھا۔ اس طرح سے اُس کو زیادہ سے زیادہ ستایا گیا، یہاں تک کہ اُس کے لیے اُس شہر میں رہنے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ وہ ایک گھر سے دوسرا گھر بدلتا اور دربدر پھرتا رہا۔"

لیکن اس طریقے سے بہت سے عالم نومُرید پیدا ہوئے، جنہوں نے مسیح کو قبول کرنے کے بعد کلیسیا کی نمایاں رہنمائی کی۔

غریب طبقہ :-

قیسسؔ نے جو خود بڑا عالم تھا اور غریب ناخواندہ لوگوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، مسیحیت پر نکتہ چینی کی کہ یہ غریب جاہل لوگوں کا مذہب ہے۔ اُس کے حقارت آمیز بیان سے ہمیں ایک مؤثر تصویر ملتی ہے کہ غریب مسیحیوں نے کس طرح گواہی دی اور دیگر غربا کو عبادتوں میں آنے کی دعوت دی۔

"ہم لوگوں کے گھروں میں اُون اور چمڑے کا کام کرنے والوں دھوبیوں اور ان پڑھ دیہاتیوں کو دیکھتے ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں یا اُن اساتذہ کے سامنے جو اُن سے دانشور ہیں، اپنا منہ کھولنے کی جرأت

۱؎ Gregory "The Wonder-Worker" (Thaumatourgos)

نہیں کریں گے۔ لیکن وہ پوشیدہ طور پر بچوں اور اُن کی مانند جاہل عورتوں کو قابو کر لیتے ہیں، اور پھر اُن سے عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں کہ تم اپنے باپ کی مت سنو، نہ اپنے استادوں کا کہا مانو۔ ہماری فرمانبرداری کرو۔ وہ تو بے وقوف اور احمق ہیں۔ وہ نہ تو کچھ جانتے ہیں، اور نہ ہی کچھ کر سکتے ہیں، کیونکہ بے فائدہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں مصروف ہیں۔ صرف ہم ہی یہ جانتے ہیں کہ انسان کو کیسے زندگی گزارنی چاہیئے۔ اگر تم سب بچے ہمارا کہا مانو اور ویسا ہی کرو تو تم خود بھی خوش رہو گے اور اپنے خاندانوں کو بھی خوش بنا دو گے۔"

"اس طرح گفتگو کرتے ہوئے وہ کسی استاد یا اپنے سے زیادہ تعلیم یافتہ، یا بچوں کے باپ ہی کو آتے دیکھتے ہیں تو وہ سرگوشی میں کہتے ہیں کہ اُس کے سامنے ہم ان تمام باتوں کو بیان نہیں کر سکتے، لیکن اگر تم چاہتے ہو تو عورتوں اور اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر چمڑے یا دھوبی کی دکان پر عورتوں کے حصہ میں آ جانا اور وہاں تمہیں سب کچھ پوری طرح سمجھایا جائے گا۔ اس قسم کے الفاظ سے وہ انہیں جیت لیتے ہیں۔"

ابتدائی صدیوں میں بہت سے مسیحی غریب ناخواندہ لوگ تھے جیسے کہ آج کل کی پاکستانی کلیسیا میں ہیں۔ اگر آج کل غیر مسیحی کبھی نہ کبھی کلیسیا کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، تو یہ نہ حیرانی کی بات ہے اور نہ ہی کوئی نئی بات۔ خدا کسی کا طرفدار نہیں اور آج بھی "جسم کے لحاظ سے بہت سے حکیم، بہت سے اختیار والے، بہت سے اشراف نہیں بلائے گئے۔ بلکہ خدا نے دنیا کے بے وقوفوں کو چن لیا کہ حکیموں کو شرمندہ کرے اور خدا نے دنیا کے کمزوروں کو چن لیا کہ زور آوروں کو شرمندہ کرے" (۱۔کرنتھیوں ۱: ۲۶ تا ۲۷)۔

چند سال ہوئے میں نے ایک واقعہ سُنا کہ ایک تعلیم یافتہ غیر مسیحی کسی ناخواندہ دیہاتی مسیحی مزدور کے سامنے بڑی پیچیدہ دلائل پیش کرنے لگا کہ یہ بات ناممکن ہے کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہو، اور نہ ہی وہ نجات دے سکتا ہے۔ مزدور بالکل اَن پڑھ تھا اور صرف زبور ہی جانتا تھا۔ آخر اُس نے یوں جواب دیا: "چلو میں اتیاں ساریاں گلاں دا جواب تے نئیں دے سکدا، پر میں اِکو گل جاندا ہاں پئی زبور ہے کالام سدا اے مسیح دا۔"

سوال برائے نظرِ ثانی

تعلیم یافتہ اور ناخواندہ مسیحیوں نے کس طرح انجیل کی تبلیغ کی؟ آج کل کی پاکستانی کلیسیا کہاں تک اسی طرح تبلیغ کرتی ہے؟ اگر اس کی تبلیغ اتنی مؤثر نہیں تو اس میں کیا کیا کمزوریاں پائی جاتی ہیں؟

۴۔ تبلیغ میں عورتوں کا حصّہ

رسولوں کے اعمال سے یہ بات عیاں ہے کہ ابتدائی کلیسیا کی زندگی میں عورتوں نے کافی سے زیادہ حصّہ لیا۔ اکثر نومریدوں میں عورتوں کا خاص ذکر آتا ہے۔ بعض عورتوں کے گھر عبادت گاہ بن گئے اور انہوں نے کلیسیائی زندگی اور تبلیغ میں نمایاں حصّہ لیا۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح کے جی اٹھنے کی خوشخبری پہلے عورتوں کو دی گئی (مرقس ۱۶: ۱تا۸)۔

یروشلیم:- اعمال ۱۲: ۱۲ "اور اس پر غور کر کے (پطرس) اُس یوحنا کی ماں مریم کے گھر آیا جو مرقس کہلاتا ہے۔ وہاں بہت سے آدمی جمع ہو کر دعا کر رہے تھے۔"

قیصریہ:- اعمال ۲۱: ۸ تا ۹ "ہم ... قیصریہ میں آئے فلپس مبشر کے گھر ... اتر کر اُس کے ساتھ رہے۔ اُس کی چار کنواری بیٹیاں تھیں جو نبوت کرتی تھیں۔"

یافا:- اعمال ۹: ۳۶ "اور یافا میں ایک شاگرد تھی تبیتا نام جس کا ترجمہ ہرنی ہے۔ وہ بہت ہی نیک کام اور خیرات کیا کرتی تھی۔"

فلپی:- اعمال ۱۶: ۹ "اور پولس نے رات کو رویا میں دیکھا کہ ایک مکدنی آدمی کھڑا ہوا اُس کی منت کر کے کہتا ہے کہ [illegible]

اعمال ۱۶ : ۱۳ تا ۱۵ "اور سبت کے دن شہر کے دروازہ کے باہر ندی کے کنارے گئے جہاں سمجھے کہ دعا کرنے کی جگہ ہوگی اور بیٹھ کر اُن عورتوں سے جو اکٹھی ہوئی تھیں کلام کرنے لگے اور تھواتیرا شہر کی طرف خدا پرست عورت لُدیہ نام قرمز بیچنے والی بھی سنتی تھی اُس کا دل خداوند نے کھولا ... اور جب اس نے اپنے گھرانے سمیت بپتسمہ لیا تو منت کر کے کہا کہ ... چل کر میرے گھر میں رہو۔"

وہاں بے شک اُس گھر میں عبادتیں ہونے لگیں۔

تھسلنیکے :- اعمال ۱۷ : ۴ - "بہتیری شریف عورتیں بھی اُن کی شریک ہوئیں۔"

بیریہ :- اعمال ۱۷ : ۱۲ - اور یونانیوں میں سے بھی بہت سی عزت دار عورتیں اور مرد ایمان لائے ۔ پہلے عورتیں پھر مرد!

اتھینے :- اعمال ۱۷ : ۳۴ - چند آدمی ... ایمان لے آئے۔ اُن میں ... دمرس نام ایک عورت تھی۔"

کرنتھس :- اعمال ۱۸ : ۲ - میں پرسکلہ کا ذکر ہے اور اکثر نئے عہدنامہ میں اُس کا نام اُس کے شوہر کے نام سے پہلے آتا ہے۔ اُس نے اپلوس کو مسیحی کر دیا (اعمال ۱۸ : ۲۶) اُس کی خدمت اور جاں نثاری کی تعریف رومیوں ۱۶ : ۳ تا ۴ میں ملتی ہے۔

رومہ :- رومیوں ۱۶ میں پولس رسول چھبیس لوگوں کے نام سلام لکھتا ہے اُن میں سے آٹھ عورتیں ہیں۔

۱۔ پطرس ۳ : ۱ تا ۲ میں یہ نشانہ پیش کیا گیا ہے کہ مسیحی بیوی اپنے غیر مسیحی شوہر کو جیت لے اور بے شک پطرس ایسے حالات میں لکھ رہا تھا جب کہ عورت شوہر سے پہلے مسیح پر ایمان لائی تھی۔ اسی طرح طرطلیان بیان کرتا ہے کہ جس بُت پرست آدمی کی بیوی مسیحی ہو گئی ہے تو وہ خود دیکھ سکتا ہے کہ اُس کی

زندگی اور چال چلن میں بڑی تبدیلی ہوگئی ہے اور زیادہ آسانی سے جیتا جائے گا۔
ہم نے یہ دیکھا ہے کہ فرانسس میں کلودس بادشاہ کی بیوی مسیحی تھی اور بعد میں بادشاہ بھی مسیحی بنا۔ اسی طرح انگلستان میں کینٹ کے بادشاہ کی مسیحی بیوی نے پہلے مشنریوں کی بہت مدد کی اور آخر کار اُس کا شوہر مسیحی ہوگیا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ سادہ لوح مسیحی اکثر عورتوں کے پاس جایا کرتے تھے تاکہ اُن کو جیت لیں۔ بہت سے مسیحی شہدا عورتیں تھیں اور پانچویں باب میں ہم گال کی ایک بہادر لونڈی بلندینہ[1] اور نجران کی عرب مسیحی خواتین کے بارے میں پڑھیں گے۔ ایک فیلسوف بنام لبانیس[2] نے کوشش کی کہ اُس کا شاگرد یوحنا اس کی طرح غیر مسیحی استاد اور مقرر بن جائے۔ جب اُس کی ماں کے اثر سے یوحنا کا بپتسمہ ہؤا اور وہ دنیا کو ترک کرنے لگا تو لبانیس نے کہا:

"ارے، تم مسیحیوں کی عورتیں کتنی عجیب ہیں!"

بعد میں تو بے شک یوحنا بڑا مقرر ہؤا، بلکہ مسیحی مقرر جس کو لوگ فم الذہب (سنہری زبان) کہتے ہیں۔ یہ تقریباً ۳۶۵ء کی بات تھی۔ ایک اور بڑے مسیحی رہنما کی تبدیلی ۳۸۶ء میں ہوئی یعنی اوگسطین کی۔ اس سے کئی سال پہلے ایک بشپ نے اوگسطین کی ماں مونیکا سے کہا تھا:

"اپنی راہ لیں۔ آپ کی حیات کی قسم یہ ناممکن ہے کہ آپ کے ان آنسوؤں کا فرزند ہلاک ہو جائے۔"

سوال برائے نظرِ ثانی

انجیل کی اشاعت میں عورتوں نے کن کن طریقوں سے حصّہ لیا؟ کیا آج کل پاکستان میں مسیحی عورتیں بشارت میں نمایاں حصّہ لیتی ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

۵۔ تبدیل شدہ زندگیوں کے وسیلہ سے تبلیغ

جیسے کہ پہلے باب میں ہم دیکھ چکے ہیں ابتدائی کلیسیا کی دنیا اخلاقی طور پر بہت

۱۔ Blandina ۲۔ Libanius

ہی گری ہوئی تھی اور بد چلنی ہم جنس پسندی ، طلاق ، اُن بچوں کا قتل جن کی ضرورت نہ سمجھی جاتی تھی ، اور ہر طرح کی خود غرضی اور حسد سماج میں عام تھے ۔ رومیوں ۱ : ۲۸ تا ۳۲ اُس زمانہ کی ایک سچی تصویر ہے اور پولس رسُول اِس لیے اپنے خطوط میں پاک مسیحی چال چلن پر بار بار زور دیتا ہے ۔ حقیقت میں مسیحی لوگوں کی زندگیاں اوروں سے مختلف تھیں اور اُن کی طرزِ زندگی بھی ایک زبردست تبلیغی وسیلہ بن گیا ۔ جسٹن شہید نے یوں لکھا ۔

"ہم جو پہلے بد چلنی میں خوش ہوتے تھے ، اب پاکیزہ زندگیاں گزارتے ہیں ۔ ہم جو جادو کیا کرتے تھے اب اپنے آپ کو بھلے اور خالق خدا کے لیے مخصوص کر چکے ہیں ۔ ہم جو امیر ہونے کو پسند کرتے تھے اب اپنی تمام دولت ایک مشترکہ خزانہ میں لاتے ہیں ، اور اُس میں سے محتاجوں کو دیتے ہیں ۔ ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے اور ایک دوسرے کو قتل کر ڈالتے تھے ، اور اجنبی لوگوں کے ساتھ جن کے دستور مختلف تھے مل کر نہیں رہ سکتے تھے ، اب مسیح کے ظہور کے وقت سے ہم ایک ہی طرزِ زندگی میں شامل ہو گئے ہیں ۔ ہم اپنے دشمنوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور جو ہم سے نفرت کرتے ہیں اُن کو ہم جیتنے کی کوشش کرتے ہیں ۔ مسیح نے ہمیں تاکید کی صبر اور نرمی کرکے ساتھ سب لوگوں کو شرمندگی اور برائی کی راہ سے پھیر دیں اور یہ ہم اُن بہت سے لوگوں کے بارے میں بتا سکتے ہیں ، جو ہم سے ملے اور جن کے ظلم اور سخت رویے بدل گئے ۔ وہ یا تو اپنے ہمسایوں کی زندگیوں کی شرافت اور نیکی کو دیکھ کر مغلوب ہو گئے ہیں یا اپنے اُن ہم سفروں کا حیران کُن صبر دیکھ کر ، جن پر ناجائز ظلم کیا جاتا تھا یا اُن لوگوں کے آزمائے جانے پر غور کرنے سے ، جو اُن کے ساتھ کسی کاروبار کے سلسلہ میں متعلق تھے ۔"

مسیحی لوگ نہ صرف امتیازی زندگی بسر کرتے تھے ، بلکہ ساتھ ہی اپنے ایمان کی خاطر شہید ہونے کے لیے تیار تھے ، اور یہ گواہی بہت مؤثر ہوئی ۔

سوال برائے نظرِ ثانی

ابتدائی کلیسیا میں مسیحی چال چلن کیوں اور کس طرح تبلیغ کا وسیلہ بن گیا ؟

کیا آج کل پاکستان میں مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے چال چلن میں نمایاں فرق ہے؟
اور کیا وہ باعث منادی ہے؟

۴۔ متلاشیوں اور نومریدوں کی تعلیم و تربیت

دیباچہ

رسولوں کے اعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ تبدیلی کے فوراً بعد نومرید کا بپتسمہ ہوا کرتا تھا۔

مثلاً اعمال ۸: ۳۶ اور ۳۸ میں یوں ذکر ہے کہ حبشی خوجہ کو انجیل سنانے کے بعد وہ

"راہ میں چلتے چلتے کسی پانی کی جگہ پر پہنچے۔ خوجہ نے کہا دیکھو پانی موجود ہے۔ اب مجھے بپتسمہ لینے سے کونسی چیز روکتی ہے؟ پس اُس نے رتھ کو روکنے کا حکم دیا، اور فلپس اور خوجہ دونوں پانی میں اُتر پڑے اور اُس نے اُس کو بپتسمہ دیا۔"

اسی طرح جب پطرس نے کرنیلیس کے سامنے انجیل کی منادی کی اور سننے والوں پر رُوح القدس نازل ہوا تو پطرس کہنے لگا،

"کیا کوئی پانی سے روک سکتا ہے کہ یہ بپتسمہ نہ پائیں؟"

(اعمال ۱۰: ۴۷)۔

اور فلپی میں داروغہ کا بپتسمہ اُسی رات ہوا، جب وہ مسیح پر ایمان لایا۔

(اعمال ۱۶: ۳۳)۔

تاہم دوسری صدی اور اس کے بعد کی کلیسیا نے اکثر بپتسمہ دینے سے پہلے تیاری کا لمبا عرصہ طلب کیا۔ آج کل پاکستان میں عموماً متلاشیوں کو کم از کم تین مہینے تک تعلیم حاصل کرنی پڑتی ہے، اس سے پہلے کہ کلیسیا اُن کو بپتسمہ کے لیے تیار سمجھتی ہے۔ البتہ بعض کا یہ خیال ہے کہ نئے عہدنامے کے مطابق آج کل بپتسمہ جلدی دینا چاہیے۔ بے شک یہ سوال غور طلب ہے۔

ہپالیت کا بیان قریباً ۲۰۰ء

کتاب بنام "رسُولی روایت"[1] قریباً ۲۰۰ء کا بیان ہے جس میں ہپالیت اُس وقت کی رومی کلیسیا کے دستور پیش کرتا ہے۔ اس میں زیادہ تر ذکر متلاشیوں کے آزمانے پر ہے، نہ کہ اُن کی طرزِ تعلیم پر۔ ہر ایک نومرید کے لیے ایک مسیحی ضامن دینی ماں باپ کا ہونا ضروری ہے۔

"نومرید جو کہ کلام کے سامعین[2] ہونے کے لیے قبول ہونے والے ہیں، جماعت کے اکٹھے ہونے سے پہلے اُستادوں کے پاس لائے جائیں۔ اُن کی تفتیش کی جائے کہ تم کیوں مسیح پر ایمان لائے ہو۔ اُن کے ضامن شہادت دیں کہ وہ کلام سننے کے لائق ہیں۔ پھر پوچھا جائے کہ اُن کی طرزِ زندگی کیسی ہے، کیا آدمی شادی شدہ ہے؟ کیا وہ غلام ہے؟ اگر وہ کسی مسیحی کا غلام ہو اور اس کا مالک اجازت دے تو وہ قبول کیا جائے۔ لیکن اگر اُس کا مالک سفارش نہ کرے تو وہ نامقبول ٹھہرے۔ اگر اُس کا مالک غیر مسیحی ہو تو غلام کو یہ سکھایا جائے کہ وہ اپنے مالک کو خوش کرے تاکہ کلام بدنام نہ ہو۔

اگر آدمی یا عورت شادی شدہ ہوں (تو اُن کو سکھانا کہ وہ ایک دوسرے کو عزیز رکھیں) لیکن اگر آدمی مجرد ہو تو وہ شادی کرلے یا اپنے آپ پر ضبط کرے تاکہ ناپاکی سے پرہیز رہے۔ اگر کسی میں بدرُوح ہو تو پہلے بدرُوح نکال جائے پھر آدمی سامع ہونے کے لیے قبول ہو۔"

پیشہ کے بارے میں تفتیش کرنا ہوگا۔ جو لوگ بُرے پیشہ کے ہوں یا ایسے پیشے جن کا لازمی حصّہ دیوتاؤں کی پوجا ہو (مثلاً فوجی افسر، سپاہی، سرکاری حاکم وغیرہ) تو اُن کو نیا پیشہ اختیار کرنا ہوگا۔ سنگ تراش کو بت تراشی سے باز آنا ہوگا۔ اگر ایک خریدی ہوئی لونڈی اپنے غیر مسیحی مالک کی وفادار آشنا ہو، تو مقبول ہو لیکن اگر متلاشی کی آشنا ہو تو آدمی یا تو شادی کرے یا نامقبول ہو۔

متلاشی تین سال تک سامعین کی صورت میں کلام سنیں البتہ

---

[1] Apostolic Tradition

[2] "Hearers"

اگر کوئی شوق سے آگے بڑھ جائے تو وقت کا سوال نہیں۔ بلکہ چال چلن فیصلہ کن ہوگا۔

"جب اُستاد تعلیم دے چکے تو متلاشی علیحدہ جگہ میں دعا کریں گے ایمانداروں کے ساتھ۔ دعا کے بعد اُن کو رخصت کیا جائے۔"

پھر بعد میں وہ جو بپتسمہ کے لیے عنقریب تیار ہیں، دوسرے متلاشیوں سے علیحدہ کیے جائیں، اور انجیل کی خاص تعلیم سُنیں۔ غالباً یہ آخری تعلیمی سلسلہ قریباً چھ ہفتے کا ہوتا تھا۔ ہپالیت کے بیان سے ہم یہ اقدام اخذ کر سکتے ہیں:-

(۱) امتحان اور تفتیش۔ ضامن کی تصدیق۔

(۲) سامعین کا تعلیمی سلسلہ (تین سال تک یا اس سے کم)

(۳) امتحان اور تفتیش۔ ضامن کی تصدیق۔

(۴) بپتسمہ کی تیاری کا تعلیمی سلسلہ (چھ ہفتے)

(۵) بپتسمہ

اوریجن قریباً ۲۴۰ء

اوریجن نے قیسس کی تردید میں "مسیحیت کے طالبوں کو تعلیم دینے کا کوئی سلسلہ وار بیان نہیں کیا لیکن اُس کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ متلاشی سامعین کی جماعت میں داخل کیا جائے، اُس کی زندگی اور چال چلن کے متعلق تحقیقات کی جاتی تھی، اور کلیسیا کا ان کی خلوص دلی کے بارے میں مطمئن ہونا ضرور تھا۔ غالباً دو جماعتیں تھیں، ایک متلاشیوں کے لیے اور دوسری بپتسمہ یافتہ نومریدوں کے لیے۔ یہ سلسلہ مہینوں چلتا تھا۔ یہ تعلیم نئے اور پُرانے عہدنامہ کی تفسیر اور تشریح پر مبنی تھی اور اُس میں سکھایا جاتا تھا کہ اصنام پرستی گناہ ہے۔ خدا کو جاننے، مسیح کو خالق اور موعودہ منجی سمجھنے، اور اُس کی پرستش کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ فرشتوں، شیاطین اور اخلاقیات کے متعلق تعلیم دی جاتی تھی۔ نیز رسُولی کلیسیا کا مسئلہ اور دعا مانگنے کے طریقے بھی تعلیم میں شامل تھے۔

لکطانطیس قریباً ۳۰۰ء

لکطانطیس اس بات کو پیش کرتا ہے کہ اصنام پرستوں کی تعلیم و تربیت

میں تین اقدام لازمی ہیں:

۱۔ "جھوٹے مذاہب کو پورے طور پر سمجھنا اور ہاتھ سے بنائے ہوئے دیوتاؤں کی پرستش کی ناپاکی کو چھوڑنا"۔

۲۔ "اپنی عقل سے اس حقیقت کو سمجھنا کہ خدا ایک ہی ہے، سب سے بلند و بالا ہے اور اس کی اپنی قدرت اور اپنی مرضی کی بدولت ابتدا میں اس دنیا کی تخلیق ہوئی۔ خدا اب بھی مستقبل کی طرف کائنات کی راہبری کرتا ہے"۔

۳۔ "خدا کے خادم اور پیغمبر کو جاننا جسے اُس نے اپنا ایلچی بنا کر دنیا میں بھیجا (یعنی یسوع)"۔

قورلوس[ط] از یروشلیم۔ قریباً ۳۴۸ء عقیدہ کا استعمال

قریباً ۳۵۰ء تا ۳۸۶ء، قورلوس یروشلیم کا بشپ رہا۔ وہ باقاعدگی سے متلاشیوں کو عیدِ قیامت کے موقعہ پر بپتسمہ دیا کرتا تھا۔ اُن کی تیاری کے لیے اُس نے بشپ بننے سے پہلے قریباً ۳۴۸ء میں چوبیس اسباق کا سلسلہ تیار کیا۔ اور اُسے نہ صرف زبانی پیش کیا بلکہ بطور کتاب بھی شائع کیا۔ تعلیمی سلسلہ کا ایک ضروری حصہ قورلوس کی تیار کردہ عقیدہ کو حفظ کرنا تھا، جو کہ قریباً انہی الفاظ میں تھا، جس کو آج کل ہم نقایہ کا عقیدہ کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں قورلوس نے یوں ہدایت کی:

> "چونکہ تمام اشخاص پاک صحائف کا مطالعہ نہیں کر سکتے، اس لیے کہ کچھ تو اپنی اونیٰ تعلیم کو ان کے جاننے میں سدِ راہ دیکھتے ہیں، اور دوسروں کو فرصت ہی نہیں ملتی۔ لہٰذا ہم نے اس ایمان کی تمام تعلیم کو چند سطور میں جمع کر لیا ہے، اور میں چاہتا ہوں کہ تم اُس خلاصہ کو میرے ساتھ ساتھ حفظ کر لو، اور آپس میں اُسے بڑی محنت اور ہوشیاری سے بار بار دہراؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام عمر تم اُس کو ذخیرہ کے طور پر اپنے پاس رکھو اور اُس کے علاوہ کسی اور

[ط] Cyril of Jerusalem

تعلیم کو قبول نہ کرو۔ اب تم سُنو کہ جب میں عقیدہ کو دُہراتا ہوں تو تم اُسے حفظ کر لو، لیکن وقت آنے پر تمہیں پاک صحائف میں دی ہوئی تمام باتوں کو تصدیق کروا کر یہ سب کچھ تفصیل سے سکھایا جائے گا۔"

تھیودوراز مپسوئیسطیہ قریباً سنہ ٤٢٠ء دُعائے ربانی پر تعلیم

جیسے کہ ہم دیکھ چکے ہیں (صفحہ ٤٤) سنہ ٤٧٠ء میں تھیودور کی چند کتب کو سریانی زبان میں ترجمہ کر کے فارس کے مطران معنا نے ہندوستان کی کلیسیاؤں کو بھیجا۔ ان کتب میں تھیودور کے وہ اسباق ضرور شامل تھے جو کہ اُس نے بپتسمہ کی تیاری کے سلسلہ میں دیئے۔ پہلے اُس نے عقیدہ پر بارہ اسباق دیئے۔ وہ اسباق مختصر تر تھے لیکن تعلیم کافی مشکل اور غور طلب تھی۔ (ان سے کچھ اقتباسات چوتھے باب کے حصہ سوم میں "نسطوریت" کے عنوان کے تحت پیش کیے جا چکے ہیں)۔ پھر چھ لمبے لیکن سادہ اسباق ہیں جن کے مضامین دعائے ربانی بپتسمہ اور عشائے ربانی ہیں۔ بپتسمہ اور عشائے ربانی کے متعلق تھیودور پہلے ساکرامنٹ کے معنوں کی تشریح کرتا ہے اور پھر قدم بہ قدم بپتسمہ اور پاک عشاء کی عبادتوں کی ترتیب سمجھاتا ہے۔ دُعائے ربانی کی تشریح عملی پہلو پر زور دیتی ہے۔ اگر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں تو دُعا کرنا بے فائدہ ہے!

"جو کوئی اپنے فرائض پر غور کرنے کو تیار ہو اُسی کے واسطے ہر دُعا اچھا چال چلن سکھاتی ہے کیونکہ ہمارا یہ مقصد ہے کہ ہمارے مانگنے کے مطابق ہمارے کام بھی ہوں۔ جو کوئی چاہے کہ خدا کو خوش کرے وہ سب سے زیادہ دعا میں لگا رہے گا۔ جو نیکی کے بارے میں بے پروا ہو اور خدا کو خوش نہ کرنا چاہتا ہو، وہ دعا میں سُست ہو گا۔

"جس کو ہم بہت ہی عزیز سمجھتے ہیں، اُس سے ملنا، اُس کے ساتھ کام میں شریک ہونا، اور اسے گفت و شنید کرنا پسند کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے پولس رسول ہمیں ہدایت دیتا ہے کہ بلاناغہ دعا کرو،[1] تاکہ دعا کرنے سے ہمارے دلوں میں خدا کی محبت اور

---

[1] ١ تھسلنیکیوں ٥ : ١٧

اُس کو خوش کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ہمارے خداوند نے بھی دعا کرنے میں کافی شوق دکھایا۔

"جنہوں نے اُس پاک رُوح کو پا لیا جس کے وسیلے سے اُن کی بقا کی پکی اُمید ہے اُن کے لیے واجب ہے کہ اس دُنیا میں رہتے وقت رُوح میں زندگی بسر کریں۔ اپنے آپ کو رُوح کے سُپرد کریں۔ اور ایسا مزاج رکھیں جو اُن لوگوں کی آزادی کے مطابق مناسب ہو جو رُوح کی ہدایت سے چلتے ہیں۔ چاہیئے کہ وہ گناہ کے سب کاموں سے بھاگ کر ایک ایسا چال چلن حاصل کریں جو روحانی شہریت کے لائق ہو۔"

دعائے ربّانی کے دیباچہ کے بارے میں یعنی "اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے" سینٹ تھیوڈور کی تعلیم یوں ہے:

"میں تمہیں یہ نہیں سکھاتا کہ 'ہمارے خداوند' یا 'ہمارے خدا' مانگو بلکہ 'ہمارے باپ'۔ تاکہ جب ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہمیں آزادی اور بلند جلوا حاصل ہو چکا ہے تو ہم آخر تک اُس کے موافق چلتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اُس خداوند کے فرزند کہلاتے ہیں جو نہ صرف سب مخلوقات کا بلکہ خاص کر ہمارا خداوند ہے۔

"میں یہ نہیں چاہتا کہ تم 'میرے باپ' کہو بلکہ 'ہمارے باپ' کیونکہ وہ سب کا باپ ہے۔ اور اُس کا فضل جس کی بدولت ہم کو لے پالک بیٹے ہونے کا درجہ ملا ہے سب کے لیے ہے۔ چنانچہ تم پر نہ صرف یہ عائد ہے کہ خدا کے سامنے واجب نذرانہ پیش کرو بلکہ یہ بھی کہ ایک دوسرے کے ساتھ رفاقت رکھا کرو کیونکہ تم سب بھائی ہو اور ایک ہی باپ کے فرزند۔

"میں نے یہ بھی کہا 'تو جو آسمان پر ہے' تاکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے اُس آسمانی زندگی کی تصویر پیش کی جائے، جس میں شامل ہونے کا شرف تم کو بخشا جا چکا ہے۔ جس حال میں کہ تم کو لے پالک بیٹے کا درجہ ملا ہے، تم ضرور اُس آسمان میں رہو گے جو خدا کے بیٹوں کے لیے مناسب سکونت گاہ ہے۔"

دعائے ربانی کے سبق کے آخر میں تقید دو یہ پیش کرتا ہے کہ باپ دادوں سے یہ دستور ہم تک پہنچا ہے کہ جو بپتسمہ لینا چاہتے ہیں وہ نہ صرف عقیدہ بلکہ دعائے ربانی حفظ کریں اور سمجھیں کہ " دعا کے وسیلہ سے وہ اِس دنیا میں رہتے ہی آسمانی زندگی میں حصہ دار ہو جائیں "۔

اخلاقی تعلیم۔ دس احکام پہاڑی وعظ وغیرہ

بپتسمہ کی تیاری میں اخلاقی تعلیم بھی شامل تھی۔ پولس رسول کے ہر ایک خط میں، تعلیم و مسائل کے بعد اخلاقی تعلیم بھی پائی جاتی ہے۔ علما کی رائے یہ ہے کہ جو انفرادی تعلیم افسیوں، کلسیوں اور ۱۔ پطرس میں طرح طرح کے لوگوں کو دی جاتی ہے (مثلاً مالک، نوکر، میاں بیوی، باپ بیٹا)، بپتسمہ کی تیاری کے ایک نصاب سے اخذ کی گئی ہے۔

د۔ تعلیم الرسل :۔

تعلیم الرسل کے پہلے پانچ ابواب ایک تعلیمی نصاب ہیں جس کا عنوان ہے " دو راستوں کا بیان " یہ نصاب بھی کسی نہ کسی حد تک برنباس کے خط (ابواب ۱۹ اور ۲۰) میں پایا جاتا ہے۔ اِس میں ہم ایسی اخلاقی تعلیم دیکھتے ہیں جو کہ دس احکام اور مسیح کے دو احکام پر مبنی ہے۔ البتہ وہ اس زمانے کے ماحول کے مطابق بھی ہے۔ تعلیم الرسل میں چند نصیحتیں یوں ہیں :۔

" بنی نوع انسان کے لیے دو راستے ہیں، ایک زندگی کا، اور دوسرا موت کا "۔ زندگی کی راہ یہ ہے :۔

" اوّل تو خدا کو پیار کر جو تیرا خالق ہے۔ دوم۔ اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ، اور جو سلوک تو چاہتا ہے کہ تجھ سے نہ کیا جائے تو دوسروں کے ساتھ بھی ویسا نہ کر۔ جو تم پر لعنت کرتے ہیں اُن کے لیے برکت چاہو، اور اپنے دشمنوں کے لیے دعا کرو۔ تنی اور جسمانی شہوتوں سے پرہیز کرو۔ ہر ایک جو تجھ سے مانگتا ہے تو اسے دے اور پھر اُس سے واپس مت مانگ کیونکہ خدا باپ چاہتا ہے کہ اپنی ہی نعمتوں میں سے ہم سب کو دیں۔

اِس تعلیم کا دُوسرا حکم یہ ہے :۔

" تُو خون نہ کر ، تُو زنا نہ کر ، تُو ہم جنس پسندی نہ کر ، تُو چوری نہ کر ، تو جادُو منتر نہ کر ، تُو اسقاطِ حمل نہ کر ، اور نوزائیدہ بچے کو قتل نہ کر ، تُو اپنے پڑوسی کے مال کا لالچ نہ کر ، جُھوٹی گواہی نہ دے ، کِسی کے متعلق بُری باتیں نہ کہہ ۔ کِسی سے کینہ نہ رکھ ۔ تیری بات جھوٹی اور خالی نہ ہو بلکہ عمل میں لائی جائے ۔ نہ لالچی بن ، نہ ریاکار ، نہ مکّار ، نہ بدمزاج اور نہ مغرور ۔ کِسی آدمی کو حقیر نہ جان ۔ تجھے چند ایک کو ملامت کرنا ہو گی لیکن بعض کے لیے دعا بھی مانگنا پڑے گی اور بعض کو اپنی جان سے زیادہ پیار کرنا ہو گا ۔"

" اَے میرے بچے ہر ایک بُرائی سے باز رہ ، غصہ ور نہ بن ، نہ شہوت پرست ، نہ بیہودہ گو ، نہ ساحر نہ جادوگر ، نہ جھوٹا ، نہ زر دوست نہ بڑبڑانے والا کیونکہ یہ کفر تک پہنچاتا ہے بلکہ حلیم ہو ۔ بردبار ، اور رحم دِل ، خاموش طبیعت اور نیک ، تُو راستبازوں اور فروتنوں کے ساتھ دوستی رکھ ، جو حادثات تجھ پر پڑیں اُن کو خدا کی طرف سے بھلا سمجھ کر قبول کر ، یہ جان کر کہ کوئی بات خدا کی مرضی کے بغیر واقع نہیں ہوتی ۔"

" اے میرے بچے رات دن اُس کو یاد کر جو تجھ سے خدا کے کلام کی باتیں کہتا ہے ۔ تُو اُس کی تعظیم کر اور ہر روز مقدسوں کی رفاقت کا جویاں رہ تاکہ تُو اُن کے کلام سے تسلّی اور آرام پائے ۔ تفرقہ مت ڈال بلکہ جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں اُن کے درمیان صلح کرواؤ ۔ تُو لینے کے لیے ہاتھ پھیلانے والا دینے کے لیے ہاتھ کھینچ لینے والا مت بن ۔ دینے میں پس و پیش نہ کر اور جب دے چکے تو مت بڑبڑا ۔ اپنے بیٹے یا اپنی بیٹی سے دستبردار نہ ہو بلکہ اُن کے بچپن ہی سے اُن کو خدا کے خوف کی تعلیم دے ۔ تُو تلخ مزاجی سے اپنے غلام یا لونڈی پر حکومت مت چلا ، ایسا نہ ہو کہ وہ اُس خدا کا خوف نہ رکھیں جو تم دونوں پر حکمران ہے کیوں کہ وہ لوگوں کو اُن کی بلندی یا پستی کے معیار کو مدِ نظر رکھ کر نہیں بلاتا ،

اور نہ ہی کسی امتیاز کی بنا پر اُن کے پاس آتا ہے، بلکہ وہ اُن سب کو بلاتا ہے جنہیں رُوح نے تیار کیا ہے۔ اور تم جو نوکر ہو اپنے اپنے مالکوں کے تابع رہو۔

" خداوند کے حکموں کو ترک مت کر بلکہ جو باتیں تو نے حاصل کی ہیں انہیں محفوظ رکھ۔ تُو کلیسیا کے سامنے اپنی خطاؤں کا اقرار کر اور عبادت میں جاتے ہوئے ضمیر کی پاکیزگی کا خیال رکھ کیونکہ زندگی کی راہ یہی ہے۔"

ب۔ افراہاط[1]:-

کلیسیائے مشرق میں افراہاط کی تحریرات میں ایک مختصر عقیدہ ہے جس کا اقتباس چوتھے باب کی فصل دوم میں ملے گا اور اس کے فوراً بعد ایک اخلاقی خلاصہ۔

گو افراہاط نے ۳۳۶ء میں اِن کو قلمبند کیا لیکن غالباً وہ اِس سے زیادہ پُرانے ہیں۔ اخلاقی ہدایات یُوں ہیں:-

" انسان کو لازم ہے کہ اپنے آپ کو گھڑیوں، سبتوں، مہینوں اور خاص وقتوں کے ماننے سے باز رکھے۔ اُسے چاہیئے کہ ہر قسم کے سحر یا جادُو، غیب بینی، نجوم، جوتش اور افسونگری سے پرہیز کرے۔ حرام کاری، عیش وعشرت، اور فضول تعلیم اور اُس شریر کے ہتھیاروں سے بچا رہے، خوشامدانہ الفاظ کے جال، ہر طرح کے کفر اور زناکاری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے، کوئی شخص جھوٹی گواہی نہ دے اور دو غلا پن نہ کرے۔

" یہ ایمان کے وہ کام ہیں جو اُس سچی چٹان پر قائم کیے گئے ہیں، جو مسیح موعود ہے، جس پر پُوری عمارت تعمیر کی جاتی ہے۔"

وہ اِن بُرائیوں اور آزمائشوں کا خاص ذکر کرتا ہے جو مشرق اور ایرانی ماحول کے مطابق تھے۔

---

[1] Afrahat (Aphraates)

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

(۱) کیول سنگھ   رسُولی بزرگ   صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۸ اور ۱۶۹ تا ۱۷۸

(۲) بشارتی بورڈ، ڈبلیو۔ پی۔ سی۔ سی۔ دورِ حاضرہ میں بشارت صفحہ ۱۱۵ تا ۱۲۶

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ بپتسمہ دینے میں پہلی اور دوسری صدیوں کی کلیسیاؤں میں کیا فرق تھا؟ آپ کا کیا خیال ہے کہ بپتسمہ فوری دینا چاہیئے یا طویل تیاری کی ضرورت ہے؟

۲۔ متلاشیوں کے جانچنے کے بارے میں ہم نے ہپالیتس اور رفیق سے کیا سیکھا ہے؟ کیا آج کل اِس قسم کی جانچ پڑتال کی ضرورت ہے؟ کیا آج کل کوئی ایسے پیشے ہیں جن کو ایک مسیحی کو اپنانا نہیں چاہیئے؟

۳۔ متلاشیوں کی تیاری میں ابتدائی صدیوں کی کلیسیا نے عقیدہ، دُعائے ربانی اور دس احکام کا کہاں تک استعمال کیا؟

۴۔ اصنام پرستوں کی تعلیم و تربیت کے لیے لکطانطیس کے تین اقدام کیا کیا تھے؟ آپ کی دانست میں مسلمان متلاشیوں کی تعلیم و تربیت میں کون سے اقدام ہونے چاہئیں؟

۵۔ متلاشیوں کی تعلیم و تدریس کے بارے میں ایک مضمون لکھیں اور اُس میں ایک تعلیمی سلسلے کا خلاصہ شامل کریں۔

فصل سوم

چند تبدیلیاں

ابتدائی صدیوں میں غیر مسیحی لوگ کیوں اور کیسے مسیحی ہو گئے؟ مسیحیت میں کونسی کشش تھی، جس نے اُن کو تائل کیا؟ بے شک ہمیں اِن سوالات کا جواب کسی نہ کسی طرح ظاہر ہونے لگتا ہے۔ تاہم بات زیادہ عیاں ہوگی جب کہ ہم چند انفرادی تبدیلیوں پر غور کریں۔ ان میں ہم بیرونی اور اندرونی باتوں کا ذکر کریں گے اور معلوم کریں گے کہ خدا نے کس طرح حالات کے وسیلہ سے اپنی خواہش اور جستجو کے جواب میں، یا مسیحیوں کی وفاداری اور گواہی سے، یا عجیب نشانوں سے یا کسی اور طرح سے موثر کام کیا۔

۱۔ یوسطین شہید، قریباً ۱۳۰ء

یوسطین شہید کی تبدیلی ایک طویل جستجو کا نتیجہ تھی لیکن ساتھ ہی اس میں ایک عمر رسیدہ مسیحی کی دلائل اور گواہی کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ جوانی ہی سے یوسطین کو یقین تھا کہ فلسفہ ہی وہ وسیلہ ہے، جس کی بدولت ہم خدا کے پاس آ سکتے ہیں۔ پہلے وہ ایک ستوئکی[1] کا شاگرد بن گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد اُستاد نے کہا کہ میں خدا کی ضرورت محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی مسئلہ خدا کو فلسفہ کا لازمی حصہ سمجھتا ہوں۔ لہٰذا یوسطین اُسے چھوڑ کر ایک ارسطالیشی[2] کے پاس گیا۔ لیکن جب وہ اُجرت مانگنے لگا تو یوسطین اس بات کا قائل ہو گیا کہ وہ خلوص دل نہ تھا۔ پھر وہ ایک فیثاغورثی[3] کے پاس گیا۔ فیثاغورثی نے پوچھا کیا تم نے موسیقی اور فلکیات اور علم ہندسہ کا خوب مطالعہ کیا ہے؟ جب یوسطین نے جواب دیا کہ

۱ـ Stoic ۲ـ Aristotelian ۳ـ Pythagorean



کلید:-
۱ - یوسطین شہید
۲ - طرطلیان
۳ - بردیصان
۴ - گریگوری صاحب کرامات
۵ - باسیل
۷ - اوگسطین

مجھے اُن سے واقفیت نہیں، تو فیلسوف نے اُسے شاگرد بننے نہ دیا۔ آخر میں وہ ایک فلاطونی[1] کے پاس گیا اور وہاں اُسے کچھ نہ کچھ تسلی ہونے لگی کہ اب میں خدا کو جان جاؤں گا اور مجھے اُس کی رویا جلدی نصیب ہوگی۔

اسی خیال سے یوسطین ایک دن سمندر کے کنارے سیر کرنے کے لیے گیا تاکہ خلوت میں خدا پر غور و خوض کر سکے۔ وہاں ایک عمر رسیدہ آدمی اُس سے بات چیت کرنے لگا۔ وہ دلیلیں پیش کرنے لگا کہ ہم فلسفہ کے وسیلہ سے خدا کی واقفیت حاصل نہیں کر سکتے۔ اُس کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ خود خدا کی نزدیکی کو شخصی طور پر جانتا تھا۔ چنانچہ یوسطین پوچھنے لگا کہ آیا وہ کسی اُستاد کا نام بتا سکتا ہے۔ بزرگ نے یوں جواب دیا۔

"میرے زمانے میں ایسے لوگ تھے، جو فلاسفہ سے قدیم مبارک، راستباز اور خدا کے عزیز تھے۔ وہ الٰہی رُوح سے کلام کرکے اُن باتوں کی پیشین گوئی کرتے تھے، جو حال میں وقوع پذیر ہو رہی ہیں۔ ہم اُن کو انبیاء کہتے ہیں۔ اُنہی نے حقیقت کو پہچان کر آدمیوں میں اِس کا چرچا کیا تھا۔ اُن کی تحریرات آج تک مل سکتی ہیں اور جو کوئی اُن کا مطالعہ کرے گا، وہ بنیادی اصولات اور علم الآخرت کے بارے میں ضرور منوّر ہوگا۔ ساتھ ہی یہ انبیاء اِس لیے قابلِ یقین ہیں کہ انہوں نے معجزے دکھائے اور خدا کا جلال ظاہر کیا، اور اُس مسیح کی پیشین گوئی کی، جو خدا کی طرف سے آنے والا تھا اور جو اُس کا بیٹا ہے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تم دعا کرو کہ تمہارے لیے نور کے پھاٹک کھل جائیں، کیونکہ وہ باتیں تب سب پر عیاں اور قابلِ سمجھ بن جاتی ہیں جبکہ خدا اور اُس کا مسیح کسی شخص کو عرفان عطا فرماتا ہے۔"

بزرگ نے بہت اور باتوں کا ذکر بھی کیا۔ تب وہ چلا گیا اور یوسطین نے پھر اُسے نہ دیکھا۔ لیکن یوسطین پر گہرا اثر پڑا۔

"فوراً میری رُوح میں آگ سی لگ گئی۔ مجھے نبیوں کے لیے

---

[1] Platonist

اور مسیح کے دوستوں کے لیے بڑی خواہش پیدا ہوئی ، اور جب
میں اُس بزرگ کی باتوں پر غور کرنے لگا تو میں نے یہ معلوم کیا کہ اُن
ہی میں واحد اور سچا فلسفہ ملتا ہے چنانچہ اِسی سے آج میں فیلسوف
ہو گیا ہوں ۔"

ایک اور بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسطین مسیحی شہیدوں کے ایمان اور مستقل مزاجی سے بھی متاثر ہوا۔

۲- ططیان "اسوری" - قریباً سن ۱۵۰ء

ططیان جو بعد میں مجموعۂ اناجیل کا مصنف بن گیا (دیکھیں صفحہ نمبر ۲۲) یوسطین کی طرح ایک طویل تلاش کے بعد مسیح تک پہنچا۔ پارتھی حکومت سے وہ رومی حکومت میں آیا، اور وہاں اُن بت پرست "بھیدوں" کے رسوم میں باضابطہ شریک ہوا جو اُس زمانہ میں رائج تھے۔ مگر اُن سے اُسے تسلی نہ ملی۔ (اُن رسومات میں سے ایک یہ تھی کہ پرستار ایک گڑھے میں کھڑا ہو جائے اور اُوپر ایک بیل ذبح ہو اور اُس جانور کے خون کے پرستار پر بہنے سے گناہوں کی معافی کی اُمید دلائی جائے)۔ پھر ططیان رومہ میں آیا، جہاں وہ مندروں کے ناقص و قبیح مذہب سے متنفر ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں وہ یوسطین سے ملا۔ البتہ اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُس کو کتابِ مقدس کے کچھ حصے حاصل ہوئے۔

"میں اِس لیے اُن پر اپنا بھروسہ رکھنے لگا کہ اُن کے طرزِ بیان میں کسی قسم کا تکلف نہ تھا اور نہ ہی مصنفین میں کوئی ریاکاری تھی بلکہ وہ سمجھنے میں آسان ہے۔ اُن میں آنے والے واقعات کی پیشین گوئی اور اُمید سے زیادہ اچھے پیغامات ملے۔ اُن کے سارے بیانات میں، مَیں نے ایک واحد بنیادی اصول پایا۔"

ططیان کے لیے مسیحیت کا یہ ایک بہت بڑا فائدہ تھا۔ اصنام پرست کو بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کرنی پڑتی۔ اور بہت ایک جابر سا معلوم ہوتا تھا۔ ططیان نے کہا کہ کتابِ مقدس پڑھنے سے وہ اُس غلامی سے آزاد ہو گیا جو اِس دنیا میں ہے اور اُسے "حکومت والوں سے، ہاں دس ہزار جابر فرمانرواؤں

سے" مخلص ہلی۔

۳۔ بردلیصان۔ ۱۷۹ء

بردلیصان کی تبدیلی کا بیان ایک ایسی کتاب میں ملتا ہے جو کہ واقعہ سے ہزار سال بعد قلمبند ہوا۔ لہٰذا ہم اس پر پورا اعتبار نہیں کرسکتے ہیں۔ تاہم اس میں کچھ حقیقت تو ہوگی۔ بیان یوں ہے کہ جب وہ ۲۵ پچیس سال کا تھا تو وہ ادیسہ میں کسی کام کے لیے آیا۔ وہ گرجا گھر کے پاس سے اُس وقت گزر رہا تھا جبکہ عبادت ہو رہی تھی۔ اُسے بشپ کی بلند آواز سُنائی دیتی تھی۔ بردلیصان سُن کر اتنا قائل ہوا کہ وہ اندر گیا تاکہ مزید دریافت کرے اور اس طرح وہ جو ایک بُت پرست پجاری کا خادم تھا، تبدیل ہو کر مسیحی بن گیا۔

۴۔ گریغوری "صاحب کرامات"۔ ۲۳۴ء

گریغوری پنطس کا باشندہ تھا۔ وہ ایک وکیل بننا چاہتا تھا، اور کشمکش و پیچ میں تھا کہ تعلیم کہاں حاصل کروں، آیا روم میں یا بیروت میں؟ پھر اُس کے بہنوئی کی طرف سے جو کہ یہوداہ کے رومی حاکم کے عملہ میں سے تھا ایک فوجی دستہ آیا تاکہ گریغوری کی بہن کو قیصریہ میں پہنچائے۔ ضرورت سے زیادہ افراد اور سامان کے لیے پروانہ اور گاڑیاں آئیں لہٰذا گریغوری نے فیصلہ کیا کہ میں بھی اپنی بہن کے ہمراہ جاؤں گا، اور قیصریہ میں وکالت کی تعلیم حاصل کروں گا۔ جب وہاں پہنچا تو اُس نے سُنا کہ سب سے مشہور مدرس اوریجن کا ہے۔ وہاں اُس نے منطق، علم ہندسہ، علم طبیعات، علم کیمیا، اخلاقیات، علم ادب، فلسفہ اور آخر میں کلام مقدس اور مسیحی تعلیم و مسائل سیکھ لیے۔ پھر اُس کے دل میں کچھ ہو گیا:۔

"میری رُوح کی گہرائیوں میں گویا ایک چنگاری اُٹھنے لگی، اور یوں میری رُوح میں محبت پر آگ لگ گئی۔ یعنی کلام اللہ کے لیے جو بیان سے باہر اور خوبصورتی کی وجہ سے سب سے دلکش ہے، جو قدوس اور عشق انگیز ہے، محبت اس آدمی کے لیے بھی برپا ہوئی تھی، جو کلام کا دوست اور سفیر تھا۔ محبت سے سخت زخمی

ہو کر میں نے اپنے سب پہلے مقاصد چھوڑ دیے۔ یعنی تعلیم، وکالت وطن، خاندان، خواہ قیصریہ میں یا پنطیس میں۔ میرا ایک ہی نصب العین، ایک ہی جذبہ رہا، یعنی علم الٰہی اور یہ بندۂ خدا جو اس میں ماہر تھا:

تبدیلی کے بعد گریگوری پنطیس میں واپس گیا اور وہاں بہت ہی مؤثر منادی کی۔

۵۔ باسیل ۳۷۵ء

باسیل کپدکیہ کے ایک مسیحی خاندان میں پیدا ہوا لیکن ایتھنے میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ وہاں اُس نے کافی یونانی فلسفہ سیکھ لیا اور جب گھر آیا تو اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھنے لگا۔ ابھی تک اُس کا بپتسمہ نہیں ہوا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک دنیاوی عالم اور جاگیردار بن جائے گا۔ لیکن اُس کی بہن "مکرینہ" نے اُس کو قابو کیا۔ وہ راہبہ تھی اور اُس کے اثر سے باسیل نے دنیا کو ترک کر دیا بپتسمہ لیا، اور ایک راہب خانہ قائم کیا۔ مگر بعد ازاں وہ بشپ بن گیا اور اس نے اپنا مسیحی علم استعمال کر کے بہت کچھ لکھا اور بدعتوں کے مقابلہ میں جد و جہد کی۔

۶۔ وکٹرنیس ۳۶۲ء

وکٹرنیس روما میں فنِ تقریر کا پروفیسر تھا۔ کتابِ مقدس کے پڑھنے سے وہ اس بات کا قائل ہو گیا کہ مسیحیت سچی ہے۔ وہ اپنے بُت پرست دوستوں کو ناراض نہ کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ خفیہ مسیحی رہنا پسند کرتا تھا، اور جب اُس کے مسیحی دوست نے اُس کو ہدایت دی کہ کھُلی گواہی دے، اور عبادت میں آئے تو وہ مسکرا کر جواب دینے لگا کیا کلیسیا عمارت ہی ہے؟" لیکن بعد میں اس نے بپتسمہ لینے کا فیصلہ کیا۔ کسی نے اُس سے کہا کہ شاید یہ ضروری نہ ہوگا کہ بپتسمہ علانیہ روما کی کسی مسیحی جماعت کے سامنے ہو۔ لیکن اُس نے یوں جواب دیا۔

۱۔ Makrina ۲۔ Victorinus

"میں نے علانیہ طور پر ایسے فنِ تقریر پر فخر کیا، جس میں کوئی نجات نہیں۔ کیا میں اب خدا کے کلام کا اقرار کرنے سے شرماؤں گا، جب میں اپنا کلام بار بار پیش کر چکا ہوں؟"

اُس نے ایک بڑی جماعت کے سامنے اپنے ایمان کا اقرار کیا اور روم کے مسیحیوں کی بہت بڑی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۷۔ اوگسطین ۔ ۳۸۶ء

اوگسطین شمالی افریقہ کے ایک شہر میں پیدا ہوا جو قرطاجنہ سے دُور نہ تھا۔ اس کا باپ بُت پرست تھا لیکن ماں مسیحی تھی۔ جب وہ جوان ہُوا، تو وہ مانوی[1] بدعت کا قائل ہو گیا اور کئی سالوں تک اُس کا پیروکار رہا۔ تاہم اُس کو پوری تسلی نہ ہوئی اور جب ایک مانوی عالم بنام فوسطس[2] نے مانا کہ ہم بعض سوالات کے جواب نہیں دے سکتے ہیں، تو اوگسطین نے مانویت کو چھوڑ دیا۔ کافی دیر تک وہ بائبل پڑھنے سے اِس لیے گریز کرتا تھا کہ اُس کی زبان ادبی لحاظ سے ناقص ہے۔ پھر وہ افلاطون کے فلسفہ کا قائل ہُوا لیکن بعد میں اُس نے اپنی شکرگزاری کا اظہار کیا کہ مجھے یہ فلسفہ کسی نہ کسی حد تک مسیحیت کی طرف سے آیا ہے۔

"اُن کی کتابوں میں مَیں نے یہ حقیقت پائی کہ ابتدا میں کلام تھا۔ اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا۔ وہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں اور وہ دنیا میں تھا لیکن دنیا نے اُسے نہ پہچانا۔ البتہ یہ نہیں پایا کہ وہ اپنے گھر آیا اور اُس کے اپنوں نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن جتنوں نے اسے قبول کیا۔ اُس نے انہیں خدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنہیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں اسی طرح مَیں نے پایا کہ کلام نہ خون سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خدا سے پیدا ہُوا، لیکن یہ کہ کلام مجسم ہُوا اور ہمارے درمیان رہا میں نے نہیں پایا!"

1. Manichaean 2. Faustus

افلاطونیت سے اوگسطین نے اصنام پرستی کو چھوڑنا سیکھ لیا اور یہ بھی کہ خدا ایک ہے۔ پھر وہ اطالیہ میں گیا اور وہاں امروز[۱] کے واعظ سننے لگا۔ وہ مسیحیت کی حقیقت سے کافی قائل ہوا اور امروز سے مزید گفت وشنید کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن امروز بہت زیادہ معروف معلوم ہوتا تھا۔ اتنے میں اوگسطین کی اخلاقی زندگی کافی گری ہوئی تھی۔ اُس کی آشنا سے ایک ناجائز بیٹا پیدا ہوا۔ اکثر اُس نے یوں دعا کی "اے خدا مجھے پاک وصاف کر، آج تو نہیں پھر سہی"؟ آخر وہ ایک راہب انتونی کی طرزِ زندگی کا بیان پڑھ کر اس خواہش سے تڑپنے لگا کہ میں بھی ویسا ہی ہو جاؤں۔ وہ ایک باغیچہ میں گیا۔ اُس کے ساتھ اس کا دوست اور شاگرد الیپس[۲] تھا۔ اوگسطین ایک انجیر کے درخت کے نیچے منہ کے بل گر گیا اور دعا مانگنے لگا "اے خدا کب تک، کب تک؟ کل تک، پرسوں تک؟ نہیں! آج کیوں نہیں؟ اسی گھڑی میری ناپاکی ختم کیوں نہ ہو؟" پھر اُس نے کسی لڑکے یا لڑکی کی آواز سنی جو کہتی تھی "اٹھاؤ، پڑھو! اٹھاؤ پڑھو!" یہ سمجھ کر کہ یہ خدا کی طرف سے شخصی پیغام ہے، اوگسطین اُسی کرسی کے پاس گیا۔ جہاں الیپس بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کتابِ مقدس اٹھائی جو رومیوں ۱۳: ۱۳ پہ کھل گئی۔ وہ پڑھنے لگا کہ

"نہ کہ ناچ رنگ اور نشہ بازی سے، نہ زناکاری اور شہوت پرستی سے اور نہ جھگڑے اور حسد سے، بلکہ خداوند یسوع مسیح کو پہن لو اور جسم کی خواہش کے لیے تدبیریں نہ کرو" وہ یوں بیان کرتا ہے:۔

"مجھے اور پڑھنے کی نہ خواہش تھی اور نہ ضرورت۔ پڑھتے ہی اچانک میرے دل میں پورے یقین کی روشنی ڈالی گئی، اور شک کی سب ظلمت غائب ہو گئی۔ پھر میں نے کتاب پر نشان لگایا اور الیپس کو بتانے لگا کہ مجھ پر کیا واقع ہوا۔ اُس نے کتاب دیکھی اور آگے پڑھا۔ لکھا تھا کمزور ایمان والے کو اپنے میں شامل کر لو، (رومیوں ۱۴: ۱)۔ اُس نے سمجھا کہ یہ میرے لیے خدا کا کلام ہے اور وہ مجھے بتانے

۱۔ Ambrose ۲۔ Alypius

"لہٰذا ہم دونوں بغیر ہچکچاہٹ کے مسیح کے پورے تابع ہو گئے۔
"پھر ہم دونوں ماں کے پاس گئے اور سب واقع اُس کو
بتانے لگے۔ وہ بہت خوش ہو کر خدا کی تمجید کرنے لگی۔"

۸۔ مارآبا[1] فارسی۔ قریباً ۵۲۰ء

ہمیں پتہ نہیں کہ آبا کا ابتدائی نام کیا تھا۔ لیکن ایک عالم کا اندازہ یہ ہے کہ اُس کا ایرانی نام پاپاکن تھا۔ وہ ضلع راذان کا باشندہ تھا جو کہ دریائے دجلہ اور دریائے دیالہ کے درمیان واقع ہے اور آج کل کے بغداد کی شمال طرف۔ گو وہ مجوسی نہ تھا پھر بھی وہ زرتشت کے مذہب کا پُر جوش حامی تھا۔ وہ قابل سرکاری نوکر تھا اور ضلع جنگ کے فارسی گورنر یا مرزبان[2] کا منشی۔ غالباً وہ محکمۂ زراعت میں زمین کا تخمینۂ ٹیکس کے لیے مقرر کرنے میں مشغول تھا۔

"ایک دن وہ کشتی پر سوار ہونے لگا تاکہ دریائے دجلہ عبور کر کے گھر جائے، ایک مسیحی مناد بنام یوسف آگے بڑھا تاکہ اُس کے ساتھ کشتی میں سوار ہو۔ مارآبا نے اُسے کشتی سے نکال دیا۔ لیکن جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچ گئی تو ہوا زور سے اُٹھی اور لہروں نے تلاطم پیدا کر دیا، جس کی وجہ سے مارآبا مجبور ہو کر واپس آیا اور ہوا کے تھم جانے کے لیے انتظار کرنے لگا۔ جب تھم گئی تو یوسف نے پھر سے درخواست کی لیکن مارآبا نے اُسے انکار کر کے تنبیہ بھی کی۔ پھر ایسا ہوا کہ جب دجلہ کے وسط میں پہنچا تو دوبارہ ہوا اُٹھی اور اُسے واپس آنے پر مجبور کیا۔ جب ہوا پھر تھم گئی تو یوسف حلیمی اور اطمینان سے کشتی میں چڑھ گیا۔ اس دفعہ مارآبا نے اُس کو عزت کی نگاہ سے دیکھ کر بیٹھنے دیا۔ اب ہوا بالکل ساکن ہو گئی۔ مارآبا حیران ہو گیا۔"

اس پر مارآبا نے اپنے کردار کا روشن پہلو دکھایا۔ اُس نے اپنی خودغرضی اور گستاخی کی معافی مانگی۔ یوسف نے جواب میں کہا کہ میں خوشی سے معاف کروں گا کیونکہ میرے مالک اور خداوند نے مجھے سکھایا کہ میں کسی سے کینہ نہ رکھوں گا۔ مارآبا نے یوسف سے پوچھا کہ وہ کس مذہب کا ہے۔ جب یہ سُنا

---

[1] Mar Aba [2] Marzban

کر وہ مسیحی ہے، تو وہ بہت متاثر ہوا۔

اس نے اُس سے سوال کیا کہ تمہارے دین کی تعلیم کیا ہے ؟ یوسف نے تعلیم دے کر اُس کو قائل کیا کہ مسیحیت ایک سچا مذہب ہے۔ مار آبا اُس وقت سے بے کر دعا، روزہ اور تلاش حق میں مشغول ہونے لگا۔ وہ مسیحی عبادتوں میں جانے لگا۔ اُس نے اپنے حاکم اعلےٰ کے سامنے بھی اپنے مسیحی ایمان کا اقرار کیا کیوں کہ مرزبان نے معلوم کیا کہ مار آبا گرجے جاتا ہے، لہٰذا اُس سے اُس کی وجہ دریافت کی تھی۔ مار آبا نے سب کچھ چھوڑ دیا اور ایک گاؤں بنام اِقہ میں ایک بزرگ قسیس بر شہدیؔ نام سے بپتسمہ لیا۔

کشتی کا معجزہ، ایک حلیم مناد کی خوش خلقی اور مخلص گواہی، ایک سادہ دیہاتی پاسبان — انہی وسیلوں سے خدا نے اِس زرتشتی افسر کو اپنی کلیسیا میں شامل کیا۔ بعد میں وہی ابا کلیسیائے مشرق کا سب سے قابل اور سب سے اچھا بطریق بننے والا تھا۔ پانچویں باب کی فصل سوم میں ہم اُسکے بشارتی جوش اور مسیح کی خاطر مصیبت اُٹھانے کے بارے میں پڑھیں گے۔ گو وہ شہید تو نہیں ہوا لیکن وہ "اقراری" کے نام کا بے شک حقدار ہے۔

۹۔ یوسطخسؔ موچی ۵۴۱ء

اب ہم ایک سادہ موچی کی تبدیلی پر سوچیں گے جو مار آبا کی طرح زرتشتی مجوسی تھا اور جو اُس کا ہمعصر بھی تھا۔ قریباً ۵۱۱ء میں گنزکؔ میں جو کہ مسوتپامیہ اور آذر بائیجان کی سرحد پر ہے، ایک مجوسی خاندان میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ویرد ہنذق تھا۔ اُس کے باپ نے اُسے مجوسیوں کا عقیدہ سکھایا، لیکن اُس علاقہ میں مسیحی اکثریت میں تھے۔ اور رات کے وقت ویرد ہنذق یا مسیحیوں کے نسطوریہ (پاک عشاء کی عبادت) یا یہودیوں کی عبادت میں جاتا تھا۔

۱؎ Bar-Shahdi ۲؎ Eustachys (Eustace) ۳؎ Ganzak

"مسیحیوں کی دعاؤں میں مَیں نے اُن کی آوازیں سُنیں کہ وہ
گویا فرشتوں کی آوازیں ہیں۔ اور اُن کا تُعطور یہ بہت ہی دلکش
اور خوشبودار ہے۔ لیکن میں یہودیوں کی زبان سمجھ نہ سکا۔"

کچھ عرصہ کے بعد ایک مسیحی آرچ ڈیکن بنام سموئیل نے اُس سے پوچھا کہ تم کیا ڈھونڈتے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ مجھے کسی کی ضرورت ہے، جو مجھے یہودیوں اور مسیحیوں کے عقیدے سمجھا دے تاکہ ان میں سے جو زیادہ مقدس ہے میں اُسے اپنالوں۔

سموئیل نے جواب میں ایک طویل بیان پیش کیا۔ خدا نے ابرہام کو پہلے چنا "جو کہ فارسی سرزمین کا اور بابل شہر کا باشندہ تھا" پھر اضحاق اور یعقوب اُس کے بعد چنے اور اُن کو ختنہ کی رسم دی۔ ابرہام کی نسل بہت بڑھ گئی اور اُن کو ہم یہودی لوگ کہتے ہیں۔ خدا نے اُن کو کوہِ سینا پر دس احکام دیے، لیکن بعد میں جب وہ ملک فلسطین میں ایک حکومت بن گئے، تو وہ خدا سے منحرف ہو گئے۔ خدا نے اپنا مسیح اِس دنیا میں بھیج دیا، جو کنواری سے پیدا ہوا، جس نے بہت معجزے دکھائے۔ آخرکار یہودیوں کی مخالفت اتنی سخت ہو گئی کہ وہ مصلوب ہوا۔ تیسرے دن وہ جی اُٹھا اور اُس نے اپنے شاگردوں کو رُوح القدس دیا۔ اور اُن کو ساری دنیا میں منادی کرنے کو بھیج دیا۔ نافرمان یہودیوں کو خدا نے بہت سزائیں دیں۔

"اب مسیحی اسرائیل کا نام پا چکے ہیں کیونکہ اسرائیل سے خدا کی
اُمت مراد ہے یعنی اُس مسیح کے خادم جس کا جلال اب اور
ہمیشہ تک قائم ہے۔"

اِس تعلیم سے دیر دبندق قائل تو ہو گیا، لیکن غالباً آزاد اور خود کفیل بننے کی غرض سے گھر چھوڑ کر شمال کی طرف جارجیہ میں گیا۔ وہاں مشقیطہ[1] شہر میں اُس نے موچی کا کام سیکھ لیا۔ جب وہ قابل موچی بن گیا، تو اُس نے بپتسمہ لیا، اور مسیحی عورت سے شادی کی۔ بپتسمہ پر اُس کا نام یوسطفتس دیا گیا۔ غالباً اُس کا بپتسمہ ۱۸۲۴ء میں ہوا۔ ۱۸۳۵ء میں جارجیہ کے فارسی مرزبان کے حکم سے اِس

---

[1] Georgia کا Miskheta

لیے کہ وہ ایک مرتد مجوسی قرار دیا گیا، یوسطفس کو سزائے موت ملی اور وہ "شہیدوں کی نورانی فوج" میں شامل ہو گیا۔

۱۰۔ ایڈون[۱] شاہ نارتھمبریہ[۲] ۶۲۰ء

آخر میں ہم ایک انگریز حاکم یا بادشاہ کی تبدیلی کے حال پر غور کریں گے۔

جس وقت مسیحیت پہلے اینگلوسیکسن لوگوں میں پہنچی تھی، تو اُن کی سات ریاستیں تھیں، جن میں سے ایک یعنی کینٹ مسیحی ہو گئی۔ کینٹ، انگلستان کے جنوب مشرق میں ہے۔ شمال مشرق میں ایک ریاست بنام نارتھمبریہ واقع تھی، جس کا صدر قصبہ آج کل کے یارک[۳] کے نزدیک تھا۔ وہاں کے اینگل لوگ وحشی اور بے رحم تھے۔ ایڈون ایک شہزادہ تھا اور شاہ ایتھلفرڈ[۴] کا رشتہ دار تھا لیکن بادشاہ نے اس کو قتل کرنے کی کوشش کی اور وہ کسی اور ریاست میں بھاگ گیا۔ وہاں بھی ایتھلفرڈ نے اس کا پیچھا کیا اور کسی دوست نے اُسے بتایا کہ مقامی شاہ ریڈولڈ[۵] آپ کو گرفتار کر کے دشمن کے ہاتھ میں دے دیگا۔ جب وہ کشمکش و پیچ میں تھا کہ میں کیا کروں اور کہاں بھاگ جاؤں تو اس کو ایک پردیسی آدمی ملا جس نے وعدہ کیا کہ میں تم کو رہائی دوں گا بشرطیکہ تم وعدہ کرو کہ جب تم کو روحانی راہِ نجات بتائی جائے گی، تو تم اُسے قبول کرو گے۔ ایڈون نے وعدہ کیا اور پردیسی نے ایڈون کے سر پر ہاتھ رکھ کر اُسے برکت دی اور کہا "جب تم کو یہ نشان مل جائے گا تو ہماری گفتگو یاد کرو اور اپنے وعدہ کو پورا کرو۔" پھر وہ غائب ہو گیا اور ایڈون کو پتہ لگا کہ یہ رُوح ہے نہ کہ انسان۔ اتنے میں ریڈولڈ کی ملکہ اُس سے کہنے لگی کہ یہ کس قسم کی وفاداری ہوگی، اگر آپ اس بے چارے کو اپنے دشمن کے ہاتھ میں دے دیں! اس سے شاہ ریڈولڈ کے دل میں اور خیال آیا اور اس نے نہ صرف ایڈون کو محفوظ رکھا بلکہ اُس کی مدد بھی کی۔ ریڈولڈ کی افواج جلدی ایتھلفرڈ پر حملہ آور ہو گئیں۔ ظالم بادشاہ جان سے مارا گیا، اور ایڈون شاہِ نارتھمبریہ بن گیا۔

اب ایڈون نے شاہ کینٹ سے عہد و پیمان کیا اور وہ خواہش مند تھا

---

[۱] Edwin [۲] Northumbria [۳] York [۴] Ethelfrid [۵] Redwald

کہ بادشاہ کی بیٹی ایتھلبرگہ[1] سے شادی کرے۔ جواب ملا کہ یہ روا نہیں کہ ایک مسیحی لڑکی کسی بُت پرست سے شادی کرے۔ ایڈون نے وعدہ کیا کہ میں انجیل کی تبلیغ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ڈالوں گا بلکہ اپنی بیوی اور اس کی لونڈیوں کو پوری آزادی دوں گا کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق چلیں۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں اپنے صلاح کاروں سمیت اس بات کا قائل ہو جاؤں کہ مسیح کا مذہب میرے اپنے مذہب سے زیادہ پاک اور خدا کو مقبول ہے، تو ہم اس مذہب کو قبول کریں گے۔ انہی شرائط پر ۶۲۵ء میں اُن کی شادی ہو گئی۔ اور بشپ پولینس[2] بطور روحانی صلاح کار اور مسیحی مبلغ دلہن کے ہمراہ آیا۔

۶۲۶ء میں کسی قاتل نے ایڈون کو دغا سے مارنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس کے درباریوں میں سے ایک نے اُس کی جان بچانے کے لیے اپنی جان دے دی۔ اُسی دن ملکہ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ ان دونوں واقعات سے شاہ ایڈون بہت متاثر ہوا، اور اُس نے اپنی بیٹی کا بپتسمہ کروایا۔ لیکن وہ بُت پرستی چھوڑ گیا، تاہم وہ خود بپتسمہ لینے کے لیے تیار نہ تھا۔ بیڈا[3] نے یوں وجہ بیان کی:

> "اوّل وہ مقدس آب پولینس سے ایمان میں پوری تعلیم و تدریس حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور ساتھ ہی وہ اپنے صلاح کاروں کی رائے لے کر فیصلہ کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُن پر اُس کا کافی انحصار تھا۔ کیونکہ بادشاہ دانا اور سمجھدار طبیعت تھا، اور اکثر وہ خاموشی سے بیٹھے ہوئے سوچ و بچار کرتا تھا کہ مجھے کیا راہ لینی اور کونسا مذہب اپنانا چاہیے۔"

اتنے میں پوپ بانفاس پنجم (۶۱۹ء تا ۶۲۵ء) کے دو خطوط آئے۔ ایک ایڈون کے نام اور دوسرا اُس کی بیوی کے نام۔ پاپائے رومہ نے ایڈون کی منت کی کہ وہ بُت پرستی کو چھوڑ کر خالق خدا اور مسیح اُس کا بھیجا ہوا کلام قبول کرے۔ اُس نے ایتھلبرگہ سے صاف لکھا کہ:

> "میری معزز بیٹی ہر طرح سے کوشش میں لگی رہو کہ اپنے شوہر کے دل کو نرم کرو۔ اُس کو خدا کے احکام سکھاؤ۔ اس کے

---

[1] Ethelburga [2] Paulinus [3] Beda (Bede)

دل کی سردی کو رُوح القدس کے بارے میں تعلیم دے کر پگھلا دو تاکہ
تمہاری بار بار ترجیح دینے سے اس کا دل الٰہی ایمان کی تپش سے
منوّر ہو اور اصنام پرستی کی سرد اور تباہ کن گمراہی سے دُور
کیا جائے۔ ہم خدا سے تمہارے لیے دعا کرنے سے باز نہ آئیں گے۔

پھر پولینس کو کسی نہ کسی طرح شاہ ایڈون کی پُرانی رویا کے بارے میں پتہ لگ گیا۔ چنانچہ وہ بادشاہ کے پاس گیا، اور اپنا ہاتھ بادشاہ کے سر پر رکھ کر اُس سے پوچھنے لگا: "کیا آپ اس نشان کو یاد کرتے ہیں؟" ایڈون تھرتھرانے لگا اور بشپ کے سامنے منہ کے بل گرنے کو تھا۔ لیکن پولینس نے دوستانہ طور سے اُس کو اُس وعدہ کے بارے میں یاد دلایا جو اُس نے کیا تھا۔ یہ سُن کر ایڈون نے اقرار کیا کہ میں اپنے صلاح کار جمع کر کے جلدی فیصلہ کروں گا۔ جب سب جمع ہو گئے تو پہلے بتوں کے پجاری نے مان لیا کہ بُتوں کی خدمت کرنے سے اُس کو ذاتی طور پر بہت کم فائدہ ملا تھا۔ پھر ایک سردار نے یہ کہا:-

"بادشاہ سلامت! جب ہم اِس موجودہ زندگی کا مقابلہ
اُس زندگی سے کرتے ہیں، جس سے ہم ناواقف ہیں تو وہ اس اکیلی
چڑیا جیسی معلوم ہوتی ہے جو آپ کے کھانے کے کمرے میں
سے سردیوں کے موسم میں گذر جاتی ہے، جب کہ آپ اپنے رئیس
اور صلاح کاروں کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں۔ اندر آرام دہ انگیٹھی
تو ہے جس سے کمرہ گرم ہو جاتا ہے۔ باہر سردی کے موسم کے مینہ اور
برف کے طوفان۔ چڑیا تو جلدی جلدی ایک طرف سے داخل
ہوتی ہے اور دوسری طرف سے باہر جاتی ہے۔ جس وقت وہ
اندر ہے وہ سردیوں کی آندھیوں سے محفوظ ہے۔ لیکن تھوڑے
سے آرام کے بعد وہ اُس اندھیرے میں غائب ہو جاتی ہے
جہاں سے وہ آئی ہے۔ بعینہٖ انسان دُنیا پر تھوڑے عرصے تک
نظر آتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے اور اُس کے بعد کے بارے
میں ہمیں پتہ نہیں۔ اس لیے اگر یہ نئی تعلیم ہمیں یقینی عرفان دے سکتی
ہے، تو ہم پر فرض ہے کہ ہم اس کی پیروی کریں۔"

پھر پولینس کو انجیل پیش کرنے کا موقعہ ملا اور اس کے بعد بُتوں کے پجاری کا

نے خود بادشاہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر بادشاہ کے نیزہ کو بُت خانہ میں پھینکا اور
یُوں بُتوں کی بے عزتی کی۔ پھر اوروں نے بُت خانہ کو آگ لگائی اور اسے برباد کیا۔
اس کے بعد شاہ ایڈون اور اُس کے سب اُمرا اور رعیت سے اور لوگ مسیح
پر ایمان لائے اور اُن کا یارک شہر میں بپتسمہ ہُوا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مُجوزہ کتب

باسیل (بازل)۔ ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس۔ تواریخ مسیحی کلیسیا۔ صفحہ ۲۲۶ تا ۲۳۰
اوگسطین (اگسٹین) ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس۔ تواریخ مسیحی کلیسیا۔ صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۸

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ ذیل اشخاص کی تبدیلیوں کی موٹی موٹی خصوصیات یاد کریں۔
وسطین شہید۔ طِطیان۔ پرودیکاآن۔ گریگوری صاحب کرامات۔ باسیل
وکٹرینس۔ اوگسطین۔ ماراآبا۔ یوحنا۔ شاہ ایڈون۔

۲۔ انڈکس استعمال کر کے ذیل میں سے ایک پر مضمون لکھیں۔
پرودیکاآن، باسیل، اوگسطین۔ ماراآبا۔

۳۔ اِن بیانات کو مدِنظر رکھتے ہوئے تبدیلی کے مندرجہ ذیل وسائل ضرورت کے مطابق
ترتیب دیں۔
مسیحی عبادت، انسان کی تلاش۔ مردوں اور عورتوں کی شخصی گواہی، حالات، مسیحی
اخلاق، معجزے، مسیحی تعلیمی ادارے، انجیل کی منادی، بحث، کتابِ مقدس، رویا

۴۔ کیا ان بیانات سے آج کل کی پاکستانی کلیسیا کوئی مفید سبق سیکھ سکتی ہے؟

۵۔ نقشہ نمبر ۸ کا مطالعہ کر کے بتائیں کہ کون کونسی تبدیلی کس کس جگہ یا ملک سے تعلق
رکھتی ہے۔

فصل چہارم

بشارتی مضامین

دیباچہ

نئے عہد نامہ میں، خاص کر رسولوں کے اعمال میں چند ایک بشارتی مضامین کے اختصارات یا خاکے پیش کیے گئے ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر ایسے وعظوں کا ذکر ہے، جو یہودیوں کے سامنے پیش کیے گئے۔ مثال کے طور پر اعمال ۲: ۱۴ تا ۴۰؛ ۳: ۱۲ تا ۲۶؛ ۴: ۸ تا ۱۲؛ ۵: ۳۰ تا ۳۲؛ ۱۰: ۳۴ تا ۴۳ اور ۱۳: ۱۶ تا ۴۱۔ ان میں سے دو مضامین ایسے ہیں جو کہ بت پرست لوگوں یا اُن کے فلاسفہ کے سامنے پیش ہوئے (اعمال ۱۴: ۱۵ تا ۱۷ اور ۱۷: ۲۲ تا ۳۱)۔ کبھی کبھی خطوط میں بھی منادی کا اختصار ملتا ہے۔ مثلاً ۱۔تھسلنیکیوں ۱: ۹ تا ۱۰ اور ۱۔کرنتھیوں ۱۵: ۱ تا ۸۔

اگر ہم ان مضامین کا بغور ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کریں تو ہم ابتدائی کلیسیا کی تبلیغ میں چھ بڑے مضامین پاتے ہیں:۔

۱۔ خداوند یسوع مسیح کے معجزے اور بھلائی کے کام۔
۲۔ خداوند یسوع مسیح کا صلیب پر اپنی جان دینا۔
۳۔ خداوند یسوع مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا اور آسمان پر چڑھنا۔
۴۔ خداوند یسوع مسیح کا زندوں اور مُردوں کا منصف ہونا۔
۵۔ نبیوں کی گواہی کہ مسیح کی نجات کا کام، خدا کے مقررہ انتظام کے مطابق تھا۔
۶۔ اگر توبہ کرو گے، ایمان لاؤ گے، بپتسمہ پاؤ گے تو گناہوں کی معافی اور رُوح القدس حاصل کرو گے۔

ان بنیادی مضامین کے ساتھ ساتھ لوقا اور پولُس نے موقع محل کے مطابق

اپنے پیغامات کا آغاز کیا۔ اور اِن باتوں سے شروع کیا، جن سے اُن کے سامعین پہلے سے واقف تھے۔ یہودیوں کے سامنے پولس نے پرانے عہدنامہ پر زور دیا کیونکہ وہ اس کو مانتے تھے۔ بُت پرستوں کے سامنے پولس نے واحد خدا کی اُلوہیت پیش کی، اور فلاسفہ کے سامنے اُس نے یونانی مصنفین کے اقتباسات پیش کیے۔

اس فصل میں ہمارا یہ مقصد نہیں کہ مسیحی خوشخبری کی ساری تبلیغ پیش کریں بلکہ صرف چند ایک مضامین جن میں ہم دیکھ سکیں گے کہ مسیحی مبشروں نے کس طرح ہم عصر نظریات سے شروع کر کے اپنے سامعین سے رابطہ پیدا کیا، تاکہ مسیح کو پیش کریں۔ رومی حکومت میں تبلیغ کے بارے میں ہمیں دینی مواد کافی سے زیادہ مواد ملتا ہے اور ہم پہلے اس پر سوچیں گے، پھر بعد میں ہم مشرقی بشارت کے بارے میں کچھ اشارے پیش کریں گے۔

ا۔ بُت پرستی

۱۔ کرنتھیوں ۱۰: ۱۹ تا ۲۰ میں دو اصول پیش کیے گئے ہیں۔

ا: ”پس میں کیا یہ کہتا ہوں کہ بتوں کی قربانی یا بُت کچھ چیز ہیں؟“ بُت اپنی ذات میں بے حقیقت اور نکما ہے۔

ب: ”جو قربانی غیر قومیں کرتی ہیں، شیاطین کے لیے قربانی کرتی ہیں نہ کہ خدا کے لیے“۔ بُتوں میں شیاطین رہائش پذیر ہیں۔

دلیلیوں نے ایک تیسرا نکتہ پیش کیا۔

ج: ہم اُنہی شیاطین یعنی (بدارواح) پر مسیح کا نام لے کر فتح پاتے ہیں اور اُن کو نکالتے ہیں۔

ا۔ بت اپنی ذات میں بے حقیقت اور نکما ہے

دلیلیوں نے اس بات پر زور دیا کہ بُت اپنی ذات میں بے حقیقت اور نکمے ہیں۔ اُن کی کچھ بھی طاقت نہیں۔ وہ اپنے آپ کو اور ہم کو بچا نہیں سکتے۔ بے شک ان باتوں کے بارے میں پرانے عہدنامہ میں اقتباسات موجود تھے۔ مثلاً زبور ۱۱۵: ۳ تا ۸؛ یسعیاہ ۴۴: ۹ تا ۲۰؛ ۴۶: ۱ تا ۷ اور یرمیاہ ۱۰: ۱ تا ۱۰۔ [illegible]

دلیلوں نے "یرمیاہ کے خط" سے بھی کام لیا ہے۔ یہ ایک غیر ملہم کتاب ہے، جو کہ کسی نے ۳۰۰ ق۔م اور ۱۰۰ ق م کے درمیان لکھ کر یرمیاہ کے نام پر شائع کی۔ اُس کا پورا متن بائبل کے رومن کیتھولک ترجمہ "کلام مقدس" صفحہ ۱۰۸۴ تا ۱۰۸۷ میں پایا جاتا ہے۔ چند ایک آیات یوں ہیں:۔

"تم بابل میں چاندی اور سونے اور لکڑی کے معبود دیکھو گے جو کندھوں پر اٹھائے جاتے ہیں، اور جن سے غیر قومیں خوف کھاتی ہیں۔ پس خبردار کہ تم پردیسیوں کی مانند نہ ہو جاؤ اور نہ ہی اُن کا ڈر تم کو پکڑے۔ اُن کی تو زبانیں ترکھان نے تراشیں اور وہ سونے اور چاندی سے مڑھے ہوئے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں اور بولنے کی طاقت نہیں رکھتے لوگ ان کے لیے سونا لیتے ہیں جیسے وہ زینت پسند کنواریوں کے لیے لیتے ہیں تاکہ اپنے معبودوں کے لیے تاج گھڑیں بلکہ اکثر دفعہ پجاری اپنے ذاتی نفع کے لیے اپنے معبودوں سے سونا، اور چاندی چرا لیتے ہیں اور اُن میں سے فاحشہ عورتوں کو اپنی ہی چھت کے نیچے دیتے ہیں۔ وہ اپنے معبودوں کو انسان کی مانند کپڑوں سے زینت دیتے ہیں، حالانکہ وہ چاندی اور سونا اور لکڑی کے ہیں اور وہ زنگ اور کیڑے سے بچ نہیں سکتے اور اگرچہ وہ ارغوان پہنے ہوئے ہوں، تو بھی وہ اُن کے چہروں کو مندر کی گرد سے جو اُن پر بہت پڑتی ہے پونچھتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اندر آنے والوں کے پاؤں کی گرد سے بھر جاتی ہیں۔ اُن کے پجاری اُن کے مندروں کو پھاٹکوں اور قفلوں اور سلاخوں سے مضبوط کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کہیں چور اُن کو لوٹ لیں۔ زمین کے رینگنے والے (دیمک) اُن کو اُن کے کپڑوں سمیت کھا لیتے ہیں اور اُن کو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ اُن کے بدن اور سر پر چمگادڑ اور ابابیل اور باقی پرندے آ بیٹھتے ہیں اور یونہی اُن پر بلیاں بھی کودتی ہیں۔ اس سے تم جان لو گے کہ وہ معبود نہیں پس تم اُن سے خوف نہ کرو۔"

اس طرح کا طنز آمیز بیان ہم یوسطین شہید، طرطلیان اور دیگر دلیلیوں کی کتب میں پاتے ہیں۔ شاید سب سے زبردست حملہ اُس دلیل نامہ میں ہے جو منوقیس فیلکس[1] نے لاطینی

[1] Minucius Felix

زبان میں ۱۷۰ء سے تھوڑی دیر بعد لکھا۔ اس کے بیان میں ذیل کے الفاظ ہمیں یرمیاہ کے خط کا بیان یاد دلاتے ہیں۔

"بے زبان حیوان بھی تمہارے معبودوں کے بارے میں تم سے زیادہ صحیح فیصلہ کرتے ہیں۔ ابابیل اور چیلیں جانتی ہیں کہ اُن میں کوئی احساس نہیں۔ وہ انہیں کترتے، قدموں تلے لتاڑتے اُن کے اُوپر بیٹھتے، اور اگر انہیں اڑایا نہ جائے تو وہ تمہارے معبود کے منہ ہی میں گھونسلا بنانے سے بھی باز نہیں رہیں گے۔ مکڑیاں معبود کے چہرے پر جالا تن دیتی ہیں اور اُس کے سر ہی سے اپنے تاروں کو لٹکاتی ہیں۔ پھر بھی تم اُس معبود کو جھاڑتے پونچھتے، صاف کرتے اور رگڑتے ہو اور ساتھ ہی اُس سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہو! تم میں سے ایک بھی یہ گمان نہیں کرتا کہ عبادت کرنے سے پہلے چاہیئے کہ ہم حقیقی خدا کو جانیں۔"

ب۔ بُتوں میں شیاطین رہائش پذیر ہیں

افلاطونی فلاسفر جو ایک ہی الٰہی ہستی مانتے ہیں اس بات کو قدرے مشکل سمجھتے تھے کہ یونانیوں اور رومیوں کے بہت سے دیوتا تھے۔ قریباً ۱۵۰ء جب کہ "وسطی فلاطونیت" کا دور تھا تو ایک فیلسوف بنام آپلیئس نے بڑی ہوشیاری سے ایک نظریہ پیش کیا۔ خدا ایک ہے لیکن فارسی شہنشاہ کی طرح اُس کے بہت سے ماتحت صوبوں کے اُمرا ہیں (آستر ۱: ا تا ۱۴ کا اس سے مقابلہ کریں) جو حکومت کرتے ہیں اور اس کو جواب دہ ہیں۔ اُن ماتحت دیوتاؤں کو اُس نے ڈیمنیز daemons یعنی دیوتے یا ارواح کہا۔ دلیلیوں نے اس بات کو قبول کیا کہ یہ دیوتے ڈیمانیس (daemones) ہیں البتہ انہوں نے اِن کو بد ارواح شیاطین کہا مثلاً طرطلیان نے اس طرح کہا۔

"بے شک ہم مانتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ روحانی ہستیاں ہیں۔ اُن کا نام بھی ہم جانتے ہیں۔ فلاسفر مانتے ہیں کہ بد ارواح

Middle Platonism — Apuleius — demons

وجود رکھتی ہیں۔ شعرأ بھی بدارواح سے واقف ہیں۔ اور عوام اُن کے نام اُس وقت استعمال کرتے ہیں، جب گالیاں نکالتے ہیں۔ چنانچہ جب لعنت کرتے ہیں تو بدارواح کے سردار شیطان کا نام لیتے ہیں۔ اپنی پاک کتابوں سے بھی ہم نے سیکھ لیا ہے کہ بعض فرشتے اپنی آزاد مرضی کے مطابق گناہ کر کے گر گئے اور اُن سے ایک بہت زیادہ شریر شیطانی نسل پیدا ہوئی۔ اُن کا سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ بنی نوع انسان کو برباد کریں۔

پھر اُس نے یہ بھی پیش کیا کہ اُن کے دیوتا شیاطین کی طرح ہر قسم کی شہوت پرستی کرتے تھے اور بدچلنی کے لیے ضرب المثل ہیں۔

• اگر شیاطین وہ کام کرتے ہیں جو کہ تمہارے دیوتا کرتے ہیں تو کیا یہ معقول بات نہیں کہ ہم یہ سمجھیں کہ اُن بدارواح نے اپنے آپ کو دیوتے بنا لیا ہے نہ کہ دیوتوں نے اپنے آپ کو فرشتوں اور شیاطین کے برابر بنا لیا ہے۔

ج۔ ہم انہی شیاطین (یعنی بدارواح) پر مسیح کا نام لے کر فتح پاتے ہیں اور اُنکو نکالتے ہیں

طرطلیان نے بُت پرستوں کے سامنے یوں مطالبہ پیش کیا :۔

کسی شخص کو جس میں بدارواح نمایاں طور پر رہائش پذیر ہوں عدالتوں میں کسی منصف کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب مسیح کا کوئی پیروکار اُس بُری رُوح کو بولنے کا حکم دے گا تو وہ ایسی ہی سرعت سے سچے طور پر اقرار کرے گی کہ میں بدروح ہوں جیسے کہیں اور یہ جھوٹا اقرار کرتی ہو کہ میں دیوتا ہوں۔ جہاں تک مرضی ہے بے شک ٹھٹھے مارو، لیکن تم بدارواح کو اپنے ساتھ ملا کر ٹھٹھے بازی میں شامل نہ کر سکو گے۔ کیا وہ بھی اِس حقیقت کا انکار کرے گا کہ مسیح عدالت کرنے آئے گا ؛ جو کچھ اختیار ہمارے ہاتھوں میں ہے اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم مسیح کا نام لیتے ہیں، اور ان کو یاد دلاتے ہیں کہ جب وہ عدالت کرے گا تو وہ عزّ...

ان شیاطین کو بُری طرح عذاب دے گا۔ خدا ابن مسیح اور مسیح میں خدا سے خوف کھا کر وہ خداوند مسیح کے خدام کے تابع ہوجاتے ہیں۔ ہمارے حکم پر وہ بغیر رضامندی کے بڑی بے چینی کی حالت میں اور کھلے طور پر بے عزت ہو کر تمہاری آنکھوں کے سامنے اُن بدنوں کو چھوڑ دیتے ہیں، جن میں وہ پہلے سے داخل ہو چکے تھے۔ جب وہ جھوٹ بولتے ہیں تو تم اُن کا یقین کرتے ہو۔ اُن کا تو یقین تب کرنا چاہیئے جب وہ سچ کا اقرار کرتے ہیں۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوّزہ کُتب

سوسائٹی آف سینٹ پال : کلام مُقدس ؛ صفحہ ۱۰۸۴ تا ۱۰۸۷

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ اصنام پرستی کے خلاف تین دلائل پیش کریں۔ آپ کی دانست میں وہ کہاں تک سچی اور معقول ہیں۔

۲۔ ہمارے ان پڑھ مسیحی لوگوں میں کہاں تک ارواح پرستی، مظاہر پرستی، بالے شاہ سے ڈرنا وغیرہ موجود ہیں؟ کیا مندرجہ بالا تعلیم ہمیں ایسے لوگوں کے سامنے انجیل پیش کرنے میں باعثِ مدد ہو سکتی ہے؟

۳۔ سادہ لوح ان پڑھ غیر اقوام کہاں تک بدارواح کے ڈر کا شکار ہیں؟ ہم ان کو اپنے اس ڈر سے کس طرح بچانے کا باعث ہو سکتے ہیں؟

۲۔ خدا کا کلمہ[1]

یونانی میں لاگاس (λογος) (لفظ، کلمہ، کلام، عقل وغیرہ) ایک ایسا پُر معنی لفظ ہے کہ جب ولیلیوں نے یوحنّا رسول کی پیروی کر کے اُسے بار بار استعمال کیا تو مختلف پڑھنے والوں کو مختلف پہلو نظر آنے لگے۔ اس لفظ کا ایک مذہبی اور فلسفانہ پس منظر ہے۔

---

[1] یہاں یونانی لفظ لاگاس کا ترجمہ کلمہ کیا گیا ہے جو کلام کی نسبت بہتر ترجمہ ہے۔

ا- پرانے عہد نامے کے مطابق یہودیوں کے لیے کلمہ سے خدا کی وہ تخلیقی اور سنبھالنے والی قدرت مراد تھی، جس سے اُس نے کائنات کو پیدا کیا اور اس کی پروردگاری کرتا جاتا ہے۔ پیدائش ۱: ۳ میں یہ لکھا ہے کہ "خدا نے کہا"۔ یوحنا ۱: ۳ میں لکھا ہے کہ "سب چیزیں اُسی کلمہ کے وسیلے سے پیدا ہوئیں"۔ اور عبرانیوں ۱: ۳ میں اس بات کا ذکر ہے کہ "خدا سب چیزیں اپنی قدرت کے کلمہ سے سنبھالتا ہے"۔

ب- یونانی فلاسفہ کلمہ سے وہ عقلِ کُل سمجھتے تھے جس کی بنا پر ساری کائنات مرتب اور بامقصد ہے۔ مسیح کے زمانے میں یونانی مائل یہودیوں نے اس خیال کی مزید تشریح کی اور کہا کہ یہی عقلِ کل خدا کی حکمت ہے یعنی کسی نہ کسی حد تک مجسّم حکمت۔ امثال ۸: ۲۲ تا ۳۱ میں یہ خیال پیش کیا گیا تھا کہ حکمت گویا ایک شخصیت ہے، مثال کے طور پر:۔

"خداوند نے انتظامِ عالم کے شروع میں اپنی قدیم صنعتوں سے پہلے مجھے پیدا کیا ... جب اُس نے زمین کی بنیاد کے نشان لگائے اُس وقت ماہر کاریگر کی مانند میں اُس کے پاس تھی۔ اور میں ہر روز اُس کی خوشنودی تھی۔ اور ہمیشہ اُس کے حضور شادمان رہتی تھی" (امثال ۸: ۲۲، ۲۹ تا ۳۱)۔

اس طرح یونانی پرانے عہد نامہ میں غیر الہامی کتاب "حکمت"[۱] میں یوں حکمت کا بیان ہے:۔

"وہ خدا کی قوت کا بخار ہے اور قادرِ مطلق کے جلال کا خالص ظہور ہے کیونکہ وہ ازلی نور کا عکس اور خدا کی عظمت کا صاف آئینہ اور اُس کے کمال کی صورت ہے۔ وہ خود وحید ہو کر سب کچھ کر سکتی ہے اور قائم بالذات رہ کر تمام اشیا از سرِ نو پیدا کر دیتی ہے اور پشت در پشت مقدس رُوحوں میں داخل ہو کر خدا کے محبّ اور انبیاء بناتی ہے۔ کیونکہ خدا کسی کو عزیز نہیں جانتا سوا اس کے جو حکمت کے ساتھ سکونت پذیر ہے" (حکمت ۷: ۲۵ تا ۲۸)۔

۱۔ Wisdom, Wisdom of Solomon

ج۔ یہودیوں کے نقطۂ نظر میں کلمہ کا ایک خاص تعلق نبوت کے ساتھ تھا اور خدا کے کلام کی بدولت خدا خاص اشخاص کے وسیلے سے بنی نوع انسان سے ہمکلام ہوتا ہے اور یُوں شخصی مکاشفہ دیتا ہے۔ یرمیاہ ۱: ۲ میں اِس بات کا ذکر ہے کہ خدا کا کلام اُس پر "نازل ہُوا" اور عبرانیوں ۱: ۱ میں مصنف یُوں بیان کرتا ہے کہ "اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادا سے حصّہ بحصّہ اور طرح بطرح نبیوں کی معرفت کلام کیا۔"

ں۔ اُس زمانہ کے کافی سے زیادہ فلاسفہ اور اہلِ فکر کلمہ کو انجانے خدا اور مادی اور فانی انسان کے بیچ میں ایک قسم کی درمیانی ہستی سمجھتے تھے۔ اِس خیال سے تھوڑا آگے بڑھنا مشکل تو نہ تھا کہ کلمہ خدا اور انسان کے بیچ میں واحد درمیانی ہے، جس طرح کہ یوحنا ۱: ۱۴، ۱۸ میں مذکور ہے:۔

"کلمہ مجسم ہُوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اُس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔ خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے اُسی نے ظاہر کیا۔"

دلیلیوں نے اِس حقیقت پر بہت زور دیا کہ مسیح خدا کا کلمہ ہے اور اُس وقت تک جب کہ "آری بدعت" کی وجہ سے مسیح کی ابنیت پر زیادہ ترجیح دینے کی ضرورت معلوم ہوئی، مسیح کے کلمہ ہونے پر کافی زور تھا کیونکہ واقعی یہ ایک ہمعصر نظریہ سے تعلق رکھتا تھا۔

یوسطین شہید

یوسطین نے طریفو کے ساتھ بحث کرتے ہوئے کلمہ کا مسئلہ یوں پیش کیا:۔

"آپ کو یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ قدیم خدا خود کسی جگہ پر اُتر گیا اور پھر وہاں سے آسمان پر چڑھ گیا۔ نہ ابرہام نہ اضحاق نہ یعقوب اور نہ ہی کسی اور انسان نے باپ کو دیکھا ہے بلکہ انہوں نے اُس (کلمہ) کو دیکھا جو باپ کی مرضی کے مطابق خدا، خدا کا بیٹا، خدا کا فرشتہ بھی تھا (پیدائش ۴۸: ۱۵-۱۶)۔ خدا کو پسند آیا

کر (بعد میں) وہ کلمہ کنواری سے انسانی صورت میں پیدا ہو جائے"۔

"(یعنی) اُس کو اس لیے کلمہ کہتے ہیں کیونکہ وہ خبریں باپ سے لا کر بنی نوع انسان کو دیتا ہے۔ لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کی الٰہی قوت نہ تو منقسم ہے اور نہ ہی باپ سے جُدا ہو سکتی ہیں، بلکہ بعینہٖ جس طرح سُورج کی جو روشنی زمین پر چمکتی ہے، نہ تو وہ منقسم ہو سکتی ہے۔ اور نہ ہی اُس سُورج سے جُدا ہے، جو آسمان پر ہے۔ مثال کے طور پر جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اِس کی روشنی اُس کے ساتھ ہی غروب ہو جاتی ہے"۔

"خدا نے سب مخلوقات سے پہلے ایک مبدا صادر کیا۔ ایک ذی شعور ہستی، جو اُس سے جاری ہوئی۔ رُوح القدس اُس کو حشمت الاجلال کہتا ہے (خروج ۱۶: ۷)، وہ اپنے آپ کو کبھی بیٹا، کبھی فرشتہ، کبھی خدا، اور کبھی حشمتِ خداوند اور کلمہ کہتا ہے۔ ہم اپنے ذاتی تجربہ سے ایک متوازی مثال معلوم کر سکتے ہیں۔ جب ہم بولتے ہیں تو ہم اُس لفظ کا آغاز تو کرتے ہیں، البتہ ہم اپنے آپ کو منقسم تو نہیں کرتے۔ گویا بولنے سے ہماری عقل (کم)، کم نہیں ہو جاتی، ہم گویا ایک انگیٹھی سے کسی دوسری انگیٹھی کو آگ لگاتے ہیں۔ دوسری کو آگ لگانے سے پہلی میں کوئی کمی نہیں ہوئی"۔

پھر یوسطین طریفو کے سامنے دلیل کے طور پر امثال ۸: ۲۱ تا ۳۶ پڑھ کر پیش کرتا ہے۔

۲- طرطلیان

طرطلیان نے یہی پیغام غیر یہودی سامعین کے سامنے پیش کیا۔ وہ یوسطین سے زیادہ ہوشیار تو تھا لیکن اُس کی دلائل قریباً وہی ہیں:-

"خدا نے سب کائنات کو کلمہ سے، عقل سے، قدرت سے پیدا کیا۔ تمہارے فلاسفر میں سے بھی بعض ایسے ہیں جو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ لاگاس (λογος) یعنی کلمہ اور

عقلِ کائنات کا کار گیر معلوم ہوتا ہے۔ زینوؔ ایک ستوئکی فیلسوف، نے فرمایا ہے کہ کلمہ وہ خالق ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا ہے اور سب کچھ اُس کی تخلیق ہے۔ وہ اِس کلمہ کو قسمت، اور خدا اور جیوپٹر کی عقل اور قانونِ کل کہتا ہے۔ شاعر قلینتھیس نے ایک ہی نام دیا یعنی رُوح اور فرماتا ہے کہ رُوح کائنات کی ہر جگہ کو بھر دیتی ہے۔ ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ کلمہ، عقل اور قدرت جس کی بدولت خدا نے سب کچھ پیدا کیا ایک روحانی ہستی ہے۔ جب رُوح بولتی ہے تو اُس سے کلام، جب رُوح سب کائنات کو ترتیب دیتی ہے تو اُس سے عقل اور جب رُوح سب کچھ انجام دیتی ہے، تو اُس سے قدرت صادر ہوتی ہے۔ ہم نے یہ سبق سیکھا ہے کہ قدرت خدا کی طرف سے ہے، اور خدا سے پیدا ہوئی ہے۔ لہٰذا اُس کو ہم خدا یا خدا کا بیٹا کہتے ہیں کیونکہ وہ ایک ہی واحد جوہر کا ہے چنانچہ خدا بھی رُوح ہے۔"

۳۔ دیوغنیطس کے نام خط

اُس خط کے ساتویں باب میں ایک مشہور اور خوب صورت بیان پایا جاتا ہے۔

"دراصل خود قادرِ مطلق اور خالقِ عالم اور نادیدنی خدا نے آسمان سے اُس سچائی کو اور مقدس کلمہ کو جو فہمِ انسان سے بلند و بالا ہے اُن انسانوں کے دلوں میں ہی قائم کیا ہے۔ نہ اُس نے کسی خادم، نہ فرشتہ، نہ حاکم، اور نہ ہی کسی اختیار والے کو بھیجا بلکہ اُس کاریگر کو جو سب چیزوں کا خالق ہے، جس کے وسیلہ سے اُس نے آسمان کو پیدا کیا۔ اُسی کو اُس نے اُن کے پاس بھیج دیا۔ کیا انسان کی طرح اُس نے زبردستی کرنے اور ڈرانے اور خوف پیدا کرنے کو بھیجا؟ ہرگز نہیں، بلکہ جیسے کہ بادشاہ اپنے شہزادے بھیجتا ہے، ویسے ہی اُس نے فروتنی اور حلیمی میں

ا۔ Zeno ۲۔ Jupiter ۳۔ Cleanthes

اُسے بھیجا۔ اُسی کو اُس نے بطور خدا اور انسان، بنی نوع انسان کے پاس بھیج دیا۔ اُس نے اُس کو نجات دینے کے لیے بھیجا تاکہ وہ سمجھائے، نہ کہ مجبور کرے، تاکہ وہ محبت رکھے، نہ کہ سزا کا حکم دے۔ البتہ وہ اُسے عدالت کرنے کو پھر بھیجے گا اور اُس کے ظہور پہ کون گزارہ سکے گا؟

۴۔ اوریجین

اوریجین نے بڑے عالمانہ طریقہ سے ایک اور حقیقت پیش کی کہ نہ صرف مسیح خدا کا کلمہ ہے، بلکہ وہ کلمتہ اللہ جو اُس میں مجسّم ہُوا ہر ایک ایمان دار کے دل میں آنے کو تیار ہے تاکہ اُن کو خدا کی صورت میں نئے سرے سے پیدا کرے۔ وہ "حکمت" سے اقتباس دے کر اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ:

"خدا کا بیٹا وہ کلمہ ہے جس میں سب کلمے مشتمل ہیں۔ خدا کا کلمہ مسیح کی رُوح میں رہائش پذیر تھا اور ہر ایک دوسری رُوح سے زیادہ مسیح کی رُوح کلمہ کے ساتھ نزدیک ترین رشتہ میں متحد ہوئی کیونکہ صرف مسیح ہی اُس کلمہ اور حکمت اور راستبازی میں مکمل طور سے شریک ہوئی"۔

"مسیح میں آغازی طور سے الٰہی ذات اور انسانی ذات ایک دوسری سے پیوستہ ہونے لگیں تاکہ اُلوہیت سے شریک ہو کر انسانی ذات الٰہی بن جائے، نہ صرف مسیح میں بلکہ اُن سب میں جو اُس پر ایمان لا کر اُس کے نقشِ قدم پہ چلتے ہیں۔ جو کوئی مسیح کے حکم کے مطابق چلتا ہے وہی خدا کا دوست اور مسیح کا شریک ہو جائے گا۔

"جو خدا کی باتوں کے شنوا ہوتے ہیں، خدا متواتر اُن کو درست کرتا ہے۔ پشت در پشت اُس کا کلمہ مُقدس رُوحوں میں داخل ہو کر خدا کے محب اور انبیا بناتا ہے۔ تاہم مسیح کی آمد کی بدولت خدا کا کلمہ اُن لوگوں کو درست نہیں کرتا جو رضامند نہیں، بلکہ وہی جو خود اُس اعلےٰ اور خدا کو پسندیدہ زندگی کو قبول کرتے ہیں۔"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کُتب

سوسائٹی آف سینٹ پال	کلامِ مُقدّس	صفحہ ۱۸۵۳ (حکمت ۷ : ۱۵ تا ۳۰)
ڈاکٹر کینتھ کریگ	دعوت نگارِ فکر	صفحہ ۲۹ تا ۴۲
کیول سنگھ	رسُولِ بزرگ	صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۴

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ "خدا کے کلمہ میں چار متفرق پہلو تھے یعنی قدرت، حکمت، مکاشفہ اور درمیانی" اس بیان کی روشنی میں خدا کے کلمہ پر مضمون لکھیں۔

۲۔ قدرت، حکمت، مکاشفہ، درمیانی" ان چاروں پہلوؤں میں سے پرسطین ششبید، طرطلیان، دیو غنیطؔ کے نام خط کے مصنف، اور اوریجین نے کن کن پر زور دیا ہے؟ آپ کی دانست میں کونسا پہلو سب سے ضروری ہے اور کیوں؟

۳۔ اہلِ اسلام حضرت عیسےٰ کو کلمۃ اللہ، کلمہ من اللہ اور رُوح اللہ یعنی اللہ کی طرف سے پیغام اور پیغمبر کہتے ہیں۔ ہم مسیح کو خدا کا کلمہ (کلام) کہتے ہیں۔ کیا ان اصطلاحات کی بنا پر ہم مسلمان دوستوں سے اس موضوع پر مزید گفتگو کر سکتے ہیں؟ اگر کریں تو دلیلوں کے خیالات سے ہمیں کیا مدد مل سکتی ہے؟

۴۔ تبلیغ میں اہلِ اسلام کے سامنے کیا پیش کرنا زیادہ آسان اور مفید ہو سکتا ہے اور کیوں؟ مسیح خدا کا بیٹا ہے۔ مسیح خدا کا کلمہ ہے؟ کیا ان دونوں مسائل کا آپس میں کوئی خاص فرق ہے؟

۳۔ ماضی کی میراث اور نیا مخلوق

جو کوئی مسیح کے پاس آتا ہے وہ کسی مذہبی یا اخلاقی یا تہذیبی ماحول سے آتا ہے۔ یہ میراث اُس کی پیدائش سے یا اُس کی تہذیب و تمدن سے یا اُس کی تعلیم اور مطالعہ سے اُسے ملی ہے۔ نو مرید کا کیا فرض ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر مسیح کے پیچھے ہولے یا کیا اُس کے پاس کچھ ہے، جو کہ مسیح کی

خدمت میں مفید ثابت ہو سکتا ہے؟ کیا اُس کا پُرانا مذہب ایک تیاری ہے جس کے جواب میں اُس کو مسیحی خوشخبری ملی ہے۔ یا کیا وہ سراسر جھوٹ ہے؟ ایسے سوالات ہر زمانے میں کیے جاتے ہیں۔

یہودی مذہب کے بارے میں جواب دینا آسان تھا۔ پرانا عہدنامہ نئے عہدنامہ کی تیاری ہے۔ مسیح میں ہی یہود کی اُمیدیں پوری ہو گئیں۔ خدا کے قدیم وعدے اور انبیا کی پیشین گوئیاں مسیح میں پوری ہو گئیں۔ کیا مسیح نے خود یہ نہیں فرمایا تھا کہ

"یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی ۵ : ۱۷)۔

وحشی قوموں کے بارے میں بھی جواب صاف نظر آیا۔ جب وہ مسیحی ہو گئیں، تو اُن کو نہ صرف نئی زندگی بلکہ تہذیب و تمدن بھی ملا۔ مسیحی مبلغوں نے اُن کے لیے حروف تہجی ایجاد کیے اور نئی طرزِ زندگی سکھائی۔ مسیح میں کا تقویا منزل ہیں۔ نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ قومی طور پر تبدیل ہونے لگے۔

لیکن یونانی یا رُومی تہذیب کے بارے میں فیصلہ کرنا اتنی آسان بات نہ تھی۔ یونانی فلسفہ بہت ہی مشہور ہو گیا تھا۔ جب کوئی تعلیم یافتہ یونانی مسیحی ہو گیا، تو کیا اُس کو سقراط، افلاطون اور ارسطو کو سراسر ترک کرنا پڑا؟ اہلِ روم اُس گزرے ہوئے زمانہ میں جب کہ ہر قسم کی بدی رائج تھی بڑی خواہش سے اُس قدیم زمانے کے لیے ترستے تھے۔ جبکہ رُومی لوگ سادہ اور دیانتدار اور بہادر تھے۔ وہ قدیم باتوں پر زور دیتے تھے کہ یہی اچھی ہیں۔ کیا یہ ضروری ہو گا کہ جو مسیح کو قبول کرے گا، اُس کو اپنی اِس شاندار ماضی سے ہاتھ دھونا پڑے گا، اور اُس کا مقام ایک ایسے مذہب کو دینا ہو گا جو بالکل نیا ہو، اور آزمایا ہوا نہ ہو؟

۱۔ غیر مسیحی فلسفہ کا مقام

دلیلیوں کی آرا متفرق تھیں۔ عام طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یونانی دلیل فلسفہ کے حق میں تھے اور لاطینی اُس کے خلاف۔ ایک طرف یوسطین شہید، اور سکندریہ کا معلم کلیمینس تھے۔ یوسطین نے جو خود اپنے آپ کو مسیحی فیلسوف سمجھتا تھا اپنی رائے یوں پیش کی۔

"جو چیزیں تمام معلموں نے صحیح طور پر بیان کیں وہ سب ہم مسیحیوں کی ملکیت ہیں۔"

اُس نے یہ پیش کیا کہ خدا کے کلمہ نے فلاسفہ میں بھی کام کیا تھا۔ گو وہ

صاف صاف نہ دیکھ سکے کیونکہ اُن کے پاس صرف کچھ حد تک کلمہ تھا۔ مسیح خود کلمہ تھا اور جو اس میں شریک ہیں، وہ اُس کے فضل کی نعمت کے مطابق اُس مکاشفہ میں شریک ہیں، جو اُس کے ذریعہ سے ہُوا۔ تاہم کسی نہ کسی حد تک سقراط کو مسیحی کہہ سکتے ہیں، جس طرح کہ ابرہام اور ایلیاہ بھی "مسیحی" کے نام کے حقدار ہیں حالانکہ اُن کو خدا کا پُورا مکاشفہ نہ ملا تھا۔

اسی طرح کلیمنٹس اسکندریہ نے لکھا:۔

"خداوند کے آنے سے پہلے یونانیوں کے لیے فلسفہ ضروری تھا تاکہ وہ راستبازی کی طرف رجوع لائیں۔ جس طرح کہ شریعت یہودیوں کی استاد تھی، اُسی طرح مسیح تک پہنچانے کو فلسفہ یونانیوں کا اُستاد رہا" (گلتیوں ۳: ۲۴)۔

طرطلیان ان دلیلیوں کی ایک زبردست مثال ہے، جو فلسفہ کے خلاف تھے:۔

"فلسفہ دنیوی حکمت کا سامان ہے، یہ جلد بازی سے خدا کی ذات اور مرضی کی تشریح کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بلاشک ہر قسم کی بدعتی تعلیم فلسفہ ہی سے پیدا ہوگئی ہے۔ دراصل اتھینے کا یروشلیم سے کیا واسطہ؟ اکادمی (جہاں سقراط، افلاطون وغیرہ نے تعلیم دی) کا کلیسیا سے کیا نسبت؟ بدعت کا مسیحیت سے کیا تعلق؟ ستوئکی، افلاطونی اور منطقی مسیحیت سے کنارہ کشی کرو! مسیح یسوع کو پا لینے کے بعد ہمیں کسی نئی اور انوکھی بحث مباحثہ کی کیا ضرورت ہے؟"

ب۔ قدیم زمانوں کی میراث

دلیلیوں نے یہ جواب بھی دیا کہ مسیحیت گو نئی بھی ہے، تاہم سب سے قدیم مذہب ہے۔ طرطلیان نے یہ پیش کیا کہ موسیٰ روم شہر کی تعمیر سے بہت پہلے کا تھا۔ ہماری مذہبی کتب آپ کی کتب سے بہت زیادہ قدیم ہیں۔ اگر درحقیقت

آپ قدیم زمانہ کو پیار کرتے ہو تو ان کتابوں کو پڑھیں اور ان کی پیشین گوئیوں پر یقین کریں۔ یوسطین شہید نے بھی انبیاء کی قدامت پر اسی طرح زور دیا اور لکھا۔

"انبیاء کی ان کتب میں ایک ایسے شخص کی آمد کے متعلق اعلان کیا گیا ہے جو کنواری سے پیدا ہوگا، اور سنِ بلوغت تک پہنچ جائے گا۔ اُس وقت وہ طرح طرح کی بیماریوں اور کمزوریوں سے شفا بخشے گا، اور مُردوں کو بھی زندہ کرے گا۔ لوگ اُسے نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے، انکار کریں گے اور مصلوب کریں گے۔ یہی ہمارا مسیح یسوع ہے۔"

ج۔ مسیح نئی تبدیل شدہ زندگی بخشتا ہے

یہ بات عیاں تھی کہ ایک اخلاقی تبدیلی مسیحیوں کی زندگیوں میں ہو چکی تھی (صفحہ نمبر ۹۰، ۹۱ کو ملاحظہ فرمائیں) اور دلیلوں نے دلیری سے اس بات میں مسیح کی قدرت کا ایک زندہ ثبوت پایا۔ مثال کے طور پہ اوریگن نے یوحنا ۱۴ : ۱۲ کی یوں تشریح کی۔

"یسوع کے وعدہ کے مطابق شاگردوں نے جسمانی معجزوں سے بڑھ کر جیسے یسوع مسیح نے کیے اور بھی بڑے بڑے کام کیے۔ چنانچہ روحانی اندھوں کی آنکھیں کھل گئیں، اور اُن لوگوں کے کان بھی جو پہلے کسی نیکی کی تعلیم کی طرف سے بہرے ہو چکے تھے خدا کی بابت اور ساتھ ہی اُس مبارک طرزِ زندگی کے بارے میں سننے کے لیے کھل گئے۔ بہت سے اور لوگ بھی جو باطنی طور پہ لنگڑے تھے، کلام کی بدولت شفا پا کر ہرن کی مانند چوکڑیاں بھرتے ہیں" (یسعیاہ ۳۵ : ۶)۔

اوریگن نے اس بات پہ زور دیا کہ نہ صرف تعلیم یافتہ بلکہ جاہل، اَن پڑھ لوگ بھی مسیح کو قبول کر کے تبدیل شدہ زندگیاں بسر کرتے ہیں۔

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ فلسفہ کے بارے میں یوسطین کی رائے کا طرطلیان کی رائے سے مقابلہ

کریں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا یوسٹینین درست تھا یا طرطلیان؟ کیا دونوں آرا میں کچھ حقیقت ہے؟

۲۔ آج کل کے پاکستان کی تہذیب و تمدن میں مسیحی لوگ کہاں تک شریک ہو سکتے ہیں؟

۳۔ اگر کوئی مسلمان مسیح کو قبول کرے تو کیا ضروری ہے کہ وہ اپنی مذہبی میراث کو چھوڑ دے یا کیا وہ اسے مسیح کے لیے استعمال کر سکتا ہے؟

۴۔ بحث مباحثہ

ایک اور بات تھی، جس میں مسیحی کو اکثر غیر مسیحی دنیا سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ اکثر مسیحیت کے ایمان اور رسومات کے بارے میں غلط فہمیاں تھیں، اور دلیلوں نے صحیح تصویر کھینچ کر ان کو دُور کرنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی بعض غیر مسیحی فلاسفہ نے مسیحیت کے خلاف اعتراضات اور شکایات پیش کیں۔ ان میں سے سب سے مشہور کیلسس تھا، جس نے قریباً ۱۷۸ء میں ایک کتاب بنام "حقیقی کلام" تصنیف کی۔ امبروز نے جو کہ اوریجن کا شاگرد تھا، اپنے مُعلّم سے منت کی کہ وہ کیلسس کا جواب لکھے۔ قریباً ۲۴۸ء میں اوریجن نے کتاب بنام "کیلسس کی تردید میں" لکھی۔ عالمانہ طریقے سے اور بہت خوش خلقی اور صبر دکھا کر اوریجن کیلسس کے اعتراضات کا ایک مفصل اور معقول اور تسلی بخش جواب دیتا ہے۔ ہم یہ دلچسپی سے محسوس کرتے ہیں کہ جو باتیں لوگ آج کل مسیح کے خلاف کہتے ہیں، وہ نئی نہیں بلکہ پُرانی ہیں اور کہ اوریجن نے سترہ صدیاں ہوئیں، ایسے جوابات دے دیے جو کہ آج کل بھی مفید ہیں۔

اُس زمانہ میں آج کل کی طرح ایسے معترض تھے، جو کہ کلام مُقدّس کے چیدہ چیدہ اقتباسات لے کر غلط نتیجے اخذ کرنے کے درپے تھے۔ اوریجن نے جواب دیا۔

"اگر کیلسس اناجیل کی وہی باتیں یقین کرتا ہے جہاں مسیح اور مسیحیوں پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے لیکن جب وہ مسیح کی الوہیت کو ثابت کرتی ہیں تو اُس کو نہیں مانتا۔ اس ضمن میں ہم اُس سے

عرض کریں گے۔ معزز دوست! مہربانی کر کے یا تو اناجیل کو سراسر ترک کر دیں اور صرف نکتہ چینی کے لیے انہیں کام میں نہ لائیں، یا اُن کو سراسر قبول کر کے، خدا کے مجسم کلام کو سراہیں۔"

اُس زمانہ میں بھی آج کی طرح ایسے معترض تھے جو کسی آیت کو غلط یا نامکمل صورت میں یا اپنی سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پیش کرنے کو تیار تھے۔ ذرا قیلسُس کا ایک اعتراض اور اوریجن کے معقول جواب پر غور کریں۔

قیلسُس:۔ "مسیح کیوں بڑے زور سے آہ و زاری اور واویلا کر کے منت کرتا ہے کہ وہ موت کے ڈر سے بچ نکلے اور اسی طرح کیوں کہتا ہے، 'اے باپ کاش کہ یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے'؟"

اوریجن:۔ "قیلسُس کے اعتراض میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ وہ صحیح متن پیش نہیں کرتا۔ کوئی ایسا بیان نہیں کہ مسیح نے بڑے زور سے واویلا کیا۔ قیلسُس نے مسیح کے الفاظ کو تبدیل کیا ہے جس نے کہا کہ، 'اے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے۔' (متی ۲۶: ۳۹) اور ساتھ ہی وہ اُس قول کا اقتباس پیش نہیں کرتا، جس میں باپ کے سامنے مسیح کی دینداری اور رُوح کے مطابق مسیح کی برتری ظہور پذیر ہو یعنی 'تو بھی نہ جیسا میں چاہتا ہوں بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو،' وہ بھلا دیتا ہے کہ اُس نے یہ نہیں سُنا کہ مسیح پوری رضامندی سے اپنے باپ کے تابع فرمان یہاں تک ہوا کہ وہ دُکھ سہنے کے لیے تیار تھا۔ جس طرح لکھا ہے کہ 'اگر یہ میرے پیئے بغیر نہیں ٹل سکتا تو تیری مرضی پوری ہو' (متی ۲۶: ۴۲)۔"

ابتدائی صدیوں میں غیر مسیحیوں نے، خاص کر اِس بات کا مضحکہ اُڑایا کہ کوئی مُردوں میں سے جی اُٹھنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اعمال ۱۷: ۳۲ میں اِس بات کا ذکر ہے کہ جب اتھینے کے علماء نے پولُس سے "مُردوں کی قیامت کا ذکر سُنا تو ٹھٹھا مارنے لگے،" قیلسُس نے بھی اسی طرح کیا۔ ہم اِس کے

اعتراض اور اوریغین کے جواب پر ذرا غور کریں۔

قیستس :- "تم کس وجہ سے ایمان لاتے ہو سوائے اُس کے کہ یسوع نے پہلے سے پیشین گوئی کی کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھے گا؟ چلو ہم مان لیتے ہیں کہ جیسا تم دعوے کرتے ہو ویسا ہی اُس نے کہا۔ لیکن کتنے اور ایسے دھوکے باز موجود ہیں جو کہ اسی طرح سادہ لوح لوگوں کو حیران کن کہانیوں سے قائل کر دیتے ہیں!

"کیا اوروں کی کہانیاں محض بناوٹی ہیں اور تمہارا المیہ بھی شاندار اور یقین بخش ہے؟ یہ کیسی عظیم بات ہے کہ وہ مرتے ہوئے پکار اُٹھا اور بھونچال اور اندھیرا ہو گیا! جب وہ زندہ رہا تو اُس نے اپنے آپ کو نہ بچایا، لیکن موت کے بعد ہی وہ جی اُٹھا ہے۔ اور اپنی سزا کے نشانات دکھانے یعنی کہ اُس کے ہاتھ کس قدر چھیدے گئے تھے اُکس نے یہ ماجرہ دیکھا ہے؟ ایک عورت نے جو شدتِ جذبات سے بے قابو تھی اور شاید کوئی اور جس نے ہزارہا اوروں کی طرح خوش فہمی کا شکار ہو کر فریبِ نظر سے دھوکہ کھایا ہو، یا غالباً دیگر شاگردوں پر ایک عجیب و غریب ماجرہ بیان کرنے سے اثر ڈالنا چاہتی ہو!

"اگر فی الحقیقت یسوع الٰہی قدرت ظاہر کرنا چاہتا تو چاہیے تھا کہ وہ اپنے آپ کو انہی اشخاص کے سامنے ظاہر کرتا جنہوں نے اُسے ستایا اور مجرم ٹھہرایا تھا نیز یہ کہ وہ سب کے سامنے ہر جگہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا!"

اوریغین :- "مسیح کا مُردوں میں سے جی اُٹھنا ایک تاریخی واقعہ تھا اور ہم اُس کا قصہ کہانیوں سے مقابلہ نہیں کریں گے۔

"صلیب پر اس کی موت ایک علانیہ واقعہ تھا، ایسا نہ ہو کہ کوئی کہے کہ وہ جان بوجھ کر آدمیوں کی نظر سے علیحدہ ہو گیا، اور یوں جب مرتا معلوم ہوا تو دراصل نہیں مرا، بلکہ جب مرضی ہوگئی تو دوبارہ

نظر آ کر یہ عجیب کہانی جانے لگا کہ میں مُردوں میں سے جی اُٹھا ہوں۔ مسیح کے جی اُٹھنے کا صریح اور یقینی ثبوت یہ ہے کہ اُس کے شاگردوں کے رویہ میں بڑی تبدیلی ہوئی اور وہ اُس بشارت میں مشغول ہونے لگے، جس سے اُن کی جانیں خطرہ میں پڑ گئیں۔ اگر انہوں نے یہ کہانی ایجاد کی ہوتی کہ مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے تو وہ اتنے جوش سے اُس کی تعلیم نہ دیتے اور نہ ہی وہ اوروں کو سکھاتے کہ وہ موت سے لاپرواہ ہوں، اور خاص کر وہ خود موت سے بے خوف نہ ہوتے۔

"آپ کہتے ہیں کہ مسیح صرف ایک جذباتی عورت پر ظاہر ہوا۔ لیکن یاد رکھیں کہ توما رسول اُس وقت تک اعتقاد رکھنے کے لیے تیار نہ تھا جب تک اُس نے مسیح کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا تھا۔

"البتہ سچ تو یہ ہے کہ انجیل کے بیان کے مطابق وہ جی اُٹھنے کے بعد اُسی طرح ظاہر نہ ہوا جیسے کہ اُس سے پہلے تھا، جب کہ وہ علانیہ اور سب کے سامنے تھا۔ وہ صرف اُن لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا، جن میں اُس نے ایسی روحانی آنکھیں پہچانیں جن میں قیامت دیکھنے کی قابلیت موجود تھی۔ یہ اچھا نہ ہوتا کہ وہ اُس کے سامنے ظاہر ہو جس نے اُسے مجرم ٹھہرایا۔ یا اُن لوگوں کے سامنے جنہوں نے اُسے ذلیل کیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ اہلِ سدوم کی طرح وہ اندھے کر دیے جائیں (پیدائش ۱۹: ۱۱)۔ جب مسیح دنیا میں بھیجا گیا تو اُس نے نہ صرف اپنے آپ کو ظاہر کیا بلکہ ساتھ ہی ساتھ اُس نے اپنے آپ کو پوشیدہ بھی رکھا۔ اُس کے شاگردوں نے بھی اُس کی ذات کو پورے طور پر نہیں پہچانا اور بعض اور لوگ تھے، جن کے لیے وہ سراسر مخفی تھا۔ تاہم اُس نے ان کے لیے جو تاریکی میں تھے بلکہ رات کے فرزند تھے، نور کے پھاٹکوں کو کھول دیا ہے، اور آج کل اُن لوگوں کا نور ہے جو دن اور نور کے فرزند ہونے کے درپے ہیں۔"

گو یہ بحث کے سلسلہ میں نہیں آئی بلکہ ایک تفسیر میں ہے پھر بھی یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قریباً ۲۰۰ء میں تھیوڈوراز مپسوئیسٹیہ نے آج کل کے ایک عام اعتراض کا معقول اور تسلی بخش جواب دیا۔ جس نبی کا ذکر یوحنا ۱: ۲۱ اور

مسیح ہے۔ یا کوئی اور؟ تھیوڈور نے یوحنا ۱: ۲۰، ۲
۴۰:۱ میں کیا گیا ہے، کیا وہ
۲۱ کی یوں تشریح کی ہے:۔
کتاب مقدس کا یہ: مسیح ہے ...... یہی وہ نبی ہے
مطلب نہیں کہ نبی اور ہے، مسیح اور۔ بات یوں تھی کہ چونکہ الفاظ
مختلف تھے لہٰذا بھیڑ نادانی کی وجہ سے دو مختلف اشخاص کی
منتظر تھی:
یاد رکھیں کہ تھیوڈور نے یہ تشریح بانیٔ اسلام کی پیدائش
سے ایک سو پچاس سال پہلے تصنیف کی تھی۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

ایل بیوان جونز مسیحی دین کا بیان صفحہ ۲۷۵ تا ۲۹۶

سوالات برائے نظرِ ثانی

مثالیں دے کر بیان کریں کہ

۱۔ تیلسس کے اعتراضات کا اوریجن نے کس طرح جواب دیا؟ کیا آپ کی دانست میں اوریجن کے جوابات آج کل کی بحث میں مفید ہیں؟

۲۔ اعمال ۳: ۲۱-۲۶ اور تھیوڈور کی مندرجہ بالا تشریح کی روشنی میں استثنا ۱۸: ۱۵ تا ۱۹ پر مضمون لکھیں اور ثابت کریں کہ "وہ نبی" خداوند یسوع مسیح ہی ہے۔

۵۔ مشرق میں مسیحی منادی

مشرق میں ہمیں بشارتی مضامین کے بارے میں بہت کم ماخذ دستیاب ہیں۔ صفحہ نمبر ۸۰ پر ہم نے پڑھا کہ شمعون نے کس طرح کا مضمون پیش کیا، اور پانچویں باب فصل سوم میں صفحہ ۳۲۱ تا ۳۲۲ پر ہم ایک بحث کا ذکر پڑھیں گے جو کہ شاہ پور دوم کی ایذا رسانی کے دوران ایک یہودی سے ہوئی۔ اس کے علاوہ ہمیں فارسی شہدا کے بیانات سے پتہ لگتا ہے کہ زرتشتی آتش پرستوں کے ساتھ مسیحی تبلیغ کا آغاز کی

طریقہ کیا تھا، اور بردیشان کے "قسمت پر بحث" میں ہم زرتشتیوں کے ایک اعتراض کا جواب بھی پاتے ہیں۔

ا۔ آتش پرستوں سے گفت وشنید

مسیحی:۔ "آپ زندہ اشخاص ہو کر پھر بھی اُن چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، جن میں زندگی نہیں۔"

مجوسی:۔ "لیکن سورج تو زندہ ہے، چنانچہ سورج ہی تمام چیزوں کو زندگی بخشتا ہے۔ اسی طرح آگ بھی زندہ ہے کیونکہ وہ ہر چیز جو دُنیا میں موجود ہے جلا سکتی ہے۔"

مسیحی:۔ "جی نہیں! آگ میں زندگی نہیں کیونکہ اُس کے بجھانے کے لیے پانی کا ایک معمولی سا چھینٹا کافی ہے، اور نہ ہی سورج زندہ ہے، کیونکہ رات اُس پر غالب آجاتی ہے۔ ہم مسیحی خلق کی ہوئی اشیا کی پرستش نہیں کرتے، ہم اُس خُدا کو سجدہ کرتے ہیں جس نے سورج اور آگ کو بنایا، جس نے زمین اور سمندر اور اُن میں رہنے والی تمام اشیا کو خلق کیا۔"

مجوسی:۔ "لیکن آپ ایک مُردہ شخص کی عبادت کرتے ہیں جو صلیب پر مارا گیا اور آپ کہتے ہیں کہ جو مصلوب ہوا تھا وہ خُدا تھا!"

اب مسیحی کو موقعہ ملا ہے کہ وہ جواب میں مسیح کے تجسّم اور راہِ نجات کے بھیدوں کو کھول دے۔

ب۔ قسمت پر بحث

زرتشتیوں کا یہ دعویٰ تھا کہ دو بڑے دیوتا ہیں جن میں سے ایک اچھا تھا اور دوسرا بُرا۔ وہ مسیحیوں کے دعویٰ پر اعتراض کرتے تھے کہ خدا ایک ہی ہے۔ بردیشان نے اس اعتراض کے جواب دینے کے لیے ایک مکالمہ تیار کیا، جس میں معترض کا نام آودَہ ہے اور بردیشان خود جواب دیتا ہے۔ اس بحث کا اختصار یُوں ہے:۔

آودَہ:۔ مسیحی کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے اور وہ سب آدمیوں

کا خالق ہے اور اُس کی یہ مرضی ہے کہ آدمی اُس کے حکم کو مانے۔
بھلا بتائیے کہ خدا نے کیوں ایسے اشخاص کو پیدا نہیں کیا جو بدی نہ کر سکیں، بلکہ لگاتار نیکی کریں تاکہ اُس کی پاک مرضی پوری ہو جائے؟"

بردیصان:۔ "اگر آدمی کی بناوٹ اُسی طرح سے ہوتی تو وہ شخصیت نہ ہوتا بلکہ صرف ایک محرک کا وسیلہ کار ہوتا۔ خدا نے مہر کر کے فیصلہ کیا ہے کہ بنی نوع انسان دیگر مخلوقات سے مختلف ہو، آزادی دے اُس نے اُسے سب مخلوقات سے اعلیٰ بنا دیا ہے اور اس کو فعل مختاری بھی دی ہے تاکہ جو کچھ اُس کے بس کی بات ہو، اگر مرضی ہو تو وہ کر سکتا ہے اگر مرضی نہ ہو تو باز رہ سکتا ہے۔"

آوِدہ۔ "ہے تو درست لیکن جو احکام بنی نوع انسان کو دیے گئے ہیں، وہ بہت سخت ہیں۔ اِن پر عمل کرنا آدمی کے بس کی بات نہیں۔"

بردیصان۔ "خدا بنی نوع انسان کو صرف اُس کی طاقت کے مطابق حکم دیتا ہے۔ اس کے احکام دو ہیں یعنی سب بدی سے پرہیز کرو، نیکی کرو۔ کون اتنا کمزور ہے کہ وہ چوری سے، جھوٹ بولنے سے، بدچلنی سے، حسد سے اور دھوکے بازی سے پرہیز نہیں کر سکتا؟ اسی طرح یہ بھی اس کے بس کی بات ہے کہ محبت رکھے، برکت دے، سچ بولے، اور اپنے جان پہچانوں کے لیے دعا کرے۔ شاید صحت یا بیماری اُس کے بس کی بات نہ ہو لیکن کمزوری اور تندرستی کی حالتوں میں بدی سے پرہیز کر سکتا ہے، اور نیکی کر سکتا ہے۔"

آوِدہ:۔ "لیکن یہ ایک قدرتی بات ہے کہ آدمی بدی کرے!"

بردیصان۔ "جی نہیں۔ یہ اُس کے ارادے اور مرضی پر منحصر ہے۔"

آوِدہ۔ "لیکن بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ آدمی قسمت کے فیصلوں کا پابند ہوتا ہے لہٰذا وہ کبھی کبھی شرارت اور کبھی کبھی

پیش کرتا ہے:

بردیصان۔ "اگر یہ سچ ہے تو بتائیے کہ مختلف ممالک میں طرح طرح کی رسومات اور عادات کیوں ہیں؟"

آوِدَہ۔ "بات یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف ستارے حکومت کرتے ہیں اور لوگوں کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ طرح طرح کی رسومات پر چلیں۔"

بردیصان:۔ "بتائیے کہ اِن ممالک میں مسیحیوں کی زندگیوں میں نمایاں فرق کیوں ہوتا ہے؟ یسوع کے حکم کو وہ اپنی آزاد مرضی سے بجا لاتے ہیں اور قسمت کیوں اُن کو مجبور نہیں کرتی کہ اُن ممالک کی ناپاک عادات میں شریک ہوں؟ (اِس دلیل کی تفصیل کے لیے صفحہ نمبر ۴۳ کو ملاحظہ فرمائیں)۔ بے شک یہ اکثر اوقات ہمارے بس کی بات نہیں کہ ہم تندرست ہوں یا بیمار، امیر ہوں یا غریب؛ کیونکہ اگر سب کچھ کر سکتے تو سب کچھ ہو جاتے، اور اگر کچھ نہ کر سکتے تو صرف اوروں کے آلۂ کار بن جاتے۔ البتہ جب خدا کی مرضی ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی اُس کے عظیم اور پاک ارادہ کو روک نہیں سکتا۔

"بے شک آج کل حالات سراسر تسلی بخش تو نہیں لیکن وہ دن ضرور آئے گا کہ جب خدا سب چیزوں کو نیا بنا دے گا" (مکاشفہ ۲۱: ۵)۔ تب بُرائی کا سب شور و غل موقوف ہو جائے گا۔ سب بغاوتیں ختم ہو جائیں گی، اور بے وقوف لوگ قائل ہو جائیں گے اور دنیا میں اُس کی بدولت جو ساری مخلوقات کا واحد خداوند ہے سکون و اطمینان قائم ہو جائے گا۔"

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ زرتشتیوں کے چند اعتراضات کا ذکر کرکے بتائیں کہ مسیحیوں نے اُن کا کس طرح جواب دیا؟

۲۔ بردیعان نے کہاں تک آزردہ کو معقول جواب دیا؟ کیا اُس نے گناہ کی قوت کا کافی لحاظ کیا؟ کیا اُس نے آزاد مرضی اور فعل مختاری پر زیادہ زور دیا؟ بردیعان کے جواب میں سب سے بڑی خوبیاں کونسی تھیں؟

۳۔ اُن ضروری اسباق کی ایک فہرست تیار کریں، جو کہ آپ نے اِس دوسرے باب سے سیکھے ہیں، اور بتائیں کہ آپ کہاں تک ان پر عمل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں؟

تیسرا باب

کلیسا میں مسیحی طرزِ زندگی

دیباچہ

انجیل کی اشاعت کے بارے میں ہم کافی کچھ دیکھ چکے ہیں۔ اور یہ ضروری تھا کیونکہ بشارت انفرادی طور پر ہر ایک مسیحی کا، اور مجموعی طور پر مسیح کی کلیسیا کا اوّلین فرض ہے۔ تاہم منادی کرنا اور لوگوں کو مسیح کے پاس لانا کافی نہیں۔ جب وہ مسیح کے پاس آتے ہیں تو وہ نہ صرف نئے مخلوق بن جاتے ہیں بلکہ وہ ایک ایسی رفاقت میں بھی شریک ہو جاتے ہیں، جس کا مقصد ہے کہ اُن کی مسیحی زندگی پرورش پائے اور ترقی کرے۔ اس باب میں ہم ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کی طرزِ زندگی کو معلوم کرنے کی کوشش کریں گے یعنی اُس کی عبادت اور رسومات، اور اُن دیگر باتوں کو جن سے اُس کی رفاقت قائم رہی ہے اور ساتھ ہی ساتھ پاسبانی خدمت اور ضبط کا انتظام کیا ہے۔

اس باب کے بیان کے ساتھ ہی ساتھ کینتھ سکاٹ لاٹوریٹ کی "تواریخ مسیحی کلیسیا" کے ابواب ۱۱، ۱۳، ۱۷ اور ۲۸ کو غور سے پڑھیں۔ اکثر اقتباسات "رسولی بزرگ" سے بھی لیے جائیں گے اور یہ مفید ہوگا کہ اُن کے سیاق و سباق سے واقفیت حاصل کریں۔ پہلی تین صدیوں کی مشرقی کلیسیا کی طرزِ زندگی کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ البتہ "نظریاتِ مُرسَل" سے پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۲۵۰ء میں ایدیسہ کی کلیسیا میں رسم و رواج کیا کیا تھیں، اور غالباً وہی دستور جو کہ ایدیسہ کی کلیسیا میں رائج تھے۔ ساسانی حکومت کی بعض کلیسیا میں بھی عام تھے۔

فصل اوّل

بپتسمہ کے ذریعہ کلیسیا میں داخلہ

ادائیگی کا طریقہ

عیدِ پنتکُست کے دِن سے لے کر مسیح کے حکم کے مطابق کہ "تم جا کر سب قوموں ۔ ۔ ۔ ۔ باپ اور بیٹے اور رُوحُ القدس کے نام سے بپتسمہ دو"، بپتسمہ وہ رسم تھا جس سے کوئی مسیح کی کلیسیا میں داخل ہو جاتا تھا۔ نئے عہد نامہ میں یہ بات عیاں ہے کہ بپتسمہ کا سب سے ضروری نشان نہانا یا غسل کرنا ہی تھا (اعمال ۲ : ۳۸ اور ۲۲ : ۱۶ مقابلہ ۱ - پطرس ۳ : ۲۱) البتہ کوئی صاف بیان تو نہیں کہ بپتسمہ کا طریقہ کیا تھا۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ حبشی خوجہ کسی دریا یا ندی میں اُترا۔ جہاں اُس نے غوطہ لگایا۔ یا وہ اُس پانی میں کھڑا ہُوا اور فلپس نے اُس کے سر پر پانی انڈیل دیا (اعمال ۸ : ۳۸)۔ ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ فلپی دارو غہ کا بپتسمہ جو کہ رات کے وقت خاندان سمیت ہُوا (اعمال ۱۶ : ۳۳) اُس چھوٹے تالاب میں ہُوا ہو گا جو کہ اُس کے گھر کے صحن کے وسط میں تھا، جہاں بارش کا پانی جمع ہوتا تھا۔ اور وہ اُس میں گھٹنے ٹیکے ہوئے تھا، اور پولس رسول نے اُس کے سر پہ پانی انڈیلا۔ لیکن کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے ہم اپنے اندازہ کو ثابت کر سکیں۔ اس لیے جو کچھ تعلیم الرسل بپتسمہ کے متعلق بتاتی ہے۔ نہایت اہم ہے کیونکہ یہ قریباً سنہء کی لکھی ہوئی ہے، اور پہلا بیان ہے، جہاں طریقہ کا صاف ذکر ملتا ہے۔

"بپتسمہ کے متعلق یہ تعلیم ہے کہ یوں بپتسمہ دینا چاہیے۔ مذکورہ بالا باتوں کو اور راستوں کی بابت، صفحہ نمبر ۹۱ تا ۹۳ کو دیکھیں) پہلے سُنا کر زندہ بہتے پانی

میں باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ اگر زندہ پانی نہ ملے تو اور پانی میں، اور اگر ٹھنڈے پانی کی برداشت نہ ہو تو گرم پانی میں۔ اور اگر زندہ پانی نہ ملے نہ گرم تو سر پر تین دفعہ پانی انڈیل کے باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کے نام سے بپتسمہ دو۔ لیکن بپتسمہ سے پہلے بپتسمہ دینے اور لینے والے دونوں، اور اُن کے ساتھ وہ بھی جو روزہ رکھ سکتے ہیں روزہ رکھیں، پر بپتسمہ لینے والے کو ایک یا دو روز پہلے سے روزہ رکھنے کا حکم دو۔" (۷: ۱ تا ۴)۔

اس بیان میں یہ بات عیاں ہے کہ مصنف نے "زندہ پانی میں" یعنی کسی بہتے دریا میں کا بپتسمہ زیادہ پسند کیا۔ البتہ وہ خاص حالات میں کسی تالاب یا حوض میں، اور گرم پانی میں بھی اجازت دینے کے لیے تیار ہے، اور اگر پانی کم ہو تو پانی تین دفعہ سر پر انڈیلا جائے۔ غوطہ کا صاف ذکر نہیں۔ بہت سے علما کا خیال ہے کہ خواہ "زندہ پانی" تھا یا حوض، بپتسمہ پانے والا پانی میں کھڑا یا گھٹنے ٹیکے ہوتا تھا، اور بپتسمہ دہندہ اُس کے سر پر اس پانی میں سے کچھ انڈیل دیتا تھا۔

دُورا یوروپس[۱] کے مسیحی گھر میں (جس کا مفصل ذکر اس باب کی فصل دوم میں ملتا ہے) دنیا کا سب سے پُرانا بپتسمہ کا حوض ملا ہے۔ جس کی تاریخ قریباً ۲۳۲ء ہے۔ تصویر نمبر ۲ میں آپ اس کی شکل دیکھ سکتے ہیں۔ وہ اتنا بڑا نہیں کہ کوئی اُس میں غوطہ لگا سکے۔ لیکن اتنی گنجائش ہے کہ کوئی اُس میں دو زانو ہو کر انڈیلنے سے بپتسمہ پا سکتا ہے۔

قریباً ۱۵۰ء میں یوسطین شہید نے اپنے پہلے دلیل نامہ میں بپتسمہ کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

> "جو لوگ تعلیم کے قائل ہو کر ایمان سے اقرار کرتے ہیں کہ انجیل کی باتیں سچی ہیں اور جو اُس تعلیم کے مطابق اپنی زندگی گزار سکتے ہیں، یہ سب سیکھتے ہیں کہ ہمیں دعا کرنا اور روزہ رکھ کر گزرے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔ ہم بھی اُن کے ساتھ مل کر دعا کرتے اور روزہ رکھتے ہیں۔ اس کے بعد ہم اُن کو پانی کے پاس پہنچاتے ہیں اور وہاں وہ .... نئے سرے سے پیدا ہو جاتے ہیں۔

۱؎ Dura-Europos

کیونکہ وہ خدا باپ کے جو ساری خلقت کا مالک بھی ہے، اور ہمارے منجی یسوع مسیح کے، اور رُوح القدس کے نام سے پانی میں بپتسمہ پاتے ہیں۔ یہ غسل کو ہم تنویر[1] کہتے ہیں کیونکہ بپتسمہ یافتوں کی تمیز منوّر ہو جاتی ہے۔"

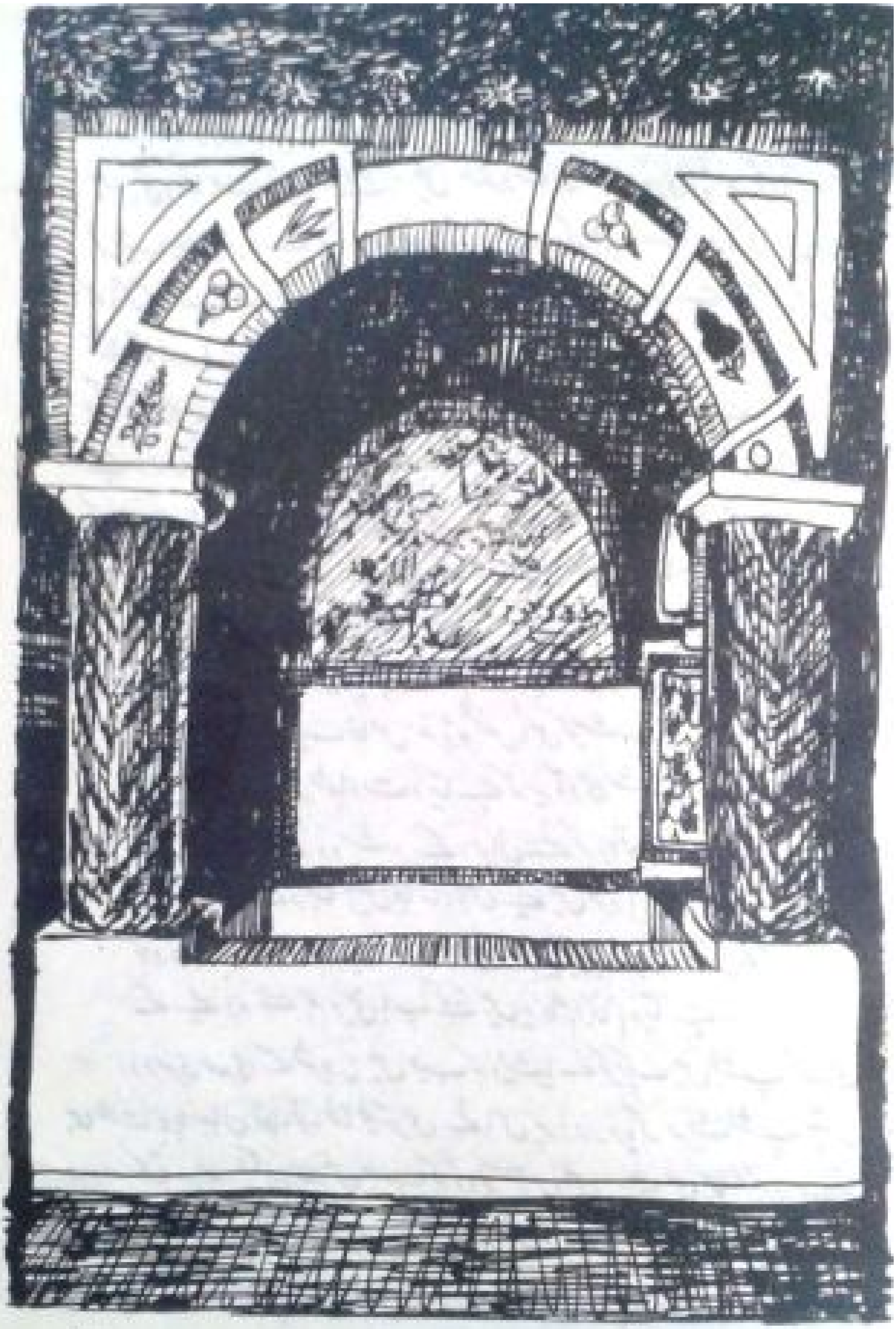
بپتسمہ کے بعد نو مرید مسیحی فوری طور پر پاک عشاء میں شریک ہوتا تھا۔ استحکام کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

قریباً ۲۰۰ء میں ہپالیت ایک بپتسمہ کی رسم کی ادائیگی کو بدیں الفاظ بیان کرتا ہے کہ روم میں بپتسمہ کی عبادت کہاں تک پیچیدہ ہو گئی تھی۔ بپتسمہ سے پہلے نو مرید نے شیطان اور اُس کے سب کاموں کو ترک کر دیا، اور پھر ایک قسیس نے اُسے "جھاڑ پھونک کے تیل" سے مسح کیا۔ بعد میں اُس نے اپنے سب کپڑے اتارے اور پانی میں اُس قسیس سمیت کھڑا ہو گیا، جو اُسے بپتسمہ دینے والا تھا۔ پانی میں اُس نے تین دفعہ ایمان کا اقرار کیا —— پہلے خدا باپ پر، پھر خدا بیٹے پر، اور پھر خدا پاک رُوح پر۔ ہر اقرار کے بعد قسیس بپتسمہ پانے والے کے سر پر ایک دفعہ ہاتھ رکھتے ہوئے اُسے بپتسمہ دیتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غوطہ مراد ہے۔ تین دفعہ غوطہ کھا کر نو مسیحی پانی سے نکلا اور قسیس نے "شکرگزاری کے تیل" سے اُسے مسح کیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے آپ کو خشک کیا اور صاف سفید کپڑے پہن لیے (گلتیوں ۳: ۲۷، کلسیوں ۳: ۹ تا ۱۰)۔ اِس کے بعد بشپ نے سب بپتسمہ یافتوں کو پھر سے مسح کیا اور اُن پر دُعا کے ساتھ ہاتھ رکھ کر انہیں مستحکم کر دیا۔ بشپ کی دُعا یوں تھی:-

"اے خداوند خدا، جس نے اُن کو اِس لائق ٹھہرایا کہ رُوح القدس کے غسل سے گناہوں کی معافی حاصل کریں، اب اپنا فضل انہیں بخش تاکہ تیری مرضی کے مطابق وہ تیری خدمت کریں، کیونکہ اے باپ اور بیٹے، رُوح القدس کے ساتھ اور پاک کلیسیا میں، جلال اب اور ابد تک تیرا ہی ہوتا رہے گا۔"

---

[1] "Illumination", or "Enlightenment"



تصویر نمبر۲ ڈورا یوروپس میں بپتسمہ کا حوض

Scanned by CamScanner

رومی تہذیب میں کسی آدمی کا ننگا ہونا شرم کی بات نہ سمجھا جاتا تھا۔ غالباً عورتیں سفید کمربند پہنے ہوئے بپتسمہ پاتی تھیں اور کلیسیا کی خادمات[۱] کا یہ فرض تھا کہ عورتوں کے کپڑے اتارنے اور پہنانے میں اُن کی مدد کریں۔

تھیوڈور از موپسوئیسطیہ کا تعلیمی سلسلہ جو کہ قریباً سنہ ۳۹۲ء کا ہے، اور جس کی اشاعت قریباً سنہ ۴۲۰ء میں ہندوستان تک پہنچی، بپتسمہ کی ایک ایسی ترتیب بیان کرتا ہے جو کہ ہپالیتس کی ترتیب کی طرح ہے۔ وہ بھی اِس بات کا ذکر کرتا ہے کہ نومرید ننگا ہو کر پانی میں جاتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح آدم ننگا تھا اور اِس لیے شرماتا نہ تھا (پیدائش ۲: ۲۵) کہ وہ بے گناہ تھا، اسی طرح وہ مسیحی جو بپتسمہ میں پاک صاف کیا جاتا ہے اور نئے سرے سے پیدا ہو جاتا ہے، خدا کے سامنے ننگا ہونے سے شرماتا نہیں۔ تھیوڈور بھی دینی باپ[۲] کا ذکر کرتا ہے جو کہ بپتسمہ کے موقع پر مسیحی کے لیے ایک قسم کا ضامن ہے:

> ”جو کوئی بپتسمہ کے لیے آتا ہے اُس کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ ایک نئے اور خوبصورت شہر کا شہری بن جائے گا، اور اس سے پہلے کہ اُس کا نام درج کیا جائے، اسکو سب مقررہ شرائط پوری کرنی ہوں گی۔ لہٰذا اِس شہر کا ایک خاص مقررہ شخص اُس کو شہر کے رجسٹرار کے پاس لاتا ہے اور شہادت دیتا ہے کہ یہ آدمی شہری ہونے کے لائق ہے اور چونکہ وہ شہر کے احوال سے کم واقف ہے اور اُس میں درستی سے رہنا نہیں جانتا، اس لیے میں خود اِس کا راہنما ہونے کا وعدہ کرتا ہوں، جب تک اس کو مزید تجربہ نہ ہو۔ بپتسمہ یافتوں کے لیے وہ جسے ہم دینی باپ کہتے ہیں یہ کام انجام دیتا ہے۔“

دوسری صدی کے شروع میں جب کہ ایشیائے کوچک میں بشپ ایک ہی جماعت کا پاسبان تھا، تو اغناطیوس نے اِس پر زور دیا کہ صرف بشپ بپتسمہ دے سکتا ہے۔ لیکن بعد میں جب کہ ڈائیوسیس میں بہت سی جماعتیں ہونے لگیں۔ تو مقامی پاسبان بپتسمہ دینے لگے۔ طرطلیان اصرار کرتا ہے کہ بشپ کی اجازت اگر ملے تو عام مسیحی بھی بپتسمہ دے سکتے ہیں۔ لیکن وہ عورتوں کو بپتسمہ

۱۔ deaconess ۲۔ godfather

تفصیل کے ساتھ بیان کریں۔ ہم صرف چند اشارے اور اقتباسات پیش کریں گے۔

نئے عہد نامہ میں تین دفعہ "گھرانا" یا "لوگوں" یا "خاندان" کے بپتسمہ کا ذکر آیا ہے۔ لُدیہ نے "اپنے گھرانے سمیت بپتسمہ لیا" (اعمال ۱۶ : ۱۵)۔ جب فلپی داروغہ نے شخصی نجات کے بارے میں پوچھا تو پولُس اور سیلاس نے جواب دیا "خُداوند یسوع پر ایمان لا تو تُو اور تیرا گھرانا نجات پائے گا۔ اور اُنہوں نے اُس کو اور اُس کے سب گھر والوں کو خدا کا کلام سُنایا اور اُسی وقت (داروغہ نے) اپنے سب لوگوں سمیت بپتسمہ لیا۔۔۔۔ اور اپنے سارے گھرانا سمیت خدا پر ایمان لاکر بڑی خوشی کی" (اعمال ۱۶ : ۳۱ تا ۳۴)۔ کرنتھس میں پولُس نے صرف تھوڑے لوگوں کو بپتسمہ دیا اور ستِفناس کے خاندان کو بھی میں نے بپتسمہ دیا" (۱۔ کرنتھیوں ۱ : ۱۶)۔ ان واقعات میں "خاندان" سے کیا مُراد ہے؟ چند علما کا خیال ہے کہ ان خاندانوں میں بچے بھی شامل تھے۔ لیکن اوروں کا یقین ہے کہ ان میں صرف بالغ، غلام، لونڈیاں وغیرہ شامل تھے۔

۱۔ کرنتھیوں ۷ : ۱۴ میں لکھا ہے کہ "جو بیوی با ایمان نہیں وہ مسیحی شوہر کے باعث پاک ٹھہرتی ہے ورنہ تمہارے فرزند ناپاک ہوتے مگر اب پاک ہیں"۔ بعض علما سمجھتے ہیں کہ "پاک" سے یہ مُراد ہے کہ ایسے فرزندوں کا بپتسمہ ہُوا تھا لیکن اور علما اِس سے متفق نہیں۔

قریباً سنہ ۱۵۵ء میں پالیکارپ سمرنا میں شہید ہوگیا۔ جب رُومی حاکم نے اُسے سمجھایا کہ مسیح کا انکار کرے تاکہ آگ سے بچ جائے تو اُس نے یُوں جواب دیا:

"چھیاسی برس تک میں نے اُس کی خدمت کی ہے اور اُس نے مجھ کو اپنی برکتوں سے نوازا ہے۔ اب میں کس طرح اپنے اور اپنے نجات دہندہ پر کفر بک سکتا ہوں؟"

بعض علما اِس سے اخذ کرتے ہیں کہ پالیکارپ نے بچپن میں بپتسمہ پایا اور یُوں مسیح کا خادم بن گیا اور شہادت کے وقت اُس کی عمر ۸۶ سال کی تھی۔ اور علما اس نتیجہ کو قبول نہیں کرتے۔

اوریگن نے سنہ ۲۳۳ء کے بعد یہ لکھا کہ "کلیسیا کے دستور کے مطابق بپتسمہ بچوں کو بھی دیا جاتا ہے۔"

اور سنہ ۲۴۴ء کے بعد اُس نے یہ بھی لکھا :۔

"کلیسیا نے رسولوں کی طرف سے یہ روایت حاصل کی ہے کہ بچوں کو بھی بپتسمہ دے ۔"

اوریجن ایک ایسا آدمی تھا جو کسی بات کا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اور علماء نے ان دونوں اقتباسات سے یہ نتیجہ نکالا کہ کم از کم اوریجن کا بپتسمہ اور اُس کے باپ کا بپتسمہ بچپن میں ہوا تھا۔ کیونکہ یوسیبیس مورخ کہتا ہے کہ اوریجن تیسری پشت کا مسیحی تھا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ مغرب میں سنہ ۱۵۰ء سے پہلے بچوں کا بپتسمہ ایک عام مسیحی رواج تھا۔

قریباً سنہ ۲۱۵ء میں ہپالیتس نے روم میں بچوں کے بپتسمہ کے بارے میں یوں ہدایت دی :۔

"پہلے چھوٹوں کو بپتسمہ دو۔ اگر وہ خود اقرار کر سکتے ہیں تو وہ اقرار کریں گے۔ نہیں تو اُن کے ماں باپ اور دیگر رشتہ دار اُن کے لیے اقرار کریں گے۔ پھر آدمیوں کو بپتسمہ دو اور آخر کار عورتوں کو۔"

قریباً اُسی وقت شمالی افریقہ میں طرطلیان نے بپتسمہ کی عمر کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا۔ یہ تاریخی لحاظ سے پہلا موقع ہے کہ یہ مسئلہ پیش ہوا کہ آیا بچوں کو بپتسمہ دینا اچھی رسم ہے یا بری۔ طرطلیان اس رسم کے خود خلاف تھا۔ اُس کی دلائل یوں ہیں :۔

"بپتسمہ کو ملتوی رکھنا زیادہ مفید ہے۔ خاص کر بچوں کے لیے۔ کیا ضرورت ہے کہ دینی ماں باپ بھی خطرہ میں مبتلا ہوں ؟ ممکن ہے کہ انسانی کمزوری کی وجہ سے دینی ماں باپ اپنے وعدوں کو پورا کرنے میں غافل ہوں۔ یا بچے کی طبیعت کے بگڑ جانے کے سبب سے دھوکہ میں پڑ جائیں۔ یہ سچ تو ہے کہ خداوند نے فرمایا کہ انہیں میرے پاس آنے سے منع نہ کرو۔ (متی ۱۹ : ۱۴) اس لیے وہ بیشک آئیں۔ مگر جب بالغ ہو چکے ہوں تو آنے دو۔ اُس وقت آنے دو جب اُن کو تمیز ہو کہ ہم کس کے پاس آتے ہیں۔ مسیحی اُس وقت بنیں جب وہ مسیح کو پہچان سکیں۔ معصومی کی حالت میں ہوتے ہوئے وہ کیوں گناہوں کی معافی کے لیے دوڑیں ؟ ہم تو دنیوی معاملوں میں زیادہ

ہوشیاری سے کام لیتے ہیں! جس کے ہاتھ میں ہم دنیا کی دولت سونپنے سے گریز کرتے ہیں، اس کو ہم آسمانی دولت کیوں سونپیں؟

"اسی وجہ سے مجرّد کا بپتسمہ بھی اس وقت تک ملتوی کیا جائے کہ وہ نکاح کرے یا پرہیزگاری کے لیے سو فیصدی تیار ہو جائے۔ اگر کوئی بپتسمہ کی اہمیت جانتے ہوں تو وہ اس کے آغاز سے زیادہ ڈریں گے بہ نسبت اُس کے التوا کے۔ (بپتسمہ ہو یا نہ ہو) بے نقص ایمان لانے والے کی نجات یقینی ہے۔"

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ طرطلیان اس لیے بپتسمہ کو ملتوی کرنا چاہتا تھا کہ اُس نے سمجھا کہ بپتسمہ کے بعد کے گناہ بہت ہی خطرناک ہیں۔ شہنشاہ قسطنطین اعظم کا ڈر اتنا شدید تھا کہ اُس نے صرف بستر موت پر بپتسمہ لیا!

کیا بپتسمہ دوبارہ دیا جائے گا؟

ایک سوال جس کے بارے میں کافی سے زیادہ بحث مباحثہ تھا یہ تھا کہ آیا بپتسمہ دوبارہ دیا جا سکتا ہے۔ قریباً سنہ ۲۵۰ء میں شمالی افریقہ میں قرطاجنہ کے بشپ قبریانس[1] نے یہ تعلیم دی کہ اگر کوئی بدعتی پاسبان بپتسمہ دے تو وہ غیر موثر ہے۔ اور اگر وہ بپتسمہ یافتہ شخص بعد میں حقیقی کلیسیا میں داخل ہو تو اس کو حقیقی بپتسمہ دینا ہوگا۔ لیکن قریباً سنہ ۴۰۰ء میں اوگسطین نے سکھایا کہ بدعتی ہاتھوں سے بھی دیا ہوا بپتسمہ ایک پاک رسم ہے جس کو دوبارہ نہیں دینا چاہیئے۔ یہ تعلیم مغربی کلیسیا نے قبول کی۔ مشرقی کلیسیاؤں میں طرح طرح کے دستور رہے تاہم دوبارہ بپتسمہ دینا عام تو نہیں تھا۔

آج کل وہ سب مسیحی جو کہ بپتسمہ کو ساکرامنٹ تسلیم کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ دوبارہ بپتسمہ دینا ناجائز ہے، کیونکہ خدا کسی کو دوبارہ اپنی کلیسیا میں داخل نہیں کرے گا، اور بپتسمہ میں خدا کا عمل یہی ہے۔ اگر کسی کے صحیح بپتسمہ کے بارے میں شک ہو تو رومن کیتھولک کلیسیا مشروط بپتسمہ دیتی ہے۔ عبادت کے دوران میں یہ کہا جاتا ہے کہ "اگر تیرا صحیح بپتسمہ نہ ہوا ہو تو . . . ." بعض بپٹسٹ

---

[1] al. Cyprian

لوگ کہتے ہیں کہ بچوں کو بپتسمہ دینا غلط تو ہے تاہم اگر اُن کا بپتسمہ ہو چکا ہو تو دوبارہ نہیں دینا چاہیے۔ لیکن زیادہ بیپٹسٹ کہتے ہیں کہ پہلا (بچپن کا) بپتسمہ کوئی حقیقی بپتسمہ نہیں۔ لہٰذا اگر بعد میں کوئی ایمان لانے پر بپتسمہ پائے تو یہ اُس کا واحد اور حقیقی بپتسمہ ہے۔ ساتھ ہی ساتھ بہت سے بیپٹسٹ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ بپتسمہ ساکرامنٹ تو نہیں ہے بلکہ صرف فرمانبرداری کا دستور ہے جس میں ضروری بات یہ نہیں کہ خدا کچھ کرے بلکہ یہ کہ انسان گواہی دے کہ میں مسیح کا ہوں اس لیے حقیقی بپتسمہ وہ ہے جب بپتسمہ لینے والا اپنے ایمان کا اقرار کرتا ہے۔ اسے دوبارہ بپتسمہ دینے کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

ڈبلیو۔ جی۔ ینگ — بپتسمہ کی حقیقت

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ "ابتدائی کلیسیا میں بپتسمہ کی ادائیگی کا واحد طریقہ غوطہ ہی تھا۔" کیا آپ اِس بیان سے متفق ہیں؟ اپنے جواب میں ابتدائی کلیسیا کے طریقہ بپتسمہ کے بارے میں مثالیں پیش کریں۔

۲۔ "بپتسمہ کا سب سے ضروری نشان نہانا یا غسل کرنا ہی ہے۔" کیا آپ اِس بیان سے متفق ہیں؟ پاکستان میں ہم کن طریقوں سے نہاتے ہیں؟ ہماری طرزِ زندگی اور ماحول کے مطابق بپتسمہ کے کون کونسے طور طریقے بامعنی ہیں؟

۳۔ ابتدائی کلیسیا میں بچوں کا بپتسمہ کہاں تک مروج تھا؟ اپنی رائے پیش کریں اور مثالوں سے اُس کی تشریح کریں۔

۴۔ دوبارہ بپتسمہ دینے کے بارے میں قبریانس اور اوگسطین کی کیا کیا آراء ہیں؟ آپ اُن میں سے کونسی پسند کرتے ہیں اور کیوں؟

فصل دوم

اتوار کی عبادت اور مسیحی رفاقت

دن

مسیحی عبادت کا دن اتوار تھا، لیکن پہلی تین صدیوں میں روزمرہ کے کام سے کوئی چھٹی نہ ملتی تھی۔ بہت سے مسیحی نوکر اور غلام تھے۔ اتوار کی چھٹی کا سلسلہ دفتری طور پر قانوناً سن ۳۲۱ء سے شروع ہوا جب قسطنطین اعظم نے حکم جاری کیا کہ سب دفاتر کے کام اور کاروبار "سورج کے دن" پر بند کیے جائیں۔ بعض لوگوں نے سمجھا کہ اس حکم ہی سے مسیحیوں نے ہفتہ کا دن پاک ماننا چھوڑ کر اتوار کا دن پاک ماننا شروع کیا۔ تاریخی لحاظ سے یہ سو فیصدی یقینی ہے کہ مسیحیوں نے پہلی، دوسری اور تیسری صدیوں کے دوران متواتر اتوار کے دن عبادت کی۔ بہت سے مصنفین اس بات کا ذکر کرتے ہیں اور وجہ بھی بتاتے ہیں۔ آئیے ہم سن ۳۰ء سے لے کر ۱۲۵ء کی شہادتوں پر غور کریں۔ یروشلیم سے شروع کر کے ہم ایشیائے کوچک، یونان، شام، مصر، روما، پارتھی حکومت، شمالی افریقہ اور ایڈیسہ تک دورہ کریں گے، اور ہر جگہ یہ پائیں گے کہ مسیحی اتوار کو ملتے ہیں۔

۱۔ تقریباً سن ۳۰ء (یروشلیم)۔ یوحنا ۲۰: ۲۶ سے عیاں ہے کہ شاگرد، مسیح کے جی اٹھنے کے بعد کے پہلے اتوار بالاخانہ میں اکٹھے ہوئے تھے۔ یونانی زبان میں "آٹھ دن کے بعد" سے مراد ہے ایک ہفتہ کے بعد۔

۲۔ تقریباً سن ۳۰ء (یروشلیم)۔ اعمال ۲: ۱ میں عید پنتکست کا ذکر ہے، جو اتوار کا دن تھا۔ شاگرد ایک دل ہو کر جمع ہوئے تھے۔

۳۔ تقریباً سن ۵۵ء (یونان)۔ ۱-کرنتھیوں ۱۶: ۲ میں پولس رسول مسیحیوں کو ہدایت کرتا ہے کہ "ہفتہ کے پہلے دن تم میں سے ہر شخص اپنی آمدنی کے موافق کچھ پاس رکھ چھوڑا کرے"۔ ہفتہ بھر کی شکرگزاریاں اتوار کو خدا کے لیے رکھی جائیں۔

۴۔ تقریباً سن ۵۷ء (ایشیائے کوچک)۔ ۱-اعمال ۲۰: ۷ میں ذکر ہے کہ یروشلیم کو جاتے

ہوئے پولس رسول تروآس میں سات دن ٹھہر کر ہفتے کے پہلے دن "بعد دوپہر" عشائے ربانی کی رسم ادا کرتا ہے۔

۵۔ تقریباً سنہ ۹۶ء (جزیرہ پتمس)۔ مکاشفہ ۱ : ۱۰ میں یوحنا عارف کہتا ہے کہ "میں خداوند کے دن رُوح میں آ گیا"۔ اس بیان میں ہفتہ کا وُہ دن مراد ہے جس سے خداوند یسوع مسیح کا ایک خاص تعلق تھا یعنی اتوار جس دن مسیح مُردوں میں سے جی اُٹھا۔

۶۔ تقریباً سنہ ۱۰۰ء (شام)۔ تعلیم الرسل ۱۴ : ۱ میں وہی نام "خداوند کا دن" پھر آتا ہے (لفظی ترجمہ "خداوند کا اپنا دن" ہے) اقتباس یوں ہے "خداوند کے دن پر باہم جمع ہو کر اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہوئے روٹی توڑو اور شکر کرو"۔

۷۔ تقریباً سنہ ۱۱۵ء (شام اور ایشیائے کوچک)۔ اگناطیوس اس بات کا ذکر کرتا ہے کہ مسیحی اتوار کو مانتے ہیں۔ مغنیسیوں کے نام خط ۹ : ۱ میں یوں ہے کہ "سابقہ اعمال کی طرف سے رجوع کر کے نئی اُمید تک پہنچ گئے ہیں۔ آئندہ کو وہ سبتوں کو مان کر نہیں بلکہ خداوند کے دن کے مطابق جیتے ہیں"۔ وہ سبت اور خداوند کے دن میں خاص امتیاز کرتا ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ وہ دن ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

۸۔ تقریباً سنہ ۱۳۰ء یا اس سے پہلے (مصر)۔ برنباس کا خط ۱۵ : ۸ تا ۹ میں ایک زیادہ طویل بیان ہے "خدا اُن کو فرماتا ہے کہ میں تمہارے نئے چاندوں اور سبتوں کو برداشت نہیں کر سکتا" (یسعیاہ ۱ : ۱۳)۔ غور کرو کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ موجودہ سبت وہ نہیں جو میری نظر میں مقبول ہے بلکہ وہ سبت جس کو مَیں نے مقرر کیا ہے، جس میں مَیں تمام چیزوں کو آرام دے کر آٹھویں دن کا آغاز کروں گا جو دنیائے ثانی کی ابتدا ہے۔ اسی سبب سے ہم مسیحی بھی آٹھویں دن کو خوشی کے لیے مخصوص کرتے ہیں جس میں یسوع بھی مُردوں میں سے جی اُٹھا اور ظاہر ہو کر آسمان پر چلا گیا"۔ اس بیان میں معلوم ہوتا ہے کہ مصنف یوں پیش کرتا ہے کہ خدا نے چھ دن میں آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ ساتویں دن آرام کیا اور پھر آٹھویں دن (ہفتہ کا پہلا دن) مُردوں میں سے جی اُٹھ کر نجات کا کام مکمل کر کے نئی دنیا تخلیق کی۔

۹۔ تقریباً سنہ ۱۵۰ء (روم)۔ یوسطین شہید کا پہلا دلیل نامہ ۶۷ یوں ہے:

"ہمارے اتوار پر جمع ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ پہلا دن ہے جس میں خدا نے تاریکی اور شیاطین کو نکالا اور دنیا کو پیدا کیا، اور اُسی دن ہمارا نجات دہندہ یسوع مسیح مُردوں میں سے بھی اُٹھا اور اپنے شاگردوں پر ظاہر ہُوا۔"

۱۰۔ تقریباً ۱۹۶ء (پارتھی حکومت): "قسمت پر بحث" میں بردیصان مسیحیوں کی نئی نسل" کے بارے میں یہ پیش کرتا ہے کہ "ایک ہی دن یعنی ہفتہ کے پہلے دن ہم باہم جمع ہوتے ہیں۔"

۱۱۔ تقریباً ۱۹۵ء (شمالی افریقہ)۔ طرطلیان کا دلیل نامہ ۱۶ یوں ہے کہ "دیگر لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ بے شک یہ قیاس اِس بات سے صادر ہوگیا ہے کہ ہم دُعا کرتے وقت مشرق کا رُخ کرتے ہیں۔ ہم سورج کے دن (اتوار) کو خوشی کے دن کے لیے مخصوص تو کرتے ہیں، لیکن سورج کی پوجا کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک مختلف وجہ سے۔"

۱۲۔ تقریباً ۲۲۵ء (ایدیسہ)۔ نظریاتِ رسل قانون ۲ یوں ہے کہ "رسولوں نے مقرر کیا کہ ہفتہ کے پہلے دن عبادت شروع ہو اور کتابِ مقدس کی ورد خوانی اور نذرانہ (عشائے ربانی) بھی ہو کیونکہ ہفتہ کے پہلے دن ہمارا خداوند مُردوں کے مقام سے جی اُٹھا، اور ہفتہ کے پہلے دن (عیدِ پنتکُست) اُس نے اپنے آپ کو دنیا پر ظاہر کیا۔"

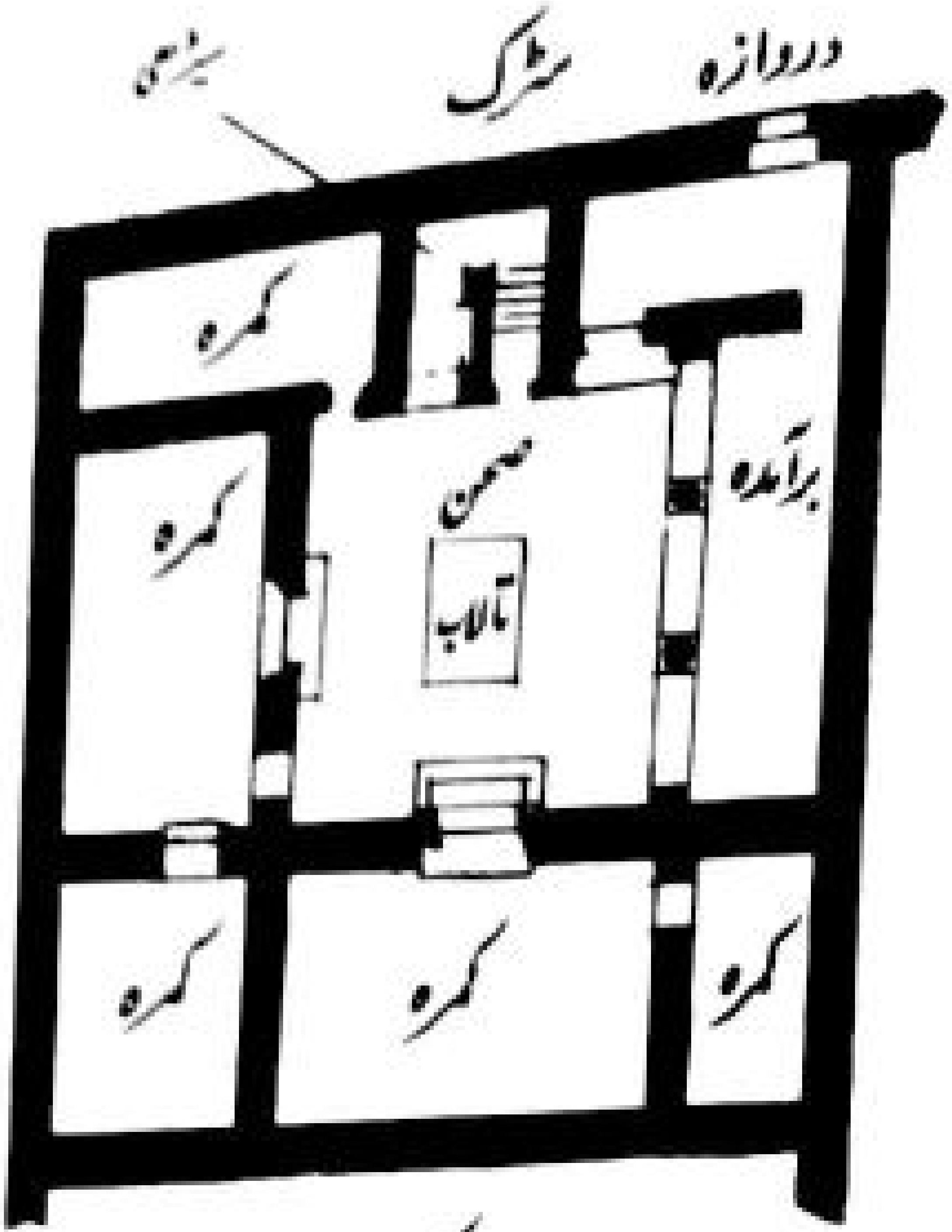
وقت

کام کاج سے پہلے صبح سویرے عشائے ربانی کی عبادت اور شراکت ہوا کرتی تھی اور شام کے وقت کام ختم کرکے محبت کی ضیافت ہوا کرتی تھی۔

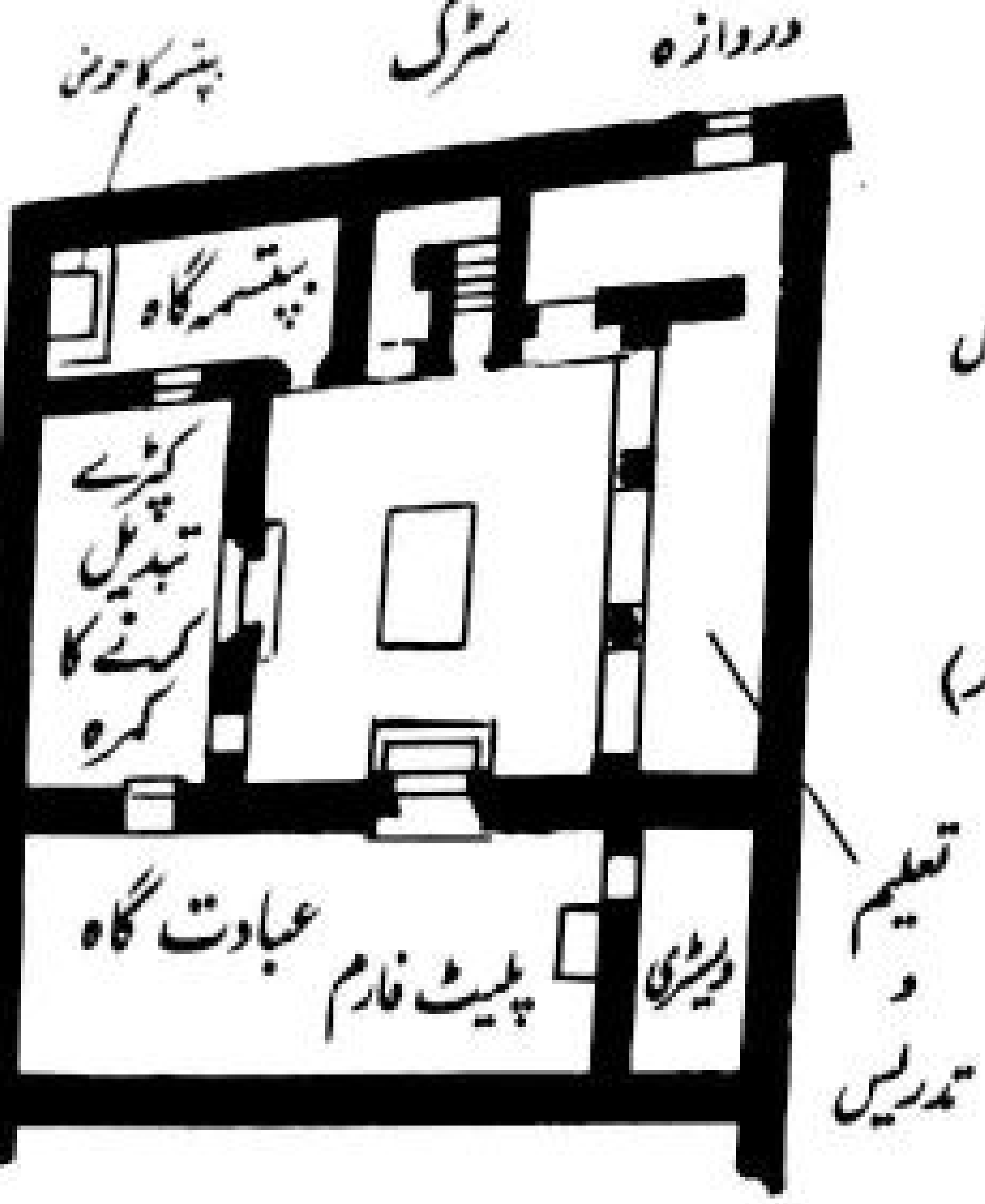
مقام

نئے عہدنامہ میں ایسی کلیسیاؤں کا ذکر ہے جو گھروں میں تھیں (اعمال ۲:۴۶ تا ۱۲، ۱۵ اور ۲۰ : ۸؛ رومیوں ۱۶ : ۵؛ ۱-کرنتھیوں ۱۶: ۱۹؛ کلسیوں ۴: ۱۵؛ فلیمون ۲؛ ۲-یوحنا ۱۰)۔ سوائے ایدیسہ میں پہلی دو صدیوں میں کوئی خاص مسیحی گرجہ گھر نہ تھا بلکہ کلیسیا ایک مالدار مسیحی کے گھر میں جمع ہوکر عبادت کرتی تھی۔

اس باب کی فصل اوّل میں ہم نے دُورا یوروپس کا ذکر کیا ہے۔ یہ دریائے فرات کے کنارے پر واقع تھا۔ (نقشہ نمبر ۲ کو ملاحظہ فرمائیں)۔ یہ شروع میں سلوقی شہنشاہوں



نقشہ نمبر۹
ڈورا یوروپس کا گھر
(تبدیلی سے پہلے)



نقشہ نمبر۱۰
ڈورا یوروپس کا گھر
(تبدیلی کے بعد)

کا قلعہ تھا۔ پھر وہ پارتھی حکومت میں قافلوں کی تجارتی منڈی بن گیا۔ قریباً [illegible]
میں وہ رومی حکومت کے قبضہ میں آیا۔ اور انہوں نے اُسے چھاؤنی بنا دیا۔ [illegible]
۲۵۶ء تک وہ رومی حکومت کے قبضہ میں رہا۔ پھر ساسانی شہنشاہ [illegible]
نے اُسے جیت لیا۔ وہاں ایک گھر ہے جو کہ مسیحی عبادت کے لیے [illegible]
سے پہلے اور غالباً ۲۳۲ء سے استعمال ہوتا تھا۔ رومی گھروں کی طرح وسط میں
ایک کھلا احاطہ تھا۔ جس میں بارش کے لیے ایک چھوٹا سا تالاب یا حوض تھا اور
ارد گرد رہنے کے کمرے تھے۔ نقشہ نمبر ۹ کا نمبر ۱ سے مقابلہ کریں تو آپ سمجھیں
کہ لوگوں نے گھر میں کس قسم کی تبدیلیاں کیں تاکہ وہ عبادت کے لیے استعمال کیا
جائے۔ دو کمروں کو ملا کر ایک چھوٹا سا گرجہ گھر بن گیا۔ جس کا رُخ مشرق کی طرف
تھا۔ مغربی سمت کا کمرہ کپڑے تبدیل کرنے کے لیے تھا۔ اور شمال مغربی کمرہ میں
وہ بپتسمہ کا حوض تھا جس کی تصویر ہم دیکھ چکے ہیں۔ شمال مشرق میں گھر کا دروازہ
ہے، اور مشرقی سمت پر ایک برآمدہ ہے جس میں غالباً نو مریدوں کی تعلیم و تربیت
کی جاتی تھی۔ جنوب مشرقی کونے میں ایک چھوٹی سی ویسٹری یا اسباب خانہ تھا۔ گھر کے
لوگ دوسری منزل کے کمروں میں رہتے ہوں گے۔

مشیحا زخا بیان کرتا ہے کہ دوسری صدی میں اربل میں کم از کم دو گرجا گھر تعمیر
ہو گئے۔ لیکن تاریخی لحاظ سے اُس کا یہ بیان قابلِ یقین نہیں۔ سب سے پہلا
گرجہ گھر جس کے بارے میں ہمیں تاریخی تسلی ہے وہ تھا جس کی بربادی ایڈیسہ
کے سیلاب سے ۲۰۱ء میں ہوئی۔ تیسری صدی میں اور اس کے بعد مسیحیوں نے
بہت سے گرجہ گھر بنائے۔ ابتدائی گرجوں کی شکل چورس تھی، اور اُن کا رُخ مشرق
کی طرف تھا۔ مشرق میں پاک عشاء کی میز کے پیچھے عموماً ایک محراب دار حصہ تھا جہاں
بشپ اور قسیسوں کی کرسیاں ہوتی تھیں۔ تصویر نمبر ۳ اور ۴ اور نقشہ جات
نمبر ۱۱، ۱۲، ۱۳ سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کلیسیائے مشرق میں اُس زمانہ کے
گرجہ گھر کیسے تھے کیونکہ وہ عموماً اُن عمارتوں کی طرح تھے جو کہ شام میں تھیں۔ یہ
بات دلچسپی سے خالی نہیں کہ طیسفون کے گرجہ گھر کی بناوٹ موجودہ گوجرانوالہ سیمنری کے
چیپل، لائبریری اور سوشل ہال جیسی ہے۔



تصویر نمبر ۳

طفحا میں گرجا گھر

عشائے ربانی یا یوخارست

۱۔ عبادت کی ترتیب

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتدائی صدیوں میں ہر اتوار کی صبح کی عبادت پاک عشاء کی عبادت ہوتی تھی۔ کوئی علیحدہ صبح کی عبادت نہ تھی۔ ہر اتوار صبح سویرے کام کاج سے پہلے، مسیحی اکٹھے ہو کر مسیح کے بدن اور خون کی پاک شراکت میں شامل ہوا کرتے تھے۔ ہمیں پاک عشاء کی عبادت کا پہلا قریباً مکمل بیان یوسطین شہید کے پہلے دلیل نامہ ابواب ۶۵ اور ۶۷ سے ملتا ہے۔ باب ۶۷ میں عشائے ربانی کا بیان ہے۔ باب ۶۵ میں نو مریدکی پہلی پاک عشاء مذکور ہے۔ ان دونوں بیانات کو یکجا کر کے ہم یوں یوسطین کے الفاظ میں مکمل بیان پیش کرسکتے ہیں :۔

"سُورج کے دن پر (اتوار) کیا شہر میں کیا دیہات میں ایک مقام پر، جہاں تک وقت اجازت دے، رسولوں کی یادداشت (اناجیل) یا انبیاء کی تصنیفات پڑھی جاتی ہیں۔ اور جب تلاوت ختم ہو جاتی تو صدر (خادم الدین) اُن اچھی باتوں کی پیروی کرنے کے لیے تنبیہ کرتا ہے اور تاکیداً زبانی نصیحت کرتا ہے۔ اس کے بعد ہم سب مل کر کھڑے ہوتے ہیں اور دعا کرتے ہیں۔ (یہ سفارشی دعائیں اور مناجات ہیں)۔

دعائیں ختم ہونے پر ہم ایک دوسرے کو بوسہ دیتے ہیں۔ بعد میں بھائیوں کے صدر کے پاس روٹی اور پانی ملا ہوا مے کا پیالہ لایا جاتا ہے، اور وہ اُنہیں لے کر تمام خلقت کے باپ کی حمد و تعریف کر کے وضاحت سے شکر کرتا ہے کہ ہم اس کے ہاتھ سے یہ برکات پانے کے لائق سمجھے گئے ہیں۔ اور جب وہ دعا اور شکر گزاری کر چکتا ہے تو تمام جماعت بلند آواز سے آمین کا جواب دیتی ہے۔ تب وہ



مشبک میں گرجا گھر

تصویر نمبر ۳

جنہیں ہم ڈیکن کہتے ہیں، کل حاضرین کو اس روٹی، پانی اور مے میں سے (جس پر شکر کیا گیا ہے) کچھ تھوڑا سا حصہ دیتے ہیں، اور ان کے پاس بھی لے جاتے ہیں جو حاضر نہ ہو سکے۔

"پھر جو امیر ہیں وہ اپنی رضامندی سے ہر ایک اپنی مرضی کے مطابق ہدیہ دیتا ہے۔ اور یہ پھر میر مجلس کے سپرد کیا جاتا ہے اور وہ یتیموں اور بیواؤں کی اور ان کی بھی جو بیماری یا کسی وجہ سے عاجز ہیں، اور قیدیوں اور بیگانوں کی، مدد کرتا ہے۔ غرض وہ سب حاجتمندوں کے لیے کشادہ دل اور خیر خواہ ہے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے ہم یہ ترتیب اخذ کر سکتے ہیں:-

(۱) کلام مقدس کی تلاوت (انجیل یا پرانا عہدنامہ یا ہر دو)۔

(۲) وعظ۔

(۳) جماعت کی سفارشی دعائیں اور مناجات (سب کھڑے ہو کر)۔

(۴) پاک بوسہ۔

(۵) روٹی اور مے کا لانا۔

(۶) خادم الدین کی شکرگزاری کی دعا اور تقدیسی دُعا۔

(۷) جماعت کا آمین۔

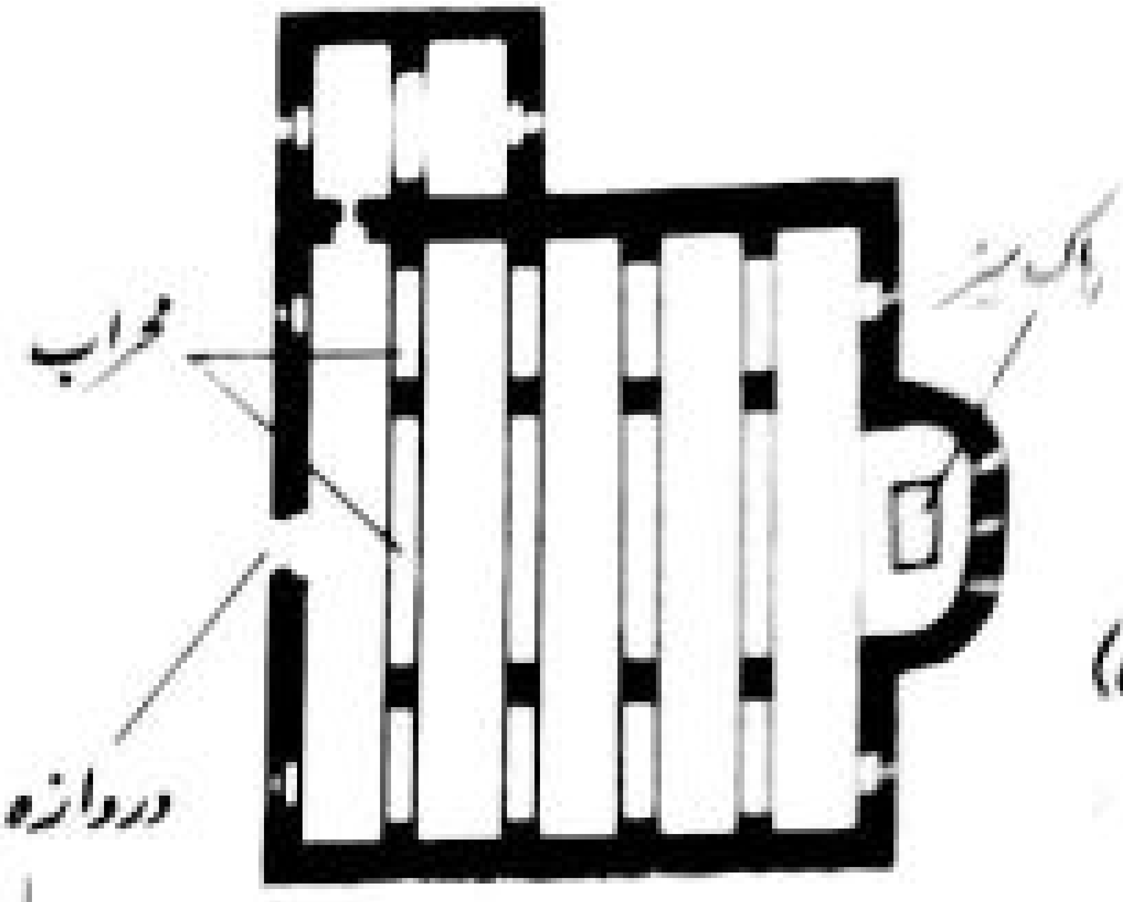
(۸) روٹی اور مے کی تقسیم۔

(۹) چندہ۔

ایک اور اقتباس سے جس کا ذکر بعد میں پیش کیا جائے گا، یہ عیاں ہے کہ تقدیسی دعا میں خادم الدین نے ان الفاظ کو استعمال کیا جن سے مسیح نے پاک عشاء کو مقرر کیا تھا یعنی "لو کھاؤ یہ میرا بدن ہے جو تمہارے واسطے ہے میری یادگاری کے واسطے ایسا ہی کیا کرو" وغیرہ۔

ہم اس عبادت کی ترتیب کی نشوونما یہاں پیش نہیں کریں گے کیونکہ گیوی رنگ صاحب نے اپنی کتاب "مسیحی عبادت کے اصل و اصول" میں کافی روشنی ڈالی ہے۔ البتہ اتنا ذکر کرنا کافی ہے کہ وہ آہستہ آہستہ زیادہ لمبی اور پیچیدہ ہو گئی۔ چند خصوصیات پر ہم مختصر اشارے پیش کرتے ہیں:-

۱۔ عبادت میں جماعت کا رُخ مشرق کی طرف ہوتا تھا کیونکہ مسیح "آفتاب

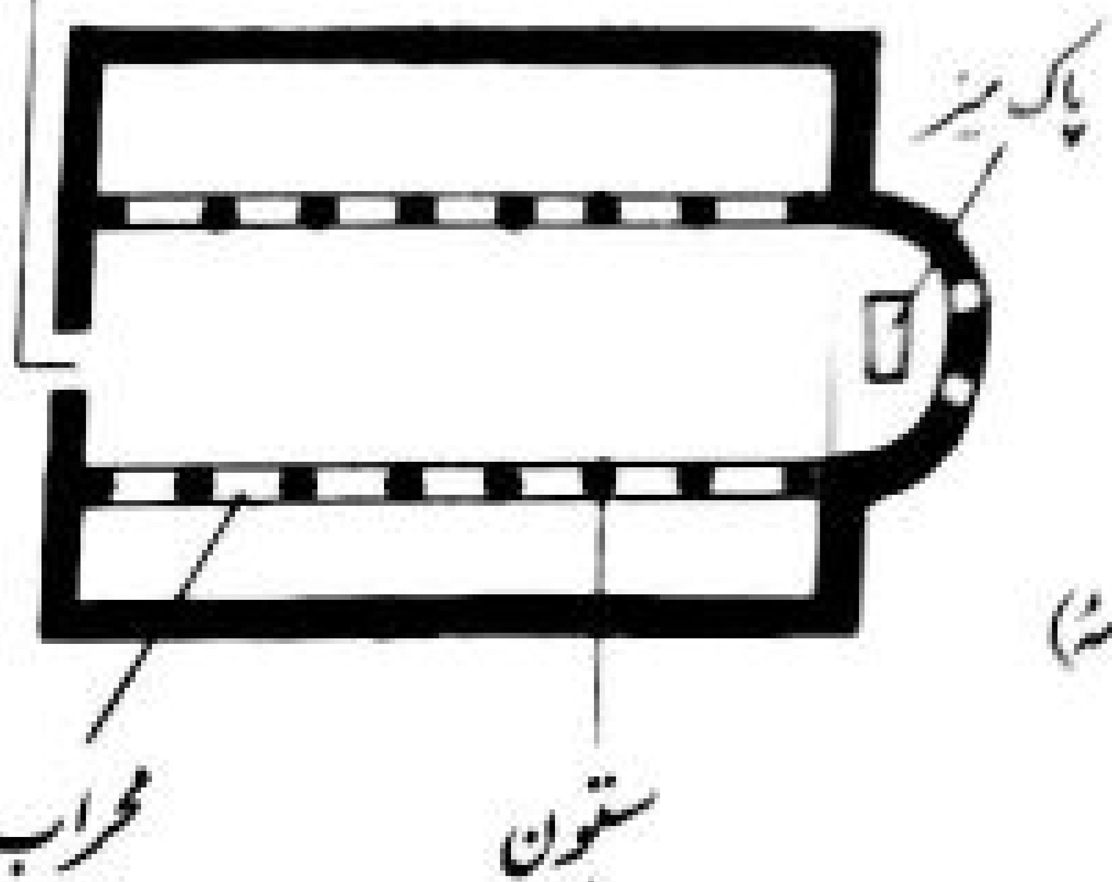


نقشہ نمبر ۱۱

ملقفا کا

گرجا گھر

(شام، پانچویں صدی)

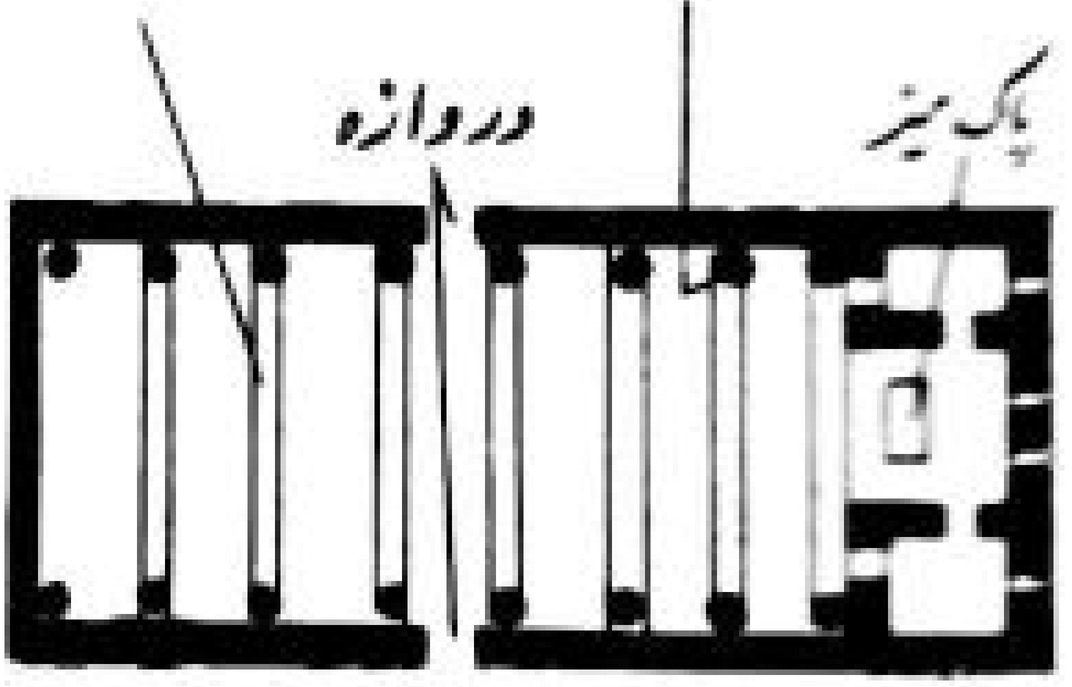


نقشہ نمبر ۱۲

مشبک کا

گرجا گھر

(شام، قریباً سنہ ۴۶۰ء)



نقشہ نمبر ۱۳

طیسفون کا

گرجا گھر

(چوتھی صدی)

صداقت" تھا جو طالع ہو گیا تھا (ملاکی ۴ : ۲ مقابلہ لوقا ۱ : ۷۸)۔ لہٰذا مشرق میں آفتاب کا طلوع اُس کے آنے کا نشان تھا اور عبادت میں مشرق رُخ مناسب سمجھا گیا۔ مزید برآں یسوع مسیح صبح سویرے مُردوں میں سے جی اُٹھا تھا اور یہ اُمید بھی تھی کہ اُس کی دوسری آمد مشرق کی طرف سے ہونے والی تھی (متی ۲۴ : ۲۷)۔

۲۔ عبادت لوگوں کی مادری زبان میں ہوا کرتی تھی، خواہ وہ یونانی یا لاطینی یا سریانی یا کوئی اور زبان ہو۔ اوریجن اِس بات پر فخر کرتا ہے:۔

"یونانی لوگ یونانی میں بولتے ہیں اور رُومی لوگ لاطینی میں چنانچہ ہر ایک اپنی زبان کے مطابق خدا سے دعا کرتا ہے۔ اور سب زبانوں کا خداوند اُن کی سُنتا ہے جو طرح طرح کی زبانوں میں دعا کرتے ہیں۔"

۳۔ سفارشی دُعا میں ایک ضروری حصّہ یہ تھا کہ حاکموں اور سرکاری انتظام کے لیے دُعا کرنا۔ یہ اس ہدایت کے مطابق ہے جو کہ پولس رسُول نے کی تھی (۱ تیمتھیس ۲ : ۱ تا ۲)۔ طرطلیان یوں کہتا ہے:۔

"ہم اپنے ہر شہنشاہ کے لیے عمر کی درازی مانگتے ہیں، نیز یہ کہ حکومت محفوظ رہے۔ ہماری افواج بہادر ہوں، ہمارے قانون ساز وفادار ہوں، ہمارے لوگ نیک چلن ہوں اور دُنیا میں سکون ہو۔"

اس طرح کلیسیائے مشرق نے سنہ ۳۹۱ء میں یہ حکم جاری کیا:۔

"سب کلیسیاؤں میں دُعائیں، مناجاتیں، التجائیں اور درخواستیں خُدا، اور اُس کے مسیح اور اُس کے زندہ اور پاک رُوح سے کی جائیں۔ بادشاہوں اور سب بڑے مرتبہ والوں کے لیے تاکہ وہ امن و امان سے زندگی بسر کریں، اور ایسا نہ ہو کہ وہ خدا کی اُمّت اور کلیسیا کے خلاف کوئی دشمنی کریں اور نہ ہی کوئی ظالمانہ منصوبہ باندھیں۔"

۴۔ یہ دستور بن گیا کہ انجیل پڑھتے وقت جماعت کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایدیت کی کلیسیا میں نظریاتِ رُسل اُس کی وجہ یوں بیان کرتی ہے:۔

"رسولوں نے مقرر کیا کہ سب اوراد کے بعد انجیل پڑھی جائے،

کیونکہ وہ سب پاک صحائف کی مہر ہے۔ اور چاہیئے کہ جماعت کھڑی ہوکر سُنے کیونکہ وہ سب بنی نوعِ انسان کی نجات کی خوشخبری ہے :
اِس بات کا بھی ذکر ہے کہ جب تھیقلس نے سنہ [illegible]ء میں غالباً عرب میں تبلیغی کام کیا تو ایک جگہ اُس نے ایسے مسیحیوں کو پایا جو انجیل پڑھتے وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ اُس نے یہ غلطی درست کی۔ آج کل کلیسیائے پاکستان رومن کیتھولک کلیسیاؤں میں یہی دستور جاری ہے۔

۵۔ زبور پڑھنا عبادت کا حِصّہ بن گیا۔

۶۔ مشرقی کلیسیاؤں میں گیت گانا جلد عبادت کا حِصّہ بن گیا، حالانکہ مغربی کلیسیا نے اِس بات میں دیری کی، اور یہ دستور بشپ امبروز نے خود سنہ [illegible]ء میں اُس وقت شروع کیا جب مخالف آری شہنشاہ نے میلان کے ثالوثی مسیحیوں کو دھمکی دی اور لوگ ساری رات اپنے بشپ سمیت گرجا گھر میں امبروز کے تیار کردہ مسیحی گیت گاتے تھے۔

پہلی صدیوں کی کلیسیاء کے دو مشہور گیت ہیں جن کا استعمال آج تک ہوتا ہے :-

(۱)۔ "عالم بالا[1] پر خدا کا جلال" ایک بہت پُرانا گیت ہے۔ جو کہ فرشتوں کے الفاظ (لوقا ۲ : ۱۴) سے شروع کر کے خدا کی تمجید کرتا ہے اور مسیح خدا کے برّہ سے رحم اور اطمینان کی درخواست کرتا ہے۔ یہ گیت رعائے عام کی عشائے ربانی کی ترتیب، پاک شراکت کے بعد شکر گزاری اور حمد کے لیے مقرر ہُوا ہے۔ وہ نثر میں ہے۔ چونکہ یہ گیت بتدریج بڑھتا گیا لہٰذا اس کی طرح طرح کی شکلیں ہیں۔ مثال کے طور پر ہم گیت کا کچھ حِصّہ پیش کرتے ہیں۔ پہلے پانچویں صدی کی یونانی کے مطابق، پھر دعائے عام کے مطابق، پھر اُس سریانی شکل میں جو کہ صدیوں تک کلیسیائے مشرق اور ہندوستان کی کلیسیا میں استعمال ہُوا، اور آخرِ کار ایک منظم صورت میں جو کہ قریباً سنہ [illegible]ء میں چینی زبان میں تیار ہوئی تاکہ وہاں گائی جائے۔

یونانی :۔ "کیونکہ تُو ہی قدوس ہے۔ اے یسوع مسیح تُو خدا کے باپ

---

[1] "Gloria in exelsis Deo"

کے جلال کے لیے خداوند ہے"۔

دعائے عام :۔ "کیونکہ تُو ہی قدوس ہے، تُو ہی خداوند ہے، اے مسیح، تُو ہی رُوح القدُس کے ساتھ خدا باپ کے جلال میں اعلےٰ ہے"۔

سریانی :۔ "کیونکہ تُو ہمارا خدا ہے، اور تُو ہمارا خداوند ہے۔ اور تُو ہمارا بادشاہ ہے، اور تُو ہمارا نجات دہندہ اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔ سب کی آنکھیں تجھ پر لگی ہیں۔ اے یسوع مسیح خدا تیرے باپ کو، اور تجھ کو اور رُوح القدس کو ابد تک جلال ہوتا رہے"۔

چینی :۔ (یہ طویل ہے اور ہم صرف سریانی کے پہلے فقرہ کی چینی شکل پیش کرتے ہیں)۔

"ہمارا استادِ اعلیٰ کون ہے؟ پُرفضل باپ۔
ہمارا اُستادِ اعلےٰ کون ہے؟ قدوس خداوند۔
ہمارا اُستادِ اعلےٰ کون ہے؟ رُوحِ حق ہمارا بادشاہ۔
ہمارا اُستادِ اعلےٰ کون ہے؟ ہم سب کا نجات دہندہ"۔

ب :۔ "حمدِ خدا"[۱] ایک مشہور لاطینی گیت ہے۔ یہ بھی دُعائے عام میں پایا جاتا ہے اور صبح کی نماز میں پہلے ورد کے بعد پڑھایا گایا جاتا ہے۔ پادری رحمت مسیح واعظ مرحوم کا منظوم پنجابی ترجمہ کرنے ہاں تیری ثنا و حمد رب العالمین" سیالکوٹ کنونشن گیت کی کتاب نمبر ۷، ۱ ہے۔ یہ دو حصوں میں ہے۔ چاہیئے کہ ہم یہ پُرانا مسیحی گیت اکثر گائیں۔ سب سے پُرانا حصہ جس میں مقدسوں کی رفاقت کا ذکر ہے۔ قبریانس نے قریباً ۲۵۰ء میں شمالی افریقہ میں لکھا:۔

رسُولوں کی پُرجلال جماعت، تیری حمد کرتی ہے۔
نبیوں کی شریف مجلس، تیری حمد کرتی ہے۔
شہیدوں کی نُورانی فوج، تیری حمد کرتی ہے۔

---

[۱] "Te Deum Laudamus"

قربانس خود ۳۶۵ء میں شہید ہُوا۔ قریباً ڈیڑھ صدی بعد، جب کہ مسیحیت رُومی حکومت کا سرکاری مذہب بن چکا تھا۔ تو نقیطؔہ نے جو کہ اس علاقے میں بشپ تھا جو آج کل ملک بلغاریہ ہے، گیت کی پہلی ۲۱ آیات مکمل کیں۔ وہ دُعا جو کہ آیات ۲۲ تا ۲۹ میں ہے بعد کا اضافہ ہے۔ "حمد خدا" ایک قسم کا گایا ہُوا عقیدہ ہے۔ پہلے خدا کی حمد میں آسمان اور زمین شریک ہیں، پھر مسیح کی ذات اور مکمل نجات کا بیان اور حمد ہے اور اُس سے مناجات۔ تیسرے حصّے میں اور دعائیں اور حمد و تعظیم کا ذکر ہے۔

۲۔ عشائے ربّانی کا مطلب

ذو پُرانے نام عشائے ربّانی کا مطلب ظاہر کرتے ہیں۔ ایک "یوخارست" ہے جس کا لفظی مطلب شکر گزاری ہے۔ تعلیم الرُسل میں یہ نام دیا گیا اور شکر گزاری کی دعائیں بھی ہیں۔ اقتباس یُوں ہے :۔

> "اور یوخارست کی بابت یہ ہے کہ تم یُوں شکر گزاری کیا کرو۔ پہلے پیالہ کے بارے میں: 'اے ہمارے باپ، ہم تیرے بیٹے داؤد کے مُقدّس انگور کے لیے تیرا شکر کرتے ہیں جسے تُو نے اپنے بیٹے یسوعؔ کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ ابد تک تیرا جلال ظاہر ہو۔ اور توڑی ہوئی روٹی کے بارے میں: 'اے ہمارے باپ ہم اُس زندگی اور عرفان کے لیے تیرا شکر کرتے ہیں جو تُو نے اپنے بیٹے یسوعؔ کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر کیا ہے۔ ابد تک تیرا جلال ظاہر ہو۔"

پاک عشاء کی مرکزی دُعا شکر گزاری کی دُعا تھی اور اُس رسم میں مسیحی لوگ ہر اتوار جمع ہو کر اپنی نجات کے لیے خدا کا شکر کیا کرتے تھے۔

دوسرا نام "نذرانہ" یا "قربانی" ہے۔ اس سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ عبادت میں روٹی اور مے خدا کے سامنے نذرانہ کے طور پر پیش ہوئے

ل Niceta

تاکہ وہ اُن کو قبول کرے اور اُن کے وسیلے سے اپنے لوگوں کو برکت دے۔ یہ بات ایک تقدیسی دُعا سے عیاں ہے جو کہ ہپالیست کی "رسولی روایت" میں پائی جاتی ہے۔ یہ قریباً سنہ ۲۱۵ء کی ہے:

"اس لیے ہم اس کی موت اور قیامت کو یاد کرتے ہوئے یہ روٹی اور پیالہ تیرے سامنے نذر کرتے ہیں اور تیرا شکر کرتے ہیں کہ تُو نے ہمیں لائق ٹھہرایا کہ تیرے حضور کھڑے ہو کر تیری خدمت کریں۔ اور ہم تیری منت کرتے ہیں کہ تو اپنی اس پاک کلیسیا کے نذرانہ پر رُوح القدس بھیج۔ ہمیں ایک بنا دے اور سب مُقدس لوگوں کو جو اس میں شریک ہیں اپنے رُوح القدس کی معموری بخش دے تاکہ حقیقت میں اُن کا ایمان مضبوط کیا جائے تاکہ ہم تیرے خادم یسوع مسیح کے وسیلہ سے تیری حمد کریں اور تیرا جلال ظاہر کریں۔"

لیکن قریباً سنہ ۲۵۰ء میں قپریانس نے قربانی کرنے کا ایک اور پہلو پیش کیا جس کا کلیسیا پر کافی سے زیادہ اثر ہوا یعنی یہ کہ خادم الدین کاہن ہے جو مسیح کی قربانی از سرِ نو پیش کرتا ہے:

"اگر ہمارا خداوند یسوع مسیح خود خدا باپ کا سردار کاہن ہے اور اُس نے اپنے آپ کو پہلے باپ کے سامنے قربان کر دیا ہے، تو قسیس فی الحقیقت مسیح کا قائم مقام ہو کر اُس وقت عمل کرتا ہے۔ جب وہ مسیح کے کام کی نقل کرتا ہے۔ چنانچہ وہ خدا باپ کے سامنے ایک سچی اور مکمل قربانی تب پیش کرتا ہے جب وہ مسیح کی مانند نذر کرنا شروع کرے۔"

اس تعلیم سے یہ مسئلہ آہستہ آہستہ مقبول ہو گیا کہ قداس (پاک ماس) میں خادم الدین کاہن کی طرح مسیح کے بدن اور خون کی قربانی خدا کے سامنے از سرِ نو پیش کیا کرتا ہے۔

آبائے کلیسیا نے اس بات کو تسلیم کیا کہ پاک عشاء کی رسم میں خداوند یسوع مسیح فی الحقیقت حاضر ہے اور کسی نہ کسی طرح روٹی اور مے مسیح کے بدن اور خون میں اور ایمان دار شرکاء کے لیے باعثِ برکت۔ اغناطیوس نے اس روٹی کو بقا کی دوا کہا اور یہ بھی کہا کہ وہ اس امر کا معاوضہ ہے کہ

ہم مریں گے نہیں بلکہ یسوع مسیح میں زندہ رہیں گے۔" (انسیوں ۲:۲۰)۔
وہ ایک اور جگہ بدعتی لوگوں کے بارے میں کہتا ہے کہ

"وہ اس لیے یوخارست (شکرگزاری) اور دُعا سے اجتناب کرتے ہیں کہ وہ ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح کے اُس بدن کو جس نے ہمارے گناہوں کی خاطر دکھ سہا اور جس کو باپ نے اپنی رحمت سے زندہ کر دیا پہچانتے اور مانتے نہیں" (سمرنیوں ۶ : ۲)۔

یوسطین شہید یوں بیان کرتا ہے :۔

"ہم اُن کو معمولی کھانا پینا سمجھ کر نہیں لیتے بلکہ اس لحاظ سے کہ ہمارے منجی یسوع مسیح نے جو خدا کے کلمہ سے مجسّم ہوا، بدن اور خون ہر دو ہماری نجات کی خاطر اپنا لیا ہے، ویسے ہی ہم نے یہ تعلیم پائی ہے کہ جس کھانے پر دُعا کے اُن الفاظ کے ساتھ برکت مانگی جاتی ہے جو اُس نے مقرر کیے ہیں، اور جس کے ہضم ہونے سے ہمارے بدن اور خون دونوں پرورش پاتے ہیں۔ یہ کھانا اُسی مجسّم یسوع مسیح کا بدن اور خون ہے۔"

اور ئرینیس نے کہا کہ :۔

"ہم کل کائنات کے خالق کا شکر کرتے ہیں اور اُن روٹیوں کو کھاتے ہیں جو شکرگزاری اور دُعا کے ساتھ نذر کی جاتی ہیں، اور دُعا کے وسیلے سے ایک پاک بدن بن جاتی ہیں۔ وہ اُن کو بھی پاک کرتا ہے جو نیک نیتی سے ان میں شریک ہوتے ہیں۔"

اسی طرح تھیڈورواز میپسوئیسطیہ پاک عشاء کو "مقدس اور غیر فانی خوراک" کہتا ہے۔ ان اقتباسات میں مسیح کی حقیقی حضوری اور روٹی اور مے کی بدولت مسیح کے جسم اور خون کی اصلی برکت دینے کا ذکر ہے۔ کوئی ذکر نہیں کہ قسیس (پریسٹ) کسی خاص قوت کی بدولت تقدیسی دُعا میں تبدیلیٔ عناصر کرتا ہے۔

"اگاپے" یا محبّت کی ضیافت

ا۔ کرنتھیوں ۱۱ : ۲۰ تا ۳۴ سے صاف ظاہر ہے کہ ابتدائی کلیسیا عشائے ربّانی

کی رسم ایک عام کھانے کے بعد منایا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی بدامنی کی وجہ سے جیسے پلنیؔ بیان کرتا ہے، ضیافت اور ساکرامنت جلد ایک دوسرے سے علیحدہ کیے گئے۔ یہوداہ ۱۲ میں "محبت کی ضیافتیں" مذکور ہیں۔ ۱۱۲ء میں بتونیہ کی کلیسیا صبح سویرے پاک عشاء منایا کرتی تھی اور اگاپے شام کے وقت لیکن رُومی حاکم پلینیؔ؎ نے اُن کو منع کیا کہ اِس قسم کی مشترکہ ضیافت نہ کھائیں اور انہوں نے اُس حکم کی تعمیل کی۔ یوسطینؔ شہید اِس ضیافت کا ذکر تک نہیں کرتا اور معلوم ہوتا ہے کہ روم کی کلیسیا کا دستور نہ تھا۔ تاہم طرطلیانؔ نے ۱۹۷ء میں شمالی افریقی کلیسیا کی محبت کی ضیافت کا دلکش بیان پیش کیا ہے:-

"مسیحیوں کا شام کا سادہ سا کھانا یوں ہے۔ ہماری ضیافت اپنے نام سے اپنا مقصد ظاہر کرتی ہے۔ یونانی لوگ اُسے "اگاپے" یعنی "محبت" کہتے ہیں۔ جو کچھ دینداری کے نام میں اُس پر خرچ کیا جاتا ہے، وُہ روحانی نفع کا باعث بن جاتا ہے، کیونکہ ضیافت کے اچھے کھانے کی چیزوں سے ہم غریبوں کی مدد اور خاص کر پست حالوں کی خبرگیری کرتے ہیں۔ چونکہ یہ ضیافت ایک مذہبی عبادت بھی ہے۔ لہٰذا اُس میں کسی قسم کی ناشائستگی کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ بیٹھنے سے پہلے شرکاء شروع ہی میں خُدا سے دُعا کرنے کا مزہ چکھ لیتے ہیں۔ جتنا کھانا بھوک مٹانے کے لیے ضروری ہے، اتنا ہی ہم کھاتے ہیں۔ جتنی مے نیک چلن اشخاص کے لیے مناسب ہے، اتنی ہی ہم پیتے ہیں۔ وہ اُن اشخاص کی طرح کافی سمجھتے ہیں جنہیں رات کو بھی خدا کی عبادت کرنی ہوگی، اور اُن اشخاص کی طرح گفت و شنید کرتے ہیں جنہیں معلوم ہے کہ خداوند ہماری باتیں سُنتا ہے۔ ہاتھ دھونے اور مشعلیں کمرے میں لانے کے بعد ہر ایک شخص سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر خدا کی تعریف میں گیت گائے، خواہ وہ کتاب مُقدس کا زبور ہو، یا اُس کا اپنا تیار کردہ گیت ہو۔ جس طرح

؎ Pliny

کہ ضیافت دُعا سے شروع ہوئی اُسی طرح وہ دُعا سے برخاست ہوتی ہے۔"

اِس بیان سے ہم مندرجہ ذیل کی ترتیب اخذ کر سکتے ہیں:۔

(۱) دُعا۔

(۲) کھانا پینا اور گفت و شنید۔

(۳) ہاتھ دھونا اور مشعلیں کمرے میں لانا۔

(۴) انفرادی گیت گانے کا موقع۔

(۵) دُعا۔

(۶) غریبوں اور پست حالوں میں بچے ہوئے کھانے کی تقسیم۔ محبت کی ضیافت کا آخری ذکر ایک کونسل میں ہوا جو کہ ۶۹۲ء میں قسطنطنیہ میں ہوئی لیکن اس سے بہت پہلے اُس کا ابتدائی کلیسیاء میں زوال ہوا اور عام طور پر کلیسیا نے اُسے چھوڑ دیا۔ اٹھارویں صدی میں جان ویسلی نے میتھوڈسٹ کلیسیا میں اِس دستور کو از سرِ نو جاری کیا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

ولیم۔ جی۔ ینگ	سونتھ ڈے ایڈونٹسٹ اور اُس کی حقیقت	پوری کتاب
ڈبلیو۔ پی۔ بیرتھ	تواریخِ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۶
آر۔ ڈبلیو۔ ایف۔ وڈ	مسیحی عبادت کے اصل و اصول	صفحہ ۷۳ تا ۷۵

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ بائبل اور ابتدائی صدیوں کی تحریرات سے ثابت کریں کہ شروع ہی سے کلیسیا نے اتوار کو پاک مانا اور اُسی دن عبادت کی۔ قسطنطینِ اعظم نے کیا تبدیلی کی؟

۲۔ عبادت کا کیا وقت ہوتا تھا؟ کیا آج کل کی کلیسیا اِس سے سبق سیکھ سکتی ہے

جبکہ بہت سے مسیحی اتوار کے دن ملازمت کرتے ہیں؟

۳۔ ڈورا یوروپس کے گھر کا بیان لکھیں۔ لوگوں نے اُسے گرجہ گھر کس طرح بنایا؟ اپنا جواب نقشہ سے واضح کریں۔

۴۔ مشرق میں گرجہ گھر کس قسم کے تھے؟ نقشوں سے اپنا جواب واضح کریں۔

۵۔ عشائے ربانی پر مضمون لکھیں اور خاص کر عبادت کی ترتیب اور ساکرامنٹ کے معنی کو واضح کریں۔

۶۔ ابتدائی کلیسیا میں پاک عشاء کی سنجیدہ عبادت اور اگاپے کی بے تکلف رفاقت ہر دو موجود تھے۔ کیا اس میں ہمارے لیے سبق ہے کہ دونوں قسم کی عبادت ہونی چاہئیں؟

فصل سوم

دیگر کلیسیائی دستور

روزہ

ابتدائی کلیسیا میں خاص وقتوں اور خاص موقعوں پر روزہ رکھنے کا دستور تھا، مثلاً نو مرید کے بپتسمہ سے پہلے (دیکھیں صفحات ۱۲۰، ۱۴۷) اور کسی تقرر یا تخصیص سے پہلے (اعمال ۱۳: ۱ تا ۳)۔ ہفتہ وار روزہ یا پرہیزگاری کا دن، اکثر مسیح کی موت کی یادگاری میں جمعہ کا دن ہوا کرتا تھا۔ سالانہ روزہ کا موسم عید قیامت سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ خاص مصائب یا خطرات کے ایام میں لوگ خاص روزے رکھتے تھے۔ خصوصاً راہبوں نے روزہ اور پرہیزگاری پر بہت ہی زور دیا۔

تاہم اگر ہم ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کے روزہ کے طریقوں سے اپنے واسطے کوئی قوانین بنانا چاہتے ہیں تو ہم ضرور نا اُمید ہوں گے۔ مسیح نے اپنے شاگردوں کو روزہ رکھنے کے بارے میں کوئی ٹھیک ہدایت یا نئی شریعت نہ دی، لہٰذا ابتدائی کلیسیا میں روزہ رکھنے کے طریقے مختلف جگہوں میں مختلف رہے ہیں۔

تعلیم الرسل میں ہدایت دی گئی ہے کہ بدھ وار اور جمعہ کو روزہ رکھو اور یہی ہدایت نظریات رسل میں بھی پائی جاتی ہے۔ ساتھ ہی بردیصان لکھتا ہے کہ خاص دنوں پر مسیحی کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔ تاہم ہفتے میں دو باقاعدہ دنوں کا روزہ یا پرہیزگاری عام دستور نہیں بنا بلکہ ایک ہی دن یعنی جمعہ عام رواج ہوگیا ہے اور اُس میں پورے روزے کا سوال نہ تھا بلکہ خاص کھانے کی

چیزوں سے پرہیزگاری۔

قریباً ۱۰۰ء میں ہرماس نے اپنے شبان میں روزہ رکھنے کے بارے میں دلچسپ اور مفید ہدایت دی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ اُس نے سمجھا کہ روزہ رکھنے کا فائدہ غریب غربا کے لیے ہونا چاہیئے۔

"جب کہ میں روزہ رکھ کر کسی پہاڑ پر بیٹھا ہُوا تھا تو میں نے اُس گڈریے کو اپنے پاس بیٹھے اور یہ کہتے ہوئے سُنا۔ تو یہاں کیوں آیا؟ میں نے کہا اے خداوند میں روزہ رکھتا ہوں۔ اُس نے کہا، وہ روزہ کیا ہے جو تو رکھتا ہے؟ میں نے کہا اے خداوند! جیسا میرا دستور ہے میں روزہ رکھتا ہوں۔ اُس نے کہا تو خداوند کے لیے روزہ رکھنا نہیں جانتا، اور یہ روزہ جو تو اُس کے لیے رکھتا ہے غیر مفید ہے۔ پس وہ روزہ جو تو رکھنا چاہتا ہے اس طرح سے رکھ اور اپنے دل کو دنیا کی تمام بطالتوں سے پاک کر۔ اگر تو ان باتوں پر عمل کرے گا تو یہ روزہ تیرے لیے کامل ہو گا۔ اپنے روزہ رکھنے کے دن میں سوائے روٹی اور پانی کے اور کچھ بھی زبان پر نہ رکھنا اور اپنے کھانوں میں سے جو تو اُس دن کھائے اُس دن کے کھانے کے خرچ کا حساب کر لینا جو تو خرچ کرنے کو تھا، اور وہ کسی بیوہ یا یتیم یا محتاج کو دے دینا اور اس طرح فروتنی کرنا اور تیری فروتنی سے وہ شخص جو تیری خیرات لیتا ہے اپنی رُوح کو سیر کرے اور تیری خاطر خدا سے دعا کرے۔"

(۵ پانچویں تمثیل)

قریباً سن ۱۲۰ء میں ارسطیدس[a] نے کہا کہ:۔

"اگر مسیحیوں میں کوئی غریب یا لاچار ہو اور اُن کے پاس زیادہ کھانا نہ ہو تو وہ دو تین دن تک روزہ رکھتے ہیں تاکہ وہ حاجتمند کی ضروریاتِ زندگی مہیا کریں۔"

لینٹ کے بارے میں سن ۱۹۰ء میں ایرینیئس نے فرق فرق طریقوں کا

---

a. Aristeides

ذکر کیا :-

" بعض سمجھتے ہیں کہ ہمیں ایک یا دو دن تک روزہ رکھنا ہے۔ بعض اس سے زیادہ بعض اپنے دن کو چالیس گھنٹوں تک لمبا کرتے ہیں۔ یہ متفرق طریقے محض ہمارے زمانے کی بات نہیں کیونکہ ان کا آغاز پہلے زمانے میں تھا۔"

تقریباتِ رُسل سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ۲۰۰ء میں ایونیٹ کی کلیسیا اور غالباً سب مشرقی مسیحی جو کہ ساسانی حکومت میں تھے چالیس دن کا روزہ رکھتے تھے، اور اس کے بعد مسیح کی موت اور جی اُٹھنے کو یاد کرتے تھے۔

تقریباً سن ۴۵۰ء میں ایک یونانی مسیحی مؤرخ بنام سقراط نے روزہ کے متفرق ایام اور طریقوں کا بیان دیا جس سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک بھی کلیسیاؤں میں اتفاق رائے نہ تھا۔

" عیدِ قیامت سے پہلے روزہ مختلف طریقوں سے رکھا جاتا ہے۔ روم میں لوگ تین ہفتے متواتر روزہ رکھتے ہیں، لیکن سنیچر اور اتوار چھوڑ دیتے ہیں۔ یونان اور مصر کے لوگ چھ ہفتوں تک روزہ رکھتے ہیں۔ بعض اور انہی ہفتوں کے دوران تین دفعہ صرف پانچ پانچ دن تک روزہ رکھتے ہیں۔

" کھانے سے پرہیز رہنے کے بارے میں بھی لوگ متفق نہیں۔ بعض سب چیزوں سے پرہیز رکھتے ہیں جن میں زندگی ہے۔ بعض زندوں میں سے مچھلی کھاتے ہیں۔ چند لوگ مچھلی سمیت پرندے بھی کھا جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ موسیٰ نے کہا ہے کہ یہ بھی پانیوں میں سے نکلے (پیدائش ۱ : ۲۰)۔ بعض انڈوں اور سب قسم کے پھلوں سے بھی پرہیز رکھتے ہیں۔ بعض صرف سوکھی روٹی کھاتے ہیں، بعض یہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ دیگر لوگ سب کھانے کی چیزوں سے تین بجے شام تک پرہیز رکھتے ہیں اور بعد میں سب کچھ کھاتے ہیں۔"

ہم کہہ سکتے ہیں کہ لینٹ میں پورا روزہ رکھنا عام رواج نہ تھا۔ وہ پرہیزگاری کا موسم تھا نہ کہ پورے روزے کا۔ البتہ یہ اکثر دستور تھا کہ مبارک جمعہ کے

تین بجے شام سے لے کر عیدِ قیامت کی صبح تک مسیح کی موت کی یادگاری میں پورا روزہ رکھے۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

کیرل سنگھ	رسولِ بزرگ	صفحہ ۳۹ (تعلیم الرسل)
کیرل سنگھ	"	صفحہ ۲۲۸ تا ۲۳۱ (ہرماس)

سوال برائے نظرِ ثانی

روزہ رکھنے کے بارے میں ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کا کیا دستور تھا؟ کیا آج کل کی کلیسیا اس سے کچھ سیکھ سکتی ہے؟

عید

۱۔ عیدِ قیامت

خداوند یسوع مسیح اتوار کے دن مُردوں میں سے جی اُٹھا اور یہ اتوار یہودی مہینہ کا چودھواں دن تھا۔ اس عید کے بارے میں مختلف روایات جاری ہوئیں۔ بعض نے یہ سمجھا کہ ہر سال یہودی مہینہ نیسان کے چودھواں دن عیدِ قیامت ہونی چاہیئے۔ بعض اور نے سمجھا کہ یہ عید ضرور اتوار کے دن ہونی چاہیئے، لہٰذا وہ اتوار جو چودھویں دن سے سب سے نزدیک اتوار ہو وہی ایسٹر کا دن ہو۔ دوسری صدی کے آخر تک یہ بات زیرِ بحث رہی۔ قریباً ۱۹۰ء میں روما کے بشپ وکٹر نے سمرنہ کے بشپ پالکراٹس[1] کو مجبور کرنے کی کوشش کی کہ وہ چودھواں دن چھوڑ کر اتوار پر عید منائے۔ پالکراٹس نے جواب میں کہا کہ مقدس یوحنا رسول، فلپس رسول، پالکارپ اور دیگر شہیدوں نے ایشیائے کوچک میں ہمیشہ چودھواں دن منایا تھا۔

۱؎ Polycrates

"میرے خاندان میں سات اشخاص بشپ رہے اور آٹھواں میں ہوں۔ میں دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھ سے بہتر لوگوں نے فرمایا کہ آدمیوں کے حکم کی نسبت خدا کا حکم ماننا زیادہ فرض ہے" (اعمال ۵: ۲۹)۔

وکٹر کا ارادہ یہ تھا کہ پالکراط اور سب ایشیائی کلیسیاؤں کو عالمگیر کلیسیا سے خارج کرے لیکن ایرینیئس نے اسے سمجھایا کہ ایسی سختی کرنا مناسب نہیں تاہم اُس زمانہ تک کلیسیا میں نہ صرف روما میں بلکہ فلسطین، ایدیسہ، مصر اور گال میں بھی اتوار کے حق میں تھیں اور تیسری صدی میں یہ دستور عالمگیر بن گیا۔

۲۔ عیدِ ولادت شروع میں کلیسیا نے مسیح کی پیدائش کی تاریخ پر کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی لیکن دوسری صدی میں کلیمنس از سکندریہ نے قیاس پیش کیا کہ وہ مئی ۲۰ پر پیدا ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح سردی کے موسم میں پیدا نہیں ہوا کیونکہ جس رات وہ پیدا ہوا، چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلے کی نگہبانی کر رہے تھے" (لوقا ۲: ۹)۔

اتنے میں مشرقی کلیسیا ۶ جنوری پر مسیح کے بپتسمہ کا دن منانے لگی اور کچھ عرصہ کے بعد اُنہوں نے اُسی تاریخ پر عیدِ ولادت منانا شروع کی۔ نظریاتِ رُسل میں ہم ۳۵۰ء کے ایدیسہ کی کلیسیا کے بارے میں یوں پڑھتے ہیں:۔

"رسولوں نے مقرر کیا کہ ہمارے نجات دہندہ کے ظہور کا دن جو کلیسیا کی سب سے بڑی عید ہے، جنوری کے چھٹے دن کو منانا" (قانون ۶)۔

مشرقی کلیسیاؤں نے عموماً اس تاریخ کو پانچویں صدی تک منایا اور یروشلیم کی کلیسیا نے اُسے ۵۴۹ء تک منایا۔ آج تک آرمینیہ کی کلیسیا یہی تاریخ مانتی ہے، اور جنوبی ہند کی سریانی کلیسیا نے حال ہی میں ۶ جنوری کو چھوڑ کر ۲۵ دسمبر کو قبول کیا ہے۔

۲۵ دسمبر کا پہلا ذکر ایک جنتری میں ہے جو کہ ۳۳۶ء میں روما میں شائع

ہوئی۔ بُت پرست رومیوں میں ۲۵ دسمبر ساطرنالیہ[1] کی عید کی تاریخ تھی جبکہ لوگ خوشی مناتے تھے کہ سورج جو کہ گھٹتا جاتا تھا اور گویا مرگیا تھا اب بڑھنے اور زندہ ہونے لگتا ہے۔ جب رومی حکومت مسیحی ہوگئی تو معلوم ہوتا ہے کہ مسیحیوں نے اسی طرح اس بُت پرست عید کو "بپتسمہ دینے" کی کوشش کی۔ نتیجہ سوفی صدی کامیاب نہ ہُوا۔ ساطرنالیہ نشہ بازی کے لیے مشہور تھا اور مغربی ممالک میں آج بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جو کہ عیدِ ولادت پر بہت زیادہ شراب پیتے ہیں۔

آج کل کی کلیسیا میں ہم ۲۵ دسمبر کو عیدِ ولادت یا "بڑا دن" کہتے ہیں اور مسیح کی پیدائش کو یاد کرتے ہیں۔ لیکن ہم ۶ جنوری کو عیدِ ظہور کہتے ہیں اور اس میں خاص بات یہ یاد کرتے ہیں کہ جب مجوسی مسیح کے پاس تحفے لے کر آئے تو مسیح غیر قوموں کے سامنے ظاہر ہُوا۔

۳۔ شہیدوں کی عید پالکارپ کی شہادت کے بیان میں اس بات کا ذکر ہے کہ مسیحیوں نے اُس کی ہڈیوں کو جمع کیا اور مناسب جگہ رکھ دیا جہاں پر "خداوند فراہم ہونے کی اجازت دے تاکہ ہم اُس کی شہادت کا جنم دن منائیں تاکہ اُن کی یاد تازہ ہو جو اس سے پہلے کُشتی کر چکے ہیں۔" پالکارپ کی شہادت ۱۵۶ء میں ہوئی۔ ۲۵۰ء میں ہمیں نظریاتِ رُسل سے پتہ لگتا ہے کہ "اُن کی موت کی سالگرہ" پر ابتدائی کلیسیا شہیدوں کو یاد کرتی تھی۔ چوتھی صدی میں یہ دستور ساری کلیسیا میں عام ہوگیا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس   تواریخِ مسیحی کلیسیا   صفحہ ۱۷۶ تا ۱۷۷

سوال برائے نظرِ ثانی

ابتدائی صدیوں کی کلیسیا نے کس طرح عیدِ قیامت اور عیدِ ولادت کی

---

[1] Saturnalia

تاریخیں مقرر کیں؟ ان عیدوں میں سے کونسی پرانی ہے؟

زیارت اور تبرکات

۱۔ زیارت

خاص کر اس کے بعد جب مسیحیت رُومی حکومت کا سرکاری مذہب بن گیا تو زیارت کا دستور قائم ہو گیا۔ شہنشاہ قسطنطین اعظم کی ماں ہلینا۱ نے دعویٰ کیا کہ "میں نے یروشلیم میں مسیح کی قبر، کوہِ کلوری، اصل صلیب کی لکڑی وغیرہ اور بیت اللحم میں مسیح کی پیدائش کی جگہ پائی ہے"۔ شہنشاہ نے ان جگہوں میں گرجا گھر بنائے اور تمام مسیحی دنیا سے لوگ ان پاک مقامات کی زیارت کرنے لگے۔ چوتھی صدی میں یروشلیم کے بشپ قورلوس نے اس دستور سے فائدہ اُٹھا کر ایک سالانہ تعلیمی سلسلہ شروع کیا تاکہ عیدِ قیامت کے موقع پر یروشلیم میں نو مریدوں کو بپتسمہ دے۔ زائرین خاص کوشش کرتے تھے کہ مقدس ہفتہ یروشلیم میں گزاریں۔

۳۸۵ء کے قریب اگریٹیا۲ ایک مسیحی خاتون نے ایسٹر کے موقع پر یروشلیم میں زیارت کی اور ایک بیان لکھا کہ کس طرح رات کے وقت لوگ ہجوم در ہجوم بیت المقدس میں آ کر گرجا کے باہر بیٹھ کر گیت گاتے تھے۔ پھر مرغ کے پہلی بانگ دینے پر بشپ آ کر قبر کے اندر گیا اور سب لوگ قیامت کے گرجا گھر میں گئے اور وہاں دعا مانگنے اور جوابی زبور گانے لگے۔ پھر بشپ خود انجیل کی کتاب لے کر تفصیل کے ساتھ مسیح کے دُکھ اور صلیب اور جی اُٹھنے کا بیان پڑھتا تھا اور جماعت میں سے بہت سے لوگ رونے اور آہیں بھرنے لگے۔ پھر بشپ اور جماعت باہر کلوری کی جگہ تک گئی جہاں ایک بڑی چاندی کی صلیب تھی اور وہاں گیت اور دُعا کے بعد بشپ نے لوگوں کو رخصت کیا۔

بیت المقدس کے بارے میں مسیحی دُنیا کی اتنی دلچسپی تھی کہ جب ساتویں صدی میں ایک فرانسیسی بشپ نے زیارت کی اور اُس جگہ کا بیان لکھا، تو آیرلینڈ کے ایک صدر راہب نے اُس بیان کی نقل کی اور پھر مشہور انگریز راہب

---

۱. Helena ۲. Egeria

اور مورخ بیدا نے آٹھویں صدی میں اُسی بیان کا اقتباس اپنی تاریخی کتاب میں قلمبند کیا۔ اُسی صدی میں مسوپتامیہ کے ایک راہب بنام قبریاقس نے بیت المُقدس کی زیارت کی۔ اُس کے احساسات کا یُوں بیان ہے۔

"خدا نے اُس کے دل میں ایک عظیم خواہش پیدا کی کہ وہ یروشلیم جا کر اُن مُقدس مقامات کو دیکھے جہاں خداوند یسوع مسیح نے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی نجات کے لیے ظاہر کیا۔ وہ بہت جلدی پہنچ گیا اور اُس نے راستے میں ٹھہرنے کا خیال بھی نہ کیا۔ وہ اُس آدمی کی مانند تھا جو اپنے باپ کے گھر اور اپنے خاندان کی طرف جارہا ہو جس سے وہ کافی دیر سے دُور رہا ہو۔"

"اور جب وہ یروشلیم میں پہنچ کر سب مقدس مقامات میں عبادت کر چکا تھا تو اُس کی رُوح شادمان اور مطمئن ہوگئی اور وہ سفر کی ساری جانفشانی اور تھکاوٹ کے بعد سکون پذیر ہوگیا۔"

زیارت نہ صرف بیت المُقدس تک ہوئی بلکہ چوتھی صدی سے لے کر لوگ شہیدوں کی قبروں اور مشہور درویشوں کی رہائش گاہوں، اور راہب خانوں کی طرف بھی جایا کرتے تھے۔

ب۔ تبرکات

ہم نے دیکھا کہ دوسری صدی میں لوگوں نے کس پیار سے پالکارپ کی ہڈیوں کو جمع کیا تھا۔ اسی طرح اور شہدا کے بارے میں ہوا اور پھر جب قسطنطین اعظم کے زمانہ میں کلیسیا ایذا رسانی کے ڈر سے آزاد ہوگئی تو اکثر مسیحیوں نے شہادت کی جگہوں پر گرجا گھر بنائے، جہاں اُنہوں نے ان شہیدوں کی ہڈیاں رکھیں۔ یہ وہم بھی جلدی پھیل گیا کہ ان ہڈیوں کے وسیلہ سے شفا اور دیگر معجزے کیے جاتے ہیں۔ اس وہم کے بارے میں ہم دو بیانات سے سیکھ سکتے ہیں۔

ا۔ قریباً ۳۷۰ء میں ادیسہ کے مسیحی شاعر افرائم سُریانی نے کچھ گیت لکھے جن میں اُس نے یہ کہا کہ ایک سوداگر نے مُقدس توما رسول کی ہڈیاں "ہند"

سے چُرا کر ایدیسہ تک پہنچا دیں۔ اُن گیتوں میں سے ایک کا پورا ترجمہ "مُقدس" توما رسولِ ہند" صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۷ میں موجود ہے۔ ایک اور گیت سے ہم یہاں کچھ سطور پیش کرتے ہیں :-

شیطان :- "اب میں راستبازوں سے کہاں بھاگ جاؤں؟ مَیں نے موت کو اُبھارا تا کہ رسولوں کو قتل کروں اور یُوں اُن کے حملوں سے بچ جاؤں لیکن اب اُن کی اموات سے مجھے بہت ہی زیادہ مار پڑتی ہے! جس رسول کو مَیں نے ہند میں قتل کیا تھا وہی ایدیسہ میں میرے سامنے ہے وہ وہاں بھی ہے اور یہاں بھی ہے!"

کورس :- "وہ قوت مبارک ہو جو مُقدس ہڈیوں میں پائی جاتی ہے!"

شیطان :- "خدا کے برگزیدہ حضرت موسےٰ نے یوسف کی ہڈیاں ایمان سے کنعان میں پہنچائیں تاکہ اُن سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور جب کہ اتنے بڑے نبی نے یقین کیا تھا کہ ہڈیوں میں فائدہ ہے تو سوداگر نے بھی ایمان لاکر اچھا کیا اور اُس نے اچھا سودا کیا ہے! اُس کے خزانے سے، مَیں شیطان بہت ہی غریب بن گیا۔ یہ خزانہ ایدیسہ میں ہے اور اِس سے اُس بڑے شہر کو بہت ہی فائدہ پہنچتا ہے!"

کورس :- "وہ قوت مبارک ہو جو مقدس ہڈیوں میں پائی جاتی ہے۔"

۲۔ سنہ ۶۳۰ء میں کلیسیائے مشرق کا بطریق اور چند بشپ قسطنطنیہ گئے تاکہ بزنطینی اور ساسانی حکومتوں کی آپس میں صلح کرائیں۔ واپسی پر وہ چند روز انطاکیہ میں رہے۔ وہاں ایک گرجا گھر میں اُن کو ٹھہرنے کی جگہ ملی۔ گرجہ گھر میں کچھ تبرکات تھے جو کہ ایک سفید سنگِ مرمر کے صندوق میں رکھے ہوئے تھے۔ وفد میں ایک بشپ ایشوعیاب تھا جو کہ بعد میں سنہ ۶۵۰ء میں بطریق بننے والا تھا، وہی جس نے ہندوستانی کلیسیا کو اپنا پہلا مطران دیا۔ (صفحہ ۴۷ - ۴۸ ملاحظہ کریں)۔

"اُس نے معلوم کیا کہ ان تبرکات کے ذریعے عجیب وغریب کام کیے

جاتے تھے۔ اور یہ بھی کہ صندوق میں مبارک رسولوں کی ہڈیاں اور اُن کے جسموں کے کچھ حصے محفوظ ہیں۔ فرطِ شوق سے اُس نے دُعا کی کہ اُسی کے وسیلہ سے یہ صندوق اس ملک (مسوپتامیہ) میں لایا جائے۔ اُس کو پتہ نہ تھا کہ کیا کرے لہٰذا اُس نے ساری بات کو خدا کے سپرد کر دیا اور یہ مانگا کہ جب وہ آپ ہر قسم کی جسمانی کوشش کرے تو مسیح اُسے الٰہی طور سے محفوظ رکھے اور حمایت کرے۔ اس دُعا میں وہ کامیاب ہُوا۔ چنانچہ اُس نے صندوق کی چوری کی اور بڑی عزت سے وہاں پہنچا دیا!"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۲۹۰ تا ۳۰۱
برکت اللہ	مُقدس توما رسولِ ہند	صفحہ ۱۲۶ تا ۱۲۰

سوالات برائے نظرِثانی

۱۔ ابتدائی کلیسیائی میں زیارت کا دستور کب سے شروع ہو گیا؟ آپ کی دانست میں وہ کہاں تک فائدہ مند اور کہاں تک خطرناک دستور تھا؟

۲۔ تبرکات کے بارے میں مسیحیوں کے توہمات کی دو مثالیں پیش کریں۔ کیا آج کل کے پاکستانی مسیحیوں یا غیر مسیحیوں میں ایسے توہمات موجود ہیں؟

شخصی دُعا اور کتابِ مُقدس کا مُطالعہ

ا۔ شخصی دُعا

پولس رسول نے دُعا پر کافی سے زیادہ زور دیا تھا اور ابتدائی صدیوں کی کلیسیا نے نہ صرف عبادت پر بلکہ شخصی اور خلوتی دُعا پر بھی زور دیا۔ تیسری

صدی میں اوریجن نے دعا کے بارے میں ایک کتاب بھی لکھی تاکہ مسیحیوں کی شخصی دُعا کے بارے میں رہنمائی کرے۔ اُس کتاب کا کلیدی مضمون یہ ہے کہ "بڑی چیزیں مانگ، تو چھوٹی بھی تم کو دی جائیں گی۔ آسمانی چیزیں مانگ، تو زمینی بھی تم کو عطا ہو جائیں گی"۔ پولُس رسول نے کہا کہ بلاناغہ دُعا کرنی چاہیے (۱۔ تھسلنیکیوں ۵: ۱۷)۔ چنانچہ اوریجن نے لکھا۔

"مقدس شخص کی تمام تر زندگی کی رُوحِ رواں ایک زور آور دُعا ہے۔ اس دعا میں سے ایک وہ حصہ ہے جس کو ہم عموماً دُعا کا نام دیتے ہیں، اور یہ کم از کم تین دفعہ روز مانگنی چاہیے (یعنی آدھی رات، دوپہر اور شام)۔"

دُعا مانگنے کا طریقہ یہ تھا کہ آدمی کھڑے ہو جائیں اور اپنی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھائیں اور اپنے ہاتھ بھی پھیلائیں۔ بے شک اگر کسی کو پاؤں کی بیماری ہو تو وہ بیٹھ کر دُعا کر سکتا ہے، اور اگر وہ سخت بیمار ہو یا بحری جہاز طوفان کے بیچ میں ہو تو وہ لیٹے ہوئے بھی دعا کر سکتا ہے۔ گناہوں کے اقرار کے لیے وہ گھٹنوں کے بل ہو کر دُعا کر سکتا ہے۔ اُس کا رُخ ہر دُعا کے لیے مشرق کی طرف ہونا چاہیے۔

"مشرق سورج کے طلوع کا رُخ ہے۔ اس سے ہم سیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں کی طرح جن کی روحیں حقیقی نور کو دیکھتی ہیں ہمیں بھی اس نشان کے طور پر مشرق کا رُخ کرنا چاہیے۔ بے شک یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے گھر کے دروازے کا رُخ کسی اور طرف ہو اور شاید کوئی یہ چاہے کہ دیوار کے بجائے آسمان کی طرف رُخ کرے کیونکہ وہ زیادہ دلچسپ ہے۔ تاہم ہم اُس کو یہ جواب دیں گے کہ چونکہ عمارت کا رُخ انسانی انتظام کا نتیجہ ہوتا ہے اور مشرق کے رُخ کو ترجیح دینا قدرت کی بات ہے، تو ہمیں انتظام کو قدرت پر فوقیت نہیں دینی چاہیے۔"

شخصی دُعا میں مندرجہ ذیل ترتیب ہونی چاہیے:۔

۱۔ دیباچہ: ہم مسیح کے وسیلے سے خدا کی تمجید کریں۔

۲۔ شکر گزاری۔

ا۔ عام۔ ساری دنیا کے لیے خدا کی برکات کے واسطے۔
ب۔ خاص۔ شخصی برکات کے واسطے۔

۳۔ گناہوں کا اقرار۔ رُوحانی شفا اور گناہوں کی معافی کی درخواست۔

۴۔ سفارشی دُعا تاکہ ہم کو اور دیگر لوگوں کو بڑی اور آسمانی نعمتیں دی جائیں۔

۵۔ آخری حصہ پھر رُوح میں مسیح کے وسیلہ سے خدا کی تمجید ہونی چاہیے۔

اوریجن اور دیگر مُصنفین سے معلوم ہوتا ہے کہ خلوتی دعاؤں میں مسیحی دعائے ربانی جیسے مقررہ دعائیں بھی اور فی البدیہہ دعائیں بھی استعمال کرتے تھے۔

کتابِ مُقدس کا مُطالعہ

پہلی صدیوں میں جب بائبل لوگوں کی مادری زبان میں تھی اور کافی سے زیادہ مسیحی پڑھے ہوئے تھے۔ تو اکثر معمولی مسیحی اس کا گھروں میں مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بے شک کم لوگوں کے پاس پُوری بائبل تھی لیکن حصے تو ضرور تھے۔ جب دیوقلیطیان نے ایذارسانی کی تو فوجی سپاہی گھر گھر جا کر کتابِ مُقدس کے حصے ڈھونڈتے تھے تاکہ ان کو جلائیں۔ قریباً سنہ۲۵۰ء کی ایک سریانی کتاب بنام "تعلیمِ نامہ"[1] میں یُوں ہدایت دی گئی ہے۔

"گھر میں بیٹھ کر توریت، سلاطین اور نبیوں سے پڑھا کرو اور انجیل میں سے بھی جس میں اُن کی باتیں پُوری ہو گئیں۔"

قریباً سنہ۳۰۰ء میں ایک مسیحی عالم کا ذکر ہے جو مالدار بھی تھا۔ اُس کے پاس بہت سے نسخہ جات تھے اور اُس نے آدمیوں اور عورتوں کو بھی پاک صحائف کی نقلیں اُدھار دیں تاکہ وہ اپنے اپنے گھروں میں اُن کا مطالعہ کریں۔

سوال برائے ثانی

ابتدائی صدیوں کی کلیسیا میں شخصی دُعا اور بائبل کے مطالعہ کے بارے

---

[1] Didaskalia

میں کچھ معلومات پیش کریں۔

مسیحی اور موت

غیر مسیحی اس بات سے حیران تھے کہ مسیحی شہدا موت سے بھی نہ ڈرتے تھے بلکہ خوشی سے ابدی زندگی کی اُمید رکھتے تھے۔ بے شک اُنہوں نے مکاشفہ ۲۰ : ۴ اور ۷ : ۱۴ وغیرہ کو اسی طرح سمجھا کہ شہید خاص برکت کا وارث ہوگا اور اغناطیسوس جیسے لوگوں نے شہید ہونے کا شوق ظاہر کیا۔ تاہم مسیحیوں نے عام موت کو بُت پرستوں سے مختلف نظریہ سے سمجھا۔ بُت پرستوں کا خیال تھا کہ موت زندگی کا خاتمہ ہے، اور اس کے بعد کوئی اُمید نہیں۔

ارسطید مسیحیوں کا نظریہ یوں پیش کرتا ہے۔

"اگر اُن میں سے کوئی راستباز اس جہان فانی سے گزر جائے، تو وہ شادمان ہو کر خدا کا شکر کرتے ہیں، اور اس طور سے اُس کے جنازہ کے پیچھے جاتے ہیں گویا کہ مُردہ ایک جگہ سے دوسری جگہ تک سفر کر رہا ہے۔"

ہم عام مسیحیوں کے ایمان کا قبروں کے کتبوں سے اندازہ کر سکتے ہیں مثلاً ایک کتبہ یُوں ہے۔

"اے ہرماس، چھوٹے نور! خدا اور خداوند یسوع مسیح میں زندہ رہ! عمر ۱۰ سال ۷ ماہ۔"

یہ ایک ناخواندہ آدمی کا کتبہ ہے جس کی عبارت کے ہجوں میں غلطیاں ہیں۔ دوسرا کتبہ اعلےٰ قسم کے شعروں میں ہے۔

"میں پطرونیہ جو لاوی (ڈیکن) کی بیوی ہوں، اپنی ہڈیاں یہاں اس آرام گاہ میں پیش کرتی ہوں۔ اے میرے شوہر! اے میرے عزیز بچو! رونے سے باز آؤ، اور یقین کرو کہ میرے لیے جو خدا میں زندہ ہوں ماتم کرنا مناسب نہیں۔"

یہ دونوں کتبے تیسری اور چوتھی صدی کے رُومہ کے قبرستانوں میں سے ہیں۔

تین مسیحی راہنماؤں کی موت کے بارے میں ایسے چشم دید بیانات موجود ہیں جن میں ہم پڑھ سکتے ہیں کہ انہوں نے کتنی خوشی سے موت کو قبول کیا۔

۱۔ مقدس کلمبا سنہ ۵۹۷ء میں فوت ہوا۔ آدھی رات کے وقت جب وہ آیونہ کے راہب خانہ کے چھوٹے گرجہ گھر میں دعا کرنے کے لیے گیا تو وہاں بیہوش ہو گیا۔ ایک جوان راہب نے اُس کو اٹھایا اور اُس کا سر اپنی گود میں رکھا اور اتنے میں دیگر راہب آئے اور یہ محسوس کر کے کہ اُن کا راہنما مرنے کو ہے، رونے لگے۔

"اور ہم نے چند آدمیوں سے جو حاضر تھے یہ معلوم کیا کہ وہ مقدس، جو اب تک زندہ تھا، آنکھیں کھولنے لگا اور دونوں طرف سے راہبوں پر نہایت ہی خوشی سے نظر کرنے لگا کیونکہ وہ ان پاک فرشتوں کو دیکھ رہا تھا جو اُس کے استقبال کے لیے آ رہے تھے۔"

۲۔ بزرگ بیدا مورخ سنہ ۷۳۵ء میں گزر گیا۔ یہ راہب اور مسیحی عالم بھی تھا۔ جس نے انگلستان کی کلیسیا اور اُمت کے بارے میں ایک نہایت اچھی اور مستند تاریخ لکھی تھی۔ راہب خانوں نے کتابوں کی نقل کرنے میں بہت خدمت کی کیونکہ اُس زمانے میں کوئی چھاپے خانے نہیں تھے۔ زندگی کے آخری دن بیدا دو کتابوں کی نقل کروا رہا تھا۔ ایک تو یوحنا رسول کی انجیل کا انگریزی ترجمہ تھا۔ دوسری ایک ہسپانوی بشپ کی لاطینی کتاب تھی۔ شام کے وقت وہ نوجوان راہب جو بشپ کی کتاب کی نقل کر رہا تھا بیدا سے کہنے لگا کہ ایک ہی فقرہ باقی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد راہب نے کہا کہ "تمام ہو گیا۔"

"بیدا نے جواب دیا کہ تو نے خوب کہا کہ تمام ہو گیا، اب تو میرے سر کو اپنے ہاتھوں میں اُٹھاؤ تاکہ میں اُس پاک مقام کا رُخ کر کے بیٹھ جاؤں جہاں میں دُعا مانگنے کا عادی ہوں تاکہ میں بڑی خوشی سے اپنے باپ کا نام لوں۔ یوں کر کے فرش پر اُس نے 'جلال باپ اور بیٹے اور رُوح القدس کا ہو'، آخر تک گایا اور پھر دم دے دیا۔"

۴۔ ایلیاہ از مرقان قریباً ۶۶۰ء میں گزر گیا۔ یہ مسوپتامیہ کا سادہ لوح راہب اور مشنری رہا تھا اور آخرکار وہ بیت آبے کے راہب خانہ کو واپس آیا۔ وہ بیمار ہو گیا۔ اور جب یہ اُنہیں معلوم ہؤا کہ وہ مرنے کو ہے تو سب راہب اکٹھے ہوئے۔ اُن میں سے ایک جو بعد میں کلیسیائے مشرق کا بطریق بن گیا یوں چشم دید بیان پیش کرتا ہے:

"اُس نے ہم کو حکم دیا کہ بپتسمہ کی عبادت میں سے وہ جوابی جملے پڑھیں جہاں لکھا ہے کہ 'شادی کے کمرہ کے دروازے بنی نوع انسان کے کفارہ کے لیے کھلے رہیں'۔ وہ اتنے میں اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ کر بیٹھا تھا۔ لیکن جب اُس نے پڑھا کہ 'اے برگزیدو! اُس خوشی میں داخل ہو جو تمہارے واسطے تیار کی گئی ہے' تو اُس نے تین بار مُنہ کھولا تاکہ بولے اور اُس خوشی میں، جو اُس کے لیے تیار کی گئی تھی، اُس کی رُوح جسم سے پرواز کر گئی۔ ہم حیران ہوئے اور ہم نے سمجھا کہ اُس نے خود اپنی عقل کی پوشیدہ آنکھوں سے اُس خوشی کو دیکھا جو اُس کے لیے تیار تھی۔ مسیح کو جلال ہو جس نے اُسے فتح بخشی ہے!"

سوال برائے نظرِ ثانی

ابتدائی صدیوں کے مسیحیوں نے کس طرح ظاہر کیا کہ مرنے کے بعد اُن کی ایک "کامل اور قوی اُمید" ہے؟ کیا پاکستانی کلیسیا اپنے جنازے کے دستوروں میں اس بات کی اچھی گواہی دیتی ہے؟ اس معاملہ میں خادم الدین کا شخصی نمونہ اور تعلیم کیسی ہونی چاہیئے؟

فصل چہارم

مسیحی سماجی زِندگی اَور کلیسیائی نظام

دیباچہ

مسیحی طرزِ زندگی میں نہ صرف انفرادی چال چلن کی تبدیلی مقصود رہتی بلکہ جماعتی تعلقات بھی۔ جب کبھی کسی نے مسیح کو قبول کیا اور بپتسمہ کے وسیلہ سے کلیسیا میں داخل ہُوا تو وہ ایک نئی اور زندہ رفاقت میں داخل ہو گیا۔ یوحنا رسول اس ضمن میں یوں کہتا ہے :-

"جو کچھ ہم نے دیکھا اور سُنا ہے تمہیں بھی اُس کی خبر دیتے ہیں تاکہ تم بھی ہمارے شریک ہو" (۱۔یوحنا ۱:۳)۔

اور پولس رسُول اور پطرس رسُول نے برادرانہ محبت پر بہت زور دیا۔

"تم آپس میں محبت کرنے کی خدا سے تعلیم پا چکے ہو اور تمام مکدنیہ کے سب بھائیوں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہو۔ لیکن اے بھائیو! ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ ترقی کرتے جاؤ" (۱۔تھسلنیکیوں ۴: ۹تا۱۰)۔ "یک دل رہو، یکساں محبت رکھو، ایک جان ہو، ایک ہی خیال رکھو۔ . . ہر ایک اپنے ہی احوال

بر نہیں بلکہ ہر ایک دوسرے کے احوال پر بھی نظر رکھے " (فلپیوں ۲: ۴)۔
" دل و جان سے آپس میں بہت محبت رکھو " (۱- پطرس ۱ : ۲۲)۔
اس فصل میں ہم پہلے یہ سوچیں گے کہ ابتدائی صدیوں کی کلیسیا میں کس قسم کی رفاقت تھی اور وہ کن باتوں میں اپنے سماج سے مختلف تھی؟ پھر ہم دیکھیں گے کہ کلیسیا نے ضبط کے وسیلے سے کس طرح اُس رفاقت کو پاک رکھنے کی کوشش کی۔ ہم اُس رفاقت کے خاص راہنماؤں پر بھی سوچیں گے یعنی کلیسیا کی پاسبانی خدمت پر، اور آخر میں ہم دیکھیں گے کہ کس طرح کلیسیائی نظام اور حکومت نے نشوونما پائی۔

جماعتی زِندگی کی خُوبیاں

پولُس رسول نے کہا کہ " سب کے ساتھ نیکی کرو خاص کر اہلِ ایمان کے ساتھ" طرطلیان نے اِس بات پر زور دیا کہ سب مسیحی بھائی ہیں۔ بے شک سب آدمیوں کی ایک برادری ہے لیکن مسیحی خاص کر ایک دوسرے کے بھائی ہیں کیونکہ وہ سب خدا کے فرزند ہیں، رُوح میں شریک ہیں اور انجیل کی خوشخبری اور سچائی میں شامل ہیں۔ ارسطیدیُوں بیان کرتا ہے :۔

> " مسیحی سب بدچلنی اور ناپاکی سے پرہیز رکھتے ہیں۔ وہ اپنے غلاموں اور لونڈیوں اور اُن کے بچوں کو اتنا پیار کرتے ہیں کہ وہ اُن کو بھی مسیح تک لانے کی کوشش کرتے ہیں، پھر بلا امتیاز اُن کو بھائی کا نام دیتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں: وہ بیوہ اور یتیم کو حقیر نہیں جانتے۔ جس کے پاس ہے وہ فیاضی سے بانٹ دیتا ہے۔ اگر کوئی مسیحی پردیسی آئے تو وہ خوشی سے اُس کو گھر اتار لیتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر اور خدا میں بھائی بھائی کہتے ہیں۔ جب اُن کے غریبوں میں سے کوئی اِس دنیا سے رحلت کر جاتا ہے تو کوئی اُو یہ دیکھ کر اپنی گرہ سے جنازے کا خرچ ادا کرتا ہے۔ اگر اُن میں سے کوئی مسیح کے نام کی خاطر قید میں ہو یا ظلم اٹھاتا ہو، تو وہ سب

مِل کر اُس کی ضروریات کو پُورا کرتے ہیں، اور اُس کی رہائی کے لیے
کوشاں رہتے ہیں۔ ہر صبح اور ہر وقت وہ کھانے پینے اور ہر قسم
کی برکات کو یاد کرتے ہوئے مسیح کا شکر کرتے ہیں۔ مسیحیوں کی
وجہ سے دنیا میں خوشبو پھیل گئی ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک
نئی اُمّت ہے۔"

مندرجہ بالا بیان میں مالی مدد دینے اور مالی باتوں میں شرکت پر کافی زور ہے۔ بے شک یروشلیم کی کلیسیا کا اشتمالی تجربہ جس کا ذکر اعمال ۲: ۴۴ اور ۴: ۳۲ تا ۳۷ میں ہے، ایک چند روزہ تجربہ تھا اور ساری کلیسیا میں دستور نہیں بنا، چنانچہ پولس رسول خود روزی کمانے کے لیے محنت کرتا رہا۔ اور اس نے خود کلیسیاؤں کو یہ اصول دے دیا کہ "جسے محنت کرنا منظور نہ ہو وہ کھانے بھی نہ پائے" (۲۔تھسلنیکیوں ۳: ۶ تا ۱۵ ملاحظہ کریں)۔ تاہم پولس نے کلیسیاؤں سے مالی مدد قبول کی (فلپیوں ۴: ۱۰ تا ۱۴) اور اُس نے غریب مسیحیوں کی مدد کرنا ایک فرض اور باعثِ اتحاد اور رفاقت کا نشان سمجھا۔ (۲۔کرنتھیوں ۸ اور ۹ ملاحظہ کریں)۔ اُس نے خاص کر یروشلیم کے غریب مسیحیوں کے لیے چندہ اکٹھا کرنا اور پہنچانا ایک اہم کام سمجھا، اور خطرہ کے باوجود وہ یونانی مسیحی نمائندوں کو ساتھ لے کر یروشلیم کو گیا (اعمال ۲۰ تا ۲۱! خاص کر ۲۰: ۴، ۱۶ اور ۲۱: ۱۷ کا ۲۴: ۱۷ سے مقابلہ کریں۔

ابتدائی صدیوں کی کلیسیا میں بہت سے حاجتمند لوگ تھے۔ بے شک بہت سے مسیحی ادنیٰ پیشہ کے لوگ اور غلام تھے۔ ساتھ ہی ایذا رسانی کا یہ نتیجہ ہوا کہ بہت سی عورتیں بیوائیں ہو گئیں اور بچے یتیم ہو کر رہ گئے۔ اکثر مسیحی جان سے تو نہ مارے گئے مگر قید خانوں میں بند ہو گئے یا سخت محنت کے لیے کانوں میں بھیجے گئے۔ طرطلیان اسی طرح ہدیوں کے استعمال کے بارے میں بیان کرتا ہے۔

"بے شک ہمارے پاس روپوں کا خزانہ ہے مگر وہ عبادت
کے موقع پر محصول کی طرح جمع نہیں ہوتا۔ ہر شخص نیک نیتی سے
ماہوار یا جب موقع ہو کچھ نہ کچھ دیا کرتا ہے۔ لیکن یہ مجبوری سے
نہیں کیونکہ کسی پر کسی قسم کا جبر نہیں۔ گویا یہ نیکوکاری کا خزانہ ہے جس

کو محتاج کی خوراک، تجہیز و تکفین، اور مفلس لڑکوں، لڑکیوں اور بے بس عمر رسیدہ لوگوں کی امداد کے لیے صرف کیا جاتا ہے اور اس خزانے سے اُن پر بھی خرچ کیا جاتا ہے جو جہاز کی تباہی کی وجہ سے لاچار ہو گئے ہیں، اور اُن پر جو کانوں میں یا ٹاپوؤں کی غلامی میں جلاوطن ہیں، اور قیدیوں پر بھی بشرطیکہ اُن کے قید ہونے کی وجہ صرف یہ ہو کہ وہ اپنے ایمان اور کلیسیا کے وفادار ہوں۔ لوگ کہتے ہیں دیکھو! یہ لوگ کس طرح ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں! وہ ایک دوسرے کے لیے مرنے تک تیار بھی ہیں۔"

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ کم از کم پانچ پہلوؤں کا ذکر کریں جن میں ابتدائی کلیسیا کی جماعتی رفاقت نرالی اور بُت پرست سماج سے مختلف تھی۔

۲۔ "دیکھو! یہ لوگ کس طرح ایک دوسرے کو پیار کرتے ہیں!" کیا آج کل بھی ہماری کلیسیاؤں کے اندر یہ محبت موجود ہے؟ اگر نہیں تو ہم اس کے بارے میں کیا کر سکتے ہیں؟

کلیسیائی ضبط

اگر مسیحیوں کی رفاقت پاک ہے، تو ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح ناپاکی سے محفوظ کی جائے۔ رسولوں کے زمانہ سے لے کر کلیسیا کا یہ دستور تھا کہ سخت بد چلنی کے لیے لوگوں کو کلیسیائی رفاقت سے خارج کرے اور اُنکے توبہ کے بارے میں تسلی پا کر اُن کو بحال کریں۔ ایک بہت بُری قسم کی حرامکاری کی لازمی سزا ۱۔ کرنتھیوں پانچویں باب میں مذکور ہے، خاص کر آیات ۳، ۴، ۱۱، اور ۱۲ میں۔ ۲۔ کرنتھیوں ۲: ۵ تا ۱۲ میں ایک مسیحی کی بحالی کا بھی ذکر ہے۔ جو جھوٹی تعلیم دیتے ہیں اُن کو بھی خارج کرنے کا حکم تھا یہاں تک کہ اُن کو گھروں

میں بھی قبول نہ کیا جائے (۱۔تیمتھیس ۱: ۱۸ تا ۲۰، مقابلہ ۲۔یوحنا ۷ تا ۱۰)۔

دوسری صدی کی کلیسیا نے اعمال ۱۵: ۲۹ سے یہ اخذ کیا کہ بُت پرستی (یعنی مسیحی ہونے کے بعد مسیح کا منکر ہونا یا بدعتی تعلیم قبول کرنا)، خون (یعنی جان بوجھ کر کسی کو قتل کرنا) اور حرامکاری تین ایسے بڑے گناہ ہیں کہ اگر کوئی بپتسمہ کے بعد یہ کرے تو وہ سخت خطرہ میں ہے اور کلیسیا کی پاکیزگی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ خارج کیا جائے۔ ایسے گناہوں کے لیے صرف ایک دفعہ توبہ کرنے کا امکان تھا، دوبارہ توبہ ناممکن سمجھی گئی۔ ابتدائی صدیوں میں ضبط عموماً بشپوں کے ہاتھ میں تھا اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ اُن کے پاس وہ اختیار تھا جو مسیح نے رسولوں کو دیا تھا (یوحنا ۲۰: ۲۲ تا ۲۳)۔

عموماً ہم کہہ سکتے ہیں کہ دوسری اور تیسری صدی میں کلیسیا نے کافی سختی سے سزائیں دیں، لیکن جب رُومی حکومت مسیحی ہو گئی تو چال چلن کے گناہوں کے بارے میں وہ نرم ہونے لگی حالانکہ بدعتی تعلیم کے بارے میں کلیسیا نے اکثر ضرورت سے زیادہ سختی اور بے رحمی دکھائی۔ دوسری صدی کے درمیان اور آخر میں، ایک مشکل جو کلیسیا کے سامنے درپیش تھی وہ یہ تھی کہ اِن لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے جنہوں نے ایذا رسانی کے دنوں میں شہنشاہ کے بُت کے سامنے بخور جلانے یا مسیح کے نام کا کسی اور طرح سے انکار کیا تھا؛ عموماً کلیسیا نے میانہ روی اختیار کی اور ایسے لوگوں کو اگر توبہ کر چکے تھے تو موت سے پہلے عشائے ربانی میں شریک ہونے کی اجازت دی۔ پانچویں صدی کے بعد علانیہ اقرار اور ظاہری ضبط کچھ نرم ہو گیا اور خاص کر مغربی کلیسیا میں خلوتی اقرار اور پریسٹ کی معافی کا دستور قائم ہو گیا جس میں معافی اور بحالی پہلے دی جاتی تھی اور اِن کے بعد کوئی نہ کوئی رِیاضت یا منت ماننی پڑتی تھی۔

اِس کتاب میں ہمیں موقعہ نہیں مِلتا کہ پوری تفصیل سے اِس مضمون پر غور کریں بلکہ صرف چند مثالیں پیش کر سکتے ہیں۔

ضبط کے بارے میں اورِیگن نے یوں لکھا:-

"جو شہوت پرستی یا کسی اور بڑے گناہ میں پھنسے ہوئے ہیں، ایسوں کے لیے مسیحی ماتم کرتے ہیں اور اُن کو مُردہ جیسے سمجھتے ہیں، کیونکہ خدا کے نزدیک تو وہ مر چکے ہیں اور فنا ہو گئے ہیں۔ اگر بعد میں

وہ واقعی توبہ کرتے ہیں تو کلیسیا اُن کو ایسوں کی طرح قبول کرتی
ہے جو مُردوں میں سے زندہ ہو گئے ہیں۔ تاہم اُن کو دوبارہ قبول
کرنے سے پہلے وہ اُن کو نو مریدوں سے بہت زیادہ طویل
عرصہ تک آزماتے ہیں۔ جو مسیحی ہونے کے بعد اسی طرح گر
جاتے ہیں وہ کسی کلیسیائی عہدہ یا جگہ کے لیے منتخب نہیں ہو سکتے:
کبھی کبھی ڈر کے مارے یا پارٹی بازی کی وجہ سے نظم و ضبط کمزور ہو گیا۔
ایک مثال یہ ہے کہ ۳۰۵ء میں دیو قلیطیان کی ایذا رسانی کے بعد ایک اجلاس
منعقد ہوا تاکہ شمالی افریقہ کے شہر قرطہ کے لیے نئے بشپ کا انتخاب کریں۔
صدر بشپ نے شروع میں کوشش کی کہ وہ سب جنہوں نے ایذا کے وقت
بائبلیں جلانے کے لیے دے دیں ووٹ دینے کا حق نہ رکھیں۔ پہلے پہل
معلوم ہوتا تھا کہ وہ کامیاب ہو گا لیکن جب اُس نے ایک زبردست
قاتل کو رد کیا تو جواب ملا:۔

"میں آپ سے نہیں ڈرتا۔ خبردار! میں اپنے مخالفوں کو
قتل کرنے تک تیار ہوں اگر وہ میری مرضی کے خلاف عمل کریں!"

پھر صدر بشپ نے مجلس کی رائے لی اور اُنہوں نے کہا کہ عدالت خُدا
کرے گا، انسان نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے۔
بشپ مان گیا اور اُس نے سب کو ووٹ دینے کا حق دیا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ قرطہ کا
ایک شخص نیا بشپ منتخب ہُوا جس نے خود ایذا کے وقت بے وفائی
کی تھی:

قریباً ۲۳۰ء میں مسوپتامیہ میں کلیسیا نے مشرق میں پارٹی بازی تھی اور
افراط نے ضبط پر اُس کا بُرا نتیجہ طنز آمیز الفاظ میں یُوں بیان کیا:۔

"اگر کوئی گناہ کرے اور خوش قسمتی سے قید خانہ کے سرداروں
کو پسند آئے تو وہ اُس کو زنجیروں سے آزاد کر کے فرماتے ہیں،
کہ خدا رحمدل ہے، وہ گناہوں کو بخش دیتا ہے! آؤ، عبادت میں
شریک ہو، لیکن اگر کسی نے ذرا سا اُن کو ناخوش کر دیا تو وہ اُس

سے کہتے ہیں کہ تم آسمانی اور زمین کے مقید اور لعنتی ہو! وہ بھی ملعون ہو جو تم سے بات تک کرے!"

کلیسیا نے مشرق کا بطریق ماراَبا (۵۴۰ء تا ۵۵۲ء) جس کی تبدیلی کا بیان ہم پڑھ چکے ہیں (صفحہ نمبر ۱۰۳-۱۰۴ کو دیکھیں) ضبط کے معاملوں میں زبردست اور کامیاب تھا۔ جس وقت وہ بطریق کے عہدہ پر فائز ہوا تو گندیشاپور کے بدچلن مطران ابراہام، جس نے پاک عشا کے برتنوں کو بیچ کر فاحشوں کو روپے دیے تھے، ماراَبا کا منہ میٹھا کرنے کی کوشش میں ایک مبارکبادی کا پیغام بھیجا۔ لیکن ماراَبا نے کہا کہ ابراہام تب مجھے مل سکتا ہے جب وہ ٹاٹ اوڑھ کر تائب کی طرح آئے۔ چنانچہ ایک دن ابراہام کو باہر ٹاٹ میں کھڑا رہنا پڑا۔ پھر ماراَبا نے اُسے اندر بلایا۔ وہاں کلیسیائی مجلس کے سامنے جس میں تین چار اور مطارنہ اور بہت سے بشپ تھے، ابراہام نے اپنے گناہوں کا علانیہ اقرار کیا۔ ماراَبا نے سب کچھ لکھوایا اور ابراہام کو مجبور کیا کہ وہ اس پر اپنے دستخط کرے۔ اس کے بعد مجلس نے عدالت کی صورت میں ابراہام کو مطران اور بشپ کے عہدہ سے برطرف کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ابراہام نے کوشش کی کہ مجوسیوں اور فارسی حاکموں کو ساتھ ملائے تاکہ ماراَبا کی خلاف ورزی کرے لیکن وہ بھی اُسے اپنی بدچلنی کی وجہ سے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ابراہام ناکام رہا۔ یہ سُن کر بطریق اور دو مطارنہ اور آٹھ بشپوں نے مجلس عدالت منعقد کر کے اُس کو کلیسیائی رفاقت سے بالکل خارج کر دیا۔

سوال برائے نظرِ ثانی

ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کے ضبط پر مضمون لکھیں۔ کیا آج کل ہماری کلیسیاؤں میں ضبط کا خاطر خواہ انتظام ہے یا اس میں کمزوری ہے؟ آپ کی دانست میں ضبط کا مقصد کیا ہے اور کہاں تک کلیسیا کا فرض ہے؟

کلیسا کی گلہ بانی اور نگرانی

۱۔ تقرریافتہ خدّام الدین :۔ یہ بات عیاں ہے کہ نئے عہد نامہ میں رسُولوں

نبیوں اور دیگر ایسے اشخاص کی خدمات نے جن میں رُوحُ القُدس کی طرح طرح کی نعمتیں کارفرما تھیں، انجیل کی اشاعت اور کلیسیا کی روحانی پرورش میں نمایاں حصہ لیا۔ ایسے اشخاص کا ذکر بھی قریباً سلسلہ میں تعلیم الرسل میں پایا جاتا ہے (ابواب ۱۱ تا ۱۵)۔

تاہم شروع ہی سے رسُولوں نے نومریدوں کی جماعتوں میں باقاعدہ تقرر یافتہ خادمانِ دین کا انتظام بھی کیا (اعمال ۱۴: ۲۳؛ فلپیوں ۱: ۱؛ ططس ۱: ۵ تا ۵ وغیرہ)۔ ہو سکتا ہے کہ ۳۔ یوحنا ۹ تا ۱۲ میں دتیریفیس مقامی تقرر یافتہ خادم الدین تھا اور اُس نے اُن مسیحی نبیوں کی مخالفت کی جو کہ جگہ بہ جگہ یوحنا رسول کا تصدیق نامہ لے کر منادی کرتے تھے۔

نئے عہدنامہ میں ایک ایسے تقرر یافتہ خادم الدین کا ذکر ہے جس کا عموماً یونانی نام پریسبوتروس (πρεσβυτερος) دیا جاتا ہے۔ اس کا لفظی ترجمہ "پریسبٹر" ہے اور ترجمہ "ایلڈرز" بھی موزوں ہے۔ ہماری اُردو بائبل میں اس کا ترجمہ "بزرگ" ہے مثلاً اعمال ۱۴: ۲۳ میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ

"انھوں نے ہر ایک کلیسیا میں اُن کے لیے بزرگوں کو مقرر کیا اور روزہ سے دعا کر کے اُنھیں خدا کے سپرد کیا جس پر وہ ایمان لائے تھے۔"

کلیسیاؤں میں ایک سے زیادہ بزرگ مقرر تھے اور افسس میں "کلیسیا کے بزرگوں" کا ذکر ہے اور ایک لمبی تقریر میں پولس رسُول اُن کے فرائض اور ذمہ داریاں پیش کرتا ہے (اعمال ۲۰: ۱۸ تا ۳۵)۔ خاص کر آیت ۲۸ قابلِ ذکر ہے:-

"پس اپنی اور اُس سارے گلّہ کی خبرداری کرو جس کا رُوحُ القُدس نے تمہیں نگہبان ٹھہرایا تاکہ خدا کی کلیسیا کی گلّہ بانی کرو۔"

اس آیت میں ایک اور ضروری یونانی لفظ اپسکوپوس (ἐπισκοπος) آتا ہے جس کا یہاں ترجمہ "نگہبان" ہے لیکن لفظی ترجمہ "اسقف" یا "بشپ" ہے۔ اس لفظ کے استعمال سے یہ بات ظاہر ہے کہ افسس کی کلیسیا میں تقرر یافتہ خادمانِ دین دونوں ناموں سے یعنی "پریسبٹر" اور "بشپ" سے نامزد

تھے اور یہ بھی کہ وہ تعداد میں ایک سے زیادہ تھے۔ اسی طرح ططس ۱: ۵تا ۷
میں پایا جاتا ہے کہ

"میں نے تجھے کریتے میں اس لیے چھوڑا کہ ..... شہر بہ شہر
ایسے بزرگوں کو مقرر کرے جو بے الزام اور ایک ایک بیوی
کے شوہر ہوں ... کیونکہ نگہبان کو خدا کا مختار ہونے کی وجہ
سے بے الزام ہونا چاہیئے"۔

اِس عبارت میں یہ صاف ہے کہ "بزرگ" اور "نگہبان" ایک ہی
شخص ہے۔ فلپیوں ۱: ۱ سے صاف ظاہر ہے کہ پولس نے ساری جماعت
کے نام "نگہبانوں" اور "خادموں" سمیت خط لکھا۔ "خادم" سے "ڈیکن" مُراد ہے۔
سو ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلپی کی کلیسیا میں ایک سے زیادہ بشپ یعنی پریسبٹر
تھے اور ایک سے زیادہ ڈیکن۔

آج کل قریباً سب مسیحی علما اس بات پر متفق ہیں کہ ابتدائی کلیسیا میں
جب رسول زندہ تھے تو جماعتی خدمت اور حکومت کا یہی انتظام تھا کہ ہر
ایک جماعت میں ایک سے زیادہ پریسبٹر (بشپ) تھے اور ان کے
ساتھ کچھ ڈیکنوں نے غریب غربا کی خدمت کی۔ ہم یہ انتظام تعلیم الرسل
میں بھی دیکھتے ہیں:۔

"پس اپنے لیے خداوند کے لائق اُسقفوں اور ڈیکنوں کو
مقرر کرو" (۱۵: ۱)۔

یہاں بھی "اُسقف" کے علاوہ "بزرگ" کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ یہ ایک
ہی عہدہ تھا۔

پھر بھی اِس میں کوئی شک نہیں کہ دوسری صدی میں اور اس کے بعد
ہم ایک سہ گنا خدمت پاتے ہیں، یعنی بشپ، پریسبٹر، اور ڈیکن۔ اغناطیوس
کے خطوط میں یُوں مذکور ہے:۔

"تم سب اپنے اُسقف کی ایسی پیروی کرو جیسے خداوند یسوع
مسیح نے باپ کی پیروی کی ہے، اور کل پریسبٹری کی ایسی پیروی کرو
جیسی رسولوں کی کی گئی تھی، اور ڈیکنوں کی ایسی عزت کرو جیسے
خدا کے حکم کی" (سمرنیوں ۸: ۱)۔

"اس کلیسیا کے شرکاء کا فرض ہے کہ وہ اپنے اُسقف اور اُن پریسبٹروں اور ڈیکنوں کے ساتھ ہم خیال ہوں جو خداوند یسوع مسیح کے ارادہ سے مقرر ہوئے ہوں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ اغناطیوس کے زمانہ میں (قریباً ۱۱۵ء) ایشیائے کوچک میں ہر ایک مسیحی جماعت کا ایک بشپ، چند پریسبٹر اور چند ڈیکن تھے۔ بشپ اُن کا صدر تھا۔ صرف اُسی کو بپتسمہ دینے اور پاک عشاء ادا کرنے کا اختیار تھا۔ پریسبٹر اُس کے صلاح کار اور کلیسیا کی حکومت میں اُس کے شریک تھے۔ نہ صرف "پریسبٹروں" کا، بلکہ پریسبٹری یعنی اُن کے مجموعی اختیار یا حکومت کا بھی ذکر ہے۔ یہ زیادہ تر آج کل کی سیشن یا پاسٹریٹ کمیٹی کی طرح تھا۔

سنہ ۲۵۰ء میں نظریات رسل سے صاف ظاہر ہے کہ ایڈیسہ کی کلیسیا میں بشپ، پریسبٹر، ڈیکن اور نائب ڈیکن خدمت کرتے تھے۔

آج کے سب مسیحی علما مانتے ہیں کہ پہلی صدی میں بشپ اور پریسبٹر ایک ہی عہدہ کا نام تھا، لیکن دوسری صدی اور اُس کے بعد وہ دو مختلف عہدے اور درجے بن گئے۔ یہ کس طرح ہُوا؟ اِس بات کے بارے میں علما متفق الرائے نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ رسولوں کے انتظام کا نتیجہ ہُوا۔ وہ سلسلۂ رسالت کے مسئلہ پر زور دیتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ یہ ایک قدرتی ترقی تھی، جو کہ بدلتے ہوئے حالات کا نتیجہ تھی۔ اس بحث کے بارے میں روم کے کلیمینس کے خط میں ایک مرکزی حوالہ ہے۔ کیول آسنگھ کا ترجمہ یہاں ہے۔

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کے ذریعہ سے ہمارے رسُولوں نے بھی معلوم کر لیا کہ اسقفیت کے نام پر جھگڑا ہوگا۔ پس اسی سبب سے اُنہوں نے کامل پیش علمی حاصل کر کے اشخاص کو مقرر کر دیا اور اُن کے بعد ہدایت قائم کر دی تاکہ اگر وہ سو جائیں تو دیگر مقبول شدہ آدمی اُن کی خدمت کے جانشین ہوں" (۱-کرنتھیوں ۴۴ : ۱ تا ۲)۔

سوال یہ ہے کہ فقرہ کے آخری حصہ سے کیا مُراد ہے؟
لفظ "مداومت" (دوام تسلسل) یونانی میں نہیں ہے اور ایک
قیاسی ترجمہ ہے جس میں یونانی لفظ اپی نامین (ἐπινομήν)
اپی مانین (ἐπιμονήν) میں تبدیل کیا گیا۔ مشکل یہ ہے کہ اپی نامین (ἐπινομήν)
کے معنی کے بارے میں شک ہے۔ شاید اس سے وصیت نامہ کا ضمیمہ مُراد
ہے۔ لیکن اس سے ضروری سوال یہ ہے کہ "اگر وہ سو جائیں" سے کیا مُراد ہے؟
کیا "وہ" سے رسُول مراد ہیں یا رسولوں کے مقرر کردہ اشخاص؟ اگر رسُول
مُراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اَوروں کو مقرر کیا جو اُن کے مرنے کے
بعد مسیحی تعلیم اور بشارت جاری رکھیں گے۔ اگر وہ اشخاص مُراد ہے تو مطلب
یہ ہے کہ رسولوں نے ایک سلسلہ قائم کیا یعنی رسُول ← بشپ ← بشپ۔ اب
اس حوالہ کی روشنی میں ہم اِن دونوں نظریات پر سوچیں گے۔

ا۔ سلسلۂ رسالت کا نظریہ:-

نئے عہدنامہ کے زمانے میں مسیحی خدمت کے تین درجے تھے۔ یعنی رسُول،
پریسبٹر (بشپ) اور ڈیکن۔ رسولوں کے پاس اختیار تھا جو کہ مسیح کی
طرف سے اُن کو ملا تھا، یعنی خاص رُوح القدس کی نعمت۔ گزر جانے سے
پہلے رسولوں نے ہاتھ رکھنے سے یہ خاص اختیار اور نعمت اَوروں کے سپرد
کی اور اُن کو حکم دیا کہ وہ بھی ہاتھ رکھنے سے اَوروں کو سپرد کریں اور یوں ایک
اختیار اور نعمت کا سلسلۂ رسالت قائم ہو گیا۔ ساتھ ہی نام کا اختیار بھی ہونے
لگا۔ جس کو نعمت اور اختیار ملی اُس کو دوسری صدی کی کلیسیا نے بشپ کا نام دیا اور
باقی خادمانِ دین کو پریسبٹر کہا۔ اسی طرح سہ گنا خدمت بشپ، پریسبٹر اور ڈیکن
رسولوں کے خاص ارادہ اور انتظام سے قائم ہوئی اور یہ کلیسیا کا واحد معیاری
انتظام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ چوتھی صدی کے شروع میں یوسیبیس مؤرخ
سلسلۂ رسالت میں بہت دلچسپی رکھتا ہے، اور جہاں تک ہو سکتا ہے وہ
ہر ایک اہم شہر کے لیے رسولوں کے زمانہ سے لے کر اس کے اپنے
زمانہ تک بشپوں کی فہرستیں دیتا ہے۔ یہ بھی عیاں ہے کہ کلیساؤں نے یہ
ضروری سمجھا کہ کسی نہ کسی طرح ثابت کریں کہ اُن کا وجود ایک رسول کی تبلیغ

کا نتیجہ ہُوا اور اُن کی ایسی کوششوں سے بہت سی عجیب و غریب روایات رائج ہو گئیں۔

کلیسیائے مشرق نے سلسلۂ رسالت کا نظریہ بڑے زور سے اپنا لیا اور سنہ ۶۵۰ء میں بطریق ایشوع یاب سوم نے اس کو یوں پیش کیا۔

"بپتسمہ کے ساکرامنت میں مسیحی رُوح القدس حاصل کرتے ہیں۔ خدا کی کلیسیا کی قسیسانہ اختیار کی بدولت اُن کو رُوح القدس ملتا ہے، جو کہ ہاتھ رکھنے سے اور سلسلۂ رسالت کی وجہ سے قانونی طور پر دیا جاتا ہے۔ ۔ ۔"

"مسیحیت کا سرچشمۂ زندگی قسیسانہ اختیار ہے۔ البتہ قسیسانہ اختیار قانونی طور پر ہاتھ رکھنے سے منتقل کیا جاتا ہے۔ وہ اختیار اور نعمت آسمان سے رسولوں پر جاری ہوئی، اور رسولوں سے اوروں پر، اور اسی طرح دُنیا کے آخر تک جاری رہے گی۔"

ب ۔ قدرتی ترقی کا نظریہ۔

دیگر علما یہ سمجھتے ہیں کہ بشپ کا پریسبٹر سے مختلف ہونا ایک قدرتی ترقی تھی بشروع میں کسی ایک جماعت کی رہبری چند پریسبٹروں کے ہاتھ میں تھی لیکن یہ قدرتی بات تھی کہ وہ اپنے میں سے کسی ایک کو صدر بنا دیں۔ قریباً سنہ ۳۹۰ء میں ایرونیمس نے غالباً اور رفیق کا حوالہ دے کر یہ کہا کہ شروع میں ہر ایک مسیحی جماعت ایک پریسبٹری (یعنی سیشن) کے ماتحت تھی جس میں سب پریسبٹر برابر تھے، لیکن بعد میں پارٹی بازی کو ختم کرنے کے لیے اُن میں سے ایک جماعت کا صدر بن گیا۔ پریسبٹروں نے اُسے منتخب کر کے بشپ کا نام دیا۔

میری اپنی رائے ہے کہ سہ گنا خدمت ایک قدرتی ترقی کا نتیجہ ہُوا جس میں تین اقدام نظر آتے ہیں:۔

۱۔ شروع میں ہر ایک مسیحی جماعت میں چند بزرگ (پریسبٹر، ایلڈر، بشپ) تھے جن کو برابر اختیار دیا گیا۔

۲۔ اُن بزرگوں میں سے ایک صدر مقرر ہُوا جس کو یہ اختیار دیا گیا کہ صرف وہی بپتسمہ دے اور عشائے ربانی ادا کرے۔ اُس کو خاص نام "بشپ" دیا

گیا۔ باقی کا نام بزرگ، پریسبٹر، ایلڈر رہا (نوٹ۔ عربی لفظ "قسیس" بزرگ کا صحیح ترجمہ ہے۔ لفظ "پریسٹ" بھی اِس عہدہ کے لیے بعد میں استعمال ہُوا)۔

۳۔ جونہی کسی شہر یا علاقہ میں مسیحی کلیسیاؤں کی تعداد بڑھتی جاتی تھی تو بشپ مجبور ہو گئے کہ وہ پریسبٹروں کو انفرادی جماعتوں پر اختیار دیں۔ چنانچہ بشپ جو پہلے پہل جماعتی پاسبان تھے اب علاقائی پاسبان بن گئے۔ اور پریسبٹر مقامی پاسبان بن گئے۔ پریسبٹروں کو یہ حق دیا گیا کہ بپتسمہ دیں اور عشائے ربانی ادا کریں، لیکن استحکام بشپ دیتا تھا یا پریسبٹر ایسے تیل سے جس پر بشپ نے برکت دی ہو، مستحکم کرتا تھا۔

اُن عہدہ داروں کی تعداد کے بارے میں ہم دو مثالیں دے سکتے ہیں۔ ۲۵۱ء میں روم کا ایک بشپ، ۴۶ پریسبٹر اور ۷ ڈیکن تھے۔ ۵۴۳ء میں ایڈیسہ کے بڑے گرجہ گھر میں ایک بشپ، ۱۴ پریسبٹر اور ۳۷ ڈیکن تھے اور کل شہر میں دو سو سے زیادہ مختلف درجوں کے مسیحی خادم تھے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کتب

۱۔ ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس — تواریخ مسیحی کلیسیا — صفحہ ۱۶ تا ۲۱ اور ۱۷ تا ۲۱۷
(بعض باتوں میں ہم کینن ہیرس سے متفق نہیں، مثلاً صفحہ ۱۷ پر وہ کہتے ہیں کہ "یروشلیم میں مسیح کا بھائی یعقوب بشپ تھا"۔ یعقوب ایک رسُول تھا، اُس کو بشپ کہنا غلط ہے۔ صفحہ ۱۹ میں وہ نظر انداز کرتے ہیں کہ نئے عہد نامہ میں لفظ "بزرگ" (پریسبٹر) کے دو مختلف مطلب ہیں، مثلاً ۲ اور ۳ یوحنا میں "بزرگ" (رسول)۔

۲۔ کیول سنگھ — رسُولی بزرگ — صفحہ ۶۲ تا ۶۴ — اکلیمینس ۴۲: ۱ تا ۴ اور ۴۴: ۱ تا ۶

۳۔ کیول سنگھ — رسُولی بزرگ — صفحہ ۱۵۲ — تعلیم الرسل ۱۵: ۱ تا ۲

۴۔ کیول سنگھ — رسُولی بزرگ — صفحہ ۱۱۹ تا ۱۲۱ — سمرنیوں ۸ تا ۱۲

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ ۱۔ کرنتھیوں ۴۴ : ۲ اور روم کے کلیمنس کا خط کیوں اہم ہے؟ اس حوالہ کی تشریح کریں اور اپنی رائے دیں کہ آیا اس سے سلسلۂ رسالت ثابت ہو گیا ہے یا نہیں۔

۲۔ تقرر یافتہ خادمان پر مضمون لکھیں

۳۔ آپ کی دانست میں کونسا کلیسیائی نظامِ حکومت زیادہ تر نئے عہدنامہ اور دوسری صدی کی کلیسیا کے مطابق ہے؟ اسقفی، پریسبٹرن، یا کانگریگیشن لسٹ؟ اپنے جواب میں دلائل پیش کریں۔

کلیسیائی نظامِ حکومت

۱۔ بڑے اور چھوٹے بشپ

بشپ ایک شہر کا صدر پاسبان بن گیا اور شاید ساتھ ہی اُس دیہاتی علاقہ کا بھی جو شہر کے اردگرد تھا۔ لیکن بعض شہر بڑے تھے اور بعض چھوٹے۔ اِس وجہ سے ۳۲۵ء سے پہلے بشپوں میں امتیاز ہونے لگا تھا، اور لوگوں نے بڑے شہروں کے بشپوں کو یا اُن شہروں کے جن کا خاص تعلق کسی رسُول سے تھا، خاص عزت اور مرتبہ دینا شروع کر دیا۔ ۳۲۵ء میں نقایہ کی کونسل نے چار بڑے اسقفی شہروں کو تسلیم کیا یعنی سکندریہ، یروشلیم، انطاکیہ اور رُومہ۔ بعد میں مشرقی رومی حکومت کا صدر شہر قسطنطنیہ بھی بڑا اسقفی شہر قرار دیا گیا۔ البتہ ۴۵۱ء میں رومہ کے بشپ لیو نے کہا کہ بے شک یہ شہنشاہ کا شہر ہے اور اس کو دنیاوی عزت دینا واجب ہے، لیکن اس کا اسقفی اختیار کسی رسُول کا دیا ہوا نہیں۔

اُن بڑے شہروں کے علاوہ متوسط شہر بھی ظاہر ہونے لگے، جن کے بشپ معمولی بشپوں پر اختیار رکھنے لگے اور یوں اِن کو آرچ بشپ یا مطران کا خطاب ملا۔ بشرطی

اور مغربی کلیساؤں میں بشپوں کا نظام مراتب یوں بن گیا۔

عہدہ	کلیسائے مشرق	یونانی کلیسیا	مغربی کلیسیا
سب سے بڑا اسقف	بطریق	بطریق	پوپ یا پاپا
درمیانی سوار اسقف	مطران	میٹروپالٹن	آرچ بشپ
عام اسقف	بشپ	بشپ	بشپ

۲- اسقفی اختیار

۲۵۶ء میں قبریانس نے ایک اصول پیش کیا جس کا رشتہ سلسلۂ رسالت سے ہے، یعنی کہ ہر ایک بشپ رسولوں کا قائم مقام ہو کر اپنی ڈایوکیس (اسقفی حلقہ) میں اختیار رکھتا ہے اور کسی اور بشپ کا حق نہیں کہ وہ اُسکی ڈایوسیس میں دخل اندازی کرے یا اُس پر حکومت جتائے۔ یہ اصول آج کل کسی نہ کسی حد تک اینگلیکن کلیسیا میں قائم ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بشپ نے اپنے کتھیڈرل میں اینگلیکن لوگوں کو پاک عشا میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی اور کوئی اور بشپ اس بات سے ناخوش تھا۔ بشپ صاحب نے مجھ سے کہا "وہ مجھے روک نہیں سکتے۔ یہ اصولی بات ہے کہ اس ڈایوسیس میں میرا پورا اختیار ہے اور کوئی اور بشپ مجھے حکم دے نہیں سکتا۔"

۲۵۱ء میں قبریانس نے "اتحاد[1] پر" ایک مشہور کتاب لکھی، جس کے دو مختلف اشاعتیں ہیں۔ ایک میں یہ لکھا ہے کہ پاپائے رومہ صرف اتحاد و یگانگت کا نشان ہے لیکن کلیسیا کا اختیار بشپوں کا اکٹھا اختیار ہے۔ دوسری میں یہ لکھا ہے کہ بشپوں کا اختیار اور یگانگت پاپائے رومہ کے اختیار کے بغیر کچھ نہیں ہے۔ آج کل اسی مسئلہ پر دوسری واٹکانی کونسل میں از سرِ نو بحث ہوئی ہے۔ عملی طور پر قبریانس رومہ کے اُس زمانہ کے بشپ کا فرمانبردار نہ رہا، بلکہ اُس نے اُس کا فیصلہ چیلنج کیا۔

---

[1] De Unitate, On Unity

۳۔ کلیسیائی مجالسِ عامہ[1]

رسولوں کے اعمال میں بعض فیصلوں کا ذکر ہے جو کہ مجموعی طور پر مجلس میں ہوئے مثلاً ۱: ۱۵ تا ۲۶؛ ۶: ۱ تا ۸ اور خاص کر ۱۵: ۱ تا ۲۹۔ اس آخری مجلس کو اکثر مجلسِ یروشلیم کہتے ہیں۔ تیسری صدی میں بعض مقاموں میں مجالس منعقد ہوئیں مثلاً ۲۵۱ء میں قرطاجنہ کی کلیسیائی مجلس ہوئی۔ چوتھی اور پانچویں صدی میں چار مجالسِ عامہ یا اقومانی[2] مجالس منعقد ہوئیں۔

۱۔ نقائیہ[3] کی مجلسِ عامہ — ۳۲۵ء
۲۔ قسطنطنیہ کی مجلسِ عامہ — ۳۸۱ء
۳۔ افسس کی مجلسِ عامہ — ۴۳۱ء
۴۔ خلقیدون[4] کی مجلسِ عامہ — ۴۵۱ء

اِن مجالس نے نہ صرف عقائد، مسائل، اور بدعات پر فیصلہ کیا بلکہ طرح طرح کے قوانین بھی مرتب کیئے تاکہ کلیسیائی زندگی اُن کی پابند ہو۔

رومی حکومت کے اندر کیتھولک اور یونانی راسخ الاعتقاد کلیسیاؤں نے چاروں مجالس کے فیصلے قبول کیے۔ کلیسیائے مشرق جو ساسانی حکومت میں تھی اُس نے افسس کی مجلس کو، اور حبشہ اور مصر اور آرمینیہ کی کلیسیاؤں نے خلقیدون کے مجالس کو تسلیم نہ کیا۔
کلیسیائے مشرق کی اپنی مجالسِ عامہ بھی منعقد ہوئیں جن کا مقامِ انعقاد عموماً سلوقیہ تھا۔ خلقیدون کے بعد کوئی ایسی مجالسِ عامہ منعقد نہیں ہوئی جس کو ساری عالمگیر کلیسیا نے قبول کیا حالانکہ پندرھویں صدی میں مجالسِ عامہ از سرِ نو مغربی کلیسیا میں منعقد ہونے لگیں۔

---

[1] General Councils [2] Ecumenical Councils [3] Nicaea
[4] Chalcedon

مزید مطالعہ کے لئے مجوّزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ بیرٹس — تواریخ مسیحی کلیسیا — ابواب ۱۷، ۲۱، ۲۲، ۲۳ اور ۲۵

دستاویز ہائے مجلس عام نمبر ۱ کلیسیا — صفحہ ۳۶ تا ۶۰ (دوسری واٹیکانی مجلس)

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ کلیسیائی نظام حکومت کے چند پہلو پیش کریں۔

۲۔ اُن ضروری اسباق کی ایک فہرست تیار کریں، جو کہ آپ نے اِس تیسرے باب سے سیکھے ہیں اور بتائیں کہ آپ کہاں تک اِن پر عمل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں؟

چوتھا باب

مسیحی تعلیم و مسائل

دیباچہ

کلیسیائی تاریخ اور علم الٰہی ہر دو مسیحی تعلیم و مسائل پیش کرتے ہیں لیکن اُن کے نقطۂ نظر اور زورِ بیان مختلف ہیں۔

علم الٰہی با وضاحت اور ترتیب وار مسیحی مسائل کو پیش کرتا ہے۔ وہ اِس قسم کے سوالات کے جواب دینے میں کوشاں ہے کہ کیا یہ مسئلہ سچا ہے؟ کیا یہ مسئلہ اہم ضروری ہے؟ فلاں فلاں بدعت کیوں غلط اور کہاں تک خطرناک ہے؟

کلیسیائی تاریخ مختصر طور پر مسیحی مسائل کا تاریخی بیان پیش کرتی ہے۔ وہ اِس قسم کے سوالات کے جواب دینے میں کوشاں ہے کہ یہ مسئلہ کس نے پہلے پیش کیا؟ کلیسیا نے کب اور کس طرح اور کیوں اُسے قبول کیا؟ فلاں فلاں بدعت کب اور کیسے جاری ہوئی اور کلیسیا نے اُسے کس موقع پر اور کیوں ردّ کر دیا؟

بے شک ایک پہلو دوسرے کا تکملہ ہو سکتا ہے اور اِس کے سمجھنے میں ممد و معاون ہوگا۔

اوّلین اِس باب میں ہم تعلیم کی بنیاد پر سوچیں گے اور دیکھیں گے کہ ابتدائی صدیوں کی کلیسیا نے کس طرح کتابِ مقدس کو مستند قرار دیا اور استعمال کیا، اور کہاں تک رسولی روایات پر زور دیا۔ پھر ہم دیکھیں گے

کلیسیا نے کس طرح عقیدوں کے ذریعے ایمان کی بنیادی باتوں کا تعین کیا۔ پھر عقیدہ کے سلسلہ کے مطابق ہم چند خاص مسائل کی ترقی دیکھیں گے اور چند نمایاں بدعات پر بھی غور کریں گے۔

فصل اوّل

تعلیم کی بنیاد

ابتدائی کلیسیا میں مسیحی تعلیم کی دو بنیادیں تھیں :-

۱- کتابِ مقدس یعنی پرانا عہدنامہ۔ یہی یہودیوں کی الہامی کتاب تھی اور مسیح کی طرح ابتدائی مسیحیوں نے اُسے خدا کا کلام سمجھ کر الہامی قرار دیا۔ جب پولس رسُول بیریہ میں منادی کر رہا تھا تو وہاں کے یہودیوں کے بارے میں یوں مذکور ہے :-

"انہوں نے بڑے شوق سے کلام کو قبول کیا اور روز بروز کتابِ مقدس (پرانا عہدنامہ) میں تحقیق کرتے تھے کہ آیا یہ باتیں اسی طرح ہیں۔ پس اُن میں سے بہتیرے ایمان لائے" (اعمال ۱۷: ۱۱ تا ۱۲)۔

پولس رسُول نے ذیل کے الفاظ میں پرانے عہدنامہ کی تعریف کی :-

"ہر ایک صحیفہ جو خدا کے الہام سے ہے تعلیم اور الزام اور اصلاح اور راستبازی میں تربیت کرنے کے لیے فائدہ مند ہے" (۲- تیمتھیس ۳: ۱۶)۔

یوں پطرس رسُول نے انبیا کی کتابوں کے الہام پر زور دیا :-

"نبوت کی کوئی بات آدمی کی خواہش سے کبھی نہیں ہوئی بلکہ آدمی رُوح القدس کی تحریک کے سبب سے خدا کی طرف سے بولتے تھے" (۲- پطرس ۱: ۲۱)۔

۲- رسُولی روایات، یعنی وہ تعلیم جو رسُولوں نے مسیح سے یا رُوح القدس کے الہام سے پاکر کلیسیا کے سپرد کردی۔ یہ روایات شروع میں زبانی تھیں لیکن بعد

میں نئے عہد نامہ کی کتابوں میں قلمبند ہوئیں۔ انجیل کی بنیادی باتوں کے بارے میں پولس رسُول یوں لکھتا ہے:۔

"میں نے سب سے پہلے وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مُقدّس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لیے مُوا اور دفن ہُوا۔ اور تیسرے دن کتابِ مُقدّس کے مطابق جی اُٹھا"

(۱۔ کرنتھیوں ۱۵: ۳ تا ۴)۔

یہ تعلیم پہلے پولس رسول کو "پہنچی" اور پھر اس نے اوروں کو "پہنچا دی" اسی طرح عشائے ربّانی کے بارے میں وہ لکھتا ہے کہ

"یہ بات مجھے خداوند سے پہنچی اور میں نے بھی تم کو پہنچا دی کہ خداوند یسوع نے جس رات وہ پکڑوایا گیا روٹی لی، وغیرہ"

(۱۔ کرنتھیوں ۱۱: ۲۳)۔

ایک اور آیت میں یہ بات عیاں ہے کہ نہ صرف پہنچنے اور پہنچانے بلکہ پہنچوانے کا ارادہ بھی ہے۔ ۲۔ تیمتھیس ۲: ۲ میں پولس رسُول یوں حکم دیتا ہے:۔

"جو باتیں تُو نے بُہت سے گواہوں کے سامنے مجھ سے سُنی ہیں اُن کو ایسے دیانت دار آدمیوں کے سپرد کر جو اَوروں کو بھی سکھانے کے قابل ہوں۔"

اس سے اور مندرجہ بالا آیات سے ہم یوں ایک سلسلہ پیش کر سکتے ہیں:۔

خداوند ← پولس ← تیمتھیس ← دیانتدار آدمی ← اور لوگ۔

یعنی پانچ "پُشتوں" کا ایک تعلیمی سلسلہ! یہ تعلیم ایک قیمتی امانت تھی (۲۔ تیمتھیس ۱: ۱۴)۔ ایسی روایات پر عمل کرنا مسیحی پر لازمی تھا (۲۔ تھسلنیکیوں ۳: ۶)۔

اب تک ہم نے زبانی روایات کا ذکر کیا ہے، لیکن نئے عہد نامہ میں بھی تحریری روایات کا کچھ ذکر آتا ہے۔ ۲۔ تھسلنیکیوں ۲: ۱۵ میں پولس رسُول یُوں ہدایت دیتا ہے:۔

"پس اَے بھائیو! ثابت قدم رہو اور جن روایتوں کی تم نے ہماری

زبانی یا خط کے ذریعہ سے تعلیم پائی ہے اُن پر قائم رہو"
"زبانی یا خط کے ذریعہ سے" پولُس رسُول نے روایات پہنچائیں۔ اور جب
پطرس رسُول نے لکھا کہ
"مَیں ایسی کوشش کروں گا کہ میرے انتقال کے بعد تم ان باتوں
کو ہمیشہ یاد رکھ سکو" (۲-پطرس ۱: ۱۵)
تو غالباً وہ اُس انجیل کی طرف اشارہ کرتا ہے جو کہ پطرس سے سُن کر مرقس
رسول لکھنے کو تھا۔ اصل میں رسولی روایات کا بیشتر اور ضروری حصہ نئے عہد
نامہ میں قلمبند ہُوا۔ (۲-پطرس ۳: ۱۵ تا ۱۶ کو بھی ملاحظہ کریں)۔
تاہم اور باتیں بھی تھیں جن کا صاف حکم یا ذکر نئے عہدنامہ میں نہیں پایا جاتا
اور پھر بھی کلیسیاء میں بطور روایات مقبول ہوئیں۔ مثلاً
اتوار کو پاک ماننا،
عورتوں کو پاک عشاء میں شریک کرنا،
بچوں کو بپتسمہ دینا وغیرہ۔
بعض روایات میں اختلاف تھا، مثلاً ایسٹر کی تاریخ کے بارے
میں (صفحہ ۱۶۷ - ۱۶۹ کو دیکھیں)۔
بعد میں یہ سوال قدرتی طور پر اُٹھا کہ کیا ہماری مسیحی تعلیم و مسائل کی دو
بنیادیں ہیں یعنی
کتابِ مُقدّس اور رسولی روایات؟
یا صرف ایک یعنی کتابِ مُقدّس؟
آؤ ہم اِن دونوں پر غور کریں یعنی کتابِ مُقدّس (پرانا اور نیا عہدنامہ)
اور رسولی روایات۔

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ نئے عہدنامہ کے زمانہ میں کتابِ مُقدّس سے کیا مُراد تھی؟
کیا رسُولی روایات زبانی تھیں یا تحریری؟
۲۔ آج کل رسُولی روایات کا بیشتر اور ضروری حصّہ کہاں مل سکتا ہے؟

۱۔ کتابِ مُقدّس

پُرانا عہدنامہ

ابتدائی کلیسیا کی کتابِ مُقدّس پُرانا عہدنامہ تک محدود تھی۔ یہ زیادہ تر یونانی ترجمہ میں تھی اور اُس میں غیر ملہم کتابیں بھی شامل تھیں جو عبرانی پرانے عہدنامہ میں موجود نہیں، مثلاً حکمت، یرمیاہ کا خط، وغیرہ۔ یہودی علماء نے بعد میں سنہ قریباً پرانے عہدنامہ کی مستند کتابوں کی فہرست عبرانی کے مطابق مرتب کی۔ یہ وہی کتابیں ہیں، جو کہ بائبل سوسائٹی کی اردو "کتابِ مُقدّس" میں شامل ہیں۔ سوسائٹی آف سینٹ پال (رومن کیتھولک) کے "کلامِ مُقدّس" میں بعض غیر ملہم کتابیں بھی شامل ہیں، جو کہ یونانی پرانے عہدنامہ میں موجود تھیں حالانکہ سب کی سب نہیں۔ وہ اِن کتابوں کو "مستند بدرجہ دوم" تسلیم کرتے ہیں۔ اکثر کسی بات کو ثابت کرنے کی غرض سے دلیلیوں نے اِن غیر ملہم کتابوں سے بھی اقتباسات پیش کیے۔

نیا عہدنامہ

دوسری صدی میں اناجیل، خطوط اور دیگر کتابیں بھی عبادت میں استعمال ہوتی تھیں۔ پورا نیا عہدنامہ جیسے کہ ہم اُسے جانتے ہیں اتناسیس نے سنہ ۳۶۷ء میں قبول کیا اور مغربی کلیسیا نے اُسے دو مجالسِ عامہ میں (روم سنہ ۳۸۲ء اور قرطاجنہ سنہ ۳۹۷ء) قبول کیا۔ مشرقی کلیسیاؤں نے "عام خطوط" اور "مکاشفہ" قبول کرنے میں زیادہ دیری کی۔ آؤ ہم ذرا زیادہ تفصیل سے دیکھیں کہ کلیسیا نے کس طرح ہمارا نیا عہدنامہ مستند قرار دیا۔

۱۔ سنہ ۱۱۵ء کے قریب اغناطیوس نے لکھا کہ انجیل کو اور نہ صرف پرانے عہدنامہ کے نوشتوں کو ماننا مسیحیوں پر فرض ہے۔ فلدلفیوں کے نام خط ۸ : ۲ میں اُس کے الفاظ یوں ہیں:-

"میں نے چند آدمیوں کو یوں کہتے سُنا ہے کہ جو کچھ مجھے ارچنِ عہد نامے، نوشتوں میں نہیں مِلتا میں اُسے انجیل میں قبول کرنے کو تیار تو نہیں، اور جب میں نے جواب دیا کہ یہ بھی الہامی ہے تو اُنہوں نے کہا کہ یہ زیرِ بحث ہے۔ میرے واسطے نوشتے تو یسوع مسیح ہی ہیں۔ وہ نوشتے جو اٹل ہیں یہ ہیں، یعنی اُس کی صلیب اور موت، اور جی اُٹھنا، اور اُس کی بدولت ایمان لانا۔"

ب۔ سنہ ۱۴۰ء کے قریب ایک بدعتی کتاب بنام "انجیل حق" میں اس بات کا ذکر ہے کہ مسیحی کلیسیا چار اناجیل اور پولُس رسُول کے خطوط کو مستند سمجھتی ہے۔ خطوط کے ناموں کی کوئی فہرست نہیں ہے۔

ج۔ سنہ ۱۴۰ء کے قریب پیپیاس نے مرقس اور متی کے بارے میں لکھا کہ اُنہوں نے اپنی اناجیل کس طرح لکھیں۔ اُس کی اس دلچسپی سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایشیائے کوچک میں ان اناجیل کا کافی سے زیادہ استعمال ہو رہا تھا اور وہ مستند سمجھی گئی تھیں۔ مرقس کے بارے میں بیان یوں ہے:۔

"مرقس پطرس کا ترجمان تھا۔ اُس نے مسیح کے اقوال و اعمال کے بارے میں جو کچھ یاد تھا۔ سب کچھ با احتیاط قلمبند کیا۔ اگرچہ اُس میں کچھ بے ربطی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ مرقس نے خود نہ تو مسیح کو سُنا اور نہ ہی اُس کا شاگرد تھا، لیکن بعد میں پطرس کے پیروکاروں میں سے ایک بن گیا۔ پطرس موقع کے مطابق تعلیم دیتا تھا۔ اُس کا یہ مقصد نہیں تھا کہ بالترتیب خداوند کی باتیں جمع کرے۔ چنانچہ مرقس نے اچھا کیا کہ چند باتوں کو اُسی طرح قلمبند کرے جس طرح اُس نے اُنہیں یاد کیا۔ مرقس کا ایک ہی مقصد تھا کہ جو کچھ اُس نے پطرس سے سُنا تھا اِس میں سے کوئی بات رہ نہ جائے اور نہ ہی کوئی کسی قسم کی غلط بیانی ہو۔"

متی کے بارے میں جو بیان ہے اس سے مختصر ہے اور معنی صاف نہیں:۔

"متی نے ارامی زبان میں اقوال جمع کیے اور ہر ایک نے حتی الامکان اُن کا ترجمہ کیا۔"

"اقوال سے کیا مراد ہے؟ بعض علما کا خیال ہے کہ اس کے معنی وہ پیشین گوئیاں ہیں جو کہ مسیح کے بارے میں پرانے عہدنامے میں موجود ہیں، اور یہ بھی کہ متی نے اِن کو جمع کیا اور ظاہر کیا کہ وہ کس طرح مسیح میں پوری ہوئیں۔ بعض اور کا خیال ہے کہ اس سے مسیح کی باتیں مراد ہیں یعنی اُس کی تعلیم اور تمثیلیں۔ میری دانست میں یہ دوسرا خیال درست ہے۔

ی۔ سنہ ۱۹۰ء کے قریب ایرینیس نے جو پالیکارپ کا شاگرد رہا تھا یوں اناجیل کے بارے میں لکھا۔

"عبرانی لوگوں کے بیچ میں رہ کر متی نے اُن ہی کی زبان میں انجیل قلمبند کر کے اُس وقت شائع کی جب پطرس اور پولس روم شہر میں منادی کرنے اور کلیسیا کی بنیاد ڈالنے میں مشغول تھے۔ اُن کی رحلت کے بعد مرقس نے جو پطرس کا شاگرد اور ترجمان رہا تھا، وہ باتیں قلمبند کر کے ہم تک پہنچائیں جو اُس نے پطرس سے سُنی تھیں۔ پھر پولس رسول کے شاگرد لوقا نے وہ خوشخبری جو اُس نے پولس سے سُنی تھی کتاب مقدس میں تالیف کی۔ اُس کے بعد خداوند کا وہ شاگرد جس نے اُس کے سینہ کا سہارا لیا تھا یعنی یوحنا نے جس وقت کہ وہ افسس میں زندگی گزار رہا تھا۔ پھر سے انجیل شائع کی"۔

یا۔ سنہ ۱۹۰ء کے قریب کی ایک فہرست۔ سنہ ۱۷۴۰ء میں ایک اطالوی بنام موراتوری نے پائی، چنانچہ علما اُسے موراتوری فہرست اسفار یا موراتوری ٹکڑا کہتے ہیں۔ اُس فہرست میں اُن کتب کے نام ہیں جو کہ روم کی کلیسیا قبول کرتی تھی۔ اُس فہرست میں ذیل کی کتابیں موجود نہیں

عبرانیوں ۔ یعقوب ۲۔ پطرس ۳۔ یوحنا

اُس میں غیر ملہم کتاب "سلیمان کی حکمت" (صفحہ ۱۲۵ کو دیکھیں) بھی شامل ہے۔

یب۔ سنہ ۳۲۵ء کے قریب نظریاتِ رسل میں اُن کتابوں کی فہرست ہے جو کہ اڈیسہ کی کلیسیا عبادت میں استعمال کرتی تھی۔ حیرانی کی بات یہ ہے کہ پولس رسول کے خطوط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ چار اناجیل، رسولوں

ہو کر یا جعلی تھے یا بعد میں گم ہو گئے تھے۔

* بوکر مرقس نے شہر سکندریۂ اعظم کی طرف سے اور اندیا میں لوقا نے فرنجیہ کی طرف سے اور لوقا نے مقدونیہ کی طرف سے اور یہوداہ توما نے ہندکی طرف سے لکھے۔

ص۔ بسنہ ۳۲۵ء کے قریب یوسیبیس مورخ نے اُن کتابوں کی فہرست دی جوکہ قیصریہ کی کلیسیا مستند سمجھتی تھی اور چند اور کا ذکر کیا جو زیر بحث تھیں۔

مستند کُتب :۔ چار اناجیل، اعمال، پولس کے خطوط، ۱۔پطرس، ۱۔یوحنا

زیر بحث کُتب :۔ یعقوب، ۲۔پطرس، ۲-۳ یوحنا، یہوداہ

یوسیبیس کی رائے میں مستند لیکن چند کلیساؤں میں زیر بحث :۔

عبرانیوں ، مکاشفہ

ط۔ سنہ ۳۶۹ء میں اثناسیس نے نئے عہد نامہ کی سب کُتب مستند قرار دیں۔ تاہم سب کلیساؤں نے فوری طور پر اس رائے کو قبول نہیں کیا۔

۱۔ مغربی (کیتھولک) کلیسیا نے دو مجالس عامہ میں (روم سنہ ۳۸۲ء اور قرطاجنہ سنہ ۳۹۷ء) پُورا نیا عہد نامہ قبول کیا۔

۲۔ یونانی کلیسیا نے زیادہ دیری کی۔ یوحنا فم الذہب نے ۲۔پطرس، ۲-۳ یوحنا اور یہوداہ پر جان بوجھ کر کوئی تفسیر نہیں لکھی کیونکہ اُس نے ان کتابوں کو قبول نہیں کیا۔ لیکن پانچویں صدی کے بعد یونانی کلیسیا نے ان کو قبول کیا۔

۳۔ "غیر خلقیدونی"[1] (منوفیسی[2] وحدتِ ذات کا قائل) کلیسیا نے سنہ ۵۰۸ء میں پورے نئے عہد نامہ کو قبول کیا اور سریانی ترجمہ میں شامل کیا۔

۴۔ کلیسیا ئے مشرق (نسطوری کلیسیا) نے بہت زیادہ دیری کی۔ قریباً سنہ ۵۳۶ء میں قاسمس "ہندی سیاح" (صفحہ ۳۵-۳۶ دیکھیں)

---

[1] "Non-Chalcedonian" [2] Monophysite

نے لکھا کہ

"بعض علما فرماتے ہیں کہ ۱۔ پطرس اور ۱۔ یوحنا کے علاوہ عام خطوط رسولوں نے نہیں لکھے، اور دیگر علما کہتے ہیں کہ یہ سب اور بزرگوں کی تصنیفات ہیں۔ اور بھی ایسے علما ہیں جو کہ یعقوب کا خط قبول کرتے ہیں، اور ایسے علما بھی ہیں جو کہ سب عام خطوط مستند سمجھتے ہیں۔ تاہم سریانی کلیسیا میں (یعنی نسطوری کلیسیا میں) صرف یعقوب ۱۔ پطرس اور ۱۔ یوحنا موجود ہیں اور باقیوں کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔"

۵۵۳ء کے قریب نصیبین کے علم الٰہی کی درس گاہ میں یہ سکھایا جاتا تھا کہ یعقوب، ۲۔ پطرس، ۲، ۳ یوحنا، یہوداہ اور مکاشفہ پر شک ہے، گو بعض انہیں مستند سمجھتے ہیں، چنانچہ ۱۵۰۰ء کے بعد جب پرتگیزیوں نے جنوبی ہند کی سریانی کلیسیا کی کتاب مقدس دریافت کی تو یہ پایا کہ اُن کے سریانی نئے عہدنامہ میں یعقوب کا خط موجود تھا، مگر ۲۔ پطرس، ۲، ۳۔ یوحنا، یہوداہ اور مکاشفہ موجود نہیں۔ تاہم چہانگ آن کے مسیحی کتبے پر (رسالہ ۹۱ء صفحہ ۵۰ کو دیکھیں) یہ مذکور ہے کہ "پاک صحائف کی ستائیس کُتب" ایسی ہیں جو بنی نوع انسان کو عرفان عطا کرتی ہیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم چند ایسے نسطوری مسیحی تھے جو کہ پُورا نیا عہدنامہ مستند سمجھتے تھے۔

سوال برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ زیرِبحث کُتب کون کونسی تھیں؟ وہ کب تک مغربی، یونانی، غیر خلقدونی اور نسطوری کلیسیاؤں میں مقبول ہوئیں؟

۲۔ نقشہ نمبر ۱۴ سے مدد لے کر اپنا نقشہ تیار کریں۔

بائبل کا ترجمہ:

اس کتاب کے دوسرے باب میں ہم نے بائبل کے سریانی، آرمینی،

نقشہ نمبر ۱۴

مستند کتب اور زیرِ بحث کتب

تاریخ (تقریباً) / اقتباس	انجیلِ حق (سن ۱۴۰)	پیپیاس (سن ۱۳۰)	ایرینیئس (سن [illegible])	مراٹوری فہرست	نظریاتِ اوریجن (سن ۲۵۰)	یوسیبیس (سن ۳۲۵)	اتھاناسیس (سن ۳۶۷)	مجالسِ کلیسیا (سن ۳۹۳، ۳۹۷)	یوحنا فم الذہب (سن [illegible])	[illegible] کلیسیا (سن [illegible])	[illegible] (سن [illegible])	[illegible] (سن [illegible])	[illegible] (سن [illegible])	[illegible] کلیسیا (سن [illegible])
اناجیل: متی	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
اناجیل: مرقس	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
اناجیل: لوقا	•	•	★	•	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
اناجیل: یوحنا	★	•	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
رسولوں کے اعمال	•	•	•	★	★	•	★	★	★	★	★	★	★	★
پولس کے ۱۳ خطوط	★	•	•	★	•	★	★	★	★	★	★	★	★	★
عبرانیوں	•	•	•	•	•	؟	★	★	★	★	★	★	★	★
عام خطوط: یعقوب	•	•	•	•	★	؟	★	★	★	★	؟	؟	★	★
عام خطوط: ۱۔پطرس	•	•	•	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
عام خطوط: ۲۔پطرس	•	•	•	○	★	؟	★	★	○	★	؟	؟	★	○
عام خطوط: ۱۔یوحنا	•	•	•	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★	★
عام خطوط: ۲۔یوحنا	•	•	•	★	★	؟	★	★	○	★	؟	؟	★	○
عام خطوط: ۳۔یوحنا	•	•	•	○	★	؟	★	★	○	★	؟	؟	★	○
عام خطوط: یہوداہ	•	•	•	★	•	؟	★	★	○	★	؟	؟	★	○
مکاشفہ	•	•	•	★	•	؟	★	★	★	★	★	؟	★	○
سلیمان کی حکمت				★										
مرقس کے خطوط					★									
لوقا کے خطوط					★									
افسیوں کے خطوط					★									
[illegible] کے خطوط					★									

★ مستند ○ غیر مستند ؟ زیرِ بحث • کوئی ذکر نہیں

گاتھی، مغربی ہنی، چینی اور پُرانی لاطینی ترجموں کا ذکر کیا ہے۔ اِن کے علاوہ ابتدائی صدیوں میں مصری زبان قبطی[1]، اور حبشی اور جارجیہ کی زبان میں بھی ترجمے کیے گئے جو کہ آج تک دستیاب ہو سکتے ہیں، نیز دیاطسرون کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا۔

تیسرے باب میں ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کتاب مقدس صرف پاسبانوں کے ہاتھوں میں نہیں تھی بلکہ عام پڑھے ہوئے مسیحیوں سے بھی توقع کی جاتی تھی کہ وہ خود بائبل پڑھیں۔ چنانچہ ان صدیوں میں اکثر ترجموں کی نظرثانی ہوا کرتی تھی تاکہ وہ زیادہ درست اور بہترین زبان میں ہوں۔ سب سے مشہور نظرثانی وہی تھی جو کہ مُقدس ایرونیمس نے لاطینی زبان میں کی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ مقدس اوگسطین نے لاطینی ترجمہ کو اِس لیے حقیر جانا تھا کہ وہ زبان کے لحاظ سے ناقص معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ پاپائے رومہ دماسس نے قریباً سنہ ۳۸۲ء میں ایرونیمس کو حکم دیا کہ وہ اِس کی نظرثانی کرے۔ ایرونیمس نے سنہ ۳۸۳ء میں اناجیل اربعہ کا ترمیم شدہ ترجمہ شائع کیا اور ایک خط میں اپنی مشکلات کا ذکر یوں کیا :۔

"آپ مجھے حکم دیتے ہیں کہ پرانی لاطینی ترجمہ کی نظرثانی کروں، اور اِسی طرح کتابِ مُقدس کی اِن صدہا جلدوں پر جو دنیا کے کونے کونے تک پہنچ چکی ہیں، سزا کا حکم کروں۔ چونکہ اِن نسخوں میں بھی اختلافات ہیں، آپ یہ بھی چاہتے ہیں کہ میں فیصلہ کروں کہ کونسا ترجمہ یونانی اصل سے زیادہ قریب ہے۔ بیشک یہ محبت کی محنت ہے، تاہم یہ خطرناک بھی ہے۔ لوگ ضرور مجھ پر الزام لگائیں گے کہ مَیں نے کتابِ مُقدس کے متن کو تبدیل کیا ہے، تاہم وہ تراجم جو سب سے پرانے یونانی نسخہ جات کے مطابق نہیں ہیں، درست نہیں ہو سکتے۔ ہم کیوں یونانی اصل کو غور سے نہ پڑھیں اور اُن غلطیوں کو درست نہ کریں جو لاپرواہ ترجمین نے کی ہیں، ساتھ ہی ساتھ ہمیں اِن غلطیوں کو بھی نکالنا ہے جو کہ ایسے کاتبوں کی وجہ سے متن میں آگئیں جن پر خواب آلود نیند طاری تھی!"

---

[1] Coptic

"تاہم میں نے اپنے قلم کو احتیاط سے استعمال کیا ہے اور صرف ان حوالہ جات کو درست کیا ہے جن کے معنی یونانی سے مختلف تھے۔ باقی میں نے رہنے دیا۔"

بعد میں ایرونیمس نے پوری بائبل کا ترمیم شدہ ترجمہ شائع کیا اور چونکہ یہ رومی عوام کی زبان میں تھا لہٰذا اس کو "ولگاتا"[۱] یعنی ترجمۂ عامہ کا نام دیا گیا۔
افسوس کا مقام ہے کہ ولگاتا کی نظرثانی بعد میں ہزار سال سے زیادہ تک نہیں ہوئی اور آہستہ آہستہ وہ جو پہلے عام زبان میں تھا عوام کے لیے ایک بند کی ہوئی کتاب بن گئی۔ اسی طرح مشرق میں مسلمانوں کے آنے کے بعد سریانی ترجمہ کی نظرثانی نہیں ہوئی کہ ایسا نہ ہو کہ یہ کہا جائے کہ مسیحیوں نے اپنی کتابِ مقدس کو تبدیل کیا ہے۔ چنانچہ یہ بھی عوام کے لیے گویا مُردہ زبان کی کتاب بن گئی، جسے صرف پادری لوگ پڑھ سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔

سوالات برائے نظرثانی

۱۔ اُن زبانوں کی فہرست تیار کریں جن میں بائبل یا اُس کے کچھ حصہ کا ترجمہ ابتدائی صدیوں میں کیا گیا۔

۲۔ ایرونیمس نے کیوں لکھا کہ نظرثانی اور ترمیم کا کام "خطرناک" ہے؟ کیا آج کل لوگ خوش ہیں جب کہ اُردو بائبل کی نظرثانی یا نیا ترجمہ کا سوال اُٹھتا ہے! آپ کی دانست میں نظرثانی کا کیا فائدہ ہے؟ اور وہ کہاں تک ضروری ہے؟

بائبل کے تین بڑے عالم مفسّرین

ابتدائی صدیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو بائبل سمجھنے اور سمجھانے میں کوشاں تھے۔ ہم صرف تین ایسے مفسّرین کے بارے میں غور کریں گے۔ البتہ وہ بہت سے

۱۔ Vulgata, Vulgate

تھے، کیونکہ اُن کے طریقۂ تفسیر مختلف اور مثالی تھے۔ اوریگین کے طریقہ کے مطابق اور منٹ وسطی کی مغربی کلیسیا نے بائبل کو سمجھانے کی کوشش کی۔ تھیوڈور مشرقی کلیسیا میں خاص رہنما مفسر سمجھا گیا، اور یوحنا فم الذہب یونانی کلیسیا کا ایک روشن ستارہ تھا۔

۱۔ اوریگین، کتابِ مقدس کا پہلا بڑا عالم

اوریگین تیسری صدی کا سب سے بڑا مسیحی عالم اور ماہر اُستاد تھا۔ جب وہ قیصریہ کی درس گاہ میں تعلیم دیتا تھا تو اس کے دوست اَمبروز نے خاص محرّروں کا انتظام کیا جو اُس کے اُن درسوں کو مختصر نویسی میں قلمبند کر کے بعد میں صاف صاف لکھیں۔ اُس کی تفسیریں آج تک موجود ہیں جو کہ بائبل کی بیشتر کتب پر ہیں۔ یہاں ہم اوریگین کی تعلیم کے تین پہلوؤں پر سوچیں گے یعنی تنقیدِ ادنیٰ، تنقیدِ اعلیٰ اور تفسیری طریقہ۔

ا۔ تنقیدِ ادنیٰ یا تنقیدِ متن وہ طریقہ ہے جس سے ہم بائبل کے اصل متن تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اوریگین مسیحی مفسروں میں سے پہلا شخص تھا جس نے عبرانی زبان سیکھی۔ اُس نے یہودیوں سے دوستی پیدا کی اور اُن سے پُرانے عہد نامہ کی عبرانی جلدیں حاصل کیں۔ ساتھ ہی ساتھ اس نے یونانی ترجمے ڈھونڈے۔ یونانی میں چار مشہور ترجمے تھے یعنی ہفتادہ[1]، اکوِلا[2]، سمّکس[3] کا اور تھیوڈوشیوں[4] کا۔ ان کے علاوہ اوریگین نے اَور ترجمے بھی ڈھونڈ نکالے۔ اُسے ایک ایسا ترجمہ نیکوپلس (ططس ۳: ۱۲) میں اور دوسرا یریحو میں حاصل ہوا۔ پھر اُس نے ہیکسپلا[5] "شش شانہ" متن میں عبرانی اصل اور یہ چھ یونانی تراجم پاروں میں تقسیم کر کے، سات متوازی خانوں میں لکھوایا۔ اِس سے اُس کا نصب العین صاف نظر آتا ہے کہ لوگ اصل متن تک پہنچ جائیں اور صحیح ترجمہ کریں۔

ب۔ تنقیدِ اعلیٰ وہ تنقیدی طریقہ ہے جس سے بائبل کی کسی کتاب

---

[1] Septuagint [2] Aquila [3] Symmachus [4] Theodotion

یا خط کا مصنف، پس منظر، لکھنے کی وجوہات وغیرہ معلوم کیے جاتے ہیں۔
اوریجن کے تنقیدِ اعلیٰ کی ایک مثال ذیل کی باتیں ہیں جو کہ اس نے عبرانیوں
کے نام خط کے بارے میں لکھیں:۔

"اِس خط میں جس کا عنوان عبرانیوں کے نام ہے، کلام اور جملوں کی ترتیب میں وہ نمایاں "بے شعوری" ظاہر نہیں ہوتی جس کو پولس رسول خود مانتا ہے (۲۔کرنتھیوں ۱۱: ۶)۔ فقروں کی بناوٹ زیادہ تر یونانی ادبی محاورہ کے مطابق ہے۔ جو کوئی ادبی طرز میں امتیاز کر سکتا ہے وہ ضرور مجھ سے متفق ہوگا۔ تاہم خط کا مضمون عجیب و غریب ہے، اور رسُول کی مستند تصانیف جیسا ہے۔ جو کوئی رسُول کی تصانیف غور سے پڑھ چکا ہو، وہ ضرور اِس بات کو تسلیم کرے گا۔ میری شخصی رائے یُوں ہے کہ مضمون پولس رسُول کا ہے لیکن الفاظ اور طرزِ بیان کسی دوسرے کے ہیں، جس نے رسول کی تعلیم یاد کر کے اپنی طرزِ تحریر میں قلمبند کیا ہے۔ خدا اور صرف خدا ہی جانتا ہے کہ کس نے یہ خط لکھا۔ اُن بیانات سے جو ہم تک پہنچ گئے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ مُصنّف وہ کلیمینس تھا جو بعد میں روم کا بشپ بن گیا ۱۱۔ کلیمینس کا مصنف یا لوقا انجیل نویس تھا۔"

ج:۔ تفسیری طریقہ۔ اوریجن خاص کر تمثیلی تفسیر کا حامی تھا۔ اُس نے کہا کہ کتابِ مقدس میں جسم بھی ہے، اور جان اور رُوح بھی ہیں۔ ابتدائی مسیحی نو مرید جو ایمان میں بچہ ہے، جسم یعنی صاف لفظی مطلب سے ابتدائی باتیں سیکھ سکتا ہے۔ لیکن رُوحانی مسیحی اُس مطلب کے پیچھے ایک "جان" اور ایک "روح" نکال سکتا ہے، یعنی ایک تمثیلی معنی۔ اکثر اوریجن کی دانست میں تمثیلی معنی اصلی پیغام دیتا ہے اور ہمیں لفظی مطلب کو رد کرتا ہے۔
مثال کے طور پر قیلیس نے شکایت کی تھی کہ پرانا عہدنامہ سکھاتا ہے کہ خدا خونریزی اور قتلِ عام سے خوش ہے لیکن نیا عہدنامہ سکھاتا ہے کہ وہ رحم دل اور معاف کرنے میں فیاض ہے۔ کونسا بیان سچ ہے؟ زبور ۱۳۷: ۹ کے یہ الفاظ "وہ مبارک ہوگا جو تیرے بچوں کو لے کر چٹان پر پٹک دے" مسیح کی رُوح کے خلاف ہیں۔ اوریجن کا جواب یُوں ہے:۔

"بابل کا مطلب گڑبڑی ہے ۔ بابل کے بچے وہ گڑبڑی کے خیالات ہیں جو بدی سے صادر ہوتے ہیں ۔ جو کوئی ان خیالات کو پکڑ کر ان کے سروں کو خدا کے کلام کی پختگی اور استواری پر مار کر توڑ دیتا ہے ، وہی بابل کے بچوں کو چٹان پر پٹک دیتا ہے اور اسی وجہ سے وہ مبارک بن جاتا ہے ۔"

۴۔ تھیدورز مپسوئسطیہ ، تمثیلی تفسیر کا مخالف

بے شک تمثیلی تفسیر خطرناک ہو سکتی ہے ۔ اگر بائبل میں کوئی آیت سمجھنے میں مشکل ہے تو یہ آزمائش ہم پر آئے گی کہ کہیں "چلو ہم اس کو کوئی نہ کوئی تمثیلی معنی دیں تاکہ یہ مشکل حل ہو جائے !" اس لیے پانچویں صدی کے شروع میں انطاکیہ کا مسیحی مدرسہ اوریجین کے طریقۂ تفسیر کی مخالفت کرنے اور لفظی اور تاریخی معنی پر زور دینے لگا ۔ اُس مدرسہ کا ایک مشہور طالب علم تھیدورز تھا جو بعد میں مپسوئسطیہ کا بشپ بن گیا ۔ اُس نے اپنی تفسیروں میں لفظی اور تاریخی تشریح پر زور دیا ۔ گو اُس نے یونانی میں لکھا لیکن اُس کی تفسیروں کا سریانی زبان میں ترجمہ ہوا اور اُس کا زیادہ تر اثر مشرقی کلیسیا پر ہوا ۔

گلتیوں ۴ : ۲۱ تا ۳۱ میں ابرہام ، اضحاق اور ہاجرہ کے بیٹے کی مثال پیش کر کے پولس رسول اس سے ایک روحانی مطلب نکالتا ہے ۔ اور ۲۴ ویں آیت میں پولس صاف کہتا ہے کہ " ان باتوں میں تمثیل پائی جاتی ہے " تھیدورز نے لکھا کہ اس آیت سے حوالہ لے کر کسی کو کوئی حق نہیں کہ وہ تاریخی مطلب نظر انداز کر کے تمثیلی معنی پر زور دے ۔

"رسول تو تاریخ کو رد نہیں کرتا لیکن اُس پرانے زمانے کے واقعات پیش کرتا ہے ۔ اپنے پیغام کی وضاحت کے لیے وہ ان حقیقی واقعات کی تاریخ پیش کرتا ہے ۔ جب (آیت ۲۹ میں) وہ کہتا ہے 'جیسے' تو وہ بے شک ایک بات کا دوسری سے مقابلہ کرتا ہے ، اور مقابلہ صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ دونوں باتوں کا وجود ہو ۔ 'تمثیل' سے وہ مقابلہ مراد ہے جب باتیں جو واقع ہو چکی ہیں اور حال کے واقعات کا موازنہ

کیا گیا ہے۔"

تھیوڈور کی تاریخی، لفظی تفسیروں میں سے ہم دو پیش کرتے ہیں۔ جب کوئی مشکل درپیش ہے تو اُسے تاریخی نہ کہ تمثیلی طریقہ سے حل کرتا ہے۔ مثلاً ایک مشکل یہ ہے کہ یوحنا کے بیان کے مطابق مسیح کے بپتسمہ کے تین دن بعد وہ قانائے گلیل کی شادی میں حاضر تھا حالانکہ متی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فوراً بیابان گیا اور وہاں چالیس دن تک آزمایا گیا۔ تھیوڈور پیش کرتا ہے کہ یوحنا ۱: ۲۹ تا ۳۴ میں پہلے دن کا ذکر ہے، اور ۳۵ تا ۵۱ میں دوسرے دن کا ذکر ہے، اور ۲: ۱ تا ۱۱ میں تیسرے دن کا ذکر ہے۔ اس لیے ہمیں یوحنا کا بیان قبول کرنا چاہیے۔

"جو کچھ متی نے شیطان کے خلاف مقابلہ کرنے کے بارے میں لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد میں واقع ہوا۔ کیونکہ متی واقعات کی تاریخی ترتیب میں دلچسپی نہیں رکھتا لیکن جو کچھ ہوا وہ اُس کا بیان پیش کرتا ہے۔"

یوحنا ۱۲: ۳ پر وہ یوں ایک اور مشکل حل کرتا ہے:۔

"متی کہتا ہے کہ عورت نے مسیح کے سر پر تیل انڈیل دیا، حالانکہ یوحنا کہتا ہے کہ اُس نے اُس کے پاؤں پر ڈالا اور اپنے بالوں سے انہیں پونچھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُس نے ہر دو یعنی سر پر بھی اور پاؤں پر بھی تیل ڈالا۔ البتہ متی سرسری طور سے بیان کرتا ہے اور اس وجہ سے صرف سر کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن چونکہ متی نے اس بات کا ذکر کیا ہے لہٰذا یوحنا اسے چھوڑ دیتا ہے، نیز چونکہ مسیح کے پاؤں پر عطر ڈال کر بالوں سے پونچھنا اُس عورت کی محبت کا خاص اظہار تھا، لہٰذا یوحنا نے فیصلہ کیا کہ اس کا بیان موزوں ہے۔"

نقلی اور صرف لفظی تفسیر میں بے شک خطرہ بھی موجود ہے، کیوں کہ بائبل میں نثر بھی ہے اور نظم بھی، صاف بیان بھی ہے اور تمثیل بھی۔ جب ہم فصل سوم میں "نسطوریت" پر آئیں گے تو معلوم کریں گے کہ تھیوڈور نے اس طریق تفسیر کی وجہ سے غلطی کی۔

ج :- یوحنا فم الذہب، مشہور واعظ اور مفسر

یوحنا تھیوڈور کا شخصی دوست تھا اور انطاکیہ میں اُس کا ہم سبق تھا۔ وہ بہت ہی اچھا واعظ بن گیا اور خاص کر تفسیری واعظوں کو استعمال کرتا تھا۔ چنانچہ اُس نے بائبل کا بیشتر حصہ تفسیروں سے سمجھا دیا۔ اُس کی خوش کلامی کی وجہ سے لوگوں نے اُس کو فم الذہب یعنی سُنہری زبان کا لقب دیا۔ آخر وہ قسطنطنیہ کا بطریق بن گیا۔ لیکن بزنطینی ملکہ یودا کسیہ کی دُشمنی کی وجہ سے وہ جلا وطنی کی حالت میں اور جسمانی تنگی میں اس جہانِ فانی سے کُوچ کر گیا۔ اُس نے تفسیر میں میانہ روی کی۔ گو وہ لفظی، تاریخی مطلب پر زور دیتا تھا، تو بھی اُس نے مان لیا کہ جب بائبل کسی حوالہ کی تمثیلی تشریح کرتی ہے تو ہمیں اُسے تمثیل ہی سمجھنا چاہیئے۔ یسعیاہ ۵ : ۷ کے بیان میں یوں رقمطراز ہے۔

"اس میں ہمیں ایک ضروری سبق ملتا ہے کہ ہم کب اور کہاں کسی عبادت کو تمثیل سمجھ سکتے ہیں۔ اس بات میں ہم اپنے ہی قوانین غیر ذمہ دارانہ طریقہ سے مرتب کرنے کے لیے آزاد تو نہیں۔ جب ہم کتاب مُقدس کی رُوح کے مطابق چلتے ہیں، تب ہی ہم تمثیلی طریقۂ تفسیر استعمال کر سکتے ہیں۔ یہاں یسعیاہ اپنے پڑھنے والے کو غیر ذمہ دار نہیں چھوڑتا، بلکہ اپنی تمثیل کی تشریح کرتا ہے۔ 'سو رب الافواج کا تاکستان بنی اسرائیل کا گھرانہ ہے'۔ یہی کتاب مُقدس کا عام اُصول ہے، جب وہ تمثیلی طور سے کسی بات کو پیش کرتی ہے، یعنی کہ وہ تمثیل سمیت مفہوم بھی پیش کرتی ہے۔"

گلتیوں ۴ : ۲۴ کے بارے میں یوحنا کا بیان تھیوڈور سے کچھ فرق ہے :-

"رسُول کا مطلب یہ ہے کہ بے شک یہی تاریخ ہے، لیکن وہ نہ صرف سطح کی باتیں بلکہ کچھ اور بھی پیش کرتی ہے، لہٰذا وہ تمثیل کہلاتی ہے۔"

گلتیوں ۳: ۱ کی تفسیر میں یوحنا کے طریقہ کی ایک اچھی مثال ہے:

> "تمہاری گویا آنکھوں کے سامنے یسوع مسیح صلیب پر دکھایا گیا، البتہ مسیح گلتیہ میں نہیں بلکہ یروشلیم میں مصلوب ہوا۔ جب پولس فرماتا ہے "تمہاری آنکھوں کے سامنے"، تو وہ دکھاتا ہے کہ ایمان میں ایک ایسی قوت ہے کہ وہ دُور کے واقعات دیکھ سکتا ہے۔ پولس نہ صرف "صلیب دیا گیا"، بلکہ "صلیب پر دکھایا گیا" کہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان داروں کی آنکھوں نے اُن لوگوں کی نسبت جو حاضر تھے زیادہ صفائی سے اُسے دیکھا جبکہ حاضرین میں سے بہتوں نے کچھ بھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ لیکن گلتیوں نے جو حاضرین میں سے نہ تھے، تاہم زیادہ صفائی سے ایمان کی بدولت صلیب کو دیکھا۔"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کتاب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس تواریخ۔ کی کلیسیا صفحہ ۱۱۳ تا ۱۱۴ اور ۲۴۰ تا ۲۴۳

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ تنقیدِ ادنیٰ اور تنقیدِ اعلیٰ میں کیا فرق ہے؟ ان دونوں میں اور تعلیمین کے کام کی ایک ایک مثال پیش کریں۔

۲۔ اوریجن، تھیوڈور اور یوحنا فم الذہب کے تفسیری طریقوں میں سے کونسا آپ کو زیادہ تر پسند ہے اور کیوں؟ مثالوں سے اپنے جواب کو واضح کریں۔

۳۔ ذیل میں سے کسی ایک پر ایک مختصر تفسیر لکھیں۔ یوحنا ۱۲: ۳ گلتیوں ۱:۳ گلتیوں ۴: ۲۴، زبور ۱۳۷: ۹۔

۲۔ رسولی روایات

ہم نے دیکھا ہے کہ رسولی روایات کا بیشتر اور ضروری حصہ نئے عہدنامہ میں قلمبند ہوا۔ پھر بھی جب ایسے رسم و رواج کلیسیا میں جاری ہوئے جن کا خاص ذکر نئے عہدنامہ میں نہیں تھا تو لوگوں نے کہا کہ یہ روایات پر مبنی ہیں۔

مثال کے طور پر طرطلیان نے زبانی روایات پر زور دیا کہ اُنہی کی وجہ سے صرف پاسبان پاک عشاء ادا کرتا ہے، اور ہم بپتسمہ دیتے وقت تیل سے مسح کرتے ہیں اور اتوار کے دن کبھی روزہ نہیں رکھتے وغیرہ۔ عیدِ قیامت کی بحث میں بھی روایات کا کافی کچھ ذکر تھا۔ پالکیاطو نے یوحنا رسول، فلپس، پالکارپ اور دیگر گزرے ہوئے بزرگوں اور شہیدوں کا حوالہ دے کر کہا کہ یہ ابتدا سے کلیسیا کی روایت ہے۔ روم کے بشپ وکٹر نے دعویٰ کیا کہ ہم پطرس رسول اور پولس رسول کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ جیسے ہم نے دیکھا ہے (صفحہ ۱۴۹) چونکہ اتوار کو ماننا زیادہ جگہوں میں عام رواج تھا، لہٰذا یہ دستور کامیاب ہو گیا۔

بدعتی تعلیم کی خلاف ورزی میں روایات پر زیادہ زور دیا گیا۔ مشکل یہ تھی کہ بدعتی لوگ بائبل کو بھی استعمال کرتے تھے اور بہ نسبت کلیسیائی تعلیم کے اُس سے مختلف معنی نکالتے تھے۔ ایرینیس نے اس لیے اس بات پر زور دیا کہ ہر جگہ کلیسیا ایک ہی رسولی تعلیم دیتی ہے (دیکھیں صفحہ ۹۲)۔

اوریجن نے کہا کہ مسیحیت کے سب اہم اور ضروری مسائل صاف طور پر کتابِ مُقدس اور رسولی روایات میں عیاں ہیں۔ غیر ضروری باتیں عقلمند مسیحی علماء کے لیے کھلی ہیں تاکہ وہ اُس عقل کو استعمال کریں جو خدا نے اُن کو دی اور آزادی سے اُن کو دریافت کریں۔ خدا باپ، خداوند یسوع مسیح، رُوح القدس، ہمیشہ کی زندگی، فیصلہ کرنے کا امکان، شیطان، مسیح کی دوسری آمد، یہ سب باتیں جاننا نجات کے لیے ضروری ہے۔ باقی باتوں کے بارے میں ہر مسیحی اور خصوصاً ہر رُوحانی مسیحی کا فرض ہے کہ وہ بائبل خود پڑھے اور غور کرے اور جستجو کرے کیونکہ خدا نے اِس لیے اُسے عقل بخشی ہے! بے شک ایسے جستجو کرنے والوں میں سے اوریجن خود ایک روشن مثال ہے۔

سنہ ۴۳۴ء میں لیرانز[۱] کے راہب ونسنٹ نے کتابِ مُقدس اور روایات کے بارے میں ایک معیار پیش کیا جو مغربی کلیسیا نے (اور دوسری واتکانی مجلسِ[۲] عامہ تک رومن کیتھولک کلیسیا نے) قبول کیا۔ لہٰذا اس کا سمجھنا

---

۱ Lerins ۲ Second Vatican Council

بہت ضروری ہے۔ اُس نے کہا کہ ایمان اور مسیحی تعلیم کی دو ضروری بنیادیں ہیں یعنی کتابِ مُقدّس اور کلیسیائی روایات۔ بے شک کتابِ مقدّس خدا کا کلام ہے لیکن وہ اتنی گہری کتاب ہے کہ ہر ایک اِس کو ایک ہی طریقہ سے نہ تو تشریح کر سکتا ہے اور نہ ہی سمجھ سکتا ہے۔ چنانچہ بدعتی لوگ سب کے سب کتابِ مُقدّس کے حوالوں سے اپنی اپنی بدعت درست ثابت کرنے کے لیے کوشاں ہیں اور سادہ لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

"چنانچہ ایک قانون یا معیار ضروری تھا تاکہ کلیسیائے عام کی تشریح کے مطابق انبیاء اور رُسل کی تفسیر کی جائے۔ غرض کلیسیائے عام میں ہم خود اِس بات سے محتاط رہتے ہیں کہ ہماری مقبول تعلیم وہ ہو جو ہر جگہ میں، ہمیشہ، اور ہر ایک کا مسیحی ایمان ہے۔"

پھر وہ اِن تین باتوں کی مزید تعریف یوں کرتا ہے:-

ہر جگہ میں :- "ہم وہ عقیدہ سچا مانیں جس کا تمام کلیسیا ساری دنیا میں اقرار کرتی ہے۔"

ہمیشہ :- "ہم اُن تشریحات کی پیروی کریں جن کی منادی ہمارے باپ دادا اور آبائے کلیسیا نے کی ہے۔"

ہر ایک کا :- "ہم سب بشپ اور عُلما یا اُن کی اکثریت کی پیروی کریں۔"

کسی نہ کسی حد تک وِنسنٹ کی صلاح اچھی تھی لیکن اِس میں دو کمزوریاں تھیں۔ پہلی یہ تھی کہ اُس نے کتابِ مُقدّس اور کلیسیائی روایات کو قریباً برابر درجہ دیا۔ دوسری یہ کہ اُس نے اِس بات کو نظرانداز کیا کہ رسُولی بزرگ اور وسیلی وغیرہ لاخطا نہیں تھے اور اکثر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رسُولوں کی باتیں نہیں سمجھیں۔ اِس کا اثر یہ بھی ہُوا کہ ازمنۂ وسطیٰ میں مغربی کلیسیا نے عوام کو کتابِ مُقدّس کو پڑھنے نہ دیا اور کہا کہ صرف کلیسیائی علماء اور پاسبان اِس کو کلیسیا کی تشریح کے مطابق سمجھ سکتے ہیں۔ اصلاحِ کلیسیا کا ایک وسیلہ یہ تھا کہ کتابِ مُقدّس کا ترجمہ از سرِ نَو عوام کی زبانوں میں کیا گیا، اور لوگوں نے اُسے پڑھ کر اور اُس کے مطلب پر غور کر کے معلوم کیا کہ کلیسیا کی تعلیم اور اعمال کسی نہ کسی حد تک بائبل کی تعلیم کے خلاف ہیں۔

تاہم ہر ایک کلیسیا کی زندگی میں روایات موجود ہیں اور اکثر سوال یہ نہیں کہ کیا یہ کتابِ مقدس میں صاف حکم ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا حکم کتابِ مقدس کی رُوح کے مطابق ہے؟ سوال یہ نہیں کہ کیا ابتدائی کلیسیا میں عبادت یا نظام ٹھیک ہماری کلیسیا کی طرح تھے بلکہ سوال یہ ہے کہ کیا ہماری عبادت اور نظام کتابِ مقدس کی رُوح کے مطابق ہیں؟

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

دستاویز ہائے مجلس عام نمبر ۲	الٰہی مکاشفہ	دوسری واٹیکانی مجلس کی رائے
ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس	مسیحی کلیسیا اور بدعت دوم	باب "ایمان کا عقیدہ یا قانون"
شمالی ہندو پاکستان میں	کلیسیائی اتحاد کی تجویز	باب ۴ "کلیسیا کے مسائل"

سوالات برائے نظرِثانی

۱۔ کلیسیائی روایت کے بارے میں طرطلیان، ایرینیئس، اور ونسنٹ از لیراں کی کیا کیا تعلیم تھی؟

۲۔ کیا آپ کی دانست میں مسیحی تعلیم کی دو بنیادیں ہیں یا صرف ایک؟

۳۔ کیا آج کل کی کلیسیا میں عقیدوں اور اقرارناموں کی ضرورت ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟ کیا کتابِ مقدس کافی نہیں؟

۴۔ کچھ ایسے لوگ ہیں جو کہ کتابِ مقدس کے علاوہ کوئی اور مذہبی کتاب نہیں پڑھتے۔ اس دستور میں کیا مضبوطی ہے اور کیا کمزوری؟

۵۔ کیا عوام کو بائبل پڑھنے کی پوری آزادی ہونی چاہیئے؟

فصل دوم

ایمان کا اقرار

عقیدوں کی تشکیل اور استعمال

غالباً کلیسیا کا پہلا عقیدہ یہ تھا کہ "یسوع مسیح خداوند ہے" (رومیوں ۱۰: ۹؛ ۱۔کرنتھیوں ۱۲: ۳؛ ۲۔کرنتھیوں ۴: ۵)، اور کچھ عرصہ کے بعد یہ کہ "میں ایمان لاتا ہوں کہ یسوع مسیح خدا کا بیٹا ہے۔" (اعمال ۸: ۳۷) یہ آیت سب سے قدیم نسخہ جات میں موجود نہیں اور علماء کا خیال یہ ہے کہ کسی کاتب نے نسخہ کے نقل کرتے وقت اُس عقیدہ کو شامل کیا جو وہ خود استعمال کرتا تھا۔

دوسری صدی میں ایک زیادہ مفصل ایمان کے اقرار کی ضرورت کا احساس ہُوا تاکہ بپتسمہ کے موقع پر اور جھاڑ پھونک کے کام میں استعمال کیا جائے۔ شروع میں عقیدے بہت سادہ تھے، بعد میں جب طرح طرح کی بدعات پھیل گئیں اور اُن کے پیشِ نظر درست مسیحی ایمان کی صحیح صحیح تعریف کی ضرورت محسوس ہوئی تو عقیدے زیادہ لمبے اور پیچیدہ ہو گئے۔

عموماً عقیدہ کی ترتیب پاک ثالوث کے مطابق تھی یعنی پہلے باپ کا ذکر آتا تھا، پھر بیٹے کا، پھر رُوح القدس کا اور آخر میں دیگر مسیحی مسائل یا رسوم کا ذکر آتا تھا۔ سنہ ۱۵۰ء کے قریب کا ایک مسیحی عقیدہ یوں ہے۔

"مَیں ایمان رکھتا ہوں باپ پر، جو کل کائنات کا مالک ہے،
اور یسوع مسیح ہمارے فدیہ دینے والے پر،
اور رُوح القدس پر جو مددگار ہے۔
اور پاک کلیسیا پر، اور گناہوں کی معافی پر"

سنہ ۳۳۶ء میں افرا ہاط نے ایک عقیدہ کا اقتباس پیش کیا جو کہ غالباً مشرقی

کلیسیا کا پُرانا عقیدہ تھا۔ اِس کی ترتیب تالوث کے مطابق نہیں
بلکہ تاریخی ہے :۔

"جب کوئی انسان خدا پر ایمان رکھتا ہے، جو سب کا مالک ہے،
جس نے آسمان اور زمین اور سب کچھ جو اُن میں ہے پیدا کیا،
جس نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا،
جس نے موسیٰ کو توریت بخشی،
جس نے نبیوں پر اپنے رُوح میں سے کچھ دیا،
جس نے اپنا مسیح دنیا میں بھیج دیا،
اور یہ کہ انسان مُردوں کی قیامت اور بپتسمہ کے بھید پر ایمان رکھے۔
یہی خدا کی کلیسیا کا ایمان ہے۔"

آج کل پاکستان کی کلیسیائیں دو عقیدے استعمال کرتی ہیں۔ ایک جس کو ہم رسولوں کا عقیدہ کہتے ہیں اور جسے ہم عام عبادت میں استعمال کرتے ہیں، اور دوسرا جس کو ہم نقایہ کا عقیدہ کہتے ہیں جو بعض کلیسیاؤں کی پاک شراکت کی عبادت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ہم ذرا غور کریں کہ ان دونوں عقیدوں کی ابتدائی صورت کیا تھی اور اُن کی ترقی اور تشکیل کس طرح ہوئی۔

نقایہ کے عقیدہ کی ترقی

ا۔ ۳۲۵ء سے پہلے قیصریہ کی کلیسیا کا عقیدہ یوں تھا۔

"ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا قادرِ مطلق باپ پر جو سب دیکھی اور ان دیکھی چیزوں کا خالق ہے۔"

"اور ایک خداوند یسوع مسیح پر، جو خدا کا کلام ہے، خُدا سے خُدا، نُور سے نُور، زندگی سے زندگی، تمام مخلوقات کا پہلوٹھا، سب زمانوں سے پہلے باپ سے مولُود۔ اُس کے وسیلہ سے سب چیزیں بنیں۔ وہ ہماری نجات کے واسطے مجسّم ہوا اور آدمیوں کے درمیان رہا۔ اُس نے دُکھ اُٹھایا، اور تیسرے دن جی اُٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ وہ جلال کے ساتھ زندوں اور مُردوں کی

عدالت کے لیے پھر آنے والا ہے۔

"اور ہم ایک ہی رُوح القدس پر ایمان رکھتے ہیں۔"

۲۔ ۳۲۵ء میں یوسیبئیس مورخ نے قیصریہ کے عقیدہ کو نقایہ کی مجلس عامہ کے سامنے پیش کیا اور کہا یہ "ہماری کلیسیا کا عقیدہ ہے، بہتر ہوگا اگر مجلس اس عقیدہ کو تمام کلیسیا کا اقرار الایمان بنا دے"۔ مجلس عامہ نے اِس عقیدہ کو قبول تو کر لیا لیکن اُس میں چند ایک تبدیلیاں اور اضافے اِس غرض سے شامل کیے تاکہ آریَس بدعت (صفحہ ۲۲۰-۲۲۱، ۲۰۴ کو دیکھیں) کو رد کر دیا جائے۔ چنانچہ عقیدہ کی یوں تشکیل ہوئی۔

"ہم ایمان رکھتے ہیں ایک خدا قادرِ مطلق باپ پر، جو سب دیکھی اور اَن دیکھی چیزوں کا خالق ہے۔

"اور ایک خداوند یسوع مسیح پر، جو خدا کا بیٹا ہے، باپ سے مولود، اکلوتا یعنی باپ کے جوہر سے مولود، خدا سے خدا، نُور سے نور، حقیقی خدا سے حقیقی خدا، مصنوع نہیں بلکہ مولود، اس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ہے۔ اُس کے وسیلہ سے سب چیزیں بنیں، آسمان کی ہوں یا زمین کی۔ وہ ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے واسطے اُتر آیا اور مجسم ہوا اور انسان بنا۔ اُس نے دُکھ اُٹھایا اور تیسرے دن جی اُٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ وہ زندوں اور مُردوں کی عدالت کے لیے آنے والا ہے۔

"اور رُوح القدس پر۔"

۳۔ ۳۵۰ء کے بعد یروشلیم کے بشپ کورلوس نے چند اور جملے شامل کیے تاکہ یہ عقیدہ مکمل تعلیمی سلسلہ کا خلاصہ ہو اور متلاشیوں کے لیے فائدہ مند ہو (اُس عقیدہ کا ذکر صفحہ ۸۸ پر دیکھیں)

۴۔ قریباً ۳۷۰ء تک اُس عقیدہ میں کچھ ترمیمیں اور اضافے ہوئے۔ خلقیدون کی مجلس عامہ ۴۵۱ء میں کسی نے ۳۷۰ء کا عقیدہ پیش کیا کہ اِس میں نقایہ ۳۲۵ء اور قسطنطنیہ ۳۸۱ء کی ہر دو مجالس عامہ کا ایمان شامل ہے اور خلقیدون نے اِس صورت میں اُسے قبول کیا۔ لہٰذا بعض لوگ اُسے نقایہ اور قسطنطنیہ کا عقیدہ کہتے ہیں۔ عقیدہ یُوں تھا۔

"مَیں ایمان رکھتا ہُوں ایک خدا قادرِ مطلق باپ پر جو آسمان و زمین اور سب دیکھی اور ان دیکھی چیزوں کا خالق ہے۔"

"اور ایک خداوند یسوع مسیح پر، جو خدا کا اکلوتا بیٹا ہے، کل عالموں سے پیشتر اپنے باپ سے مولود، نُور سے نُور، حقیقی خدا سے حقیقی خدا، مصنوع نہیں بلکہ مولُود۔ اُس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ہے۔ اُس کے وسیلہ سے کل چیزیں بنیں۔ وہ ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے واسطے آسمان پر سے اُتر آیا، اور رُوح القُدس کی قدرت سے کنواری مریمؔ سے مجسّم ہُوا اور انسان بنا، اور پنطیُس پیلاطُس کے عہد میں ہمارے لیے مصلوب بھی ہُوا۔ اُس نے دُکھ اُٹھایا اور دفن ہُوا، اور تیسرے دن پاک نوشتوں کے بموجب جی اُٹھا، اور آسمان پر چڑھ گیا، اور باپ کی دہنی طرف بیٹھا ہے۔ وہ جلال کے ساتھ زندوں اور مُردوں کی عدالت کے لیے پھر آنے والا ہے۔ اُس کی سلطنت ختم نہ ہوگی۔"

"اور مَیں ایمان رکھتا ہُوں رُوح القُدس پر، جو خداوند اور زندگی بخشنے والا ہے۔ وہ باپ سے صادر ہے۔ اُس کی باپ اور بیٹے کے ساتھ پرستش و تعظیم ہوتی ہے۔ وہ نبیوں کی زبانی بولا۔ مَیں ایک پاک عام رسولی کلیسیا پر ایمان رکھتا ہوں۔ مَیں ایک بپتسمہ کا جو گناہوں کی معافی کے لیے ہے اقرار کرتا ہوں، اور مُردوں کی قیامت اور آئندہ جہان کی حیات کا انتظار کرتا ہوں۔"

۵۔ ۵۸۹ء میں مغربی کلیسیا نے ٹولیڈو[1] کی مجلس میں دو اور فقروں کا اضافہ کیا کہ مسیح "خُدا سے خُدا ہے" اور رُوح القُدس "باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔" یہ الفاظ "اور بیٹے سے" لاطینی میں فیلیوکوئے[2] ہیں۔ یونانی کلیسیا نے ان الفاظ کو قبول نہ کیا اور نہ ہی کلیسیائے مشرق نے اُنہیں عقیدہ میں شامل کیا۔ آج کل

---

[1] Toledo [2] "filioque"

صرف مغربی کلیسیا میں اور وہ مشرقی کلیسیا میں جو اُن کی بشارت کی وجہ سے قائم ہوئیں، اِن الفاظ کو استعمال کرتی ہیں۔

رسُولوں کے عقیدہ کی ترقی

کینن بیرتس صاحب مرحوم نے جو کچھ تاریخ مسیحی کلیسیا میں صفحہ نمبر ۲۰۳ میں قلمبند کیا تھا اُسے آج کل کے علماء قبول نہیں کرتے۔ کوئی ایسا تاریخی ثبوت نہیں جس سے ہم یہ اخذ کریں کہ یہ عقیدہ رسُولوں نے اپنے شاگردوں کے سپرد کیا۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عقیدہ ابتدا میں زیادہ سادہ تھا اور اُس کی ترقی آہستہ آہستہ ہوئی تاہم اُس کا بیشتر حصّہ کافی پُرانا ہے اور غالباً سنہ [illegible]ء سے کافی پہلے کا ہے۔ یہ لاطینی عقیدہ ہے اور صرف مغربی کلیسیا نے اُسے استعمال کیا۔ اُس کی ترقی یوں ہُوئی۔

۱۔ قریباً سنہ [illegible]ء میں روم کی کلیسیا میں بپتسمہ کے موقع پر نومریدوں سے تین سوالات کیے جاتے تھے (صفحہ ۱۳۹ کو بھی دیکھیں)۔ سوالات یوں تھے۔

ا۔ "کیا تم خدا قادرِ مطلق باپ پر ایمان رکھتے ہو؟"

ب۔ "کیا تم یسُوع مسیح خدا کے بیٹے پر ایمان رکھتے ہو جو رُوحُ القُدس کے وسیلہ سے کنواری مریم سے پیدا ہُوا، پنطُس پیلاطُس کے عہد میں مصلوب ہُوا، مرگیا، دفن ہُوا۔ تیسرے دن مُردوں میں سے جی اُٹھا، آسمان پر چڑھ گیا، اور خدا باپ کی دہنی طرف بیٹھا ہے اور زندوں اور مُردوں کی عدالت کرنے کو آئے گا؟"

ج۔ "کیا تم رُوحُ القُدس، پاک کلیسیا اور جسم کے جی اُٹھنے پر ایمان رکھتے ہو؟"

۲۔ قریباً سنہ [illegible]ء میں مرقلیس از انقرہ[۱] نے، جس پر بدعت کا الزام لگایا جاچکا تھا اِن باتوں کو عقیدہ کی صورت میں اِس غرض سے پیش کیا تاکہ ثابت کرے کہ اُس کا ایمان درست ہے۔ اُس کے عقیدہ میں مندرجہ ذیل اضافے تھے۔

۱؎ Marcellus of Ancyra

و۔ یسوع مسیح خدا کا "اکلوتا" بیٹا "ہمارا خداوند" ہے

ب۔ تیسرے پیرا میں "گناہوں کی معافی" اور "ہمیشہ کی زندگی" بھی درج ہیں۔

۳۔ سنہ ۳۰۰ء سے پہلے چند اور مختصر اضافے ہوئے، اور "عملاً" عالم ارواح میں اُترنا" شامل ہوا۔

۴۔ معلوم نہیں کہ جو عقیدہ ہم استعمال کرتے ہیں وہ کب تک لفظی طور پر صحیح مکمل ہو گیا۔ لیکن آج تک مکمل عقیدہ کا سب سے پرانا نسخہ جو دستیاب ہوا ہے وہ تقریباً سنہ ۷۵۰ء کا ہے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس   تواریخ مسیحی کلیسیا   صفحہ ۲۰۱ تا ۲۰۳

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مسیحی کلیسیا کا سب سے پُرانا عقیدہ کیا تھا؟ عقیدوں کی تیاری اور ترقی کن وجوہات سے ہوئی؟

۲۔ ثقافیہ کے عقیدہ اور رسُولوں کے عقیدہ کی ترقی کا خاکہ بنائیں۔

۳۔ کیا آپ کی دانست میں آج کل کی کلیسیا کو عقیدہ کی ضرورت ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ کیا کتابِ مُقدس کافی نہیں؟

فصل سوم

خاص مسائل اور نمایاں بدعات

دیباچہ

پہلی پانچ صدیوں کے دوران لوگوں نے کوشش کی کہ مسیحی عقیدہ کے خاص ضروری مسائل کو وضاحت سے بیان کریں۔ کتاب مقدس علم الٰہی کی ایک مرتب تعلیمی کتاب تو نہیں، ہاں البتہ اس میں توریت، صحیفۂ انبیاء، اناجیل، خطوط وغیرہ موجود ہیں، جہاں سے علماء سوچ سمجھ کر مسیحی مسائل اخذ کر سکتے ہیں۔ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ بائبل ایک تصویر کی طرح ہے جس میں مختلف رنگ استعمال ہوئے ہیں اور سب رنگ مکمل تصویر کے لیے ضروری ہیں۔ اُس کتاب میں ایسی آیات ہیں کہ اگر ہم اِن کو باقی بائبل سے علیحدہ کر دیں اور دیگر آیات کو بھی پیش نظر نہ رکھیں تو غلط بیانی کا خطرہ ہے۔ یہ کہنا کہ چونکہ تصویر کے کسی کونے میں سُرخ رنگ ہے لہٰذا یہ ایک لال تصویر ہے، بالکل غلط بیانی پر مبنی ہوگا۔ ایک مثال یوں ہے کہ مسیح نے نوجوان دولت مند سے کہا تھا کہ "اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال واسباب بیچ کر غریبوں کو دے" (متی ۱۹: ۲۱)۔ اس سے یہ اخذ کرنا کہ کامل مسیحی صرف وہی ہے جو ایسا کر کے راہب بن جاتا ہے، بالکل غلط ہوگا۔ ابتدائی صدیوں میں اکثر اوقات کسی مسیحی مفکر نے حقیقت کے کسی نہ کسی پہلو پر ضرورت سے زیادہ زور دیا جس سے بدعتی تعلیم پیدا ہوئی۔ پھر کسی اَور نے دوسرے پہلو پر زیادہ زور دیا اور یہ ایک اور بدعت بن گئی۔ چنانچہ کلیسیا نے آخرکار اس مسئلہ کو اس طور سے پیش کیا کہ دونوں پہلو آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔

بدعت کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ مسیحی علماء نے کوشش کی کہ ہم عصر غیر مسیحی دُنیا

کو قائل کریں اور کبھی کبھی اُنہوں نے بغیر سوچے سمجھے غیر مسیحی تصورات کو شامل کر کے مسیحیت اور دیگر مذاہب کا نامناسب تعلق پیدا کیا ہے۔ تعارف کے لیے ہمیں اس مقام سے شروع کرنا ہے جہاں سامعین ہیں اور وہاں سے اُن کو مسیح کی طرف لانا ہے۔ لیکن ہمیں محتاط رہنا چاہیے کہ اپنے بیان میں مسیحی تعلیم غیر مسیحی سانچے میں ڈھالنے سے گریز کریں۔ مثلاً آج کل ہمارے غیر مسیحی بھائی مانتے ہیں کہ یسوع ایک نبی اور رسول ہے۔ ہم اس سے شروع کر کے اپنے بیان کو یوں جاری رکھ سکتے ہیں کہ وہ نبی ہے اور نبی سے بڑھ کر بھی لیکن اگر ہم صرف اُسی کو نبی کہیں تو ہم [illegible] سمجھوتا کرتے ہیں۔

جب کوئی کلیسیا اپنے شباب پر ہوتی ہے تو بدعات بہت ہی خطرناک معلوم ہوتی ہیں۔ ابتدائی صدیوں میں گیانیت (صفحہ ۲۲۳-۲۲۵) اور آریت (صفحہ ۲۲۱-۲۲۲) جیسی تباہ کن بدعتیں پیدا ہو گئیں۔ کلیسیا نے بدعتیوں کو لعنتی سمجھتے ہوئے اُن کے پیروکاروں کو خارج کر دیا اور بعض اوقات اُن کو بہت بُری طرح سے ستایا۔ بعض اوقات مسیحی علماء اور رہنماؤں نے دلیل سے کام لے کر بدعتی لوگوں کو قائل کیا، مثلاً اوریجن نے ایرونز کو صحیح مسیحیت کی طرف مائل کیا اور سکندریہ کے بشپ ڈیونیسیس نے ایسا ہی کیا۔ تاہم بعض اوقات کلیسیا ضرورت سے زیادہ سخت اور متعصب بھی تھی۔

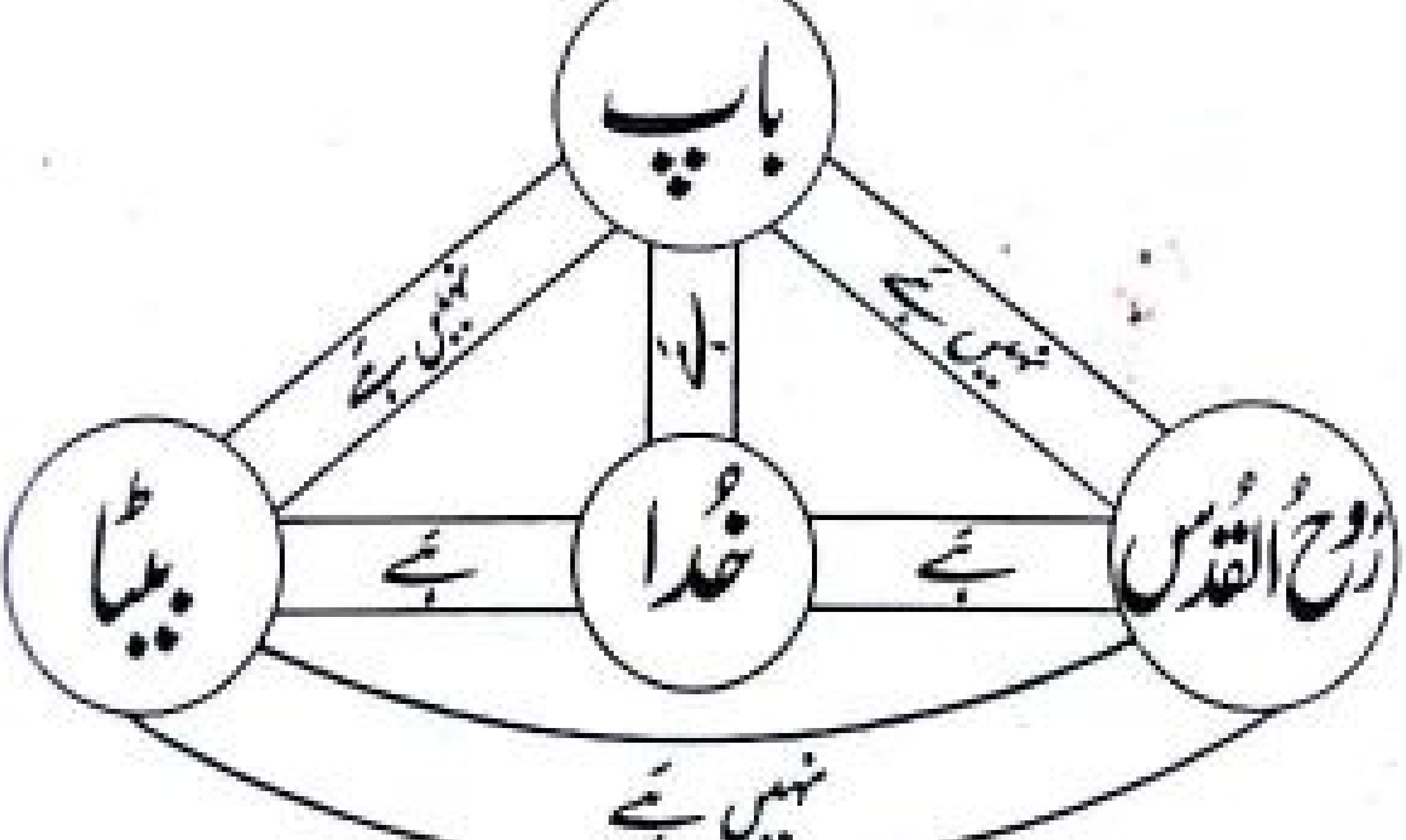
بے شک کلیسیا نے بدعات سے بھی فائدہ اٹھایا کیونکہ ان پر غور کرنے سے اُس نے بہتر طور سے سمجھا کہ درست تعلیم کیا ہے اور اسے کس طرح پیش کرنا چاہیے۔

اس فصل میں ہم عقیدوں میں سے چند جملے نکال کر اُن سے متعلق اہم مسائل اور نمایاں بدعات کا ذکر کریں گے۔

۱۔ پاک ثالُوث

خدا باپ پر۔۔۔ اُس کے اکلوتے بیٹے پر۔۔۔ رُوحُ القُدس پر

پاک ثالوث کا مسئلہ کتابِ مُقدس میں پیش نہیں ہُوا، حالانکہ ہم اُسے متی ۲۸: ۱۹، ۱- کرنتھیوں ۱۲: ۴ تا ۶، ۲- کرنتھیوں ۱۳: ۱۴ اور افسیوں ۴: ۴ تا ۶ جیسے حوالہ جات سے اخذ کر سکتے ہیں، جہاں باپ، بیٹے اور رُوحُ القُدس کو یکساں حیثیت دی گئی ہے۔ پھر ہم بائبل سے یہ بھی اخذ کر سکتے ہیں کہ باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور رُوحُ القُدس خدا ہے۔ تاہم بائبل اِس تعلیم کو واضح طور پر پیش کرتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے متفرق ہیں اور ساتھ ہی خدا ایک واحد خدا ہے۔ کسی نے اِن سب باتوں کی توضیح کے لیے یہ نقشہ کھینچا ہے۔



تاہم ثالوث کا مسئلہ انسانی ادراک سے باہر ہے، کیونکہ فانی انسان کس طرح ازلی خدا کو سو فی صد پہچان سکتا ہے؟ حسن علی سقیر مرحوم نے خوب کہا کہ

؎ " ہے تثلیث الٰہی عقلِ انسانی سے گو باہر
صداقت اُسکی لیکن دل میں پائے جس کا جی چاہے "
(سیالکوٹ کنونشن گیت کی کتاب نمبر ۲۲۴ ۱۹۱۶ء)

بعض مسیحی علماء نے اس بات کو قبول کر کے مزید دریافت کرنے سے گریز کیا۔ مثلاً فارسی راہنما افراہاط نے جو غالباً شاپور دوم کی ایذا رسانی میں شہید ہونے والا تھا، ۳۴۳ء میں لکھا :۔

" آسمان کے اوپر کیا ہے؟ کون بتا سکتا ہے؟ زمین کے نیچے کیا پڑا ہوا ہے؟ کوئی ہمیں نہیں بتا سکتا! فضا کس پر پھیلی ہوئی ہے؟ آسمان کس پر لٹکا ہوا ہے؟ گہرائیاں کس پر لگا ہوا ہے؟ ہم تو آدم کی نسل سے ہیں اور اس جہان میں اپنے حواس سے بہت ہی کم پہچان سکتے ہیں۔ ہم تو فقط یہی جانتے ہیں کہ خدا ایک ہی ہے، اور اُس کا مسیح ایک، اور اُس کا رُوح ایک، اور اُس پر جو ایمان ہے وہ بھی ایک اور اُس کے نام پر بپتسمہ بھی ایک ہے۔ اِس سے زیادہ کہنے سے کیا فائدہ؟ اگر اَور بھی گہرے میں جائیں تو بھی حقیقت تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اگر محض قیاس سے کام لیں تو پھر بھی ہم بے بس ہیں۔"

باسیل بھی جو یونانی کلیسیا کا بہت بڑا عالم اور ماہر علم الٰہی تھا اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ گو ہم خدا کے کاموں اور خوبیوں کا بیان کر سکتے ہیں تاہم اس کی اصلی ذات سے واقف نہیں ہو سکتے۔

پھر بھی مسیحیوں میں ایسے تھے جنہوں نے ثالوث کو زیادہ مفصل طور سے بیان کرنے کی کوشش کی۔ ایسے لوگ اکثر ان تین غلطیوں میں سے کسی ایک کا شکار ہو گئے۔

۱۔ بعض نے انکار کیا کہ خدا کی ذات میں تین اقانیم موجود ہیں۔ مثال کے طور پر سبلیئس[۱] نے کہا کہ خدا نے اپنے آپ کو پہلے باپ کی صورت میں، پھر بیٹے کی اور پھر رُوح القدس کی صورت میں ظاہر کیا۔

۲۔ بعض نے انکار کیا کہ خدا ایک ہے، گویا باپ، بیٹا اور رُوح القدس

---

[۱] Sabellius

تین مختلف دیوتا ہیں۔

۳۔ بعض نے کہا کہ صرف باپ حقیقی خدا ہے۔ بیٹا اور رُوح القدس گو دیوتا تو ہیں لیکن اُن کی حیثیت خدا سے کم ہے۔ آریس بدعت نے یہ دعوے کیا اور نمبر ۳ کے تحت اس کا ذکر کیا جائے گا۔

ان بدعتوں کے ردِ عمل میں کلیسیا نے کوشش کی کہ ثالوث کے بارے میں صحیح تعلیم کی وضاحت کرے۔ قریباً سنہ ۴۲۰ء میں مغربی کلیسیا نے ایک بیان پیش کیا جس کو اکثر لوگ "اتھاناسی عقیدہ" کہتے ہیں۔ یہ اس لیے نہیں کہ اتھاناسیس نے اس کو بنایا، بلکہ اس لیے کہ مصنف نے سمجھا کہ وہ اتھاناسیس (جو آریس بدعت کا جانی دشمن تھا) کے ایمان کے مطابق تھا۔ پتہ نہیں، کس نے اُسے تیار کیا۔ شاید مُقدس اوگسطین کے کسی شاگرد نے یہ کام کیا ہو۔ آج کل رومن کلیسیا اس پر بہت زور دیتی ہے۔ عقیدہ لاطینی میں ہے اور اس میں اس بات کا ذکر ہے کہ رُوح القدس، باپ اور بیٹے سے صادر ہے۔ چنانچہ یونانی کلیسیا اور مشرقی کلیسیاؤں نے اُسے قبول نہیں کیا۔ اتھاناسی عقیدہ میں ثالوث سے متعلق بیان یوں ہے:-

"کیتھولک ایمان یہ ہے کہ ہم واحد خدا کی پرستش تثلیث میں اور ثالوث کی پرستش توحید میں کریں، نہ اقانیم کو مخلوط کریں، اور نہ ہی جوہر کو تقسیم کریں۔

"کیونکہ اقنومیت باپ کی اور، بیٹے کی اور، رُوح القدس کی اور ہے۔ لیکن باپ، بیٹے اور رُوح القدس کی اُلوہیت ایک ہی ہے: جلال برابر، عظمت یکساں ازلی۔

"جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا ہے اور ویسا ہی رُوح القدس ہے۔ باپ غیر مخلوق، بیٹا غیر مخلوق، رُوح القدس غیر مخلوق۔ باپ غیر محدود، بیٹا غیر محدود، رُوح القدس غیر محدود۔ باپ ازلی، بیٹا ازلی، رُوح القدس ازلی۔ تاہم تین ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی ہے۔ اور اسی طرح نہ تین غیر مخلوق اور نہ تین غیر محدود ہیں، بلکہ ایک ہی غیر محدود اور ایک ہی غیر مخلوق ہے۔

"اسی طرح باپ قادرِ مطلق، بیٹا قادرِ مطلق، رُوح القدس قادرِ مطلق

ہے۔ تو بھی تین قادرِ مطلق نہیں بلکہ ایک ہی قادرِ مطلق ہے۔

"ویسے ہی باپ خدا، بیٹا خدا، رُوح القدس خدا ہے۔ تاہم تین خدا نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔"

"اسی طرح باپ خداوند، بیٹا خداوند، رُوح القدس خداوند ہے۔ پھر بھی تین خداوند نہیں بلکہ ایک ہی خدا ہے۔

کیونکہ جس طرح مسیحی اصول کے باعث ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ ہر اقنوم بذاتہٖ خدا اور خداوند ہے۔ اسی طرح کیتھولک دین کے بموجب یہ کہنا منع ہے کہ تین خدا یا تین خداوند ہیں۔

"باپ نہ کسی سے مصنوع ہے نہ مخلوق اور نہ مولود۔ بیٹا صرف باپ ہی سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق بلکہ مولود۔ رُوح القدس باپ اور بیٹے سے ہے نہ مصنوع نہ مخلوق نہ مولود بلکہ صادر ہے۔

"پس تین باپ نہیں بلکہ ایک ہی باپ ہے۔ تین بیٹے نہیں بلکہ ایک ہی بیٹا۔ تین رُوح القدس نہیں بلکہ ایک ہی رُوح القدس ہے۔

"اور اس ثالوث میں کوئی بھی ایک دوسرے سے پہلے یا بعد نہیں، نہ کوئی ایک دوسرے سے بڑا یا چھوٹا ہے۔ بلکہ تینوں اقانیم یکساں ازلی اور باہم برابر ہیں۔ الغرض ہر امر میں جیسا اُوپر بیان ہُوا ہے، واحد خدا کی پرستش تثلیث میں اور ثالوث کی پرستش توحید میں کرنا واجب ہے۔"

"پس جو کوئی نجات چاہے وہ ثالوث کو یوں ہی مانے۔"

اس میں کوئی شک نہیں کہ اثناسی عقیدہ کو خدا نے استعمال کیا ہے۔ ڈاکٹر جیفری ہالینڈ صاحب نے ایک پٹھان نومرید کا ذکر کیا جس کے لیے مسئلہ تثلیث سمجھنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ پھر ایک دن اُس نے اقرار کیا کہ اس کی سب مشکلات حل ہو گئیں۔ کیسے؟ اثناسی عقیدہ پڑھنے سے۔

اس کے مقابلہ میں ہم ایک مشرقی بیان پیش کر سکتے ہیں جو کہ مشہور غیر خلقیدونی اُستاد اور مصنف انطاکیہ کے سویرس (تقریباً ۴۶۵ء تا ۵۳۸ء) نے تیار کیا۔ اس میں پہلے یہ اقرار ہے کہ خدا کی ذات بیان سے باہر ہے اور پھر بھی کچھ بیان کرنے کی کوشش ہے۔ جو مثال دی گئی وہ باسیل کی تصانیف سے حاصل ہوئی تھی۔

"پاک ثالوث کو ہم واضح نہیں کر سکتے اور نہ ہی اپنی عقل سے اُسکی

تفتیش کر سکتے ہیں، کیونکہ وہ بیان سے باہر ہے۔ وہ سب اشیا سے برتر، سب خیالات سے اعلےٰ اور ہماری عقل سے بعید ہے۔"

"ہم مانتے ہیں کہ تینوں اقانیم کا جوہر ایک ہی ہے۔ یعنی باپ، بیٹا اور رُوحُ القُدس ایک ہی خدا ہے، کیونکہ باپ خدا ہے، بیٹا خُدا ہے، رُوحُ القُدس خُدا ہے۔

"ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک اقنوم کو جسے ایک خاص مقام حاصل ہے کہ اُس کے پاس اُلوہیت کے سب اوصاف مکمل طور پر موجود ہیں، جیسے کہ بھلائی، قوتِ تخلیق اور ہر وہ چیز جو غیر مخلوق ذات سے متعلق ہے۔ اسی طرح ہم مانتے ہیں کہ ثالوث ایک ہی جوہر سے ہے۔ تینوں اقانیم میں یہی جوہر جامع طور پر نظر آتا ہے۔ باپ کے پاس الٰہی جوہر مکمل طور پر موجود ہے اور اسی طرح یہ جوہر بیٹے اور رُوحُ القُدس کے پاس بھی موجود ہے۔ لہٰذا باپ کامل خدا ہے، بیٹا کامل خدا ہے اور رُوحُ القُدس کامل خدا ہے۔

"مثال کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ پطرس، پولس اور یوحنّا کی انسانیت ایک ہی انسانیت ہے، کیونکہ وہ انسانی نسل اور جوہر کے اعتبار سے ایک ہیں۔ تاہم انفرادی طور پر یہ تینوں اشخاص ایک دوسرے سے جداگانہ شخصیت کے مالک ہیں۔ ہر ایک شخص جو کہ انسانی نسل میں شامل ہے اُس نسل کی خصوصیات میں شریک ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر پطرس دوسروں کی طرح قوتِ ادراک اور فنا میں نیز عقل اور علم رکھنے میں شریک ہے۔"

"اسی طرح ثالوث میں، ہر ایک اقنوم کے پاس وہ جوہر ہی ہے جس میں وہ سب شریک ہیں، البتہ وہ جوہر انفرادی اور جداگانہ طور پر نظر آتا ہے۔"

"مثلاً باپ غیر مولُود ہے، اِس لحاظ سے اُس کی جُداگانہ شخصیت ہے۔ اُس کا ایک خاص اقنوم ہے۔ جو کچھ ان تینوں میں ہے یعنی "الٰہی جوہر" اُس میں منفرد ہے اور ساتھ ہی وہ غیر مولُود ہے۔ وہ خُدا ہے، بھلائی ہے، نور ہے اور زندگی ہے۔"

"اسی طرح بیٹے کے اقنوم کی خاصیت یہ ہے کہ وہ باپ سے مولود ہے۔ جو کچھ اُن تینوں میں مشترک الٰہی جوہر ہے وہ اس میں منفرد ہے۔ وہ خدا ہے، مولود ہے، جلال ہے، نور ہے اور زندگی ہے۔"

"اسی طرح رُوحُ القُدس بھی ہے۔ اُس کے اقنوم کی خاصیت یہ ہے کہ وہ صادر ہے: وہ الٰہی جوہر، وحدت اور جو کچھ مشترک ہے اُس میں بھی منفرد ہے۔ وہ نور ہے، جو صادر ہے، زندگی ہے، خدا ہے۔"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کتب

لوئس برکھاف	مسیحی علمِ الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۸۷ تا ۸۸
ڈبلیو۔ پی۔ بیرکی	تاریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۱۴۳ تا ۱۵۲
ڈاکٹر کینیتھ گریگ	دعوت نگاہ و فکر	صفحہ ۶۳ تا ۸۹
ایل۔ بیرن جونز	مسیحی دین کا بیان	صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۹

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ ابتدائی صدیوں میں لوگوں نے پاک ثالوث کے بارے میں کیا کیا غلطیاں کیں؟

۲۔ شخصی طور پر تثلیث کا کونسا بیان آپ کو زیادہ مدد دیتا ہے، اتناسی عقیدہ یا سویرس از انطاکیہ کا؟

۳۔ اگر کوئی غیر مسیحی آپ کو مسئلہ ثالوث کے بارے میں پوچھے تو آپ کس طرح جواب دیں گے؟ کیا جواب دیتے ہوئے آپ اقرا آلہ، بائبل، اتناسی عقیدہ یا سویرس سے کچھ مدد حاصل کریں گے؟

۴۔ پاک ثالوث کے دیئے ہوئے نقشہ کی مدد سے خود ایک نقشہ تیار کریں۔

۲۔ خالق اور مخلوقات

"خدا ... نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا"

شروع ہی سے مسیحیوں نے سکھایا کہ خدا اپنے کلمہ یعنی یسوع کے وسیلہ سے (یوحنا ۱ : ۳) آسمان اور زمین کا خالق تھا، لیکن ہمعصر غیر مسیحی عقائد اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔

یونانی فلسفہ نے کہا کہ مادی چیز بُری ہے اور رُوح کے لیے قید خانہ ہے۔ اُس وقت کا محاورہ یوں تھا "سوما سیما (σωμα σημα)" یعنی جسم قبر ہے" جس میں رُوح مقید ہے۔ نتیجۃً خدا جو بھلا ہے، سراسر رُوح ہے، اور براہِ راست اُس کا مادہ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔

چونکہ یہ زرتشتی مذہب کی تعلیم تھی لہٰذا فارسی مجوسیوں کا جو اُس کے پیروکار تھے یہی عقیدہ تھا کہ مکمل نیکی اور مکمل بدی کے دو دیوتا ہیں اور دونوں خالق ہیں۔ ایک نے اعلیٰ اور اچھی اشیاء پیدا کیں، دوسرے نے ادنیٰ اور بُری چیزیں بنائیں۔

چنانچہ ابتدائی مسیحی علماء نے طرح طرح کی کوششیں کیں تاکہ مسیحیت ایسے لوگوں کے لیے مقبول ہو، اور گمراہ کن کوششوں سے گیانی (غناسطی) اور مرقیونی بدعات جاری ہوئیں، اور ساتھ ہی مانی نے ایک غیر مسیحی مذہب جاری کیا جس میں مسیحی، زرتشتی اور دیگر مشرقی مذاہب کا امتزاج تھا۔

اگیانیت (عرفانیت، غناسطیت)

گیانیت[۱] کی بعد تعلیم میں طرح طرح کے پہلو موجود ہیں۔ ہر ایک گیانی (عارف) راہنما نے ایک ہی تعلیم پیش نہیں کی، اور اس بدعت کی تعلیمی کتابوں کو ترتیب دینا اور تہ تک پہنچنا ایسا پیچیدہ کام ہے، جو اس کتاب کے احاطہ سے باہر ہے۔ کیلی ہیرس صاحب مرحوم

۱؎ Gnosticism

نے "تواریخ مسیحی کلیسیا" کے اِس باب میں تفصیل سے اِس مضمون پر لکھا ہے۔ یہاں پر ہم صرف چار باتوں کا ذکر کریں گے جو گیانی تعلیم کی خصوصی باتیں تھیں۔ ہم ایک گیانی مصنف باسلیدیؔ کا مختصر سا بیان بھی پیش کریں گے۔ گیانی تعلیم کی چار خصوصیات یہ تھیں:

۱۔ وہ اِس حقیقت کا انکار کرتے تھے کہ خدا نے دنیا کو پیدا کیا۔

۲۔ وہ اِس حقیقت کا انکار کرتے تھے کہ خداوند یسوع مسیح حقیقی انسان بن گیا۔ (ہم اِس پہلو کو موہومیت یا دوقیت کہتے ہیں اور اِس کا ذکر دفعہ ۳ میں کریں گے)۔

۳۔ وہ اِس حقیقت کا انکار کرتے تھے کہ جسم جی اُٹھتا ہے۔

۴۔ وہ "عرفان" (غنوسس) یعنی پوشیدہ علم کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ اُن کی تعلیم یہ تھی کہ صرف برگزیدہ لوگ عرفان تک پہنچ سکتے ہیں۔ عرفان، ایمان سے برتر ہے۔ عارف مسیحی پہلے درجے کے مسیحی ہیں، لیکن سادہ ایمان لانے والے مسیحی صرف دوسرے درجے کے مسیحی ہیں۔

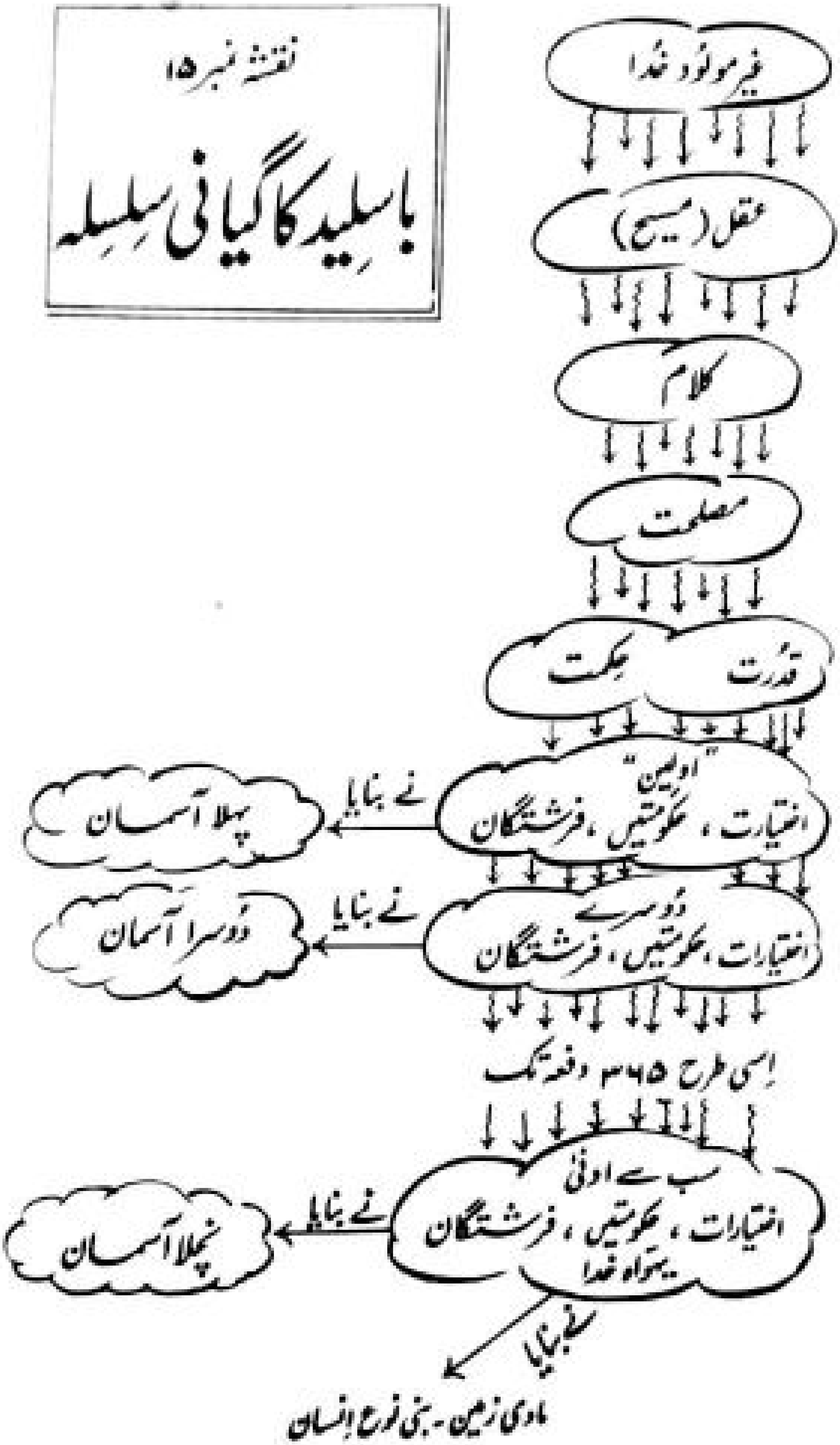
باسلیدیؔ ایک گیانی راہنما تھا جو قریباً ۱۳۰ء رُومی دنیا کا دَورہ کر کے بڑے بڑے شہروں میں گیانی جماعتیں قائم کرتا گیا۔ ایرینیئس نے اُس کی تعلیم کا اختصار یُوں پیش کیا۔

"باسلیدیؔ یہ پیش کرتا ہے کہ غیر مولُود باپ سے عقل پیدا (صادر) ہوئی، عقل سے کلام، کلام سے مصلحت اور مصلحت سے حکمت اور قدرت پیدا ہوئی۔ حکمت اور قدرت سے وہ اختیارات، حکومتیں اور فرشتے پیدا ہوئے جن کو وہ "اولین" کہتا ہے، اور اُنہی کی بدولت پہلا آسمان پیدا ہُوا۔ اِس کے بعد اور حکومتیں ہیں جو اُن اولین سے صادر ہونے سے پیدا ہوئیں اور اُنہوں نے دوسرا آسمان تخلیق کیا جو پہلے کا عکس تھا۔ وغیرہ وغیرہ۔ جس وقت تک کہ تین سو پینسٹھ آسمان پیدا ہوئے۔ جو فرشتے اِس نچلے آسمان میں رہتے ہیں جو ہم دیکھ سکتے ہیں اُنہوں نے ساری دنیا کی چیزیں بنائیں۔ اُن فرشتوں میں سب سے بڑا وہ ہے جو یہودیوں کا خدا (یہوآہ) سمجھا گیا ہے۔

"لیکن غیر مولُود اور غیر معروف خدا باپ نے اپنے پہلے مولُود یعنی عقل کو جو مسیح کہلاتا ہے، اِس لیے بھیجا کہ وہ لوگوں کو جو اُس پر ایمان لاتے ہیں اُس دیوتا کے اختیار سے چھڑائیں جس نے دنیا کو پیدا کیا۔ (مسیح حقیقی انسان نہ تھا اور نہ ہی مصلوب ہُوا) چونکہ وہ غیر مادی قدرت

نقشہ نمبر ۱۵

باسلیدکا گیانی سلسلہ



اور غیر مولود باپ کی عقل تھا، اس لیے اُس نے اپنی مرضی کے مطابق اپنی شکل وصورت کو تبدیل کیا اور یُوں اُس باپ کے پاس صعود فرمایا جس نے اُس کو بھیجا تھا۔ اُس نے اپنے دشمنوں کو ٹھٹھوں میں اس لیے اڑایا کہ وہ اُسے پکڑ نہیں سکے، کیونکہ وہ سب کے لیے اوجھل ہو گیا۔

"چنانچہ جو لوگ اس علم سے واقف ہیں اُن کو اُن حکومتوں سے آزادی مل گئی ہے جنہوں نے اس جہاں کو پیدا کیا ہے۔ ہمیں یہ اقرار نہیں کرنا چاہیئے کہ یسوع مصلوب ہُوا، لیکن یہ کہ وہ انسان کی شکل وصورت میں آیا، اور لوگوں نے سوچا کہ وہ مصلوب ہُوا اور وہ یسوع کہلایا۔

"نجات صرف رُوح کی ہے کیونکہ جسم فنا کے قبضہ میں ہے۔"

"وہ کہتے ہیں کہ سب کچھ جاننا اور سمجھنا ہم پر فرض ہے، البتہ عوام ان باتوں کو سمجھ تو نہیں سکتے بلکہ ہزار میں سے صرف ایک اور دس ہزار میں سے صرف دو سمجھنے کے قابل ہیں۔"

نقشہ نمبر ۱ کی مدد سے شاید ہم باسلیدس کے صدور اور نظریہ زیادہ بہتر طور سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ خدا بنی نوع انسان سے بے حد دُور ہے۔

ب۔ مرقیونیت[له]

مرقیون[ٹه] پنطس کا باشندہ تھا اور چونکہ وہ قریباً سنہ ۱۵۰ء کا تھا لہٰذا وہ پالکارپ اور یوسطین شہید کا معاصر تھا۔ یوسیبیس مورخ بیان کرتا ہے کہ پہلے مرقیون پالکارپ کا واقف تھا۔ مرقیون کے بدعتی تعلیم پھیلانے کے بعد ایک دن اُس کی پالکارپ سے ملاقات ہوئی۔ مرقیون نے پالکارپ سے پوچھا کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ پالکارپ نے جواب دیا "ہاں میں شیطان کے پہلوٹھے کو پہچانتا ہوں!" روم میں جب وہ تعلیم پھیلانے لگا تو یوسطین شہید نے اُس کی مخالفت کی۔ تاہم مرقیونیت کافی وسیع پیمانہ پر پھیل گئی اور گو رُومی حکومت میں دو ایک صدیوں کے بعد ختم ہو گئی لیکن مشرق میں وہ کم از کم نویں صدی تک رہی۔

له Marcionism ٹه Marcion

مرقیونؔ ایک گیانی تھا لیکن اُس کی تعلیم میں چند خاص باتیں تھیں جو اُس کا عام گیانیت سے فرق ظاہر کرتی تھیں:-

۱ ـ پرانے عہدنامہ کا یہوآہ خدا دنیا کا خالق ہے۔ وہ جنگجو خدا ہے اور بُرا بھی ہے۔ وہ شریعت کا خدا ہے اور خدا باپ نہیں۔

۲ ـ خدا باپ نے یسوع مسیح کو دُنیا میں اس لیے بھیجا کہ وہ شریعت اور انبیاء کے اعمال کو جو درحقیقت پرانے عہدنامہ کے خدا کے کام ہیں، فسخ کر کے نیست کر دے۔ مسیحی کا فرض ہے کہ وہ صرف نئے عہدنامہ کو الہامی کتاب اور خدا کا کلام تسلیم کرے۔ (مرقیونؔ نے خود نئے عہدنامہ کی چھان بین کر کے ہر ایک بات کو جو اُس کی تعلیم کے خلاف تھی نکال دیا)۔

ج۔ مانیؔ اور اُس کی تعلیم

مانیؔ ایک کسدی تھا اور مسوپتامیہ میں پیدا ہُوا۔ سنہ ۲۴۲ء میں اُس نے طیسفون میں ایک نئی تعلیم جاری کی۔ اُس نے اعلان کیا کہ پرانے زمانے میں بُدھ، زرتشت اور یسوع سب خدا کے پیغمبر تھے اور آج کل آخری زمانہ کے لیے وہ (مانی) خدا کا پیغمبر ہے۔ کچھ عرصہ تک ساسانی حکومت نے اُس کے ساتھ تحمل سے کام لیا اور شہنشاہ شاہ پور اوّل اُس کا دوست تھا لیکن شہنشاہ بہرام اوّل نے اُسے قید کر دیا اور ۲۷۶ء یا ۲۷۷ء میں وہ قید خانہ میں مر گیا۔

مانی کی تعلیم یہ تھی کہ نیکی اور بدی کی دو ابدی اصول ہیں جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ انسان نُور کا ایک ذرّہ ہے جو مادی کائنات میں مقید ہے۔ نیکی کی زندہ رُوح نے اس لیے اپنے تیسرے پیغمبر کو جو عقل کہلاتا ہے اور متھرہ، یسوع، مانی وغیرہ میں مجسّم ہُوا بھیجا، تاکہ نُور کے ذرّوں کو رہائی بخشے۔ رہائی باطنی تجربے سے اور "مانوی کلیسیا" کی رفاقت سے ہوتی ہے۔ سچے شاگرد کو جسمانی تعلقات کی آلودگی سے کنارہ کرنا چاہیئے۔ بے شک اس کا مطلب یہ تھا کہ کامل مانوی شادی سے گریز کرے، لیکن شادی شدہ بھی دوسرے درجہ کا مانوی ہو سکتا ہے۔

یہ مذہب مغرب میں افریقہ اور گال تک اور مشرق میں چین تک پھیل گیا۔ مقدس اوگسٹین کئی سال تک مانویت کے دوسرے درجہ کا شاگرد رہا۔ ۳۸۳ء تک مانویت

مغربی یورپ میں اور اس سے چند سو سال بعد تک ایشیا میں رہی اور مسیحیت اور اسلام ہر دو کا مقابلہ کرتی رہی۔

د۔ اوگسطین کی تعلیم

گیانیت اور مانویت کے ردِ عمل میں مقدس اوگسطین نے دو خاص مسائل پیش کیے:۔

۱۔ خدا نے سب کائنات عدم سے خلق کی، یعنی صرف خدا ابدی ہے اور کوئی دوسرا خالق نہیں۔ مخلوقات پہلے نہ تھی بلکہ بعد میں خدا کے کلام سے وجود میں آئی۔

۲۔ خدا نے سب کچھ جو بنایا اچھا بنایا ہے۔ البتہ چند چیزیں بہت اچھی ہیں اور دیگر چیزیں کم اچھی ہیں۔ گناہ اس سے پیدا ہوتا ہے کہ ہم کم اچھی چیز کو بہت اچھی چیز سے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مثلاً آدم اور حوا کے لیے پھل کا مزا اچھا تو تھا، حالانکہ خدا کا حکم ماننا اس سے بہت اچھا ہوتا۔

مندرجہ بالا میں سے پہلا مسئلہ کلیسیا نے قبول کیا اور آج کل ہم اُسے بہت ضروری سمجھتے ہیں۔ دوسرا مسئلہ صرف اوگسطین کی شخصی کوشش تھی کہ ایک ایسے معمے کا فلسفیانہ حل پیش کرے جس کا حل ناممکن ہے۔ بردیصان نے بھی اس کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی (صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۲ کو دیکھیں)۔

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

ڈبلیو۔پی۔ ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۱۲۲ تا ۱۳۱ (گیانیت)
" "	" " "	صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۴ (مرقیونیت)
" "	" " "	صفحہ ۲۳۲ تا ۲۴۴ (مانویت)
ونس برک ہاف	مسیحی علم الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۹۷ تا ۱۰۲

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ گیانیت کی خصوصی تعلیم کیا تھی؟ مرقیونیت اُس سے کہاں تک مختلف تھی؟

۲۔ نقشہ نمبر ۱۵ کی مدد سے خود نقشہ تیار کریں۔

۳۔ کیا آپ کی دانست میں گیانی تعلیم خطرناک بدعت ہے اور اگر ہے تو کیوں؟

۴۔ اگر کوئی آپ سے کہے کہ پرانے عہدنامہ کا خدا انتقامجُو اور سخت ہے اور نئے عہدنامہ کا خدا محبت کرنیوالا باپ ہے تو آپ کس طرح جواب دینگے؟ صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۰ پر غور کریں کہ

۵۔ مانویت میں ہم کہاں تک زرتشتی تعلیم کا اثر دیکھ سکتے ہیں؟

۶۔ کیا یہ مسئلہ ضروری ہے کہ خدا نہ صرف خالق بلکہ عدم سے خالق ہے؟ اپنے جواب کو واضح کریں۔

۳۔ مسیح کی ابنیّت اور اُلوہیّت

"اُس کا اکلوتا بیٹا ہمارا خداوند یسوع مسیح"

۱۔ ابنیت۔ لفظ "بیٹے" کا مطلب

شروع ہی سے دلیلیوں نے اِس مسئلے کو صاف ظاہر کیا کہ ہم لفظ "بیٹے" کو کسی جسمانی طریقے سے نہیں سمجھتے۔ بہت ایسی یونانی اور رُومی کہانیاں تھیں، جن میں کوئی ذکوری دیوتا کسی عورت سے عشق کرتا ہے اور یوں کوئی ایسا بیٹا پیدا ہوتا ہے جو نرالی شخصیت کا حامل ہے اور عام انسانی طاقت یا حکمت سے زیادہ کا مالک ہے۔

سن ۱۷۷ء میں اتھیناگورس[1] نے یوں لکھا:

"کوئی اس بات کو مضحکہ خیز نہ سمجھے کہ خدا کا ایک بیٹا ہو۔ گو شعراء اپنی جادوئی کہانیوں میں دیوتاؤں کو آدمیوں کی طرح عیاش تصور کرتے ہیں، مگر خدا باپ اور بیٹے کے بارے میں ہمارا طرزِ فکر بالکل مختلف ہے۔ لفظ "بیٹے" سے یہ مُراد ہے کہ مسیح باپ کی عقل کا ذکر ہی ہے

---

1. Athenagoras

مطلب یہ نہیں کہ بیٹا وجود میں آیا۔ کیونکہ خدا جو ازلی عقلِ کل ہے، اُس میں ازل ہی سے اُس کا کلام موجود ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ عاقل رہا ہے۔ مطلب یوں ہے کہ بیٹا اس لیے صادر ہوا تاکہ وہ سب مادی چیزوں کی اصل اور زندگی بخش قدرت ہو۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ خدا کو ہم کیوں "باپ" کہتے ہیں؟ اسکے بارے میں عقیدہ گزار میسور تیسطیے نے یوں لکھا:۔

"خدا لاثانی طور سے باپ ہے۔ سب مخلوقات کی حیثیت یہ ہے کہ پیدا ہونے کے بعد اُن کے باپ بننے کا امکان ہوتا ہے۔ خدا باپ فی الحقیقت باپ ہے، اور اُس کو دوران وقت یہ حیثیت اِس لیے نہیں ملی کہ اُس کو کسی وقت کے بعد بیٹا ملا، بلکہ بیٹا ازل ہی سے باپ کے ساتھ تھا اور ازل ہی سے باپ کی طرف سے رہا۔ چونکہ خدا ہماری طرح نہیں لہٰذا وہ ہماری طرح باپ بھی نہیں کیونکہ اُس کو کسی خاص زمانہ میں باپ بننے کا اختیار نہ ملا۔ وہ حقیقت میں اور ازل سے باپ ہے۔ خدا ایسی مکمل ذات ہے جس کے ساتھ ازل ہی سے اُس کا فرزند بھی موجود ہے۔"

ب: الوہیت۔ کیا بیٹا فی الحقیقت خدا ہے؟

عقیدۂ تبنیت

مسیح کی الوہیت کے انکار سے کافی سے زیادہ بدعتیں برپا ہوئیں۔ ان میں سے ایک عقیدۂ تبنیت تھا۔ یہ وہ عقیدہ تھا کہ مسیح اپنے بپتسمہ کے وقت باپ کا متبنٰی بنا۔ جب خدا کی آواز آئی کہ "تو میرا پیارا بیٹا ہے" (زبور ۲: ۷) کے مطابق اس کا مطلب تھا کہ اُسی وقت وہ خدا سے بیٹا پیدا ہوا۔ اس عقیدہ سے نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح اس لیے کامل خدا نہیں کیونکہ وہ ازل سے خدا کا بیٹا نہیں۔

آرّی بدعت :-

تاہم مسیح کی الوہیت کے بارے میں سب سے خطرناک بدعت وہ تھی جو کہ آریُسؔ[1] نے پھیلائی۔

آریُسؔ سکندریہ کا ایک قسیس تھا اور ۳۱۸ء سے پہلے اُس نے اپنی بدعتی تعلیم جاری کی۔ اُس نے مندرجہ ذیل خاص باتوں پر زور دیا:-

۱۔ خدا ایک ہے، لافانی ہے، ازلی ہے۔ وہ ہمیشہ باپ نہیں تھا کیونکہ بیٹے کا وجود ازلی نہ تھا۔ ایک وقت ایسا تھا جب بیٹا نہ تھا۔

۲۔ خدا اپنے آپ میں ایک قدرت رکھتا ہے، جسے ہم کلمہ کہتے ہیں۔ کلمہ اقنوم تو نہیں۔

۳۔ تخلیقِ عالم سے پہلے خدا نے کلمہ کو ایک خاص جوہر بخشا۔

۴۔ بیٹا باپ سے علیحدہ ہے اور اُس کا جوہر مختلف ہے۔

۵۔ بیٹا خدا نہیں ہے اور نہ ہی وہ خدا باپ کو پورے طور سے جانتا ہے۔

۶۔ تاہم بیٹا محض مخلوق تو نہیں۔ وہ کامل مخلوق ہے، لہٰذا ہم اُسے خدا کہہ کر پکار سکتے ہیں۔

۷۔ جب وہ مجسم ہُوا تو وہ ایک حقیقی جسم میں داخل ہُوا، لیکن اُس جسم میں کوئی رُوح نہ تھی بلکہ رُوح کی جگہ کلمہ تھا۔ کلمہ دُکھ سہہ سکتا ہے لیکن خدا باپ دُکھ سہہ ہی نہیں سکتا۔

۸۔ جس طرح بیٹا باپ کی طرف سے آیا ہے، اُسی طرح رُوح القدس بھی بیٹے کی طرف سے آیا ہے۔ اُس کا جوہر باپ اور بیٹے کے جوہر سے بالکل مختلف ہے۔

جب آریُسؔ سے پوچھا گیا تو اُس نے یُوں جواب دیا:-

"ہم کیا کہتے ہیں اور کیا سکھاتے ہیں؟ یہ کہ بیٹا نامولُود نہیں اور نہ ہی نامولُود خدا میں کسی طرح سے شریک ہے اور نہ ہی مادی جوہر سے ہے۔ باپ کی مرضی اور مصلحت کے مطابق وہ وقت سے پہلے اور زمانوں سے پہلے اکلوتا اور بلا تبدیل حالت میں موجود تھا۔ اِس سے پہلے کہ وہ مولُود ہُوا، یا خلق ہُوا، یا اُس کے خلق کرنے کا ارادہ تھا یا وہ قائم ہُوا وہ وجود میں نہ تھا کیونکہ وہ نامولُود تو نہیں۔" لوگ اِس لیے

---

1. Arius

ہمیں سناتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ بیٹے کی ابتدا تھی، لیکن خدا کی کوئی ابتدا نہیں۔ اور یہ بھی ہم کہتے ہیں کہ وہ عدم سے پیدا ہوا۔ ہم اس لیے یوں کہتے ہیں کیونکہ نہ وہ خدا کے جوہر میں شریک ہے اور نہ ہی کسی مادی جوہر میں شریک ہے۔"

آریت اس لیے ایک بہت ہی خطرناک بدعت ہے کیونکہ وہ مسیح کی الوہیت اور انسانیت ہر دو کا انکار کرتی ہے۔ خداوند یسوع مسیح نہ خدا ہے اور نہ ہی انسان ہے، بلکہ ایک قسم کا درمیانی دیوتا ہے۔

اُلفلاس (صفحہ نمبر ۵۸ کو دیکھیں) آریئی مسیحی تھا اور ۳۸۱ء میں جب وہ مرنے کو تھا اُس نے اپنا عقیدہ پیش کیا۔ اس میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بیٹا باپ سے کم ہستی ہے، اور رُوح القدس بیٹے سے کم تر ہستی ہے۔

"مَیں ایمان رکھتا ہوں کہ خدا ایک ہے، جو باپ ہے، اور اُس کے علاوہ اور کوئی نہیں جو غیر مولُود ہے۔"

"اور میں اُس کے اکلوتے بیٹے پر ایمان رکھتا ہُوں جو ہمارا خداوند اور خدا ہے۔ وہ کل کائنات کا خالق اور پیدا کرنے والا ہے۔ جس کی مانند اور کوئی نہیں۔ نیز سب چیزوں کا ایک ہی خدا ہے، جو ہمارے خُدا کا خدا ہے۔"

"اور مَیں ایک رُوح القدس پر ایمان رکھتا ہوں، جو منور کرنے والی اور پاک کرنے والی قدرت ہے۔ وہ نہ تو خدا ہے اور نہ ہی خداوند، بلکہ مسیح کا خادم ہے، جو سب باتوں میں بیٹے کے ماتحت اور فرمانبردار ہے، اور بیٹے کے وسیلے وہ اُس کے خدا اور باپ کے ماتحت اور فرمانبردار ہے۔"

آریت کا دَور کافی عرصے تک رہا۔

۱۔ پہلے آریئس کے پیروکار مشرق میں تھے، لیکن گیتوں کے وسیلہ سے آریئس کی تعلیم کی اشاعت وسیع پیمانہ پر ہوئی۔ اور ۳۲۵ء میں نقایہ کی مجلس عامہ اس خاص مقصد سے منعقد ہوئی کہ یہ فیصلہ کرے کہ آیا یہ درست مسیحی تعلیم ہے یا نہیں۔

۲۔ نقایہ کی مجلس نے آریت کو بدعتی تعلیم قرار دیا اور ایک ایسا عقیدہ منظور

کیا جو آریت کے خلاف تھا۔ (صفحہ نمبر ۲۲۱ دیکھیں) اُس عقیدہ کے آخر میں مجلس نے مندرجہ ذیل لعنتیں بھی درج کیں :۔

"جو کہتے ہیں کہ ایسا وقت تھا جب مسیح وجود میں نہ تھا ، یا کہ اُس کے تولّد سے پہلے وہ وجود میں نہ تھا ، یا کہ وہ عدم سے وجود میں آیا ، یا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا کے بیٹے کا جوہر یا اُس کی ذات مختلف ہے ، یا کہ وہ مخلوق ہے ، یا قابلِ تبدیلی ہے ، ایسے لوگوں کو عالمگیر اور رسولی کلیسیا لعنتی قرار دیتی ہے ۔

۳۔ جو آریس ۳۳۶ء میں فوت ہو گیا لیکن شہنشاہ قسطنطینس ۳۳۷ء تا ۳۶۱ء آریت کا حامی تھا اور اتھاناسیس جو آریت کی مخالفت کرتا تھا ، اکثر جلاوطن ہو جاتا تھا ۔ اُلفلاس گاتھوں میں اور تھیوفلس عرب میں آریت کو پھیلا رہے تھے ۔

۴۔ اس کے بعد چند اور شہنشاہ آریت کے قائل ہوئے ، تاہم سنہ ۳۸۱ء سے پہلے رومی حکومت میں آریت کا زوال شروع ہو گیا ۔

۵۔ جب گاتھوں نے سنہ ۴۷۶ء میں روم کو فتح کیا اور مغربی حکومت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ، تو اُنہوں نے اطالیہ ، ہسپانیہ ، شمالی افریقہ وغیرہ میں آریئن حکومتیں قائم کیں ۔

۶۔ شہنشاہ یوسطنیان[۱] کے سپہ سالار بلیساریس[۲] اور نرسی[۳] نے چھٹی صدی میں اطالیہ ، ہسپانیہ کا بیشتر حصہ اور شمالی افریقہ کو بزنطینی حکومت کے لیے جیت لیا ، اور وہاں اتھاناسی مسیحیت پھر قائم ہوئی اور آریئی مسیحیت جلدی سے ختم ہو گئی ۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کتب

ڈبلیو ۔ پی ۔ ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۱۹۵ تا ۲۱۰
لوئس برک ہاف	مسیحی علم الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۱۵۸
کینتھ کرگ	دعوتِ نگاہِ نو	صفحہ ۲۹ تا ۴۲
ایل ۔ بلیون جونز	مسیحی دین کا بیان	صفحہ ۸۸ تا ۱۳۲

---

۱ Justinian ۲ Belisarius ۳ Narses or Narsai

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ ہم یسوع کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔ کیا اس سے یہ مراد ہے کہ وہ کنواری مریم سے پیدا ہوا اور یُوں خدا کا بیٹا بن گیا؟ ایک گیت میں یوں لکھا ہے۔

"یسوع بیٹا بن کے آیا ہے
جس دُنیا نوں آن بچایا ہے"

(صیون کے گیت نمبر ۱۵۰)

کیا مسیحی عقیدہ کے مطابق یہ گیت درست ہے؟

۲۔ غیر مسیحی ہم سے پوچھتے ہیں کہ مسیح کس طرح خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے جبکہ خدا کی کوئی بیوی نہیں؟ کیا جواب دینے میں ہم اتھناگرس یا تھیودورس سے مدد لے سکتے ہیں اور کیسے؟

۳۔ عقیدۂ تبنیت کیا تھا؟ اس میں کیا غلطی ہے؟ زبور ۲: ۷ کی صحیح تشریح کیا ہے؟

۴۔ آریت پر ایک مضمون لکھیں۔ اس کی تیاری میں نہ صرف اس کتاب بلکہ بیریس صاحب کی کتاب سے بھی مدد لیں۔

۵۔ آریت کیوں بہت ہی خطرناک بدعت تھی؟

۶۔ آج کل واچ ٹاور (یہوواہ کے گواہ) کی بدعت میں مسیح کی ازلیت کا انکار کسی نہ کسی حد تک کلسیوں ۱: ۱۵ کی تشریح پر مبنی ہے۔ آپ اس تشریح کا کیا جواب دیں گے؟

۴۔ مسیح کا تجسم

"یسوع مسیح ..... مجسم ہو کر انسان بن گیا"

دیباچہ

مسیح کی حقیقی انسانیت اور یہ حقیقت کہ وہ ہستی جس کو ہم خدا کا بیٹا اور خدا کہتے ہیں واقعی صلیب پر مر گیا، غیر مسیحی خیالات کے لیے سب سے بڑی

ٹھوکر کا باعث تھا، خواہ یہودیوں یا یونانیوں یا زرتشتیوں کا سوال ہو۔ پولس رسول نے خوب کہا کہ

"یہودی نشان چاہتے ہیں اور یونانی حکمت تلاش کرتے ہیں، مگر ہم اُس مسیح مصلوب کی منادی کرتے ہیں جو یہودیوں کے نزدیک ٹھوکر اور غیر قوموں کے نزدیک بے وقوفی ہے"۔

خاص وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے غیر مسیحیوں کی طرح ان لوگوں نے بھی یہی سمجھا کہ انسان خدا سے قطعاً مختلف ہے حتیٰ کہ ابتدائی صدیوں کے مسیحیوں نے بھی اس بات پر زور دیا کہ خدا انسان سے مختلف ہے اور اس کا تکملہ کہ "خدا نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا کیا" (پیدائش ۱: ۲۷) اُنہوں نے گویا نظر انداز کر دیا۔

اس مشکل کو حل کرنے کے لیے مسیحی مفکروں نے طرح طرح کی کوششیں کیں جن میں مندرجہ ذیل بدعتی قرار دی گئیں۔

۱۔ دوقیتِ¹ (موہومیت) نے پیش کیا کہ مسیح صرف انسان کی شکل و صورت میں ظاہر ہوا۔ حقیقت میں نہ تو وہ مجسم ہوا اور نہ ہی وہ مصلوب ہوا۔ اُس کی انسانیت اور فنا پذیری صرف دھوکا اور موہوم ہے۔

۲۔ اپولیناریت² نے دعویٰ کیا کہ مسیح پورے طور سے انسان نہ تھا کیونکہ گو اس کا جسم تو انسان کا تھا لیکن اُس کی عقل اور اُس کی رُوح انسانی نہ تھی۔

۳۔ نسطوریت³ نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح کی انسانی ذات اُس کی الٰہی ذات سے مختلف ہے۔ مخالفوں نے کہا کہ نسطوریت مسیح کو دو اشخاص یا دو اقانیم میں تقسیم کرتی ہے۔

۴۔ مونوفیسیتیت⁴ (وحدتِ ذات) نے اس بات پر زور دیا کہ مسیح کی ذات میں وحدت ہے۔ اس سے مخالفوں نے اخذ کیا کہ مونوفیسیتیت مسیح کی انسانیت کو اس کی الوہیت میں غرق کر دیتی ہے۔

---

¹ Docetism ² Apollinarianism

³ Nestorianism ⁴ Monophysitism

۱۔ دوقیّت یا موہُومیت

لفظ دوقیت یونانی لفظ دقیوا (dokeo) سے صادر ہوتا ہے جس کا مطلب ہے "میں دکھائی دیتا ہوں، میں معلوم ہوتا ہوں"۔ دوقیت کی تعلیم یہ تھی کہ مسیح انسانی صورت میں دکھائی تو دیا لیکن یہ محض دکھاوا یا دھوکا تھا۔ اس میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ ہندو لوگوں کی جو تعلیم دیوتاؤں کے اوتاروں کے بارے میں ہے اسی طرح کی ہے۔ بے شک پرمیشور رام یا کرشن کی صورت اختیار کرتا ہے لیکن اُس صورت میں کوئی حقیقت نہیں، وہ محض مایا یا موہوم ہے۔

ایشیائے کوچک میں موہومی تعلیم پہلی صدی کے آخر سے پہلے رُونما ہوئی اور یوحنا رسول نے اُسے بہت ہی خطرناک سمجھا۔

"خدا کے رُوح کو تم اس طرح سے پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی رُوح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسّم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے۔ اور جو کوئی رُوح یسوع کا اقرار نہ کرے وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ اور یہی مخالفِ مسیح کی رُوح ہے جس کی خبر تم سُن چکے ہو کہ وہ آنے والی ہے، بلکہ اب بھی دنیا میں موجود ہے" (۱۔یوحنا ۴: ۲تا۳)۔

کوئی بیس سال کے بعد اغناطیئیوس نے اپنے خطوط میں اسی تعلیم کے خلاف لکھا اور مسیح کے حقیقی تجسّم پر بہت زور دیا۔

"پس جب خداوند یسوع مسیح سے علیحدہ کوئی شخص تمہارے ساتھ کلام کرے تو تم مت سنو۔ وہ داؤد کی نسل سے اور مریم کے شکم سے تھا، جس نے فی الحقیقت جنم لیا۔ وہ کھاتا پیتا رہا، اور پنطُس پیلاطُس کے عہد میں ستایا گیا۔ آسمانیوں اور زمینیوں اور زمین کے نیچے کے باشندوں کو دیکھتے ہوئے وہ سچ مچ مصلوب ہوا اور مر گیا۔ وہ سچ مچ مُردوں میں سے جی اُٹھا جب باپ نے اُس کو زندہ کیا۔ اسی طرح اُس کا باپ ہمیں بھی جو اُس پر ایمان رکھتے ہیں مسیح یسوع کے وسیلے سے زندہ کرے گا، کیونکہ مسیح سے علیحدہ ہم حقیقی زندگی کے مالک نہیں۔ لیکن اگر جیسا بعض دہریے

لوگ یعنی بے ایمان لوگ کہتے ہیں، اُس کا دُکھ سہنا محض خیال تھا تو وہ لوگ خود بھی محض خیال ہیں! میں کیوں بندھا ہُوا ہوں۔ اور درندوں کے ساتھ جنگ کرنے کا کیوں آرزومند ہوں؟ ایسی صورت میں مُفت مرتا ہوں اور خداوند کے بارے میں جھوٹ بولتا ہوں! (ٹرالیوں ۹ : ۱۰)۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، گیانی رہنماؤں نے روحانی تعلیمات کو اپنا لیا اور مسیح کی انسانیت، موت اور جی اُٹھنے سے منکر تھے۔ چونکہ اُنہوں نے نہ مانا کہ مسیح حقیقت میں انسان بن گیا لہٰذا اُنہوں نے اُس کے حقیقی بچہ ہونے سے انکار کیا۔ لُوقا بیان کرتا ہے کہ بچوں کی مانند وہ "بڑھتا گیا اور قوت پاتا گیا اور حکمت سے معمور ہوتا گیا" (لوقا ۲ : ۴۰) اور انجیل میں کہیں ذکر نہیں کہ بچپن کے دنوں میں مسیح نے کوئی معجزہ دکھایا۔ لیکن گیانی یہ سمجھ کر کہ اس کی انسانیت بے حقیقت تھی اور الٰہی قدرت کا صرف پردہ تھی، یہ پیش کرتے تھے کہ بچپن میں بھی اُس نے معجزے کیے جس سے اُس کی الٰہی ہستی ظاہر ہوئی۔ ایک گیانی کہانی یوں ہے کہ مسیح کہیں دوڑ رہا تھا اور کوئی دوسرا بچہ غلطی سے اُس سے ٹکرا گیا۔ یسوع نے فوراً اس بچہ پر لعنت کی اور بچہ منہ کے بل گر کر مر گیا۔ ایک اور کہانی اسی وجہ سے دلچسپی رکھتی ہے کہ اہلِ اسلام اکثر اس کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ ایک غیر ملہم کتاب میں پائی جاتی ہے جس کا عنوان توما رسول کی انجیل ہے۔ یہ دوسری صدی کی ہے۔ قصہ یوں ہے۔

"جب ننھا یسوع پانچ سال کا لڑکا تھا تو وہ کسی ندی کے گھاٹ کے پاس کھیل رہا تھا۔ اس نے نرم مٹی سانی اور اُس میں سے بارہ چڑیاں بنائیں۔ یہ سبت کا دن تھا۔ ایک یہودی یسوع کو سبت کے دن کھیلتے دیکھ کر فوراً جا کر اُس کے باپ یوسف کو بتانے گیا۔ یوسف اُسی جگہ آیا اور یسوع کو دیکھ کر کہنے لگا تم کیوں سبت کے دن یہ کرتے ہو؟ یہ روا نہیں۔ مگر یسوع نے تالی بجا کر چڑیوں سے پکار کر کہا جاؤ! اور چڑیاں چوں چوں کرتی ہوئی اُڑ گئیں"۔ اس کہانی کا ذکر قرآن شریف سورۃ ۳ : ۴۸ اور سورۃ ۵ : ۱۱۰ میں ملتا ہے۔

ب۔ اپولیناریت نسطوریت اور منوفیسیت

ہم مندرجہ بالا تین بدعتوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس لیے اکٹھا کرتے ہیں

کیونکہ یہ تاریخی لحاظ سے ایک دوسرے سے تعلق رکھتی ہیں۔ کسی نہ کسی حد تک نسطوریت اپولیناریت کا ردِّ عمل تھا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مونوفیسیت نسطوریت کا ردِّ عمل تھا اور پھر خلقیدون کی مجلسِ عامہ میں ان دونوں نظریات کے مابین ترکیب پانے کی کوشش ہوئی۔

اس سے پہلے کہ ہم اُن بدعات پر غور کریں یہ ضروری ہے کہ ہم چار الفاظ کا ذکر کریں جن کے استعمال میں یک جہتی نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمیاں ہو گئیں۔

۱۔ یونانی لفظ "پراسوپن" (πρόσωπον) جس کا سریانی ترجمہ "پرسوپ" تھا، شروع میں اقنوم کا ترجمہ تھا، یعنی پاک ثالوث کے تین اقانیم میں سے ایک اقنوم۔

۲۔ یونانی لفظ "ہیپاسطسس" (ὑπόστασις) جس کا سریانی ترجمہ "قنوم" تھا شروع میں ذات کا ترجمہ تھا، یعنی مسیح کی الٰہی ذات اور انسانی ذات۔ تاہم اپولینار اور بعد کے اکثر مسیحی علماء نے اس لفظ سے اقنوم کا ترجمہ کیا۔ خلقیدون کی مجلسِ عامہ نے ان دونوں الفاظ "پراسوپن" اور "ہیپاسطسس" سے ایک ہی معنی نکالا یعنی اقنوم۔

۳۔ یونانی لفظ "فیسس" (φύσις) بعد میں ذات کا ترجمہ بن گیا۔

یونانی لفظ	پراسوپن πρόσωπον	ہیپاسطسس ὑπόστασις	فیسس φύσις
پہلے معنی	اقنوم	ذات	
بعد میں معنی		اقنوم	ذات

۴۔ یونانی لفظ تھیوطاکس (θεοτόκος) کا ترجمہ "خدا کی جننے والی" یا "مادرِ خدا" ہے، اور یہ مقدسہ مریمؑ کے لیے استعمال ہوا۔ نسطوریوں نے سمجھا کہ اس لفظ کو بدعتی قرار دیا کہ اس سے یہ مراد تھا کہ مریمؑ مسیح کی الٰہی ذات کی ماں تھی۔ دوسروں نے اس لفظ میں یہ حقیقت پائی کہ جب مقدسہ مریمؑ حاملہ ہوئیں تو جو اُس کے پیٹ میں تھا وہ خدائے مجسم تھا۔

جب ہم نسطوریت، مونوفیسیت اور خلقیدونی مجلسِ عامہ اور اس کے نتائج پر غور کرتے ہیں تو ہم یہ بھی محسوس کرتے ہیں کہ غلط فہمیوں کے علاوہ چند غیر الٰہیاتی

باتیں تھیں، جن کی وجہ سے کسی ایک عقیدہ کے پیروکار کسی دوسرے عقیدہ کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔

ا۔ سکندریہ، انطاکیہ اور قسطنطنیہ کے بطارقہ ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے تھے اور پاپائے روم نے اپنا اختیار جتانے کی بھی کوشش کی۔ سکندریہ میں ایک مشہور مسیحی مدرسہ تھا۔ اور چوتھی صدی کے آخر میں انطاکیہ کا مدرسہ اُس کا مقابلہ کرنے لگا۔ سکندریہ کا مدرسہ مسیح کی الوہیت پر زور دیتا تھا۔ نیز اوریگین کی طرح کتاب مقدس کی تمثیلی تشریح کرتا تھا۔ انطاکیہ کے مدرسہ کا پہلا مشہور معلم دیودورس مسیح کی انسانیت پر زور دیتا تھا، اور بائبل کی لفظی اور تاریخی تشریح کا حامی تھا۔ اس کا ذکر صفحہ ۲۵ پر ہو چکا ہے۔ ۳۵۰ء میں دیودور کی کتب کے تراجم ہندوستان میں بھیجے گئے۔ دیودور کے دو مشہور شاگرد تھے، یعنی تھیودور از میپسویسطیہ اور یوحنا فم الذہب۔ ۳۹۸ء میں یوحنا قسطنطنیہ کا بطریق بن گیا۔ سکندریہ کا بطریق تھیوفلس اُس کا مخالف تھا اور ۴۰۳ء میں اُس نے ملکہ یوڈاکسیہ کے ساتھ مل کر یوحنا کو برطرف کیا اور جلاوطن کر دیا۔ ۴۲۸ء میں دیودور کا ایک اور شاگرد نسطوریس[1] قسطنطنیہ کا بطریق بن گیا۔ اُس نے کوشش کی کہ سکندریہ کے بطریق قورلوس کو بدعتی ثابت کرے۔ انطاکیہ کا بطریق یوحنا نسطوریس کا ہمدرد تھا۔ تاہم ۴۳۱ء میں قورلوس کامیاب نکلا اور نسطوریس برطرف اور جلاوطن ہو گیا۔ ۴۴۸ء میں فلاویان[2] نے جو قسطنطنیہ کا بطریق تھا یوطخیس[3] منوفیسی کو کلیسیا سے خارج کر دیا، لیکن ۴۴۹ء میں سکندریہ کے بطریق دیوسقورس[4] نے فلاویان کو برطرف کر دیا۔ ۴۵۱ء میں کسی نہ کسی حد تک پاپائے روم لیو کے اثر سے دیوسقورس کی برطرفی اور جلاوطنی ہو گئی۔ اِس قسم کی پارٹی بازی نے جس میں رومی شہنشاہوں سے مدد لی جاتی تھی، کافی خرابیاں پیدا کیں، اور ان میں سے ایک بے شک یہ تھی کہ لوگ ایک دوسرے کا نقطۂ نگاہ سمجھنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

ب۔ ملت پروری نے بھی ان جھگڑوں میں حصہ لیا۔ مثال کے طور پر جب بزنطینی شہنشاہوں نے خلقیدون کی توضیح کو قبول کیا تو سریانی اور مصری جو ان سے آزاد ہونا چاہتے تھے غیر خلقیدونی یا منوفیسی عقیدہ پسند کرنے لگے تو اس کے برعکس ساسانی حکومت کی کلیسیا نے رومی حکومت کی کلیسیا سے آزاد ہونے کا یہ ثبوت دیا

---

[1] Nestorius [2] Flavian [3] Eutycnes [4] Dioskoros

ر اُس نے نسطوری عقیدہ قبول کیا۔ چونکہ آرمینیہ کی کلیسیا فارسی حکومت اور کلیسیا سے آزاد ہونا چاہتی تھی، لہٰذا اُس نے نسطوریت کے ڈر سے خلقیدون کی توضیح کو بھی قبول نہ کیا اور غیر خلقیدونی بن گئی۔

ج :۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شخصیتوں نے ان جھگڑوں میں حصہ لیا۔ نسطوریس جلد باز آدمی تھا اور حکمت عمل سے خالی۔ قورلوس امنگ بھرا اور پارٹی باز تھا۔ کلیسیائے مشرق نے تھیوڈور اور موپسوئسطیہ کی بہت زیادہ عزت کی کیونکہ وہ روحانی اور نیک چلن تھا، اور اسی وجہ سے زیادہ تیار تھی کہ نسطوری عقیدہ قبول کرے۔

تاہم یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ نسطوری، مونوفیسی اور خلقیدونی عقیدوں میں فرق تو ضرور تھا، البتہ اہم سوال یہ ہے کہ آیا یہ اختلافات اتنے شدید تھے کہ یہ ضروری تھا کہ وہ ایک دوسرے کو لعنتی اور بدعتی قرار دیں؟

اپولیناریت

لودیکیہ کے اپولیناریس[۱] کی تعلیم جو کہ قریباً ۳۱۰ء تا ۳۹۰ء کا تھا، یوں تھی کہ حالانکہ بنی نوع انسان میں جسم، عقل اور رُوح تینوں موجود ہیں، لیکن خداوند یسوع مسیح میں نہ کوئی انسانی عقل یا رُوح، بلکہ صرف انسانی جسم اور خدا کا کلمہ موجود تھے، اور یہ دونوں مخلوط ہو گئے تھے۔ اپولیناریس کے اپنے الفاظ یوں ہیں :۔

"مسیح کا جسم اپنے آپ کو آسمانی حکمران عنصر[۲] (یعنی کلمہ) سے متحد ہو کر اُس سے مخلوط ہو گیا، چنانچہ محرک اور متحرک کے اختلاط سے ایک واحد زندہ ہستی معرض وجود میں آئی۔"

"اُس خدا انسان[۳] میں الٰہی زور (یعنی کلمہ) وہ کام سرانجام دیتا ہے جو کہ زندگی بخش رُوح اور انسانی عقل (عام انسان میں) کرتے ہیں۔"

"(مسیح ایک واحد مجسم ذات تھا)۔ کسی کا جسم اپنے آپ کوئی ذات نہیں کیونکہ نہ وہ اپنے آپ کو زندگی بخش سکتا ہے اور نہ ہی ہم اُس کو اُس شے سے علیحدہ کر سکتے ہیں جو اُسے زندگی دیتی ہے، لہٰذا مسیح کا جسم اپنے آپ میں کوئی ذات نہیں۔ ساتھ ہی ہم کلمہ کو اپنی مجسم حالت سے

---

[۱] Apolinaris of Laodicea

[۲] Governing Principle [۳] God-Man

علیحدہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی اُسے علیحدہ ذات کا نام دے سکتے ہیں کیونکہ مسیح اس دنیا میں جسم میں اور کبھی جسم سے علیحدہ نہیں رہتا تھا۔

۳۷۷ء میں پاپائے روم دماسکس نے اپولیناریت کے خلاف یہ لکھا کہ اگر مسیح میں انسانی ذات مکمل نہیں تو انسان کی نجات بھی مکمل نہیں۔ آدم اور حوا کے گناہ کا آغاز عقل خیال سے ہوا چنانچہ بنی نوع انسان کی عقل گری ہوئی ہے اور اُس کو نجات کی ضرورت ہے۔ اگر مسیح عقلی طور پر انسان نہ ہوتا تو وہ انسان کی عقل کو کس طرح رہائی بخش سکتا۔ حقیقت میں

"کامل خدا نے مکمل انسان کو اپنا لیا۔"

۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی مجلس عامہ نے اپولیناریت کو بدعتی قرار دیا اور رومی حکومت نے اپولیناری جماعتوں کی عبادت کو منع کیا۔ گو اپولیناریت کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا، تاہم اُس کا مونوفیسیت پر کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور ہوا۔ مونوفیسی بھی اس بات کو اپنانے والے تھے کہ مسیح کی "ایک واحد مجسم ذات" ہے۔

نسطوریت

انطاکیہ کے مدرسہ کے معلم مسیح کی حقیقی انسانیت کے قائل تھے۔ اُنہوں نے سمجھا اور درستی سے پہچان لیا کہ آریت اور اپولیناریت دونوں ایک ایسے مسیح کو پیش کرتے تھے جو نہ حقیقی خدا تھا اور نہ ہی حقیقی انسان بلکہ ایک درمیانی ہستی تھا، جس سے نجات نہیں ہو سکتی ہے۔ چونکہ اپولیناریت نے مسیح کی ذات کو مخلوط ذات کہا، لہٰذا انطاکیہ کے مفکر اس بات پر زور دینے لگے کہ مسیح کی الٰہی ذات اُس کی انسانی ذات سے مختلف ہے، اور یہ بھی کہ دونوں ذاتیں ایک دوسرے سے مخلوط ہوئے بغیر متحد ہو گئی تھیں۔ ہم تین نسطوری معلّموں سے اقتباسات پیش کریں گے، پہلے دیوڈور ترسی سے اور پھر دیوڈور کے دو شاگردوں سے یعنی تھیوڈور اور نسطورئیس سے۔ گو بدعت نسطورئیس سے نامزد ہوئی لیکن درحقیقت وہ تخلیقی مفکر تو نہ تھا۔ سب سے اہم نسطوری عالم تھیوڈور ہی تھا۔

۱۔ دیوڈور ترسی

دیوڈور انطاکیہ کا باشندہ تھا اور پہلے ایک راہب خانہ کا سردار بن گیا۔ ۳۷۸ء

علیحدہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی اُسے علیحدہ ذات کا نام دے سکتے ہیں کیونکہ مسیح اس دنیا میں جسم میں اور کبھی جسم سے علیحدہ نہیں رہتا تھا۔

۳۷۷ء میں پاپائے روم دماسکس نے اپولینارتیت کے خلاف یہ لکھا کہ اگر مسیح میں انسانی ذات مکمل نہیں تو انسان کی نجات بھی مکمل نہیں۔ آدم اور حوا کے گناہ کا آغاز عقلی خیال سے ہوا۔ چنانچہ بنی نوعِ انسان کی عقل گری ہوئی ہے اور اُس کو نجات کی ضرورت ہے۔ اگر مسیح عقلی طور پر انسان نہ ہوتا تو وہ انسان کی عقل کو کس طرح رہائی بخش سکتا؟ حقیقت میں

"کامل خدا نے مکمل انسان کو اپنا لیا۔"

۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی مجلس عامہ نے اپولینارتیت کو بدعتی قرار دیا اور رومی حکومت نے اپولینیارس کی جماعتوں کی عبادت کو منع کیا۔ گو اپولینارتیت کا جلد ہی خاتمہ ہو گیا، تاہم اُس کا مونوفیسیت پر کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور ہوا۔ مونوفیسی بھی اس بات کو اپنانے والے تھے کہ مسیح کی "ایک واحد مجسم ذات" ہے۔

نسطوریت

انطاکیہ کے مدرسے کے مُعلّم مسیح کی حقیقی انسانیت کے قائل تھے۔ اُنہوں نے سمجھا اور درستی سے پہچان لیا کہ آریت اور اپولینارتیت دونوں ایک ایسے مسیح کو پیش کرتے تھے جو نہ حقیقی خدا تھا اور نہ ہی حقیقی انسان بلکہ ایک درمیانی ہستی تھا، جس سے نجات نہیں ہو سکتی ہے۔ چونکہ اپولینارتیت نے مسیح کی ذات کو مخلوط ذات کہا، لہٰذا انطاکیہ کے مفکر اس بات پر زور دینے لگے کہ مسیح کی الٰہی ذات اُس کی انسانی ذات سے مختلف ہے، اور یہ بھی کہ دونوں ذاتیں ایک دوسرے سے مخلوط ہوئے بغیر متحد ہو گئی تھیں۔ ہم تین نسطوری مُعلّموں سے اقتباسات پیش کریں گے، پہلے دیودور ترسی سے اور پھر دیودور کے دو شاگردوں سے یعنی تھیودور اور نسطوریس سے۔ گو بدعت نسطوریس سے نامزد ہوئی لیکن درحقیقت وہ تخلیقی مفکر تو نہ تھا۔ سب سے اہم نسطوری عالم تھیودور ہی تھا۔

۱- دیودور ترسی

دیودور انطاکیہ کا باشندہ تھا اور پہلے ایک راہب خانہ کا سردار بن گیا [illegible]ء

میں شہنشاہ ویلنس نے اُسے آرمینیہ میں جلاوطن کیا لیکن وہ بعد میں واپس آیا اور ۳۷۸ء میں ترسس کا بشپ بن گیا۔ وہ قریباً ۳۹۰ء میں فوت ہوگیا۔

دیوڈورس نے سکھایا کہ خدا کے کلمہ نے انسانی جسم "پہن لیا" اور یہ بھی کہ وہ جسم کے "مقدس" میں رہنے کے لیے آیا۔ ہمیں ہر وقت پہننے والے کلمہ اور پہنے ہوئے جسم میں امتیاز کرنا چاہیئے، اور یہ بھی کہ الٰہی ذات انسانی ذات کی ہیکل میں رہتی ہے لیکن دونوں ذاتیں مخلوط نہیں ہوتیں۔ تھیوڈور نے زیادہ وضاحت سے ان باتوں کو پیش کیا۔ لیکن دیوڈورس نے ایک اور بات پیش کی جو یوں ہے:-

"جب تک جسم مریم کا تھا اور اس سے پہلے کہ کلمہ نے اُسے پہن لیا، اُس وقت تک وہ خاکی ہونے کی حیثیت سے دیگر جسموں سے مختلف نہ تھا۔ جس طرح لاوی نے (ابرہام کے) صُلب میں ہوتے ہوئے دہ یکی دی اور پیدا ہونے پر عزت حاصل کی (عبرانیوں ۷: ۹تا ۱۰) اُسی طرح خداوند کنواری کے پیٹ میں ہوتے ہوئے اُسی کے جوہر سے تھا، اور اُس کو بیٹا ہونے کی عزت نہ ملی۔ لیکن جب اُس کی تشکیل ہو چکی تھی اور خدا کلمہ کا مقدس بن گیا تھا اور اکلوتے کو پا لیا تھا تو اُس کو (بیٹے کے) نام کی عزت ملی، اور بعد میں بیٹے کی طرف سے اُسے اور بھی عزت ملی۔"

دیوڈورس کا مطلب یہ ہے کہ جب مریم رُوح القُدس کی قدرت سے حاملہ ہوئی تو جو اُس کے پیٹ میں تھا وہ خدا کا بیٹا نہ تھا بلکہ صرف بیٹے کی انسانی ذات تھی۔ پھر جب بچہ پیدا ہُوا اُسی وقت خدا کا کلمہ یا بیٹا اُس جسم میں آیا اور وہ بچہ خدا کا بیٹا کہلانے کا حقدار بن گیا۔ بہ الفاظ دیگر مسیح کا تجسم اُس وقت نہیں ہُوا جب وہ پیٹ میں پڑا بلکہ اُس وقت جب وہ پیدا ہُوا۔

مجھے کوئی ثبوت نہیں ملا کہ تھیوڈور یا نسطوریس نے یہ بات سکھائی۔ لیکن اُن کے مخالفوں نے اُن پر بھی یہ الزام لگایا، اور اُن کے الفاظ کو اسی طرح سمجھنے کی کوشش کی۔ مثلاً تھیوڈور نے لکھا کہ

"فطری اعتبار سے مریم مادرِ انسان تھی کیونکہ جو اُس کے پیٹ میں تھا اور اُس کے بطن سے پیدا ہُوا وہ انسان تھا۔ نیز وہ مادرِ خدا بھی ہے کیونکہ خدا اُس انسان کے اندر تھا جو اُس سے پیدا ہُوا۔"

موپس ورزانطاکیہ نے ان الفاظ میں دیوڈورس کی سی تعلیم پائی، لیکن میری دانست میں ان کا مطلب ہے کہ مسیح کی پیدائش سے پہلے بھی الٰہی ذات اُس جسم میں سکونت پذیر تھی۔ لہٰذا مقدسہ مریم مادرِ انسان بھی ہیں، اور مادرِ خدا بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب ۴۸۶ء میں کلیسیائے مشرق نے نسطوری عقیدہ قبول کیا۔ اُس کے ایمان کے اقرار میں یہ الفاظ شامل تھے کہ "پیٹ میں پڑنے کے پہلے لمحے سے ہی الٰہی انسانی ذاتوں کا اتحاد ہُوا، اور آج تک کلیسیائے مشرق کی یہی تعلیم ہے۔

۲۔ تھیوڈور از موپسوئسطیہ

اس کا اس سے پہلے کچھ ذکر تو ہو چکا ہے۔ (حصہ دوم: ۸۵-۹۱؛ ۱۳۹-۱۴۰؛ ۱۱۰-۲۱۲؛ ۱۴۹) تاہم یہ بجا ہے کہ یہاں ہم اُس کی زندگی کے بارے میں چند معلومات جمع کریں۔ وہ قریباً سن ۳۵۰ء میں پیدا ہُوا اور اُس نے پہلے بُت پرست معلم لبانیئس کے ماتحت فنِ تقریر سیکھ لیا۔ پھر سن ۳۶۹ء میں وہ بطور شاگرد انطاکیہ کے اُس راہب خانہ میں داخل ہوا جہاں دیوڈور معلم تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے شادی کرنے کی تجویز کی لیکن اُس کے دوست یوحنا فم الذہب نے اُس کو قائل کیا کہ راہبانہ زندگی نہ چھوڑے اور وہ دس سال تک راہب خانہ میں رہا۔ سن ۳۸۳ء میں وہ پاسبان بن گیا اور سن ۳۹۲ء میں وہ کلکیہ کے شہر موپسوئسطیہ کا بشپ بن گیا۔ باقی ماندہ زندگی اُس نے اپنے مستقل حلقہ میں بسر کی جہاں وہ نیک چال چلن ریاضت اور تعلیم کے لیے مشہور ہو گیا۔ اپنے جلاوطنی اور دُکھ کے دنوں میں یوحنا فم الذہب نے تھیوڈور کی وفاداری و دوستی کو یاد کر کے تسلی پائی۔ سن ۴۲۸ء میں جس سال نسطوریس قسطنطنیہ کا بطریق بنا، اُسی سال تھیوڈور اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا۔

جیسے کہ ہم دیکھ چکے ہیں، تھیوڈور کتابِ مقدس کی لفظی اور تاریخی تشریح کا حامی تھا۔ مسیح کے تجسم کے بارے میں اُس کی مرکزی تعلیم دو حوالہ جات کی لفظی تشریح پر مبنی ہے۔ فلپیوں ۲: ۷ میں پولس رسول نے لکھا تھا کہ مسیح نے

"اپنے آپ کو خالی کر دیا اور خادم کی صورت اختیار کی":

اس سے تھیوڈور نے یہ اخذ کیا کہ مسیح خود خادم کی صورت نہ تھا بلکہ خدا کے کلمہ نے گویا خادم کی صورت کو پہن لیا۔ پھر یوحنا ۲: ۱۹ میں مسیح کے اپنے الفاظ یوں ہیں کہ

"اس مقدس کو ڈھا دو تو میں اُسے تین دن میں کھڑا کر دوں گا"۔ اور اکیسویں آیت میں یوحنا رسول اس کی یوں تشریح کرتا ہے۔

"اس نے اپنے بدن کے مقدس کی بابت کہا"

تھیوڈور نے اِن الفاظ سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خدا کا کلمہ مسیح کے جسم کے مقدس سے مختلف ہے۔ مسیح مقدس تو ہے نہیں لیکن وہ مقدس میں رہتا ہے اور اسی نے تین دن میں مقدس کو کھڑا کر دیا۔ پھر بھی تھیوڈور نے بار بار اصرار کیا کہ ان دونوں ذاتوں کا حقیقی اور دائمی اتحاد ہو چکا ہے۔

"یسوع مسیح اُس آدمی کا نام ہے جس کو خدا نے چن لیا۔ مسیح کی دو ذاتیں ہیں اور پھر بھی وہ ایک ہی اقنوم ہے۔ جب ہم دو ذاتوں کا ذکر کرتے ہیں تو ہم یہ کہنے پر مجبور نہیں کہ دو خدا یا دو بیٹے ہیں۔ وہ ذات کے لحاظ سے دو تو ہیں مگر اتحاد کے لحاظ سے ایک ہیں، ذات کے لحاظ سے دو، کیونکہ ذاتوں کا آپس میں بہت ہی فرق ہے، لیکن اتحاد کے لحاظ سے ایک، کیونکہ جس طرح ہم پہننے والے کی عبادت کرتے ہیں اُسی طرح ہم پہنے ہونے کی بھی عبادت کرتے ہیں، کیونکہ یہ وہ مقدس ہے جس سے وہ جو اُس میں رہائش پذیر ہے ہرگز ہرگز علیحدہ نہیں ہونے کا"۔

ایک طویل اقتباس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تھیوڈور نے کس حد تک فلپیوں ۲: ۶ اور یوحنا ۲: ۱۹ اور ۲۱ کی تشریح کی۔ ترجمہ میں لفظ "بیٹے" سے مسیح کی الٰہی ذات مُراد ہے اور لفظ "یسوع" سے مسیح کی انسانی ذات مُراد ہے۔

"عقیدہ میں ہم پڑھتے ہیں کہ "وہ ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے واسطے آسمان سے اُتر آیا۔" بیٹے کا اُتر آنا کیا ہے اور اس سے کیا مقصود ہے؟ کیا انسان نے یقین کیا کہ بیٹے نے اپنے آپ کو یہاں تک پست کر دیا کہ وہ انسان کے مشابہ ہو گیا اور اُس نے خادم کی صورت اختیار کی؟ بیٹا ہماری نجات کے واسطے کیوں انسان بن کر سب بنی نوع انسان کے سامنے ظاہر ہوا؟ بیٹے نے کیوں اُس آدمی یسوع کی ذات کی ساری خصوصیات اپنے آپ پر پہن لیں؟ بیٹے نے یسوع کو اپنی قدرت کی بدولت کامل کیا، چنانچہ اُس نے یسوع کو اُس کی جسمانی

ذات کے موافق جسمانی طور پر مرنے دیا، تاہم فضل کے ایک عمل
سے بیٹے نے یسوع کے ساتھ رہ کر اُسے حقیقی موت اور قبر میں
سڑنے سے بچایا (اعمال ۲: ۲۷)۔ بیٹے نے یسوع کو مُردوں میں سے
جلایا اور اعلےٰ عزت کے لائق بنایا۔ اسی کے مطابق بیٹے نے کہا
کہ اِس مقدس کو ڈھا دو، تو میں اِسے تین دن میں کھڑا کر دوں گا۔
چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا۔ صلیب کے موقع پر بھی بیٹا
یسوع سے جُدا نہیں ہوا لیکن اُس کے ساتھ یہاں تک رہا کہ یسوع
نے بیٹے سے مدد پا کر موت کے بند کھول دیے (اعمال ۲: ۲۴)۔
بیٹے نے یسوع کو مُردوں میں سے جلا کر ہمیشہ کی زندگی میں منتقل کر دیا
اور اُسے غیر فانی، لازوال اور لاتبدیل بنایا اور آسمان پر چڑھایا۔ یُوں
یسوع اب خدا کی دہنی طرف بیٹھا ہے اور جیسے مبارک پولس رسول
گواہی دیتا ہے" ، یسوع ہر طرح کی حکومت اور اختیار اور قدرت
اور ریاست اور ہر ایک نام سے بہت بلند ہے، جو نہ صرف اِس
جہان میں بلکہ آنے والے جہان میں بھی لیا جائے گا۔ (افسیوں ۱: ۲۱)۔
چنانچہ ساری مخلوقات اِس لیے یسوع کو سجدہ کرتی ہے کہ اُس کا خدا
سے، ایک گہرا اتحاد ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مندرجہ بالا بیان میں معلوم ہوتا ہے کہ مسیح دو شخصیتوں
کا مالک ہے اور ایک اقنوم نہیں۔ تاہم تھیوڈور ایک ایسی مشکل کا حل نکالنا چاہتا
تھا جو آج بھی اُن لوگوں کی طرف سے درپیش ہے جو یہ کہتے ہیں کہ الوہیت اور
انسانیت میں کسی قسم کی موافقت نہیں۔ چند سال ہوئے ایک مسلمان بھائی نے
مجھ سے کہا کہ "یہ کس طرح ممکن ہے کہ مسیح خدا ہو؟ اگر مسیح خدا تھا تو وہ مؤا نہیں
اور اگر وہ مر گیا تو وہ خدا نہیں کیونکہ خدا جو دنیا کو سنبھالتا ہے کس طرح مر سکتا
ہے؟" میرا مختصر سا جواب یُوں تھا۔

"جب مسیح مر گیا تو اُس کا جسم مر گیا لیکن اُس کی رُوح نہیں مری بلکہ عالم ارواح
میں اُتری۔ مسیح کا جسم قربان ہوا لیکن کی رُوح نے وہ قربانی خدا باپ کے حضور
نذر کی۔ مسیح قربانی بھی تھا اور سردار کاہن بھی تھا۔" میں نے عبرانیوں ۹: ۱۴ کے
یہ الفاظ ثبوت کے طور پر پیش کیے۔

مسیح . . . نے اپنے آپ کو ازلی رُوح کے وسیلے سے خدا
کے سامنے بے عیب قربان کر دیا۔"

میرے اس بیان میں بے شک یہ خطرہ موجود تھا کہ میں مسیح کی رُوح اور جسم سے گویا دو مسیح پیش کروں حالانکہ وہ ایک ہی نجات دہندہ ہے۔

۳۔ نسطوریس

تقریباً ۳۸۱ء میں پیدا ہُوا اور انطاکیہ کے راہب خانہ اور مدرسہ کا طالب علم تھا۔ بعض علما کہتے ہیں کہ وہ دیوڈور کا شاگرد تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ اس نے تھیوڈور سے تعلیم حاصل کی۔ وہ ایک موثر واعظ تھا اور ۴۲۸ء میں وہ قسطنطنیہ کا بطریق بن گیا۔ شروع ہی سے اسکندریہ کا بطریق ثورلوس اُس کا تعلیمی اور سیاسی لحاظ سے دشمن تھا اور ۴۳۱ء میں ثورلوس کے اثر سے افسس کی مجلس عامہ نے نسطوریس کو برطرف کر دیا۔ ۴۳۶ء تک وہ انطاکیہ کے راہب خانہ میں رہا۔ پھر وہ مصر کے ریگستانی ملک میں جلاوطن کیا گیا اور اس کے بعد کافی تنگ حالی میں تقریباً پندرہ سال تک زندہ رہا۔ اُس نے ۴۵۱ء میں خلقیدون کی مجلس عامہ کے بارے میں خبریں سُنیں، لیکن معلوم نہیں کہ اُس کے بعد کب تک زندہ رہا۔

ہم نے دیکھا ہے کہ تھیوڈور نے لفظ "مادرِ خدا" کو قبول کیا۔ لیکن اس بات پہ اصرار بھی کیا کہ مقدسہ مریم "مادرِ انسان" ہے۔ نسطوریس نے سمجھا کہ لفظ "مادرِ خدا" خطرناک اور بدعتی ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کی اُلوہیت مریم سے پیدا ہوئی۔ اُس نے کوشش کی کہ اپنے علاقہ بطریقیہ میں اس لفظ کا استعمال بند کرے اور اس کی جگہ لفظ "مادرِ مسیح" لگا دے۔ اس بات میں نسطوریس کی کوششوں کی کچھ نہ کچھ مخالفت اس لیے ہوئی کہ لوگ مقدسہ مریم کو خاص عزت اور احترام دینے لگے تھے اور اس کو "مادرِ خدا" کہنا پسند کرتے تھے۔

ربولہ جو ۴۱۱ء تا ۴۳۵ء ایڈیسہ کا بشپ تھا نسطوریس کے خلاف ایک وعظ میں "مادرِ خدا" کے حق میں یُوں کہتا ہے تاکہ غلط فہمیاں دُور ہو جائیں:-

"ہم پاک کنواری کو اس وجہ سے مادرِ خدا نہیں مانتے کہ وہ کل

الوہیت کی والدہ تھی۔ بلکہ اس لیے کہ جب خدا کلمہ مجسّم ہوا تو وہ مریم سے پیدا ہوا۔ مطلب یہ نہیں کہ مبارک کنواری سے ہمارا خداوند وجود میں آیا کیونکہ ابتدا میں کلمہ باپ کے ساتھ تھا؛

اُس نے کہا کہ یہ نام "مادرِ خدا" اس لیے مریم کے لیے موزوں ہے کہ جب کہ آسمان پر خدا کلمہ کی کوئی ماں نہ تھی، پھر بھی "کلمہ کے ارادہ کے مطابق مریم زمین پر خدا کلمہ کی ماں بن گئی۔"

نسطوریس کی تعلیم زیادہ تر تھیوڈور کی تعلیم کی مانند تھی، لیکن اُس نے زیادہ جوش سے اُس کو پیش کیا۔ اُس کا ایک مشہور قول ہے:

"میں ذاتوں کو جداگانہ سمجھتا ہوں مگر عبادت کو متحد کرتا ہوں۔"

تھیوڈور کی طرح اُس نے کہا کہ مسیح میں الٰہی اور انسانی ذاتیں اس طرح متحد ہو چکی ہیں کہ اُن کا پھر علیحدہ ہونے کا سوال نہیں پیدا ہو سکتا، لیکن اس نے یہ بھی کہا کہ ان کا اتحاد مرضی سے ہوتا ہے:

"خدا کلمہ کا انسانی جسم اور رُوح کے ساتھ جو اتحاد ہے نہ فُسس کے مطابق اور نہ ہی ہپاسطسس کے مطابق ہے، بلکہ مرضی کی بات ہے۔ مسیح اتحاد کا پراسوپن ہے۔ دونوں ذاتیں ایک ہی پراسوپن میں متحد ہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ فُسس اور ہپاسطسس سے ذات مُراد ہے اور پراسوپن سے اقنوم مُراد ہے، لیکن نسطوریس کے مخالفوں نے سمجھا کہ اُس نے مسیح میں دو اقانیم کو منسوب کیا تھا۔

قورلوس از سکندریہ اور افسس کی مجلسِ عامہ

سنہ ۴۱۲ء میں جب سکندریہ کے اُسقفِ بطریق تھیوفلس نے وفات پائی، جس نے یوحنا فم الذہب کو سنہ ۴۰۳ء میں جلاوطن کیا تھا، تو اُس کا بھانجا قورلوس اُس کی جگہ مسند نشین ہوا۔ رومن کیتھولک اور یونانی راسخ الاعتقاد کلیسیائیں دونوں اُس کو مُقدّس قورلوس تسلیم کرتی ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا عالم اور تخلیقی مفکر تھا۔ لیکن کردار میں وہ اقتدار پسند اور پارٹی باز تھا، اور اپنے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے ہر ممکن جائز و ناجائز طریقہ استعمال کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔

سکندریہ میں ایک مشہور خاتون مُعلّم کا کام کرتی تھی۔ اُس کا نام ہپاطیشیہ تھا اور گو وہ اخلاقاً غیر مسیحی تھی، تاہم مسیحی بھی اُس کی بہت عزت کرتے تھے۔ کچھ ایسی افواہیں تھیں کہ قورلوس کا ایک مخالف اُس کے پاس صلاح مشورہ کے لیے جایا کرتا تھا۔ قورلوس نے اپنی پارٹی کے چند لوگوں کو اُبھارا اور اُنہوں نے ہپاطیشیہ کو اُس کی گاڑی سے گھسیٹ کر ایک گرجا گھر میں اینٹوں سے مار ڈالا۔

چنانچہ جب نسطوریس قسطنطنیہ کا بطریق بن کر اپنی تعلیم دوسروں پر ٹھونسنے لگا، تو قورلوس ہر طریقہ سے اُس کی مخالفت کرنے لگا۔ ۴۲۹ء میں اُس نے پاپائے روم کو قائل کیا کہ ایک سینڈ فراہم کرکے نسطوریس کی تعلیم کے بارے میں فیصلہ کرے کہ وہ بدعتی ہے۔ ۴۳۰ء میں روم کی سینڈ میں قرار پایا کہ نسطوریس بدعتی تھا اور قورلوس کو ہدایت دی کہ وہ اُس فیصلہ پر عمل کرے۔ قورلوس نے فوراً سکندریہ میں ایک اور سینڈ بلائی اور روم کے فیصلہ کی تائید کی۔ اُس نے ساتھ ہی ایک کھُلی چٹھی نسطوریس کے نام لکھی جس میں اُس نے نسطوریس کی تعلیم کی ملامت کی اور اپنا نظریہ وضاحت کے ساتھ پیش کیا، اور آخر میں نسطوریس کے خلاف بارہ لعنتیں شائع کیں، یعنی اُس نے اِس طریقہ سے لکھا "اگر کوئی ایسی تعلیم دینے کی جرأت کرے تو وہ لعنتی ہو۔" ہم بعد میں اِس خط سے کچھ اقتباسات پیش کریں گے۔

پھر قورلوس کے کہنے پر تھیوڈوسیس شہنشاہ نے افسس میں ایک مجلس عامہ فراہم کی۔ وہ ۲۲ جون ۴۳۱ء میں منعقد ہوئی۔ قورلوس کی پارٹی نسطوریس سے پہلے پہنچ گئی اور گو شہنشاہ کے ناظم نے قورلوس کو ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن اُس نے پروا نہ کی۔ بے شک مجلس نے نسطوریس کو بدعتی قرار دیا اور برطرف کر دیا! پھر وہ روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد یوحنا جو انطاکیہ کا بطریق اور نسطوریس کا ہمدرد تھا پہنچا، اور اُس کے ہمراہ چالیس سے زیادہ پیروکار آئے۔ اُنہوں نے بھی مجلس کرکے قورلوس کو برطرف کیا اور نسطوریس کو درست قرار دیا۔ لیکن شہنشاہ نے افسس کی مجلس عامہ کے فیصلہ کو قبول کر لیا۔ ۴۳۳ء میں قورلوس اور یوحنا کا آپس میں سمجھوتہ ہوگیا۔ اور ۴۴۴ء میں قورلوس نے وفات پائی۔

اپنی کھُلی چٹھی میں قورلوس نے لکھا۔

"ہم مسیح کے بارے میں ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ اُس کی خاطر جو پہنتا ہے، میں پہنے ہوئے کی عبادت کرتا ہوں . . . جو پہنا ہوا ہے، وہ اُس کے ساتھ جس نے پہنا ہے، خدا کے نام میں شرکت کرتا ہے جو اس طرح کہتا ہے وہ گویا دو مسیح تسلیم کرتا ہے یعنی ایک جو خدا ہے اور ایک جو انسان ہے۔ اس اقرار سے وہ اتحاد کا انکار کرتا ہے جس سے ہم ایک واحد یسوع مسیح سمجھتے ہیں، یعنی ایک اکلوتا بیٹا خدا کا کلمہ مریم کے پیٹ میں ہی مجسّم ہوا اور اسی طرح خدا کے کلمہ نے جسم کے مطابق جنم لیا، چنانچہ اُس نے اپنے اُس جسم کو جنم اپنایا ہے۔"

"اُلوہیت اس لیے ناقابلِ انفصال ہے کہ اُس کا کوئی جسم نہیں لیکن اُس جسم نے جو اُس کا اپنا جسم ہی چکا تھا دُکھ اُٹھایا، چنانچہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ اُس نے ہماری خاطر دُکھ اُٹھایا۔ اُس جسم میں جس نے دُکھ اُٹھایا، ناقابلِ انفصال الوہیت شامل تھی۔"

قورلوس نے اصرار کیا کہ مسیح کی اُلوہیت اور انسانیت کا اتحاد محض مرضی پر منحصر نہیں ہے بلکہ "ہپاسطیس" یعنی اقنوم کی وجہ سے ہے۔ اُس نے کہا کہ مسیح کے اقنوم میں الوہیت اور انسانیت ایک دوسرے سے پیوست ہیں، اور یوں ہم ان انسانی صفات الوہیت سے اور الٰہی صفات انسانیت سے منسوب کر سکتے ہیں۔ یہ ہم "اشتراکِ صفات"[1] کہتے ہیں اور قورلوس کا ایک خصوصی مسئلہ تھا۔

قورلوس نے مسیح کی ذاتوں کی یگانگت پر اتنا زور کیوں دیا؟ آج کل بعض علما اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قورلوس نے یقین کیا کہ پاک شراکت میں ہم مسیح کے حقیقی بدن اور خون میں شریک ہیں، اور اُن کے کھانے پینے سے ہم معجزانہ طور پر الٰہی زندگی اور فضل پاتے ہیں۔ اگر مسیح کا بدن اور خون صرف اُس کی انسانی ذات سے تعلق رکھتے ہیں تو الٰہی زندگی کہاں سے آئیگی؟ قورلوس کے اپنے الفاظ یوں ہیں:۔

"ہم خدا کے اکلوتے بیٹے یعنی یسوع مسیح کی موت کا اُس کے جسم میں اظہار کرتے ہیں، اور اقرار کرتے ہیں کہ وہ مُردوں میں سے جی اُٹھا

---

1. communicatio idiomatum

اور آسمان پر چڑھ گیا۔ مگر جو گھروں میں ہم اُس پر قربانی کو بخشش کرتے ہیں جو بغیر خون بہائے قربانی ہے، اور یوں پوشیدہ برکات پاکر پاک کیے جاتے ہیں، کیونکہ ہم مقدس، عالم مسیح کے پاک جسم اور بیش قیمت خون میں شریک ہوتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ ہم اُسے عام جسم یا ایسے آدمی کا جسم سمجھیں جس میں خدا سکونت پذیر ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ در حقیقت وہ زندگی بخش جسم ہے، کلمہ کا اپنا جسم ہے۔ کلمہ بحیثیت خدا بذاتِ خود زندگی تھا چنانچہ جب کلمہ اپنے جسم سے متحد ہو گیا تو اُس نے اُس جسم کو بھی زندگی بخش بنایا۔"

منوفیسیت

نسطورس راسخ الاعتقاد بھاگ گیا، لیکن اُس کے پیرکاروں میں سے بعض ایسے تھے، جنہوں نے وحدتِ ذات پر اتنا زور دیا کہ مسیح کی انسانی ذات گویا اُس کی الٰہی ذات میں جذب ہو گئی۔ قسطنطنیہ کے ایک راہب یوطیخس نام نے یہ تعلیم دی۔ اُس نے یہ اقرار کیا کہ مسیح کے تجسّم سے پہلے مسیح کی دو ذاتیں تھیں مگر تجسّم کے بعد اُس کی صرف ایک ذات تھی۔ جب اُس سے پوچھا گیا کہ آیا مسیح کا جوہر اور بنی نوعِ انسان کا جوہر ایک ہے تو اُس نے کہا کہ "نہیں"۔ یوں اُس نے ایک مخلوط ذات پر زور دیا، لیکن اپولیناری کی تعلیم سے اس کی تعلیم مختلف تھی، کیونکہ اُس نے مسیح کی پوری الوہیت تسلیم کی۔ سنہ ۴۴۸ء میں قسطنطنیہ کے بطریق فلاویان نے یوطیخس کو قسیس کے عہدہ سے برطرف کیا۔ یوطیخس نے پاپائے روم لیو کو اپیل کا خط لکھا کہ وہ اس مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر کرے۔

لیو کے جواب کا مفہوم یوں تھا کہ اگر مسیح ہمارے ساتھ ایک جوہر نہیں تو نتیجۃً اُس نے انسانی ذات کو اپنایا نہیں اور اُس کے اس فرضی تجسّم سے ہمیں نجات نہیں مل سکتی۔ لیو نے کہا کہ یوطیخس کی تعلیم کا نتیجہ یہ ہے کہ مسیح کی انسانیت جاتی رہی اور محض الوہیت باقی ہے۔

اتنے میں اسکندریہ کے بطریق دیوسقورس نے شہنشاہ کو قائل کیا کہ وہ افسس میں مجلسِ عامہ فراہم کرے۔ سنہ ۴۴۹ء میں دیوسقورس نے شاہی فوجوں کی مدد سے مجلس منعقد کی اور فلاویان کو برطرف کرکے یوطیخس کو بحال کیا۔ فلاویان نے لیو کے

نام ایک خط لکھا جس میں اُس نے کہا کہ انصاف کا خون ہو گیا ہے۔ لیکن غالباً اس سال اُس جسمانی بدسلوکی کی وجہ سے، جو اُس مجلس میں اُس پر کی گئی۔ وہ اس دنیا سے چل بسا۔ لیکن مونوفیسیت کی فتح چند روزہ تھی۔ ۴۵۰ء میں بزنطینی شہنشاہ تھیوڈوسیس[۱] دوم۔ نے وفات پائی اور اُس کی جگہ مرقیان[۲] تخت نشین ہوا۔ مرقیان نے ایک اور مجلس عامہ فراہم کی اور اس غرض سے کہ وہ شہنشاہ کے زیرِ اثر ہو اُس نے حکم دیا کہ وہ افسس میں منعقد نہ ہو بلکہ خلقیدون میں جو قسطنطنیہ سے دُور نہیں تھا۔

خلقیدون کی مجلس عامہ اور اس کی توضیح

خلقیدون کی مجلس شروع ہی سے دیوسقورس کے خلاف تھی، اور گو وہ باقاعدہ ممبر تھا پھر بھی اُس سے مجرموں کا سا سلوک کیا گیا۔ مجلس نے دیوسقورس کو بطریق کے عہدے سے اور یوطیخس کو قسیس کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ پھر انھوں نے پاپائے روم لیو کے ایک خط کے مطابق ایک ایسی توضیح کو قبول کیا جس میں یہ کوشش کی گئی کہ نسطوریت اور مونوفیسیت میں کوئی ایسا درمیانی راستہ نکالیں جو زیادہ صحیح اور مقبول ہو۔ خلقیدونی توضیح کا سب سے ضروری حصہ یوں ہے:۔

”مقدس آبائے کلیسیا کے نمونے کے مطابق ہم سب ایک ہی رائے سے اقرار کرتے ہیں کہ خداوند یسوع مسیح ایک واحد بیٹا ہے جو الوہیت میں اور انسانیت میں کامل ہے، جو حقیقی خدا اور حقیقی انسان ہے، جس میں جسم اور جان دونوں ہیں۔ جس میں قوتِ دلیل بھی ہے۔ جہاں تک الوہیت کا سوال ہے، اُس کا اور باپ کا ایک ہی جوہر ہے، اور جہاں تک انسانیت کا سوال ہے، اُس کا اور ہمارا ایک ہی جوہر ہے۔ وہ سب باتوں میں ہماری طرح تھا، تو بھی بے گناہ رہا۔ جہاں تک الوہیت کا سوال ہے وہ کُل عالموں سے پیشتر باپ سے مولود تھا۔ جہاں تک انسانیت کا سوال ہے ان آخری دنوں میں وہ ہم آدمیوں کے لیے اور ہماری نجات کے واسطے کنواری مریم سے پیدا ہوا، جو مسیح کی انسانیت کے لحاظ سے مادرِ خدا تھی۔ وہ ایک واحد مسیح۔ بیٹا،

---

[۱] Theodosius [۲] Marcian

خداوند اور اکلوتا ہے جس کو ہم دو ذاتوں میں مانتے ہیں، جنہیں نہ تو ہم ایک دوسرے سے ملا سکتے ہیں، نہ تبدیل کر سکتے ہیں، نہ تقسیم کر سکتے ہیں اور نہ ہی کبھی انہیں علیحدہ کر سکتے ہیں، ذاتوں میں جو فرق ہے وہ اتحاد کی وجہ سے موقوف نہیں، بلکہ ہر ذات کی انفرادی خاصیت محفوظ بھی ہے اور واحد 'پرا سوپن' اور 'ہپا سٹیسس' میں اکٹھی ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہ مسیح بٹ گیا یا دو اقانیم میں منقسم ہو گیا بلکہ وہ ایک واحد بیٹا اور اکلوتا خدا، کلمہ، خداوند، یسوع مسیح ہے؟

جیسے کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ خلقیدون کی توضیح میں پرا سوپن اور ہپا سٹیسس دونوں اقنوم کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ شاید وجہ یہ ہے کہ نسطوریس نے کہا کہ مسیح کا ایک 'پرا سوپن' ہے اور قورلوس نے کہا کہ اس کا ایک 'ہپا سٹیسس' ہے۔

"غیر خلقیدونی"

مصر اور شام کے زیادہ تر مسیحیوں نے خلقیدون کی توضیح کو قبول نہ کیا کیونکہ وہ اُسے نسطوری سمجھتے تھے۔ اُنہوں نے اس بیان پر اعتراض کیا کہ ہم مسیح کو "دو ذاتوں میں" مانتے ہیں۔ وہ فقرہ "دو ذاتوں سے" یا "ایک واحد مجسم ذات" چاہتے تھے۔ اُنہوں نے سمجھا کہ اگر مسیح "دو ذاتوں میں" ہے تو اُس کی الوہیت اور انسانیت سے ایک مجسم ذات نہیں بنی ہے۔ لیکن یہ کہنا کہ وہ "دو ذاتوں سے" ہے اس بات کا اشارہ کرتا ہے کہ تجسم کے بعد اِن دونوں ذاتوں سے ایک متحد ذات بن گئی۔

اکثر لوگ غیر خلقیدونی مسیحیوں کو مونوفیسی کہتے ہیں لیکن وہ خود اس نام کو قبول نہیں کرتے ہیں۔ وہ دلائل پیش کرتے ہیں کہ تقریباً ۶۵۰ء میں ایک غیر خلقیدونی بطریق نے ایسے لوگوں کو خارج کر دیا، جنہوں نے کہا کہ مسیح کا جسم الٰہی ذات ہے نہ کہ انسانی۔

غیر خلقیدونی مفکروں میں سے دو مشہور ہیں۔

۱۔ سویرس جو کہ ۵۱۲ء تا ۵۱۸ء انطاکیہ کا بطریق رہا اور پھر برطرف اور جلا وطن کیا گیا۔ ہم نے وہ بیان پڑھا ہے (صفحات ۲۲۹۔۔۲۳۰) جو اس نے مسئلہ تثلیث کے بارے میں لکھا۔

۲. **فلاکسینس** جو کہ سنہ ۴۸۵ء تا سنہ ۵۲۳ء مشرقی شام کے شہر مابوغ کا بشپ رہا۔ اُس نے سریانی بائبل کے ترجمہ کی نظر ثانی کی وہ سریانی زبان کا بڑا عالم تھا۔ سنہ ۵۲۳ء میں خلقیدونی مسیحیوں نے اُسے قید کرا دیا جہاں اُس پر بہت سختی کی حتیٰ کہ وہ موت کا لقمہ ہو گیا۔ اس نے یُوں مسیح کی پیدائش پیش کی:-

"وہ جو ذات کے لحاظ سے خدا ہے فی الحقیقت انسان بن گیا اپنے آپ میں اُس نے انسان کی ذات کو نئے سرے سے خلق کیا۔ اُس سے پہلے انسان پیدا تو ہُوا تھا، البتہ خدا سے وہ باہر تھا۔ چنانچہ اُس نے کہا 'ہم انسان کو اپنی صورت پر بنائیں' (پیدائش ۱:۲۶) اور پھر اور خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اُس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھُونکا تو انسان جیتی جان ہُوا' (پیدائش ۲:۷)۔ یہ بات عیاں ہے کہ یہ واقعہ خدا کی شخصیت سے باہر کی پیدائش تھی۔ تاہم اب واقعہ تو اور ہے، کیونکہ خدا کی ذات ہی میں انسان کی ذات نئے سرے سے پیدا ہوتی ہے"

بعد کی ترقی

۱۔ سنہ ۴۷۶ء تا سنہ ۵۱۹ء بزنطینی حکومت خلقیدون کی توضیح کے خلاف رہی۔

۲۔ سنہ ۴۸۶ء میں کلیسیائے مشرق نے (جس نے پہلے سے خلقیدون کی توضیح کو قبول کیا تھا) ایک اقرار نامہ قبول کیا جو ایسے الفاظ میں تھا جو کہ نسطوری آسانی سے قبول کر سکتا تھا۔

۳۔ سنہ ۴۸۹ء میں بزنطینی شہنشاہ نے ایدیسہ کی درس گاہ کو زبردستی سے بند کیا۔ ایرانی کلیسیا نے ایک نیا مدرسہ نصیبین میں کھول دیا۔ اُس درس گاہ کا پہلا صدر یہ معلم ایک سریانی شاعر بنام نرسی تھا جو کہ نسطوری تعلیم کا پُرجوش حامی تھا۔

۴۔ سنہ ۵۰۰ء کے تھوڑی دیر بعد آرمینیہ کی کلیسیا نے خلقیدون کی توضیح کو رد کیا۔ سیاسی طور سے آرمینوی مسیحی ساسانی حکومت اور فارسی کلیسیا سے آزاد ہونا چاہتے تھے اور اُنہوں نے سمجھا کہ خلقیدونی اور نسطوری عقیدے قریباً ایک

جیسے ہیں۔

۵ - یعقوب بردعنا براوعی[1] ایک چھوٹے سے شہر تیلا[2] کا باشندہ تھا جو ایڈیسہ کے نزدیک واقع تھا۔ ۵۴۳ء تا ۵۷۸ء اس نے عرب، شام، مصر وغیرہ کا دورہ کیا اور ہر جگہ غیر خلقیدونی تعلیم پھیلائی اور کلیسیائیں قائم کیں، چنانچہ آج کل غیر خلقیدونی اکثر یعقوبی کہلاتے ہیں۔ یعقوبی کلیسیا حبش، مصر، یمن، فلسطین، اور شام میں کافی مضبوط ہو گئی۔ مصر میں وہ قبطی کلیسیا کہلائی۔

۶ - شہنشاہ یوسطنیان (۵۲۷ء تا ۵۶۵ء) جو خلقیدونی عقیدہ کا قائل تھا، غیر خلقیدونیوں کو بھی خوش کرنا چاہتا تھا، چنانچہ ۵۵۳ء میں اس نے ایک فرمان جاری کیا جس میں اس نے کہا کہ تھیوڈور از موپسوئستیہ کی تعلیم بدعتی ہے اور وہ لعنتی تھا۔ کلیسیائے مشرق اس بات سے بہت ناراض ہوئی اور راسخ الاعتقاد یونانی کلیسیا سے متنفر ہو گئی۔ تاہم بزنطینی حکومت میں غیر خلقیدونی مطمئن نہیں ہوئے اور بعد میں حکومت نے ان کو شام اور مصر میں بُری طرح ستایا۔

۷ - یعقوبی کلیسیا نے کوشش کی کہ فارسی کلیسیا کو اپنا لیں اور شہنشاہ خسرو پرویز کی مسیحی بیوی شیریں ان کی حامی بن گئی۔ تاہم وہ ناکام رہے اور ۶۱۲ء میں کلیسیائے مشرق کے بشپوں نے ایک نسطوری اقرار نامہ قبول کیا۔

۸ - چھانگ ان کے مسیحی نقش میں مسیح کو "منقسم اقنوم" کا نام دیا گیا۔ جس سے یہ بات عیاں ہے کہ چین میں نسطوری تعلیم دی جاتی تھی۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ بُرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۲۵۶ تا ۲۶۵	(اپولیناریت)
″ ″ ″	″ ″ ″	صفحہ ۲۶۵ تا ۲۷۳	(نسطوریت)
″ ″ ″	″ ″ ″	صفحہ ۲۷۳ تا ۲۸۱	(مونوفیسیت)
لوئیس برکہاف	مسیحی علم الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۹	(مسیح کی ذاتیں)

---

[1] Yaqub Burd'ana or Barad'i, Jacob Bardaeus

[2] Tella ، Jacobite

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ "جو کوئی رُوح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے" (۱۔یوحنا ۴: ۲) درویقیت کی روشنی میں اس آیت کی تشریح کریں۔

۲۔ کیا مسیح حقیقی بچہ تھا؟ ایسی کہانیوں کی دو مثالیں پیش کریں جس میں اُسکے حقیقی بچہ ہونے کا انکار ہے۔

۳۔ مندرجہ ذیل الفاظ کی تشریح کریں:۔

پراسوپن، ہپاسٹسس، فوسس، تھیوطاکس

۴۔ وہ کونسی غیرالہیاتی باتیں تھیں جنہوں نے نسطوریت اور منوفیسیت کے پیروکاروں کے جھگڑوں کو زیادہ شدید کر دیا؟

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کا نظریہ پیش کریں:۔

اپولیناریس، دیودور، تھیوڈور، نسطوریس، قوریلس، یوطیکس۔

۶۔ آپ کی دانست میں کونسی بدعت زیادہ خطرناک ہے:۔

اپولیناریت، نسطوریت، یا منوفیسیت؟

۷۔ خلقیدون کی توضیح کہاں تک فیصلہ کن تھی؟ کن کلیساؤں نے اُسے قبول نہ کیا اور کیوں؟

۸۔ آج کل جنوبی ہند کی سریانی کلیسیا کا بیشتر حصہ یعقوبی ہے اور صرف چند ہزار نسطوری ہیں۔ اُن کلیساؤں کے نظریات میں کیا فرق ہے؟

۹۔ نقشہ نمبر ۱۶ کی مدد سے اپنا نقشہ بنائیں اور اُن نظریات کو سمجھنے کی کوشش کریں جو پیش ہو چکے ہیں۔

۵۔ رُوحُ القُدس

"میں ایمان رکھتا ہوں رُوحُ القُدس پر"

پہلی تین صدیوں میں کلیسیا بغیر زیادہ بحث یا تعلیمی ترقی کے یہ تسلیم کرتی آئی کہ رُوحُ القُدس وہ ہے جس نے نبیوں کا مکاشفہ اور قوتِ گویائی بخشی اور کلیسیا کو طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا۔ نقایہ کے عقیدہ میں کلیسیا نے یہ سادہ فقرہ کافی سمجھا "اور رُوحُ القُدس پر"۔ لیکن چوتھی صدی میں آریوسی بدعت کا ایک پہلو زیادہ عیاں ہوا یعنی یہ کہ وہ رُوحُ القُدس کو باپ اور بیٹے سے بہت کم تر سمجھتے تھے۔ ہم نے یہ پہلو اُس عقیدہ میں پایا ہے جس کا اقرارِ اُلفلاس نے ۳۸۱ء میں مرتے وقت کیا:۔

"میں ایک رُوحُ القُدس پر ایمان رکھتا ہوں، جو منوّر کرنے والی اور پاک کرنے والی قدرت ہے۔ وہ نہ تو خدا ہے اور نہ ہی خداوند بلکہ مسیح کا خادم ہے جو سب باتوں میں بیٹے کے ماتحت اور فرمانبردار ہے اور بیٹے کے وسیلے سے وہ اُس کے خدا اور باپ کے ماتحت اور فرمانبردار ہے۔"

گو آج کل کے علماء یہ کہتے ہیں کہ مکدنیئس جو ۳۴۲ء تا ۳۶۰ء قسطنطنیہ کا بطریق تھا اس بدعت کے حق میں نہیں تھا، مگر عموماً لوگ اُس کو مکدنی بدعت سمجھتے ہیں۔ کپدکیہ کے تین آبائے کلیسیا، یعنی باسیل اعظم، اُس کا بھائی گریگوری ازنیسہ اور اُس کا ایک دوست گریگوری ازنزیانزن مکدنی تعلیم کے سخت مخالف تھے اور ۳۸۱ء میں قسطنطنیہ کی مجلس عامہ نے اُس کو بدعتی قرار دیا۔

باسیلِ اعظم اور رُوحُ القُدس کی الوہیت

آج کل کی یونانی راسخ الاعتقاد کلیسیا مُقدس باسیلِ اعظم کو بہت زیادہ عزت سے یاد کرتی ہے۔ وہ بہت بڑا عالم اور متکلم اور تعلیمی رہبر، پاک زندگی کا نمونہ،

اور رہبانیت میں استاد اور منتظم تھا۔ باسیل قریباً ۳۳۰ء میں پیدا ہوا۔ ہم اُس کی تبدیلی کا بیان پڑھ چکے ہیں جو کہ سنہ ۳۵۷ء میں ہوئی۔ (دیکھیں صفحہ ۱۰۱) ۔ تبدیلی اور بپتسمہ کے بعد باسیل نے ایک سال تک مصر، شام اور مسوپتامیہ میں زیارت کی اور خاص کر وہاں کے راہب خانوں کو دیکھا۔ پھر کپدکیہ کے شہر قیصریہ میں اُس نے اپنا کافی مال اور زمین بیچ کر ایک بڑا راہب خانہ بنایا۔ چند سال تک وہ اپنے راہب خانہ کے انتظام اور قوانین مرتب کرنے میں مشغول رہا، لیکن وہ بڑا عالم بھی تھا اور آریوسی شہنشاہ قسطنطیس کے عہد میں اُس نے تثلیث کے حق میں کافی کچھ لکھا۔ جب سنہ ۳۶۱ء میں یولیان مرتد شہنشاہ بن گیا جو کہ ایتھنز میں باسیل کا ساتھی رہا تھا تو اُس نے باسیل کو مدعو کیا کہ وہ شاہی دربار میں آئے لیکن باسیل نے انکار کیا۔ بعد میں یولیان باسیل کی مسیحی گواہی کی وجہ سے اتنا ناراض ہو گیا کہ اُس نے وعدہ کیا کہ "جب میں فارسی حکومت پر فتح حاصل کر چکوں گا تو میں قیصریہ میں آ کر تم سے نپٹ لوں گا" لیکن یولیان اُس جنگ میں خود مارا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک آریوسی بادشاہ بنام والنس[۱] کی باسیل سے کافی کشمکش ہوئی۔ سنہ ۳۶۵ء میں والنس قیصریہ کی طرف آئے تاکہ آریوسی بدعت کو قائم کرے لیکن نہ جنگ کی وجہ سے وہ رک گیا۔ سنہ ۳۶۸ء میں قیصریہ میں بڑا کال پڑ گیا اور باسیل نے اپنی مرحومہ ماں کا سارا سامان بیچ کر غریبوں کی مدد کی۔ اور اُن امیر تاجروں کو جو ذخیرہ اندوزی کرتے تھے، مجبور کیا کہ وہ جمع شدہ اناج بازار میں بیچ دیں۔ سنہ ۳۷۰ء میں قیصریہ کا بشپ فوت ہو گیا اور باسیل اُس کی جگہ بشپ مقرر ہوا۔ والنس بہت ناراض ہو گیا اور خود قیصریہ میں آیا تاکہ باسیل کو برطرف کر دے لیکن شہنشاہ باسیل کی بہادری اور نیکی سے اتنا متاثر ہوا کہ اُس نے اُس کو نہ صرف رہنے دیا بلکہ اُس کے یتیم خانہ کے لیے انعام بھی دیا۔ باسیل کا راہب خانہ اتنا بڑا تھا کہ لوگوں نے اُسے "نیا شہر" کا نام دے دیا۔ شفاخانہ میں راہبوں نے کوڑھیوں کی بھی تیمارداری کی، اور یتیم خانہ میں لوگ طرح طرح کی دستکاری سیکھتے تھے۔ قیصریہ میں سنہ ۳۷۹ء میں باسیل خداوند میں سو گیا۔

باسیل نے روح القدس پر ایک کتاب لکھی جس میں اُس نے پیش کیا کہ

۱۔ Valens

روح القدس پاک ثالوث کا تیسرا اقنوم ہے۔ جس کی عظمت باپ اور بیٹے کی عظمت کے برابر ہے۔ باسیل نے "میں" اور "ساتھ" جیسے حروف جار کے استعمال سے یوں ظاہر کیا کہ گو روح القدس ایمان دار کے دل میں رہتا ہے، تاہم وہ جلال اور قدرت میں باپ اور بیٹے کے برابر ہے:۔

"جہاں تک مخلوق کا سوال ہے صحف، اور طرح بہ طرح، وہ جزوی (؛ ا) روح کا ان میں ہونے کا ذکر ہے۔ تاہم جہاں تک باپ اور بیٹے کا سوال ہے، سچے مذہب کے مطابق یہ کہنا زیادہ بجا ہے کہ وہ ان میں نہیں بلکہ ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ جب روح ان میں سکونت پذیر ہے جو اس فضل کے لائق ہیں اور ان میں اپنا ہی کام کر رہا ہے تو اس امر کا مناسب بیان یوں ہے کہ جو روح کو قبول کرنے کے قابل ہیں ان میں وہ رہتا ہے۔ حالانکہ یہ امر کہ وہ زمانوں سے پہلے ازل سے ہے، اور جلانہ بیٹے اور باپ کے ساتھ رہتا ہے، اس پر اگر ہم غور کریں تو ایسے خطابوں کی ضرورت معلوم ہوتی ہے جن سے یہ حقیقت عیاں ظاہر ہو کہ ان تینوں کا ساتھ ساتھ رہنا ازلی ہے۔ لفظ ساتھ اس بات کو زیادہ صفائی سے پیش کرتا ہے، کیونکہ اس سے ایک لاینفک رفاقت کا تصور پیش کیا جاتا ہے۔"

باسیل اس فقرہ کے حق میں تھا جو کہ نقایہ اور قسطنطنیہ کے عقیدے میں داخل ہوا کہ روح القدس کی "باپ اور بیٹے کے ساتھ پرستش و تعظیم ہوتی ہے۔" (ہینس صفحہ ۲۲۹)۔

لفظ روح کی تذکیر و تانیث

یونانی لفظ "پنیوما" ([illegible] ۱۲) روح نہ مذکر ہے نہ مونث، بلکہ مخنث، لہٰذا مفکروں کے لیے یہ آزمائش تھی کہ وہ روح کو بے جان چیز تصور کریں۔ عبرانی، سریانی اور عربی زبانوں میں لفظ "روح" مونث ہے، چنانچہ یہ اکثر تصور کیا گیا کہ روح القدس ماں کی طرح ہے۔ روح کے گیت میں ہم نے دیکھا ہے کہ بادشاہ سے مراد باپ، اور ملکہ سے روح القدس مراد ہے (صفحہ ۵۴ دیکھیں)۔ اسی طرح جب افراہاط نے ۳۳۷ء میں پیدائش ۲: ۲۴ کی تمثیلی تشریح کی تو اس نے یوں لکھا کہ

"جب تک آدمی مجرد ہے وہ اپنے باپ خدا اور اپنی ماں روح القدس کو پیار کرتا ہے اور اُن کو عزت دیتا ہے، لیکن جب وہ شادی کر لیتا ہے تو وہ مذکورہ ماں باپ کو چھوڑ کر دنیاداری میں پھنس جاتا ہے۔"

یہ تعلیم کہ روح القدس ماں کی طرح ہے، برحق تو نہیں، تاہم اس سے یہ غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے کہ مسیحی تین دیوتاؤں کی عبادت کرتے ہیں، یعنی خدا باپ، خدا کے بیٹے مسیح، اور مسیح کی ماں۔ بے شک مریم کے لیے خطاب "مادرِ خدا" اِس غلط فہمی کا ایک حصہ ہے۔ چنانچہ قرآن شریف سورۃ ۵ : ۱۱۶ میں یہ سوال کیا گیا کہ کیا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ بنی نوع انسان حضرت عیسےٰ اور اُس کی ماں کی عبادت بھی کریں؟

رُوحُ القُدس کی نعمتیں اور شخصیت

نئے عہد نامہ میں رُوحُ القُدس کی طرح طرح کی نعمتوں کا ذکر ہے، جن سے خدا نے ابتدائی کلیسیا کو نوازا۔ ۱۔کرنتھیوں ۱۲ : ۸ تا ۱۰ میں یہ نعمتیں طرح طرح کی بیان کی گئی ہیں، جن میں سے زیادہ تر فوق الفطرت یا معجزانہ معلوم ہوتی ہیں:۔

"حکمت کا کلام ... علمیت کا کلام ... ایمان ... شفا دینے کی توفیق ... معجزوں کی قدرت ... نبوت ... روحوں کا امتیاز ... طرح طرح کی زبانیں ... زبانوں کا ترجمہ کرنا۔"

البتہ ۱۔کرنتھیوں ۱۲ : ۲۸ اور افسیوں ۴ : ۱۱ میں زیادہ زور اُن اشخاص پر ہے جن میں رُوح کی نعمتیں تاثیر کرتی ہیں:۔

"خدا نے کلیسیا میں الگ الگ شخص مقرر کیے: پہلے رسول، دوسرے نبی، تیسرے اُستاد۔ پھر معجزے دکھانے والے۔ پھر شفا دینے والے، مددگار، منتظم، طرح طرح کی زبانیں بولنے والے۔"

"اور اُسی نے بعض کو رسول، اور بعض کو نبی، اور بعض کو مبشر، اور بعض کو چرواہا اور اُستاد بنا کر دے دیا۔"

نئے عہد نامہ سے دو باتیں عیاں ہیں:۔

۱۔ مسیحیت کی ابتدائی اشاعت میں معجزانہ طاقتوں نے نمایاں حصہ لیا، نیز

ابتدائی کلیسیا کی زندگی اور عبادت میں رُوح کی طرح طرح کی نعمتیں جلوہ دار تھیں، مثلاً کرنتھس کی کلیسیا کی عبادت کا ذکر ہے :-

"جب تم جمع ہوتے ہو تو ہر ایک کے دل میں مزمور یا تعلیم یا مکاشفہ یا بیگانہ زبان یا ترجمہ ہوتا ہے" (۱۔ کرنتھیوں ۱۴ : ۲۶)۔

اُن اشخاص نے جن میں رُوح کی نعمتیں تاثیر کرتی تھیں، اور خاص کر، رسولوں، نبیوں اور مبشروں نے بشارت میں بھی اور کلیسیا کی ترقی میں بھی خاص حصہ لیا۔ مثال کے طور پر انطاکیہ کی کلیسیا میں نبیوں کے کام کا ذکر ہے :-

"اور یہوداہ اور سیلاس نے جو خود بھی نبی تھے، بھائیوں کو بہت سی نصیحت کر کے مضبوط کر دیا" (اعمال ۱۵ : ۳۲)۔

جب ہم دوسری صدی کی کلیسیا پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں پہلوؤں میں ایک تبدیلی ہو رہی تھی۔ رُوح کی فوق الفطرت نعمتوں پر، اور ساتھ ہی رُوح سے ممسوح اشخاص کا ذکر اور زور کم سے کم تر ہوتا جا رہا تھا۔ گو شفا اور جھاڑ پھونک کا کافی ذکر آتا ہے، لیکن نبوّت اور غیر زبانوں میں بولنا جیسی نعمتوں پر کوئی خاص زور نہیں۔ جب یوسطین شہید نے رُوح کی نعمتوں کا ذکر کیا، تو اس نے فہم و ادراک اور دماغی یا قوتوں کو پیش کیا :-

"کسی کو فہم کی رُوح، کسی کو مصلحت کی رُوح، کسی کو قدرت کی رُوح، کسی کو پیشین گوئی کی رُوح، کسی کو سکھانے کی رُوح اور کسی کو خدا کے خوف کی رُوح ملتی ہے۔"

اوریجن نے ۱۔ کرنتھیوں ۱۲ : ۸ تا ۱۰ کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ پولس نے جان بوجھ کر معجزوں کی قدرت اور شفا دینے کی توفیق کو حکمت اور علمیت اور ایمان کے بعد رکھا، کیونکہ عقلی نعمتیں بہت زیادہ مفید اور ضروری ہیں، اور اُس نے صفائی سے مان لیا کہ

"ابتدا میں جب مسیح تعلیم دے رہا تھا تو رُوح القدس کی علامتیں ظاہر ہوئیں۔ اُس کے صعود فرمانے کے بعد بھی کافی سے زیادہ علامتیں نمایاں ہوئیں، البتہ بعد میں وہ کم تر ہوتی گئیں۔ تاہم آج کل بھی تھوڑے سے اشخاص میں رُوح کی علامتوں کا کوئی نہ کوئی اشارہ باقی رہا ہے۔"

مسیحی عبادت میں ترتیب اور لطورجیا پر زیادہ زور ہونے لگا، بہ نسبت روح کی بے ساختہ آزادی پر۔ اور جہاں تک مسیحی خدمت کا سوال تھا، ہم نے دیکھا ہے کہ تعلیم الرسل نے "رسولوں" اور "نبیوں" پر ذرا شک کی نگاہ سے نظر کی (دیکھیں صفحہ ۵۰، مقابلہ ۱۔ یوحنا ۴: ۱ تا ۶) اور کلیسیائی نظام اور حکومت میں تقرر یافتہ خادمان دین کا مقام اہم سے اہم تر ہوتا گیا۔ نبیوں کی ہدایات کی بجائے مسیحی نئے عہد نامہ کی لکھی ہوئی کتابوں پر زیادہ توجہ دیتے تھے۔ انہوں نے صحیح تعلیم پر نہ کہ بلاواسطہ روحانی مکاشفہ پر بھروسہ رکھا۔

کیا یہ ترقی تھی یا تنزلی؟ بعض سمجھتے ہیں کہ کلیسیا کے بچپن میں خاص معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں کی ضرورت تھی، اور خدا نے ان کو افراط سے بخشا بھی ہے، لیکن جب کلیسیا جوان ہوئی تو ان کی ضرورت نہ رہی۔ وہ ۱۔ کرنتھیوں ۱۲: ۸ تا ۱۱ پیش کر کے کہتے ہیں کہ روح کا پھل روح کی نعمتوں سے بہت زیادہ ضروری ہے، اور یہ بھی کہ صرف "محبت کو زوال نہیں"۔ دوسرے لوگ سمجھتے ہیں کہ کلیسیا نے غلطی سے شائستگی اور انتظام کو ضرورت سے زیادہ ترجیح دی، اور یوں روح کی حقیقی آزادی سے محروم ہو گئی۔ فی زمانہ پنتکستی کلیسیائیں طرح طرح کی زبانوں اور شفا دینے کی توفیق پر زور دیتی ہیں اور دعوے کرتی ہیں کہ انہیں بھی ابتدائی کلیسیا کی طرح روحانی زندگی ملی ہے۔ ساتھ ہی آج کل لوتھرن، اینگلیکن، پریسبیٹرین، میتھوڈسٹ اور بیپٹسٹ باقاعدہ کلیسیاؤں کے اندر ایسی رفاقتیں ہو گئی ہیں جن میں روح کی نعمتوں پر خاص کر طرح طرح کی زبانوں کے تجربہ پر ترجیح دی جاتی ہے۔ وہ اصرار کرتی ہیں کہ جو ایسی نعمتیں پاتے ہیں اُن کو کلیسیاؤں سے علیحدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ آج کل رومن کیتھولک بھی اس تحریک میں شریک ہیں۔

منطانیت قریباً ۱۵۰ء ایشیائے کوچک کے فروگیہ میں جاری ہوئی۔ کسی نہ کسی حد تک اُس کی یہ کوشش تھی کہ روح کی نعمتیں پھر حاصل کرے، اور خاص کر نبوت کی نعمت کو کلیسیا کی روزمرہ کی زندگی میں استعمال کرے۔ ساتھ ہی پاکیزہ زندگی، ریاضت، روزہ رکھنے اور خود انکاری پر زور تھا، اور منطانیوں نے دعویٰ

کہ مسیح جلد آنے والا ہے اور فروگیہ کے شہر پپوزہ[1] پر نازل ہونے کو ہے۔ اُس تعلیم کے خاص راہنما تین تھے۔ منطانس[2] جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا تھا، اور دو خواتین بنام پرسکلہ[3] اور مکسملہ[4] جو اپنے آپ کو نبیہ سمجھتی تھیں۔ منطانس نے محسوس کیا کہ خدا اُس میں سکونت پذیر تھا اور اُس کے وسیلہ سے بولتا تھا۔ یہاں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ اُس کی باتوں میں امتیاز کریں کہ آیا "میں" سے خدا مراد ہے یا منطانس، اُس نے کہا:-

"میں قادرِ مطلق خدا ہوں جو انسان میں سکونت پذیر ہے۔ نہ کوئی فرشتہ ہوں، نہ کوئی ایلچی، بلکہ میں خدا باپ ہو کر آیا ہوں۔"

مکسملہ نے یوں دعویٰ کیا:-

"خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ راہنمائی کروں، خدا کی مرضی کا انکشاف کروں، اور اس کلام، اعتقاد، اور عہد کی ترجمانی کروں۔ کیونکہ اُس نے مجھے مجبور کیا کہ میں اُس کا عرفان حاصل کروں۔ میرے بعد کوئی اور نبیہ نہیں ہوگی بلکہ سب چیزوں کی تکمیل ہوگی۔"

پرسکلہ نے ایک رویا کا ذکر کیا کہ

"مسیح عورت کی شکل میں چمک دار پوشاک پہنے ہوئے ظاہر ہوا۔ اُس نے مجھ میں حکمت کا پودا لگایا، اور اُس نے مکاشفہ دیا کہ یہ مقام پپوزہ قدس ہے اور یہاں یروشلیم آسمان پر سے اُترنے والی ہے۔"

گو باقی باتوں میں منطانیوں نے رسولی تعلیم قبول کی ہے لیکن کلیسیا نے جلد ہی اُن کو بدعتی قرار دیا اور خاص کر اس بات کے بارے میں اُن پر الزام لگایا کہ وہ رسولوں اور کتاب مقدس سے زیادہ عزت منطانس اور اُس کی ساتھیوں کو دیتے تھے، اور دعویٰ کرتے تھے کہ منطانس وہ دوسرا مددگار ہے جس کے آنے کا وعدہ مسیح نے کیا تھا۔ تاہم منطانیت شمالی افریقہ تک پھیل گئی اور [illegible] کے بعد طرطلیان خود منطانی بن گیا۔ فروگیہ میں علیحدہ مسیحی فرقہ بن کر چھٹی صدی تک رہی، لیکن شہنشاہ یوسطنیان نے منطانیوں کو بہت بُری طرح

---

[1] Pepuza [2] Montanus [3] Priscilla [4] Maximilla

۶۔ کلیسیا

"پاک کلیسیائے عام، مقدسوں کی رفاقت"

۱۔ کلیسیا، مسیح کا بدن

شمالی افریقہ میں رُومی حکومت نے دو دفعہ یعنی دیسیئس[۱] کے عہد میں (۲۵۰ء) اور دیوقلیطیان کے عہد میں (۳۰۳ء تا ۳۱۱ء) بہت بُری طرح مسیحیوں کو ستایا، جیسے کہ ہم پانچویں باب میں دیکھیں گے۔ کافی سے زیادہ مسیحیوں نے ڈر کے مارے خداوند کا انکار کیا اور بعد میں یہ سوال اُٹھا کہ کیا کلیسیا اِن کو پھر بحال کر سکتی ہے؟ پاک عشاء میں شریک کر سکتی ہے؟ اور اعلیٰ عہدہ دے سکتی ہے؟ دونوں ایذارسانیوں کے بعد کلیسیا نے میانہ روی اختیار کی اور زیادہ سختی نہ کی تاکہ ایسا نہ ہو کہ تائب لوگ مایوس اور نااُمید ہو جائیں۔ لیکن دونوں موقعے پر ایسے لوگ تھے جنہوں نے سوچا کہ کلیسیا زیادہ نرمی سے پیش آتی ہے اور یوں اپنی پاکیزگی کھو بیٹھی ہے، چنانچہ حقیقی مسیحیوں کا فرض ہے کہ وہ اِس سے نکل کر علیحدہ ہو جائیں اور باہم مل کر ایک پاکیزہ کلیسیا قائم کریں۔

دیسیئس کی ایذارسانی کے بعد نواتیانی فرقہ[۲] برپا ہوا، اور ایک علیحدہ کلیسیا قائم ہوئی، جو پانچویں صدی تک رہی۔ دیوقلیطیان کی ایذارسانی کے بعد دوناتی فرقہ[۳] برپا ہوا، اور یہ ایک ایسی کلیسیا تھی، جو کافی مضبوط تھی، کیونکہ ملت پرور افریقی مسیحی جو رُومی آبادکاریوں کے خلاف تھے، اُس میں شامل ہوئے۔ دوناتی کلیسیا مقدس اوگسٹین کے زمانے میں (قریباً ۴۰۰ء) منظم تھی اور اپنے آپ کو واحد پاک کلیسیا سمجھتی تھی۔ اُس کلیسیا کے ۲۰۰ سے زیادہ بشپ تھے۔ مگر ۴۱۱ء

۱؎ Decius ۲؎ Novatianist ۳؎ Donatist

میں رُومی حکومت نے اُس کے خلاف قدم اُٹھایا لیکن دوناتی کلیسیا دو اور صدیوں تک زندہ رہی اور پھر اسلام کے حملوں کے بعد مغلوب اور نیست و نابود ہو گئی۔

نوآتیانی اور دوناتی کلیسیاؤں کا عقیدہ اور اُن کی تعلیم عالمگیر کلیسیا کے عقیدہ اور تعلیم جیسی تھی۔ یہاں پر بدعت کا سوال نہیں تھا، بلکہ تفرقہ بازی کا۔ اس سوال نے مسیحی مفکروں کو مجبور کیا کہ وہ مسئلہ کلیسیا پر غور کریں۔ کیا مسیح کی کلیسیا بٹ سکتی ہے؟ کیا نوآتیانی اور دوناتی کلیسیائیں مسیح کے بدن اور مقدسوں کی رفاقت میں حصہ دار ہیں؟

ا۔ قپریانس نوآتیانی تفرقہ کا ہمعصر تھا۔ اُس نے یہ سکھایا کہ تفرقہ کی وجہ سے نوآتیانی فرقہ مسیحی کلیسیا سے علیحدہ اور سب رُوحانی برکات سے محروم ہو گیا ہے۔

> "جو کلیسیا سے علیحدہ ہو گیا ہے وہ ایک حرام کار عورت (نوآتیانی فرقہ) سے تعلق رکھتا ہے اور یوں کلیسیا کی موعودہ میراث کا حق دار نہیں رہا ہے۔ جو کوئی کلیسیا کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ مسیح کے موعودہ اجر پانے کی اُمید نہ رکھے۔ وہ تو پردیسی، خارج شدہ، خدا کا دشمن بن چکا ہے! جو کوئی کلیسیا کو ماں نہیں سمجھتا وہ خدا کو باپ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ اگر یہ ممکن ہے کہ کوئی نوح کی کشتی سے باہر رہ کر بچ سکے، تو پھر یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص کلیسیا سے باہر رہ کر بچ جائے؟"

ہم نے دیکھا ہے کہ قپریانس نے یہ کہا کہ جو عالمگیر کلیسیا سے علیحدہ ہیں، اُن کا بپتسمہ بے معنی ہے۔ اور اگر وہ حقیقی کلیسیا میں داخل ہوں تو اُن کو دوبارہ بپتسمہ دینا پڑے گا (صفحہ ۱۴۴ دیکھیں)۔

ہم نے یہ بھی دیکھا ہے (صفحہ ۱۹۰) کہ بعینہٖ کلیسیائے مشرق کے بطریق الیشوع یاب سوم نے کہا کہ جو کوئی تفرقہ کی وجہ سے بطریق سے علیحدہ ہو گیا ہے وہ سلسلۂ رسالت سے اور قسیسانہ اختیار سے محروم ہے، چنانچہ اُس کی زندگی میں کوئی رُوحانی قوت موجود نہیں۔

ب۔ مقدس اوگسطین (۳۵۴ء تا ۴۳۰ء) مغربی کلیسیا کا ایک بہت بڑا عالم، مفکر اور مسیحی راہنما تھا جیسے کہ یونانی راسخ الاعتقاد کلیسیا باسیل کی

عزت کرتی ہے ، ویسے ہی رومن کیتھولک کلیسیا اوگسٹین کی عزت کرتی ہے ۔ ہم اوگسٹین کی ابتدائی زندگی اور تبدیلی کے بارے میں پڑھ چکے ہیں (صفحہ ۱۰۰-۱۰۱)۔ اُس کی تبدیلی ۳۸۶ء میں اطالیہ کے شہر میلان میں ہوئی ۔ ۳۸۸ء میں وہ افریقہ میں واپس آکر ایک راہب خانہ میں رہنے لگا ۔ ۳۹۱ء میں وہ قسیس مقرر ہُوا اور گو وہ راہب رہا ، لیکن وہ اتنا قابل راہنما تھا کہ افریقی کلیسیا میں اُس کا اثر اور وقار بڑھنے لگا ۔ ۳۹۵ء میں وہ ایک شمالی افریقی شہر بنام ہِپّو کا بشپ بن گیا اور ۳۴ سال تک اُس علاقہ میں رہ کر ۴۳۰ء میں خداوند میں سو گیا ۔ اوگسٹین نے کسی اَور سے زیادہ لکھا ۔ اس کی سب سے مشہور دو کتب ہیں " اقرار نامہ " اور " شہرِ خدا " ہیں ۔ " اقرار نامہ " میں اس کی روحانی زندگی کا بیان ہے (صفحہ ۱۰۱ اور ۱۰۲ پر اس کتاب کے اقتباسات دیکھیں) " شہرِ خدا " ایک بہت لمبی کتاب ہے جس میں اوگسٹین ظاہر کرتا ہے کہ گوتھ قبائلیوں نے ۴۱۰ء میں روما شہر کو لوٹ لیا ، تاہم خدا کا شہر ابدی ہے اور مسیحی اس کے وارث ہیں ۔ اس کے علاوہ اُس نے خاص کر تین قسم کی تعلیم کی مخالفت کی یعنی مانوی مذہب ، پلاگی بدعت اور دوناتی تفرقہ ۔ مانوی مذہب کے خلاف اُس نے مسئلہ تخلیق پر خاص تعلیم دی (دیکھیں صفحہ ۲۲) ۔ پلاگی بدعت کے خلاف اُس نے مسئلہ تقدیر کا بیان دیا (دیکھیں صفحہ ۲۸۲-۲۸۸) ۔ اور دوناتی تفرقہ کے خلاف اُس نے مسئلہ کلیسیا کے بارے میں اپنا نظریہ پیش کیا ۔

کلیسیا کے بارے میں اوگسٹین کے نظریہ اور تعلیم میں دو متضاد پہلو ہیں جن کی مصالحت نہیں ہو سکی ۔

۱ ۔ حقیقی کلیسیا ایک واحد رسُولی ، عالمگیر ، کیتھولک کلیسیا ہے ، جو پاک ہے اور مسیح کا بدن ہے ، لہٰذا تفرقہ بازی مسیح کے خلاف سخت گناہ ہے ، کیوں کہ اس سے مسیح کا بدن زخمی اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے ۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قپریانس کا نظریہ یہ تھا کہ تفرقہ صرف اُن کا نقصان کرتا ہے ، جو کلیسیا سے علیحدہ ہو گئے ہیں ، لیکن اوگسٹین اصرار کرتا ہے کہ کلیسیا ہی کو نقصان ہو گیا ہے

اور دونوں طرف دُکھ پایا جاتا ہے۔ پھر بھی جہاں تک دوناتیوں کا سوال تھا اوگسطین نے اُن کا وہ دعویٰ رد کیا کہ وہ "ایک پاک عام (کیتھولک) رسولی کلیسیا" کے تھے۔

وہ **ایک** نہیں کیونکہ اُس واحد عالمگیر کلیسیا سے علیحدہ تھا۔
وہ **پاک** نہیں کیونکہ پاکیزگی محبت سے ہوتی ہے نہ کہ تفرقہ بازی سے۔
وہ **کیتھولک** نہیں کیونکہ صرف شمالی افریقہ تک محدود تھا۔
وہ **رسولی** نہیں کیونکہ اُس نے رسولی تعلق چھوڑ دیا تھا۔

اوگسطین نے یہ بھی کہا کہ "کیتھولک کلیسیا سے باہر کوئی نجات نہیں"۔ ان باتوں میں بے شک اُس کے نظریہ اور قبریانس کے نظریہ میں بہت زیادہ فرق نہ تھا۔ نیز جب سمجھانے سے دوناتی کیتھولک کلیسیا کی تابعداری میں واپس نہیں آئے، تو اوگسطین نے رُومی حاکموں سے کہا کہ وہ انہیں زبردستی سے واپس لائیں۔

تاہم عملی صُورت میں وہ کسی نہ کسی حد تک قبریانس سے مختلف تھا۔ جب دوناتی کیتھولک کلیسیا میں داخل ہونا چاہتے تھے تو اُس نے اُن کو دوبارہ بپتسمہ نہیں دیا اور نہ ہی اُس نے اُن کے خادمانِ دین کا دوبارہ تقرر کیا۔ اُس نے یہ سکھایا کہ تفرقہ کے باوجود ساکرامنٹ پاک ہے، اور گو تفرقہ کی حالت میں وہ مؤثر تو نہیں، لیکن بعد میں جب تفرقہ باز حقیقی کلیسیا میں واپس آتا ہے تو پھر وہ مؤثر اور باعثِ برکت بن جاتا ہے۔

۲۔ لیکن "شہرِ خدا" میں کلیسیا کے بارے میں اوگسطین کا نظریہ متضاد ہے، یعنی کہ اس دُنیا میں دیدنی کلیسیا میں نیکی بھی ہے اور بدی بھی ہے، گیہوں اور کڑوا دانہ بھی ہے۔ آخری عدالت میں وہ کڑوا دانہ نکال پھینکا جائے گا اور آسمان پر اور صرف آسمان پر کلیسیا سراسر پاک ہوگی۔

"جہاں دونوں قسم کے بیج ہیں یہ موجودہ کلیسیا ہے۔ جہاں صرف ایک قسم ہے، وہ آنے والی کلیسیا ہوگی جس میں کوئی بُرائی نہیں چنانچہ اب بھی کلیسیا مسیح کی بادشاہی اور آسمان کی بادشاہی ہے، اور اُس کے مقدس لوگ اب بھی اُس کے ساتھ بادشاہی کرتے ہیں، لیکن اُس آنے والے زمانے میں اُن کی بادشاہی اس سے مختلف ہوگی۔

جہاں تک کڑوے دانے کا سوال ہے، وہ اس کے ساتھ ہرگز بادشاہی نہیں کرتے گو کلیسیا ہی میں وہ گیہوں کے ساتھ ساتھ بڑھتے تو ہیں۔

اوگسٹین مسئلہ تقدیر کا قائل تھا، لہٰذا اُس کے خیالات میں دو باتوں کی کشمکش تھی کہ کیا نجات کیتھولک کلیسیا کے وسیلہ سے ہے؟ کیا نجات خدا کی مقرریہ برگزیدگی کے وسیلہ سے ہے؟ کیا ایسے لوگ ہیں جو کیتھولک کلیسیا کے بپتسمہ یافتہ بھی ہیں لیکن نجات یافتہ نہیں ہوتے کیونکہ خدا نے اُن کو برگزیدہ نہیں کیا ہے؟ دراصل اوگسٹین پہلا وہ مفکر تھا جس نے محسوس کیا کہ مسئلہ کلیسیا بہت ہی پیچیدہ ہے۔ وہ قبرینس یا ووناٹس کے سادہ جوابوں سے مطمئن نہ تھا۔

تاہم قرونِ وسطیٰ کی مغربی کلیسیا نے زیادہ تر پہلے پہلو پر زور دیا، یعنی کہ کیتھولک کلیسیا مسیح کا بدن ہے اور اس سے باہر کوئی نجات نہیں۔

ب۔ مُقدسوں کی رفاقت

بشپ نقیتہ نے جو غالباً حمدِ الٰہی کا مصنف تھا، قریباً ۳۷۵ء میں کلیسیا اور مقدسوں کی رفاقت کے مسائل کو یوں متلاشیوں کے سامنے پیش کیا۔

"کلیسیا سب مُقدسوں کی جماعت ہے۔ دُنیا کی پیدائش سے لے کر خواہ بزرگ مثلاً ابرہام، اضحاق اور یعقوب، خواہ انبیاء خواہ رسول خواہ شہدا، خواہ باقی ماندہ دیندار اشخاص ہوں، خواہ ماضی کے خواہ حال کے، خواہ مستقبل کے، سب ایک ہی کلیسیا ہیں، کیونکہ وہ ایک ہی ایمان اور زندگی سے پاک صاف ہو گئے ہیں، ایک ہی رُوح کی مُہر ان پر لگی ہوئی ہے، وہ ایک ہی بدن بن چکے ہیں۔ مسیح کریم اُس بدن کا سر کہلاتے ہیں، چنانچہ یہی لکھا ہے (افسیوں ۴: ۱۵)۔ ساتھ ہی فرشتے، اختیارات اور آسمانی طاقتیں بھی اس ایک کلیسیا میں متحد ہو گئی ہیں کیونکہ رسول سکھاتا ہے کہ مسیح کے وسیلہ سے سب چیزوں کا میل ہو گیا ہے خواہ زمین کی ہوں خواہ آسمان کی (کلسیوں ۱: ۲۰)۔ چنانچہ تم ایمان رکھتے ہو کہ اسی ایک کلیسیا میں تمہیں مقدسوں کی رفاقت حاصل کرنا ہے۔ تم جان لو کہ ساری دُنیا میں اس ایک کلیسیا کا انتظام قائم ہے اور تم اس سے لپٹے رہو جبکہ اور جھوٹی 'کلیسیائیں' بھی ہیں، جن کے ساتھ تمہاری کوئی رفاقت نہیں، مثلاً مانوی، منطانی اور مرقیونی، اور دیگر بدعتی اور تفرقہ باز جماعتیں۔

یہ تو اب پاک کلیسیا میں نہ رہیں کیونکہ وہ شیاطین سے دھوکا کھا کر عقیدہ اور اعمال میں مسیح کے احکام اور رسولی روایات سے مختلف ہیں۔"

اس بیان میں عالمگیر کلیسیا اور بدعتی اور تفرقہ باز جماعتوں میں وہی امتیاز ہے جو کہ اوگسطین میں موجود ہے۔ آج کل ہم مُقدسوں کی رفاقت میں نہ صرف گزرے ہوئے بزرگوں اور مقدسوں کو شامل کرتے ہیں، بلکہ وہ سب حقیقی مسیحی جو ہر فرقہ اور کلیسیا کے ہیں، خواہ ہم اُن سے متفق ہوں یا نہ ہوں۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۱۸۶ تا ۱۹۵ اور ۲۸۲ تا ۲۸۸
لوئیس برک ہاف	مسیحی علم الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۲۴۶ تا ۲۵۱
کینتھ کریگ۔	دعوتِ نگاہ نو	صفحہ ۹۰ تا ۱۱۳

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ نواتسیانی اور دوناتی تفرقوں نے کہاں تک نشوونما پائی اور کن باتوں پر زور دیا؟

۲۔ کلیسیا کہاں تک مسیح کا بدن ہے؟ تفرقہ بازی کا کیا اثر ہے؟ قبریانُس اور اوگسطین کی تعلیم میں کیا فرق تھا؟ کیا آپ کی دانست میں تفرقہ گناہ ہے اور اگر ہے تو کیوں؟

۳۔ آج کل بہت سی کلیسیائیں یا فرقے ہیں۔ آپ کا اُن کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا فرقے ضروری ہیں؟ کیا رُوحانی اتحاد یا یگانگت کافی ہے یا کیا کلیسیاؤں کا ظاہری اتحاد اس سے اچھا ہے؟

۴۔ مقدسوں کی رفاقت کے بارے میں نقیطہ کا کیا نظریہ تھا اور آپ کہاں تک اس سے متفق ہیں؟

۵۔ انڈیکس کو استعمال کر کے اوگسطین کے بارے میں معلومات جمع کریں۔

۷۔ نجات

"گناہوں کی مُعافی"

مسئلۂ نجات کے دوُ ضروری پہلو ہیں:۔

ا۔ مسیح کس طرح نجات دیتا ہے؟

ب۔ انسان کس طرح نجات پاتا ہے؟

کتاب مقدس میں مسیح کے نجات بخش کام کے بارے میں بہت زیادہ متفرق تصاویر اور استعارے دیے گئے ہیں۔ مثلاً قربانی، کفارہ، فدیہ، مخلصی دینا، راستباز ٹھہرانا، شیطان پر غلبہ پانا، وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ نجات کے مسئلہ کے بیان میں کسی ایک پہلو پر زور دینے میں بدعت کا سوال نہیں اُٹھتا۔ انسان کے نجات پانے کے بارے میں بڑا سوال یہ تھا کہ آیا ہم اپنی آزاد مرضی سے یا صرف خدا کے فضل سے اور خدا کی تقدیر کے مطابق نجات پا سکتے ہیں؟ اس مسئلہ کے بارے میں مقدس اوگسطین نے غلط خیالات کو بدعتی قرار دیا اور مسئلۂ تقدیر پر بہت زور دیا۔

ا۔ مسیح کس طرح نجات دیتا ہے؟

آبائے کلیسیا کا مرکزی خیال یہ تھا کہ مسیح ہمارا نمائندہ[ل] ہے جو گرے ہوئے انسان کو بحال کر کے اُسے اُٹھا کھڑا کرتا ہے تاکہ خدا کے ساتھ اُس کی رفاقت ہو جائے۔ البتہ یونانی اور لاطینی مفکروں نے مختلف پہلوؤں کو ترجیح دی۔

ا۔ یونانی بزرگوں نے مسیح کے تجسم پر زور دیا۔ اس کے وسیلہ سے الٰہی زندگی

ل Representative

گرے ہوئے انسان پر پھُوٹ نکلی۔

۲۔ لاطینی بزرگوں نے مسیح کے دُکھ سہنے پر زور دیا۔ اُس کے وسیلے سے انسان کا فدیہ دیا گیا اور اُس کی معافی حاصل ہوئی۔

تین یونانی آبائے کلیسیا

۱۔ یوسطین شہید۔ قریباً سنہ ۱۴۰ء

یوسطین شہید کا بیان بہت ہی سادہ اور قریباً کتاب مقدس کے الفاظ میں ہے۔ اُس نے طریفو سے یوں کہا:-

"سب کائنات کے باپ کی یہ مرضی تھی کہ اُس کا اپنا مسیح بنی نوع انسان کی سب قوموں کی خاطر، سب کی لعنت اُٹھائے۔ یہ جانتے ہوئے کہ جب مسیح مصلوب دیا گیا اور مر گیا تو وہ اُسے مُردوں میں سے جلائے گا۔ باپ کی یہ مرضی تھی کہ وہ اِسی طرح دُکھ سہے، تاکہ سب بنی نوع انسان اُس کے مار کھانے سے شفا پائیں۔"

پھر اُس نے طریفو کے سامنے مسیح کی پیشکش کا ذکر کیا:-

"اگر آپ اپنے گناہ آلودہ اعمال سے توبہ کر کے مان لیں کہ یسوع ہی مسیح ہے، اور اُس کے حکموں پر عمل کریں، تو آپ کے گناہوں کی معافی ہوگی۔"

۲۔ ایرینیئس۔ قریباً سنہ ۱۹۰ء

گو ایرینیئس گال (فرانس) میں مشنری تھا، مگر وہ ایشیائے کوچک کا باشندہ ہوتے ہوئے یونانی میں لکھتا تھا۔ اُس کا جو مسیح کے نجات بخش کام کے بارے میں نظریہ تھا، اُسے علمائے نے نظریۂ تکمیل[ا] یا نظریۂ ہمہ گیر کفارہ کہا، لیکن شاید یہ زیادہ عام فہم ہے کہ مسیح خداوند بنی نوع انسان کا نمائندہ ہے۔ ایرینیئس اِس یونانی لفظ یا اُس سے

[ا] Recapitulation Theory

متعلق فعل کو بار بار استعمال کرتا ہے، جس کا ترجمہ افسیوں ۱ : ۱۰ میں "مجموعہ" ہے۔
اُس کے بیان کا انحصار رومیوں ۵ : ۱۲ تا ۲۱ پر بھی ہے۔ نیز ۱۔ کرنتھیوں ۱۵ : ۲۰ تا ۲۲ اور کلسیوں ۱ : ۱۸ پر بھی۔

"خداوند اِس لیے اپنے آپ کو ابنِ آدم کہتا ہے کیونکہ اُس کی ذات میں ابتدائی آدمی کی وہ ذات بھی شامل ہے جو اِس نسل کا سرچشمہ ہے جو عورت کے وسیلہ سے پیدا ہوئی، تاکہ جس طرح انسان کے مغلوب ہونے کی وجہ سے ہماری نسل قبر میں اُتر گئی، اُسی طرح انسان کے فتح پانے کی وجہ سے ہم زندگی میں قبر سے باہر آجائیں۔"

"وہ اپنی ذات میں سب کو شامل کرنے کی بدولت سب کو نجات دینے آیا، یعنی بچوں، لڑکوں، نوجوانوں، اور بڑھوں کو۔ چنانچہ وہ خود زندگی کی ہر منزل پر سے گزرا، پھر وہ موت تک بھی پہنچا، تاکہ مُردوں میں سے جی اُٹھنے والوں میں پہلوٹھا ہو، اور یوں سب باتوں میں اُس کا درجہ اوّل ہو۔"

ایرنیئس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ مسیح بنی نوع انسان کا نمائندہ ہے اور یُوں اُن کا قائم مقام ہے۔ چونکہ وہ سب کو یوں شامل کرتا ہے، وہ ہر ایک خواہ چھوٹے خواہ بڑے کی نجات کا بانی ہے۔ وہ پہلوٹھا اور پیشرو ہے۔ ہم اُس میں ہو کر فتح پا سکتے ہیں اور زندگی میں داخل ہو سکتے ہیں۔

۲۔ اَتھناسیس ۔ قریباً ۳۱۸ء

اتھناسیس اُن یونانی آبائے کلیسیا میں سب سے مشہور ہے جنہوں نے مسیح کے نجات بخش کام کا بیان کیا ہے۔ اُس کے نظریہ کا اختصار یوں ہے۔

ا۔ آدمؑ کے گناہ کی وجہ سے انسان فانی بھی ہے اور بگڑا ہوا بھی ہے۔ اُس میں خدا کی شکل و صورت نہیں رہی۔

ب۔ مسیح اُس بگڑی ہوئی شکل و صورت کو بحال کرنے کے لیے دنیا میں مجسّم ہُوا۔ چونکہ وہ خود خالق ہے لہٰذا وہ انسان کو نئے سرے سے پیدا کر سکتا ہے، وہ اُس الٰہی صورت کو بحال کر سکتا ہے اور وہ اُس فانی انسانیت کو بقا بخش سکتا ہے۔

ج - چنانچہ "وہ اِس لیے انسان بن گیا تاکہ ہم خدا بن جائیں "۔

د - چونکہ انسان فانی ہو گیا تھا لہٰذا اُس کا مرنا لازم تھا۔ مسیح نے "اپنے جسم کا مقدس سب کی خاطر موت کے حوالے کر کے" انسان کا قرض خود اٹھایا، تاکہ انسان زندہ اور ہمیشہ تک غیر فانی رہے۔ "کیونکہ ساتھ ہی ساتھ مسیح کے جسم میں سب مر گئے۔ (۲-کرنتھیوں ۵ : ۱۴)، اور اُس کلمہ کی وجہ سے جو مسیح کے جسم میں سکونت پذیر تھا موت اور فنا نیست و نابود ہو گئیں۔"

ہ - ہم کو انفرادی طور پر بخشش ملتی ہے جب ہم خدا کے بیٹے کے رُوح کو قبول کر کے خدا کے فرزند بن جاتے ہیں، اور یُوں خدا "فضل ہی سے اُن لوگوں کا باپ بن جاتا ہے جن کا خالق وہ پیشتر ہو چکا ہے۔ کلام اِس لیے مجسم ہوا تاکہ یہ قربانی بھی پیش کرے، اور ہم اُس کے رُوح میں شریک ہو کر خدا بھی بن جائیں۔"

اتھاناسیس نے یہ بیان لکھا جب وہ اٹھارہ بیس سال کا نوجوان تھا اور اُس میں جوانی کا شوق اور ولولہ تھا، چنانچہ ہمیں کوئی مجبوری نہیں کہ ہم اس بات کے لفظی معنوں پر اصرار کریں، جب وہ کہتا ہے کہ "وہ اِس لیے انسان بن گیا تاکہ ہم خدا بن جائیں۔" اس کا مطلب یوحنا رسُول کے مضمون کے مطابق ہے جب وہ کہتا ہے کہ "جب وہ ظاہر ہوگا تو ہم اس کی مانند ہوں گے۔" (۱-یوحنا ۳ : ۲)۔

متذکرہ بالا جزو "د" میں معلوم ہوتا ہے کہ گو اتھاناسیس سکندریہ کا تھا تاہم اُس نے عقیدۂ رازِ مپسوئیسٹیہ کی طرح مسیح کے "جسم کے مقدس" اور جسم میں سکونت پذیر کلمہ کا بھی ذکر کیا ہے۔ تاہم کسی نے اتھاناسیس پر نسطوریت کا کبھی الزام نہ لگایا!

چین کا ایک بیان

چینی زبان میں ایک بہت ہی پرانا مسیحی نسخہ ہے جس کا عنوان "کتاب برائے یسوع مسیح" ہے۔ علماء اس کو قریباً ۶۳۸ء کا سمجھتے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ اس میں مسیحی تعلیم کا ایک ایسا اختصار دستیاب ہو گیا ہو جو کہ الوپن نے شہنشاہ

تھا نے یونگ کے سامنے پیش کیا (دیکھیں صفحہ ۵۰)۔ اس میں مسیح کے کفارہ کا ایک چھوٹا سا بیان ہے۔ بے شک وہ نسطوری اصطلاحات استعمال کرتا ہے تاہم وہ کافی حد تک یونانی آبائے کلیسیا کی تعلیم کے مطابق ہے۔

"سب بنی نوع انسان کی خاطر مسیح نے اپنا جسم پیش کر کے اُس کو شریروں کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ وہ سمجھیں کہ انسان کی زندگی شفاف شمع کی طرح ہے۔ اپنی زندگی کو اس موجودہ دنیا کے سب انسانوں کے عوض نذر کر کے، مسیح نے اپنا جسم پیش کر دیا اور پھر جان سے مارا گیا۔"

دو لاطینی آبائے کلیسیا

۱۔ امبروز۔ قریباً ۳۷۵ء۔

امبروز جو کہ میلان کا بشپ تھا (پانچویں باب کے فصل دوم میں اس کا ذکر ہے۔ اور آگسٹین کا شاگرد امبروز دوسرا شخص تھا) اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ مسیح نہ صرف ہمارا نمائندہ بلکہ ہمارا عوضی بھی ہے۔

"مسیح اس لیے مجسم ہوا تاکہ گناہ آلودہ جسم کی لعنت کو موقوف کرے۔ وہ ہماری خاطر لعنتی بن گیا تاکہ لعنت برکت کا لقمہ ہو جائے۔ اُس نے موت کو بھی برداشت کیا، تاکہ خدا کا فتویٰ عمل میں لایا جائے۔ تاکہ وہ اُس انصاف کو پورا کرے کہ گناہ آلودہ جسم موت کی حد تک لعنتی ہو جائے۔ لہٰذا خدا کے فتویٰ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی، کیونکہ اُس پر عمل درآمد ہوا۔

" چونکہ الٰہی فیصلہ لاتبدیل ہے، لہٰذا سزا کا حکم لاتبدیل رہا البتہ سزا بھگتنے والے کی تبدیلی کا امکان ہے۔"

۲۔ اوگسطین، قریباً ۴۱۰ء

اوگسطین نے نجات کے عمل کے بہت سے پہلو محسوس کئے جن میں سے ایک یہ تھا کہ مسیح نے شیطان پر فتح پائی۔ شیطان موت کا مالک تھا۔ لیکن مسیح نے

مُردوں میں سے جی اُٹھنے کی بدولت شیطان کو شکست دی۔ بعض علماء نے اُس سے پہلے یہ پیش کیا کہ صلیب ایک ماہی گیر کے کانٹے کی مانند ہے۔ جو چارہ میں چھپا یا گیا ہے۔ شیطان نے دھوکا کھا کر چارہ نگل لیا اور کانٹے کا شکار ہو گیا! کسی اور نے کہا کہ صلیب ایک چوہے دان کی طرح ہے۔ شیطان چوہے کی طرح اُس میں پکڑا گیا تھا! اوگسطین نے کسی نہ کسی حد تک یہ خیال قبول کیا لیکن اُس نے کہا کہ شیطان نے یہ سمجھ کر کہ اُس نے مسیح کو دھوکا دیا، خود دھوکا کھایا۔ تاہم اوگسطین کا نظریہ اس بات تک محدود نہیں۔ اُس کا بیان یوں ہے:-

"اگر وہ خدا بھی نہ ہوتا، تو ہم اُس خدا اور انسان کے بیچ میں ایک درمیانی یعنی مسیح یسوع جو انسان ہے، (۱۔ تیمتھیس ۲: ۵) کی بدولت رہائی حاصل نہ کرتے۔ جب آدم پیدا ہوا تو وہ بے شک راستباز تھا اور کسی درمیانی کی ضرورت نہ تھی، حالانکہ جب گناہ کی وجہ سے بنی نوع انسان اور خدا کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل ہو گئی، تو درمیانی کی ضرورت پڑنے لگی۔ مسیح اِس میں لاثانی تھا کہ بغیر گناہ کے وہ پیدا ہوا۔ اُس نے زندگی گزاری اور وہ مارا بھی گیا، اور یہ اِس لیے تھا تاکہ وہ ہمارا خدا کے ساتھ میل ملاپ کرے اور جسم کی قیامت کی بدولت ہمیں ہمیشہ کی زندگی میں پہنچائے۔

"غرض خدا کی حلیمی کے وسیلے سے انسان کی مغروری کو ڈھایا گیا اور اُس کی شفا بھی ہو گئی۔ انسان پر یہ ظاہر ہوا کہ وہ خدا سے کتنی دُور بھاگ گیا تھا کیونکہ اُس کی بحالی کے لیے خدا کا مجسّم ضروری تھا۔ اِس کے علاوہ مجسّم خدا نے فرمانبرداری کا نمونہ پیش کیا، اور جو نہی اکلوتے بیٹے نے 'خادم کی صورت اختیار کی' (فلپیوں ۲: ۷)، وہ صورت جو اِس شرف کی حقدار نہ تھی، لہٰذا فضل کا چشمہ پھوٹ نکلا اور مُنجی کی ذات میں جسم کی وہ قیامت، جس کا نجات یافتہ لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، بیعانہ کے طور پر عمل میں لائی گئی۔ شیطان اُسی ذات سے مغلوب ہوا جس کو اُس نے اپنی خوش فہمی سے ہلاک ہوئی ذات سمجھا۔"

ب۔ انسان کس طرح نجات پا سکتا ہے؟

پلاگی بدعت

پلاگیس (تقریباً ۳۶۰ء تا ۴۲۰ء) ایک برطانوی راہب تھا جو پاکیزہ زندگی کا بہت آرزو مند تھا۔ وہ روم کے مسیحیوں کی بداخلاقی سے متنفر ہو گیا اور اُس نے یہ سمجھا کہ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کے فضل پہ حد سے زیادہ زور دیا جاتا ہے کہ عوام سمجھتے ہیں کہ بغیر اخلاقی کوشش اور نیک چال چلن کے ہماری نجات پھر بھی یقینی ہے۔ پلاگیس نے سوچا کہ ایسی بدچلنی اور بے پروائی کا علاج یہ ہے کہ ہر شخص فیصلہ اور فعل مختاری کو ترجیح دے۔ اُس نے کہا کہ ہر فعل میں تین نفسیاتی عناصر شامل ہیں:۔

ا۔ پاسے یعنی کام کرنے کی توفیق

ب۔ وِلّے یعنی کام کرنے کا فیصلہ

ج۔ اسّے یعنی کام کرنے کا عمل

پاسے خدا کی بخشش ہے اور ہمیں پیدائش کے موقعہ پر ملی ہے۔ وِلّے اور اسّے ہماری اپنی مرضی کی باتیں ہیں کیونکہ ہم فعل مختار ہیں۔ پلاگیس نے اسی طرح کی چند اور باتیں کہیں جن میں ہر ایک کی انفرادی ذمہ داری عائد ہوتی ہے:۔

"آدم کے گناہ نے اُسی کو نقصان دیا اور نہ کہ تمام بنی نوع انسان کو۔"

"شریعت اور انجیل دونوں بادشاہی کی طرف پہنچاتی ہیں۔"

"اگر انسان کی مرضی ہو، تو وہ بے گناہ ہو سکتا ہے۔ نیز مسیح کی آمد سے پہلے چند اشخاص بے گناہ تھے۔"

کسی نہ کسی حد تک اُس کا اور یہودیوں کا نظریہ یکساں تھا (صفحہ ۱۴۱ - ۱۴۲ دیکھیں)۔ اوگسٹین نے پلاگیت کی مخالفت کی اور قرطاجنہ میں دو مجالس نے ۴۱۶ء اور ۴۱۸ء میں اُس کو بدعتی قرار دیا۔ پلاگیس کے وفات پانے کے گیارہ سال بعد ۴۳۱ء میں افسس کی مجلس عامہ نے پلاگیت کو بدعتی قرار دیا۔

Pelagius

مُقدّس اوگسطین کا جواب

مُقدّس اوگسطین نے فلاغیئس کی تردید میں موُروثی گناہ، ناقابلِ مزاحمت فضل اور الٰہی تقدیر پر زور دیا۔ اُس کے جواب کا اختصار یُوں ہے:۔

ا۔ انسان موُروثی گناہ کی وجہ سے بے بس ہے اور اپنی مرضی سے کوئی نیک کام نہیں کر سکتا۔

ب۔ نجات یافتہ برگزیدوں میں خدا کا فضل سب نیک کاموں کا سرچشمہ ہے، کیونکہ وہ مرضی کا ایسا محرّک ہے جس کی مخالفت یا مزاحمت ناممکن ہے۔

ج۔ خدا نے ابتدا ہی سے سب کچھ مقرّر کیا اور سب ہونے والی باتوں کو پہلے سے جانتا ہے۔ نجات صرف اُن کو ملتی ہے جو خدا کے چُنے ہوئے ہیں۔ باقی ماندہ لوگ خدا کے فضل سے محروم رہتے ہیں اور کوئی نیک کام کر ہی نہیں سکتے۔

اپنی تعلیم کو درست ثابت کرنے کے لیے اوگسطین نے دو مثالیں پیش کیں:۔

۱۔ اگر ہم اَوروں کے لیے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسیح پر ایمان لانے کے لیے رضامند ہو جائیں، تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ جب وہ ایمان لاتے ہیں تو یہ خدا کے فضل کی مجبوری کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ہم کیوں اُن کے لیے دعا کریں؟

۲۔ متی ۱۱: ۲۱ میں یہ لکھا ہے کہ

> "اے خرازین تجھ پر افسوس! اے بیت صیدا تجھ پر افسوس! کیونکہ جو معجزے تم میں ظاہر ہوئے اگر صوُر اور صیدا میں ہوتے تو وہ ٹاٹ اوڑھ کر اور خاک میں بیٹھ کر کب کے توبہ کر لیتے۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا نے پہلے سے ارادہ کیا کہ صوُر اور صیدا کو توبہ کا موقع نہ ملے گا، چنانچہ وہ بعض کو ارادتاً برگزیدہ کرتا ہے اور بعض کو ارادتاً نظر انداز کرتا ہے اور نامقبول ٹھہراتا ہے۔

گو عالمگیر کلیسیا نے فلاغیئت کو رَدّ کر دیا اور خدا کے فضل اور موُروثی گناہ کے بارے میں اوگسطین کی باتیں مانیں، لیکن مسئلہ تقدیر میں وہ پورے طور سے اس سے متفق نہیں تھی، اور ازمنہ وسطیٰ میں پھر نیک اعمال اور انسانی کوشش

پرزور دینے لگی۔ ۱۵۳۶ء میں مشہور مصلح جان کیلون نے اوگسطین کی تعلیم کی از سرِ نو تائید کی اور یہ تعلیم مختصر سوال وجواب نمبر ۲۰ اور ۲۱ اور لوئیس برک ہاف کے مسیحی علم الٰہی کی تعلیم صفحہ ۹۰ تا ۹۲ میں پائی جاتی ہے۔ تاہم آج کل کافی ایسے پریسبیٹیرین ہیں جو کہ مسئلہ تقدیر کو سو فیصدی قبول نہیں کرتے۔ یا صرف مُثبت پہلو یعنی برگزیدگی کو قبول کرتے ہیں اور منفی پہلو یعنی مردودیت کو قبول نہیں کرتے۔ اینگلیکن کلیسیا کے ۳۹ مضامین میں سے نمبر ۱۷ تقدیر کا صرف مُثبت پہلو پیش کرتا ہے۔

”تقدیر جو حیات کے لیے ہے، اُس سے خدا کا ازلی مقصد مُراد ہے جس سے اُس نے، بنائے عالم سے پیشتر اپنے مشورہ مخفی کے موافق عزم بالجزم کیا ہے کہ جن کو اُس نے مسیح میں بنی آدم میں سے چُن لیا ہے۔ اُن کو لعنت اور عذاب سے بچائے، اور عزت کے ظروف بناکر مسیح کے وسیلہ سے ابدی نجات کو پہنچائے۔“

میتھوڈسٹ کلیسیا مسئلہ تقدیر کو نہیں مانتی اور تعلیم دیتی ہے کہ نجات پانے کے بعد ایسی برگشتگی کا امکان ہے جس کا انجام ابدی موت اور ہلاکت ہوگا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس	تواریخ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۸	(فلاحیت)
لوئیس برک ہاف	مسیحی علم الٰہی کی تعلیم	صفحہ ۱۶۸ تا ۱۹۰	(مسیح کا کام)
″ ″ ″	″ ″ ″	صفحہ ۱۹۱ تا ۲۳۵	(مسئلہ نجات)
″ ″ ″	″ ″ ″	صفحہ ۸۹ تا ۹۶	(مسئلہ تقدیر)
ایل۔ بیرن جونز	مسیحی دین کا بیان	صفحہ ۱۶۳ تا ۲۱۰	(راہِ نجات)
کینتھ کریگ	دعوتِ نگاہ و فکر	صفحہ ۴۳ تا ۹۳	(صلیب کی تشریح)
کرسچین نالج سوسائٹی	رسالۂ عام (رومن اردو)	صفحہ ۲۹۶	(مضمون نمبر ۲، تقدیر)

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ مسیح کے نجات بخش کام کے بارے میں ایرینیئس، اتھاناسیئس، امبروز اور اوگسطین

کی تعلیم کی خصوصیات پیش کر کے بتائیں کہ ان میں سے آپ کس کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور کیوں ؟

۲۔ آپ کی دانست میں تقدّس یا تصلیب میں سے کونسی بات نجات کے لیے زیادہ ضروری ہے اور کیوں ؟

۳۔ نواغسطس کی بدعتی تعلیم اور اوگسطین کے تردید کی خصوصیات پیش کر کے بتائیں کہ آپ کہاں تک اوگسطین کی دلائل قبول کرتے ہیں ؟

۴۔ آپ کی دانست میں مسئلہ تقدیر کہاں تک درست ہے ؟

۵۔ غیر مسیحیوں کے سامنے مسئلہ نجات پیش کرنے میں آپ آبائے کلیسیا کے بیانات سے کیا مدد لیں گے ؟

۸۔ قیامت

"جسم کا جی اٹھنا اور ہمیشہ کی زندگی"

قیامت کے بارے میں دو قسم کی بدعات تھیں :۔

و ۔ روحانیت پر زیادہ ترجیح دینا۔

یہ خاص کر گیانی بدعت میں پایا گیا ۔ انہوں نے انکار کیا کہ جسم جی اٹھتا ہے اور کہتے تھے کہ صرف روح ہی غیر فانی ہے اور زندہ رہے گی ۔ ہم نے صفحہ ۲۳۲-۲۲۵ پر اس تعلیم پر غور کیا ہے ، اور کوئی ضرورت نہیں ہے کہ ہم اُسے دُہرائیں ۔ اتنا کہنا کافی ہے کہ کلیسیا نے ہمیشہ اقرار کیا ہے کہ جسم جی اُٹھے گا ۔ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ قیامت میں ہمارے جسم میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی ۔ اس مسئلہ کا خاطر خواہ بیان ا۔ کرنتھیوں کے پندرھویں باب میں پایا جاتا ہے ۔

ب ۔ مادیت پر زیادہ ترجیح دینا۔

مسیح کی ہزار سالہ بادشاہی کے بارے میں متفرق آراء تھیں ۔ مثلاً پپیاس نے کہا کہ یہ بادشاہی اس دنیا پر ہوگی اور یوسیبیس مورخ نے پپیاس کا ذکر کر کے خود اپنی متضاد رائے ظاہر کی ۔ مقدس اوگسطین کی یہ رائے تھی کہ ہزار سالہ بادشاہی سے وہ وقت مُراد

نقشہ نمبر ۱۷

بدعتوں کی خصوصی تعلیمات

خصوصی تعلیم	نام بدعت	صفحہ
خدا نے اپنے آپ کو پہلے باپ کی صورت میں، پھر بیٹے کی، اور پھر رُوح القدس کی صورت میں ظاہر کیا۔	سبیلیت	۲۲۹
خدا نے نہیں بلکہ کسی درمیانی دیوتا نے دُنیا کو پیدا کیا۔ جسم بُرا ہے لہٰذا جسم کا جی اُٹھنا ناممکن ہے۔	گیانیت و مرقیانیت	۲۳۲ تا ۲۳۵
پُرانے عہد نامہ کا خدا جس نے دُنیا کو پیدا کیا، ہمارا باپ نہیں بلکہ بُرا اور جنگجو ہے۔ پُرانا عہد نامہ الہامی کتاب نہیں۔	مرقیونیت	۲۳۵ تا ۲۳۶
مسیح اپنے بپتسمہ کے وقت خدا کا بیٹا بن گیا۔	عقیدۂ تبنیت	۲۳۹
بیٹا ازل مخلوق ہے اور باپ کے جوہر سے نہیں ہے۔ اُس سے پہلے کہ مسیح مولود تھا وہ وجود میں نہ تھا۔	آریت	۲۴۰ تا ۲۴۲
مسیح نہ تو مجسم ہوا اور نہ ہی مصلوب ہوا۔ اُس کی انسانیت اور قضا پذیری صرف دھوکا اور موہوم ہے۔	دوقیت، موجودیت	۲۴۵ تا ۲۴۹
خداوند یسوع مسیح کی کوئی انسانی عقل اور رُوح نہیں تھی بلکہ صرف انسانی جسم اور خدا کا کلمہ۔	اپولیناریت	۲۴۹ تا ۲۵۰
یسوع اس شخص کا نام ہے جس کو خدا نے چن لیا۔ میں ذاتوں کو جداگانہ سمجھتا ہوں مگر عبادت کو متحد کرتا ہوں۔	نسطوریت	۲۵۰ تا ۲۵۹
مسیح کا جوہر اور بنی نوع انسان کا جوہر ایک ہی جوہر نہیں ہے۔ مسیح کے تجسم کے بعد اُس کی صرف ایک ذات ہے۔	مونوفیسیت، وحدت ذات	۲۵۹ تا ۲۶۰
رُوح القدس نہ تو خدا ہے اور نہ ہی خداوند، بلکہ مسیح کا خادم ہے اور سب باتوں میں بیٹے کے ماتحت اور فرمانبردار ہے۔	مکدونیت (قدریت)	۲۶۶
رُوح کی نعمتوں پر حد سے زیادہ ترجیح، خاص کر نبوت پر۔ میرے بعد کوئی اور نبی نہیں ہوگی بلکہ سب چیزوں کی تکمیل ہوگی۔	منتانیت	۲۸۱ تا ۲۸۴
کام کرنے کی توفیق خدا کی بخشش ہے اور ہمیں پیدائش کے وقت مل چکی ہے۔ کام کرنے کا فیصلہ اور عمل ہمارا اپنی مرضی کی باتیں ہیں کیونکہ ہم نفس نہ رہیں۔	خلافیت	۲۸۶

ہے جو مسیح کے صعود اور دوسری آمد کے درمیان ہے۔ جب کلیسیا کسی نہ کسی طریق مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتی ہے (صفحہ ... دیکھیں)۔ لیکن ان باتوں کے بارے میں کوئی رائے پیش کرنا ایمان کے بڑے مسائل سے علیحدہ بات ہے اور اس میں بدعت کا سوال نہیں اُٹھتا۔

بدعت کا سوال تب اُٹھتا ہے جب قیامت کو جسمانی رنگ دیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر مصر میں نپاسس نے یہ سکھایا کہ قیامت میں ہم جسمانی طور سے کھائیں گے اور پئیں گے وغیرہ۔ مگر اس کی بدعت کا اثر اس علاقہ تک محدود رہا جو کہ فیوم کے ارد گرد سکندریہ سے ڈیڑھ سو میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اور یہ بہت اہم بدعت بھی نہیں تھی، تاہم اُس کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اس میں ہم ایک ہمدرد اور سمجھدار بشپ کا سمجھانے کا طریقہ دیکھتے ہیں۔ سکندریہ کے بشپ دیونیسیس نے نپاسس کے بارے میں یوں لکھا:۔

"میں عام طور پر نپاسس کی عزت کرتا ہوں کیونکہ وہ ایمان اور محنت میں نمایاں تھا۔ اُس نے کتاب مُقدس کا بغور مطالعہ کیا، اور اُس کے گیت آج تک بہت سے مسیحیوں کے لیے باعث تسلی ہیں۔ خصوصاً جب وہ خداوند میں سو گیا ہے تو میں اُس کی نکتہ چینی کرنا نہیں چاہتا۔ تاہم ہمارا فرض ہے کہ ہم سب سے زیادہ سچائی سے محبت رکھیں اور اس کی عزت کریں۔ جو کچھ نپاسس کی کتاب میں درست ہے اس کی فیاضی سے تعریف اور تائید کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس میں نقص ہو تو ہمیں اُس کا معائنہ اور تنقید کرنی چاہیئے۔"

۲۶۰ء میں وہ فیوم کے علاقہ میں گیا تاکہ لوگوں کو سمجھا دے کہ اُس بدعتی تعلیم کو چھوڑ دیں۔

"میں نے دیہاتی جماعتوں کے پاسبانوں اور استادوں کو اکٹھا کیا اور مسیحی عوام کو بھی کھلی دعوت دی کہ وہ بھی آئیں اور علانیہ طور پر اس مسئلہ پر بحث کریں۔ وہ نپاسس کی کتاب لائے اور تین دن صبح سے شام تک میں ان کے ساتھ بیٹھا رہا، اور حصہ بہ حصہ ہم نے اُس

نقشہ نمبر ۱۸ —— آبائے کلیسیا کی چند خصوصی تعلیمات

خصوصی تعلیم	مسئلہ	آبائے کلیسیا کا نام	صفحہ
خدا نے سب کائنات عدم سے خلق کی۔ سب کچھ جو خدا نے بنایا ہے اچھا ہے۔	تخلیق	اوگسٹین	۲۳۶
مسیح میں ہم انسانی صفات اُلوہیت سے اور الٰہی صفات انسانیت سے منسوب کر سکتے ہیں۔	اشتراکِ صفات	قورلوس از سکندریہ	۲۵۸
رُوح القدس زمانوں سے پہلے ازل سے ہے اور ہمیشہ بیٹے اور باپ کے ساتھ رہتا ہے۔	رُوح القدس	باسیل	۲۶۸
تفرقہ بازی سے ہم کلیسیا سے علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ "جو کوئی کلیسیا کو ماں نہیں سمجھتا ہے وہ خدا کو باپ بھی نہیں سمجھ سکتا۔"	کلیسیا	قبریانس	۲۷۵
تفرقہ بازی سے ہم مسیح کے بدن کو زخمی اور ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ "کاتھولک کلیسیا سے باہر کوئی نجات نہیں۔"	کلیسیا	اوگسٹین	۲۷۶ تا ۲۷۸
کلیسیا سب مقدسوں کی جماعت ہے جو دُنیا کی پیدائش سے لے کر آخر تک ہوں گی، خواہ ماضی کے ہوں خواہ حال کے خواہ مستقبل کے۔	مقدسوں کی شراکت	نقیطہ	۲۷۸ تا ۲۷۹
مسیح خداوند بنی نوعِ انسان کا نمائندہ ہے اور وہ اپنی ذات میں سب کو شامل کرنے کی بدولت سب کو نجات دے گیا۔	نجات	ایرینیس	۲۸۱ تا ۲۸۲
"کلام اس لئے مجسم ہوا تاکہ ہم اس کے رُوح میں شریک ہو کر خدا بن جائیں۔"	نجات	اتھاناسیس	۲۸۲ تا ۲۸۳
خدا نے ابتدا سے سب کچھ مقرر کیا ہے اور اس کی تقدیر اور فضل کی مزاحمت ناممکن ہے۔	تقدیر	اوگسٹین	۲۸۵

کے مضامین کی تنقید کی۔ دوران گفتگو میں ان اچھے لوگوں کی ثابت قدمی، خلوص دلی اور فصل وضاحت سے بہت متاثر ہوا۔ ترتیب سے اور خوش خلقی سے ہم نے سوالوں کا جواب دیا، اعتراضات کو حل کیا اور یہ بھی ظاہر کیا کہ ہم فلاں پہلو کے بارے میں متفق الرائے ہیں۔ اگر ہم کسی بحث میں غلط ثابت ہو گئے تو ہم نے اپنی غلطی مان لی۔ دیانتداری سے اور خدا پر سادہ بھروسہ رکھتے ہوئے ہم نے وہ نتائج قبول کیے جو کتاب مقدس سے ملے۔ آخرکار اس بدعت میں لوگوں کے رہنما نے سب کے سامنے اقرار کیا کہ وہ شکوئی صدی قائل ہو گیا ہے اور آئندہ اس بدعتی تعلیم کا ذکر تک نہیں کرے گا۔"

اگر دیونیسیس کا طریقہ زیادہ استعمال ہوتا تو بے شک تفرقہ بازی کم ہوتی اور ستائے ہوئے بدعتی مسیحی اسلامی حکومت کو خوشی سے قبول نہ کرتے۔

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ نپاس کی بدعتی تعلیم کیا تھی؟ اس کو مٹانے کے لیے دیونیسیس نے کیا طریقہ استعمال کیا اور وہ کہاں تک کامیاب تھا؟

۲۔ نقشہ نمبر ۱۰ کی مدد سے اپنا نقشہ بنائیں اور اس سے مدد لے کر بدعتوں کی خصوصی تعلیمات حفظ کریں۔

۳۔ نقشہ نمبر ۹ کی مدد سے اپنا نقشہ بنائیں اور اس سے مدد لے کر آبائے کلیسیا کی خصوصی تعلیمات حفظ کریں۔

۴۔ اُن ضروری اسباق کی ایک فہرست تیار کریں، جو کہ آپ نے اس چوتھے باب سے سیکھے ہیں، اور بتائیں کہ آپ کہاں تک اُن پر عمل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں؟

پانچواں باب

کلیسیا اور دُنیا

دیباچہ

ہم نے دیکھا ہے کہ گزشتہ دَور تک انجیل کی اشاعت کہاں تک اور کس طرح ہوئی، کلیسیائی زندگی کی کیا خصوصیات تھیں اور تعلیم و مسائل میں کیا خطرات تھے اور کہاں تک ترقی ہوئی۔ اس باب میں ہم ایک اور اہم پہلو پر یعنی کلیسیا اور دُنیا کے تعلقات کے بارے میں سوچیں گے۔ کلیسیا ایک برگزیدہ اُمّت تو ہے لیکن اُس کے افراد آدمی، عورتیں اور بچے ہیں جو کہ مختلف ممالک میں رہتے ہیں۔ مجموعی طور پر اور انفرادی طور پر مسیحیوں کے اُن اقوام اور ریاستوں کے ساتھ جن میں وہ رہائش پذیر تھے کیسے تعلقات تھے؟ کلیسیا دنیا کی نہیں لیکن دنیا میں رہتی ہے۔ وہ کہاں تک دنیا میں خمیر کی طرح انقلابی عنصر ہوگی اور کہاں تک گنہگار دنیا کی وجہ سے خود آلودہ ہو جائے گی؟ کیا یہ بہتر نہیں کہ کامل مسیحی دنیا سے علیحدگی اختیار کریں؟ ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کی تاریخ میں ہم ان سوالات کے جواب ڈھونڈیں گے۔

پہلے مسیحی یہودی تھے اور کچھ عرصہ تک ایک یہودی کلیسیا تھی، جو شریعت کے مطابق چلتی تھی، اور جس کا راہنما اور گویا خلیفہ مسیح کا بھائی یعقوب تھا۔ ہم اس سے شروع کر کے کلیسیا اور اہلِ یہود کے تعلقات پر سوچیں گے۔ پھر ہم رُومی حکومت میں کلیسیا اور ریاست کے بدلتے ہوئے تعلقات پر غور کریں گے۔ یہ مسیحی تاریخ میں اہم سوال ہے، کیونکہ تین صدیوں کی ایذا رسانی کے بعد رُومی حکومت نے مسیحیت کو قبول کیا۔ لیکن ہمارے لیے جو پاکستان میں موجودہ زمانہ میں اقلیت کی صورت میں رہتے ہیں، شاید زیادہ دلچسپی کا باعث ہوگا کہ سابقہ حکومت نے مسیحیوں کے حق

سے زیادہ ستانے کے بعد کلیسیا کو بطور مذہبی جماعت کس طرح قبول کیا۔ عرابستان، ہندوستان اور چین کے بارے میں صرف تھوڑی معلومات دستیاب ہیں، تاہم اُن سے کچھ نہ کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ نیز شہیدوں کی بہادری اور جاں نثاری خواہ رُومی حکومت میں ہو، خواہ ساسانی حکومت میں، خواہ عرابستان میں ہو، اُن کے یہ جذبات ہمارے لیے باعثِ تعجب ہوں گے۔

آخر میں ہم کلیسیا کے سماجی اور معاشرتی تعلقات پر سوچیں گے اور دیکھیں گے کہ کلیسیا کے دنیا میں رہنے کا یہ نتیجہ ہُوا کہ اکثر دنیاداری کلیسیا میں آگئی، اور اُس کا ردِّعمل یہ ہُوا کہ مسیحی دنیا سے بھاگنے کی کوشش کرنے لگے اور یُوں رُہبانیت پیدا ہُوئی۔

فصل اوّل

مسیحی اور اہلِ یہود

کلیسیا یروشلیم شہر میں شروع ہوئی، اور صرف پہلے ۱۲۰ شاگرد یہودی تھے (اعمال ۱: ۱۵) بلکہ کم از کم وہ پہلے پانچ ہزار لوگ جنہوں نے مسیح کو قبول کیا (اعمال ۴: ۴) سب کے سب یہودی تھے۔ ستفنس کی شہادت کے بعد مسیحی عوام پر بہت ایذا رسانی ہوئی اور وہ یروشلیم سے پراگندہ ہو گئے، لیکن جہاں کہیں گئے انجیل کی منادی کرتے گئے (اعمال ۸: ۲ تا ۴)۔ رسول فی الحال یروشلیم میں رہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان کے خطرے میں نہ تھے۔ تاہم پطرس تھوڑی دیر کے بعد سامریہ میں گیا اور پھر ہر جگہ پھرتا ہوا لُدّہ اور یافا تک گیا (اعمال ۸، ۹) پھر کرنیلیس کی تبدیلی سے غیر قوموں میں سے لوگ مسیحیت کو قبول کرنے لگے (اعمال ۱۰)۔ یروشلیم کے کٹر یہودی مسیحیوں نے اعتراض کیا کہ پطرس کیوں نامختونوں کے پاس گیا تھا لیکن پطرس نے اُن کو تسلی دی (اعمال ۱۱: ۱ تا ۱۸)۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی سبب سے یروشلیم رسولوں کے لیے زیادہ خطرناک جگہ بن گئی۔ زبدی کا بیٹا یعقوب جلدی شہید ہو گیا (اعمال ۱۲: ۲) اور اگر معجزانہ طور پر اُس کی رہائی نہ ہوتی تو پطرس بھی قتل کیا جاتا۔ اس کے بعد، گو پطرس فوراً یروشلیم سے روانہ نہیں ہوا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یروشلیم کی کلیسیا کی صدارت اور رہنمائی خاص کر مسیح کے بھائی یعقوب کے ہاتھ میں آئی۔ جب پولس رسول پہلے یروشلیم میں آیا تو اُس کی ملاقات پطرس اور یعقوب سے ہوئی (گلتیوں ۱: ۱۸ تا ۱۹)، لیکن جب کلیسیا کے رہنماؤں نے پولس کے پیغام کو درست تسلیم کیا "چودہ برس کے بعد"، تو اُن کی فہرست کی ترتیب یوں ہے "یعقوب اور کیفا اور یوحنا"؛ یعنی یعقوب فہرست میں اول آتا ہے (گلتیوں ۲: ۹)۔ پولس کے پہلے مشنری سفر کے بعد ختنہ کے مسئلہ کے بارے میں یروشلیم میں ایک مجلس منعقد ہوئی اور گو پطرس حاضر تھا تاہم یعقوب اس مجلس کا صدر تھا اور اُس نے فیصلہ دیا (اعمال ۱۵ خاص کر ۱۹ آیت)۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ وہ مسیح کا بھائی تھا اِس

لیے مسیحیوں نے اُسے خاص عزت دی اور یُوں وہ مسیحیوں کا ایک قسم کا خلیفہ تھا۔

یروشلیم کی مجلس کا فیصلہ میانہ روی کے مطابق تھا اور اس کے مطابق غیر اقوام شریعت کے پابند نہیں تھے، گو چند خصوصی باتوں میں اُن کا فرض تھا کہ وہ یہودی بھائیوں کے لیے ٹھوکر کا باعث نہ ہوں (اعمال ۱۵: ۲۰)۔ تاہم اس کے بعد ایک خطرہ یہ تھا کہ کلیسیا دو فرقوں میں منقسم ہو جائے:۔

۱۔ یہودی مسیحی جو شریعت کے پابند رہے۔

۲۔ غیر یہودی مسیحی جو شریعت سے آزاد تھے۔

پولس رسول جس کا خاص دائرۂ خدمت غیر اقوام کے درمیان تھا، اس خطرے سے بخوبی واقف تھا۔ اور مسیحی اتحاد برقرار رکھنے میں اُس نے بہت کوشش کی، خاص کر اُس نے گلتیہ، مکدنیہ اور اخیہ کی کلیسیاؤں کی طرف سے ہدیہ جات فراہم کیے اور یہ بھی انتظام کیا کہ اُن کلیسیاؤں کے نمائندگان اُس کے ہمراہ یروشلیم جائیں اور عید پنتکُست تک پہنچ جائیں۔ (اعمال ۲۰، خاص کر آیات ۳، ۴ اور ۱۶؛ ۲۔کرنتھیوں ۸ اور ۹ ابواب؛ رومیوں ۱۵: ۲۵ تا ۲۸)۔

نئے عہد نامہ میں یروشلیم کی یہودی مسیحی کلیسیا کا آخری تاریخی ذکر اعمال ۲۱ باب میں ہے۔ یہ ۵۸ء میں واقع ہوا جب پولس اور اُس کا وفد یروشلیم میں پہنچ گیا۔ وہاں وہ ایک غیر یہودی کے ساتھ ٹھہرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ غیر یہودی مسیحی یہودی مسیحیوں کے لیے کوئی مشکل پیدا کریں (آیت ۱۶)۔ جب وہ یعقوب کے پاس ہدیے کر گئے تو یعقوب نے یروشلیم کی کلیسیا کا یوں ذکر کیا:۔

"یہودیوں میں ہزارہا آدمی ایمان لے آئے ہیں اور وہ سب شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں" (آیت ۲۰)۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودی مسیحی اب تک آزادی سے ہیکل میں عبادت کرتے تھے اور غیر مسیحی یہودیوں نے اُن کو خاص تکلیف نہ دی۔ لیکن یہ حالت بہت دیر تک نہ رہی۔

یہودی مُورخ یوسیفس بیان کرتا ہے کہ سنہ ۶۲ء میں اُس رومی حاکم فستس نے جس کے سامنے سنہ ۵۹ء میں پولس رسول کی پیشی ہوئی تھی، وفات پائی۔

"سردار کاہن حنّان[1]، جو بہت ہی دلیر اور جلد باز تھا، یہ سوچتے

---

[1] Hanan, Ananus

لگا کر اب مجھے موقع ہے کہ حکومت کرے۔ کیونکہ فیستس گزر گیا ہے اور نیا حاکم البینس ؒ ہنوز نہیں پہنچا ہے۔ چنانچہ اُس نے عدالتی مجلس فراہم کر کے اُس کے سامنے اُس یسوع کے بھائی کو جو مسیح کہلاتا ہے اور چند دوسروں کو بھی پیش کیا۔ اُن پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے شریعت کو توڑا تھا اور اُن پر سزا کا حکم یہ ہوا کہ وہ سنگسار کیے جائیں ۔

یعقوب کی شہادت سے یہ صاف ظاہر ہو گیا کہ خواہ یہودی مسیحی شریعت کے کتنے ہی پابند کیوں نہ ہوں، پھر بھی باقی یہودی اُن کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ یوسیبیس مورخ بیان کرتا ہے کہ سنہ ٦٦ء میں جب رومی فوج یروشلیم پر حملہ آور ہونے لگی، تو یہودی مسیحی، مرقس ۱۳ : ۱۴ سے ہدایت پا کر، یروشلیم کو چھوڑ کر دریائے یردن کے پار ایک شہر بنام پیلا میں بھاگ گئے۔ سنہ ٧٠ء میں رومیوں نے یروشلیم کو فتح کر کے شہر اور ہیکل کو سراسر برباد کر دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد یہودی کلیسیا کا زوال ہونے لگا۔ یہودی بہت جلد اُن کے لیے مشکلات پیدا کرنے لگے تاکہ وہ یہودی عبادت خانوں میں شریک نہ ہوں۔ مثلاً سنہ ٨٠ء میں اُنہوں نے یہ عبادتی دعا مقرر کی۔

"اے خدا، خارج شدگان کی امید ختم کر۔ ظالم اور مغرور حکومتوں کو جلد از جلد ہمارے ہی زمانہ میں جڑ سے اکھاڑ۔ مسیحی اور بدعتی لوگوں کو پست کر اور اُن کے ناموں کو راستبازوں کی فہرست میں شامل نہ کر۔ اے خدا تو جو مغروروں کو عاجز کر دیتا ہے، تیرا نام مبارک ہو!"

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے کو کوئی مسیحی یہودی عبادت خانوں کی ان دعاؤں میں شریک نہ ہو سکا۔ قریباً سنہ ٩٠ء میں یہودیوں کو اپنے مذہبی رہنماؤں سے حکم ملا کہ وہ مسیحی کتابیں نہ پڑھیں، اور سنہ ١٣٠ء سے پہلے سب عبادت خانوں میں یہ حکم جاری ہوا کہ وہ مسیحیوں کو اپنے ساتھ عبادت میں شریک نہ ہونے دیں۔

اس کے بعد عموماً یہودیوں اور مسیحیوں کے آپس کے تعلقات خراب تھے۔ مثال کے طور پر سنہ ١٥٥ء میں سمرنہ کے یہودیوں نے پالکارپ کی شہادت میں نمایاں حصہ لیا۔ سنہ ٣٤٣ء میں ساسانی حکومت میں رہنے والے یہودیوں نے شہنشاہ شاپور دوم کو مسیحیوں کے خلاف اُبھارا اور سنہ ٥٢٣ء میں یمن کے یہودی بادشاہ مسروق نے صدہا مسیحیوں کو شہید کر دیا۔ کبھی کبھی یہودیوں اور مسیحیوں کے انفرادی دوستانہ تعلقات تھے، مثلاً یوسطینس شہید اور طریفو، لیکن یہ افسوس کا مقام ہے کہ جب یورپ میں حکومتیں مسیحی ہو چکی تھیں، تو

ؒ Albinus ؒ Pella

انہوں نے اکثر بے رحمی سے یہودیوں کو ستایا اور قتل کیا۔ آج تک یہودی اس بات کو یاد کرتے ہیں اور اس قوم کو مسیح کے پاس لانا نہایت ہی دشوار ہے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوّزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ بیرس	تواریخِ مسیحی کلیسیا	صفحہ ۳۵ تا ۴۲
	یروشلیم کے آخری ایام	پوری کتاب

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ یہودی کلیسیا کے بارے میں مضمون لکھیں۔ آپ کی دانست میں کیا ایک علیحدہ یہودی کلیسیا کی تجویز جو شریعت کے پابند تھی درست تھی یا غلط؟

۲۔ مسیح کے بھائی یعقوب کے بارے میں مضمون لکھیں۔

۳۔ بطور قوم اہلِ یہود نے مسیح کو ترک کر دیا اور یروشلیم کی بربادی خدا کی عدالت تھی۔ کیا یہودی قوم آج کل کسی صورت میں خدا کی اُمت ہے؟ کیا کوئی اُمید باقی رہی کہ اسرائیل مسیحی ہوگی؟ رومیوں ۱۱ باب کی روشنی میں جواب لکھیں۔

فصل دوم

رُومی حکومت میں کلیسیا اور ریاست

دیباچہ

اس کتاب میں ہم صرف مختصراً رُومی حکومت پر لکھیں گے، کیونکہ کینن جیرٹن صاحب مرحوم کی کتاب "تواریخ مسیحی کلیسیا" میں اس کا بیان تفصیل سے دیا گیا ہے، اور عموماً لوگ مسیحی ناولوں سے بھی اُس ایذارسانی اور شہادت کے سلسلہ سے واقف ہیں جو کہ رُومی حکومت میں وقوع پذیر ہوئی۔ ہم کلیسیا اور ریاست کے تعلقات کے لیے تین زمانے پیش کر سکتے ہیں:-

۱۔ غیر مسیحی رُومی حکومت، سنہ ۳۱۳ء تک۔
۲۔ مسیحی رُومی حکومت، سنہ ۳۱۳ء تا سنہ ۴۱۰ء۔
۳۔ رُوم کے زوال کے بعد۔

۱۔ غیر مسیحی رُومی حکومت سنہ ۳۱۳ء تک

۱۔ ایذارسانی کی وجوہات۔ رُومی حکومت عموماً مذہبی باتوں میں ہمدردی سے پیش آتی تھی اور طرح طرح کے قومی مذاہب کو برداشت کرنے کے لیے تیار تھی۔ شروع میں پولُس رسُول جیسے رُومی شہری نے دلیری سے رُومی حاکموں کے سامنے اپنے حقوق پیش کیے اور عموماً رسولوں کے اعمال کے بیان میں ہم دیکھتے ہیں کہ رومی حاکموں نے مسیحیوں کے خلاف کوئی خاص قدم نہیں اُٹھایا، لیکن رفتہ رفتہ ایذارسانی شروع ہوئی اور بڑھتی گئی۔ ویسے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۲۵۰ء تک جو اذیتیں ہوئیں، مقامی تعصب اور

خاص کر حکومت کی طرف سے نہ تھیں، لیکن سنہ ۲۵ء سے لے کر سنہ ۲۱۲ء تک وہ عام تھیں اور حکومت کی پالیسی کے مطابق تھیں۔ ایذا رسانی کی چند وجوہات مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ یہودی مذہب قومی ہونے کے باعث مستند مذہب تھا۔ یہودیوں کے حسد نے مسیحیوں کے خلاف مقامی حاکموں کو اُبھارا، اور اُنہوں نے محسوس کیا کہ مسیحی ایک یہودی فرقہ نہیں ہیں بلکہ ایک نیا مذہب ہے جس کی حکومت کی طرف سے اجازت نہ ملی تھی۔

۲۔ عوام کی توہمات کی وجہ سے وہ مسیحیوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ان مسیحیوں کے نہ تو کوئی بُت اور نہ ہی کوئی مندر تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسیحی دہریے تھے جو دیوتاؤں کی عزت نہیں کرتے تھے۔ ساتھ ہی مسیحیوں نے بد رُوحوں کو نکالا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایسے جادوگر تھے جو شاید عوام کو نقصان پہنچائیں گے۔

۳۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مسیحیوں کی نیکی نے اُن لوگوں میں نفرت پیدا کی، جو بُرائی برتتے ہوئے تھے۔ سماج عموماً اُن لوگوں کو حسد کی نگاہ سے دیکھتا ہے جن کا چال چلن اور عادات عوام سے مختلف ہوں۔

۴۔ کبھی کبھی ایک ظالم اور بد چلن شہنشاہ جیسے کہ نیرو نے اِس عوامی حسد سے فائدہ اُٹھا کر مسیحیوں کو ستایا۔

۵۔ سنہ ۲۹ء کے بعد یہ دستور جاری ہوا کہ رُومی شہنشاہ کو یا اُس کی رُوح کو ایک دیوتا کی حیثیت دی جائے۔ دومطیانؔ (سنہ ۸۱ء تا سنہ ۹۶ء) نے اپنے آپ کو "خداوند اور خدا" کا خطاب دیا۔ یہ بھی ایک دستور تھا کہ قیصر کے بُت کے سامنے بخور جلانے سے کوئی شخص اپنی وفاداری اور فرمانبرداری کا ثبوت دیتا تھا لیکن مسیحی یہ کرنے سے انکار کرتے تھے۔

۶۔ بعد میں جب مسیحی کلیسیا زیادہ منظم ہوگئی تو وہ گویا حکومت کے اندر حکومت معلوم ہونے لگی اور خاص کر دیو قلیطیانؔ نے اُس کو نیست کرنے کی کوشش کی۔

۷۔ دوسری اور تیسری صدیوں کے دوران مسیحیوں کی عبادتیں اور خاص کر پاک عشاء اور محبت کی ضیافت، غیر مسیحی عوام کے لیے کھُلی نہ تھیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ مسیحی لوگ بہت بُرائیاں کرتے ہیں، مثلاً یہ کہ وہ پاک عشاء میں کسی بچہ کو ذبح کرکے اُس کا خون پیتے اور محبت کی ضیافت میں وہ بدچلنی کرتے ہیں۔

ب۔ نیرو بادشاہ کے آخری سالوں میں، یعنی سنہ ۶۳ء تا سنہ ۶۸ء مسیحیوں کی پہلی

دیدار سانی تھی جس میں یوسیبیس مورخ کے مطابق پطرس رسول اور پولس رسول دونوں شہید ہو گئے۔ بت پرست مورخ تسیتس نے سنہ ۱۱۵ء میں اِن واقعات کا مختصر سا بیان لکھا، جو کہ قابلِ ذکر ہے کیونکہ اس میں ہم ایک بت پرست کے مسیحیوں کے خلاف الزامات بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس میں ایک غیر مسیحی کے قلم سے مسیح کے مصلوب ہونے کا صاف ذکر ملتا ہے:

"اس افواہ کو کہ نیرو نے روما کو آگ لگائی تھی، روکنے کے لیے نیرو نے چالاکی سے اپنی جگہ مسیحی لوگوں کو آگ لگانے کا مجرم قرار دے کر اُن کو طرح طرح کی سزائیں دیں، کیونکہ عوام بھی اُن کے اپنے مکروہ کردار کی وجہ سے اُن سے نفرت کرتے تھے۔ مسیح نے جس سے وہ نامزد ہیں تبریتس کے عہد میں پنطیس پیلاطُس حاکم کے ہاتھ سے موت کی سزا پائی اور اس سبب سے کچھ عرصہ کے لیے یہ ہولناک وہم دب گیا تھا۔ بعد ازاں یہ پھر سرسبز ہونے لگا مگر اس دفعہ محض یہودیہ ہی میں نہیں جہاں یہ پہلے پہل شروع ہُوا، بلکہ روما میں بھی جو کہ ہر قسم کی شنیع بے حیائی اور بے میانی کا مرکز ہے اور یہ باتیں عوام میں پسند کی جاتی تھیں۔ چنانچہ بعض پکڑے گئے اور انہوں نے اقرار کیا۔ پس اُن کے قول کے موافق ایک بڑی بھاری جماعت اس لحاظ سے نہیں کہ اس نے آگ لگائی بلکہ اس لیے کہ باقی ماندہ آدمیوں سے نفرت رکھتی تھی، ملزم ٹھہرائی گئی۔ گویا موت کی سزا کافی نہ تھی۔ اس لیے ساتھ ہی ساتھ اُن کی ہر قسم کی بے عزتی بھی کی گئی بعض درندوں کی کھالوں میں ملبوس ہو کر کتوں سے پھاڑے گئے۔ بعض صلیبوں پر اس طور سے ٹانگے گئے کہ شام کے وقت مشعل کی طرح جلائے جائیں تاکہ وہ روشنی کا کام دیں۔ نیرو نے اس ہولناک منظر کے لیے اپنے محل کے باغوں کو کھول دیا۔ چنانچہ گروہ (مسیحی) بھاری الزام اور سخت سزا کے لائق ضرور تھے۔ مگر لوگوں کو اُن پر ترس آیا کیونکہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس لیے ہلاک نہیں ہوئے کہ عوام کا فائدہ ہو بلکہ اس لیے کہ ایک بے رحم شخص کی آتشِ ظلم ٹھنڈی ہو سکے۔"

ج۔ سنہ ۱۱۲ء میں بتھونیہ کے حاکم پلینی نے شہنشاہ تراجان سے خط و کتابت کی۔ اُس نے پوچھا کہ مسیحیوں کو کس طرح سزائیں دی جائیں؟ شہنشاہ نے جواب

دیا کہ کوئی ان کو نہ ڈھونڈے لیکن اگر اُن پر کوئی الزام لگائے تو اُن کو موقع دیا جائے کہ وہ شہنشاہ کے بُت کے سامنے بخور جلائیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو اُن کو موت کی سزا دی جائے۔

ل۔ ۱۵۶ء میں سمرنہ کے بشپ پالکارپ کی شہادت ہوئی۔ اس شہادت کا پورا بیان "رسولی بزرگ" میں شامل ہے۔ پالکارپ کا مشہور جواب اس کتاب کے صفحہ ۱۴۱ پر ہے۔

م۔ ۱۷۷ء میں گال کے شہر لیون اور ویانا میں سخت ایذا رسانی تھی جس میں ایک لونڈی جام بلندینہ نے بڑی بہادری کی اور باقی شہیدوں کے لیے باعث تقویت تھی۔ کلیسیا کے رہنما سب جان سے مارے گئے سوائے ایرینیس کے جو غائبانہ روم میں تھا۔ جب ایرینیس واپس آیا تو وہ مقامی بشپ بن گیا۔

ن۔ اس ابتدائی ایذا رسانی کے دوران جو ۳۱۳ء تک گاہے بگاہے اور جاری رہی تھی، مسیحی دلیلیوں نے بار بار کوشش کی کہ شہنشاہوں کے سامنے مسیحیوں کے بارے میں حقیقت پیش کریں، تاکہ غلط فہمیاں دُور ہو جائیں اور مسیحی ستائے نہ جائیں۔ مثال کے طور پر یوسطین نے ۱۵۵ء میں یوں لکھا:۔

> "مجھ یوسطین کی طرف سے شہنشاہ انتینیس اور پاک صدرِ مجلس اور سب رُومی اُمّت کے نام یہ سپاس نامہ سب قوموں کے اُن لوگوں کی خاطر پیش کیا جاتا ہے، جن سے لوگ بے انصافی سے نفرت کرتے ہیں اور بے وجہ ستاتے ہیں۔ اُن میں مَیں بھی شامل ہوں۔ ہم اس لیے نہیں آئے کہ اس تحریر سے آپ کی چاپلوسی کریں، بلکہ اس لیے کہ آپ ہمارا انصاف کریں۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ جو مسیحیوں کے خلاف الزامات ہیں، اُن کی تفتیش ہو۔ اگر وہ درست ثابت ہوں تو ہمیں سزا دی جائے۔ لیکن اگر ہم کسی بات میں مجرم نہ ہوں تو ہم بے قصور لوگوں سے بدسلوکی نہ کی جائے۔ البتہ اگر مسیحی عقیدہ اور طرزِ زندگی بے وقوفی معلوم ہوں تو بے شک اُن کو بے وقوفی سمجھیں، لیکن جنہوں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے اُن کے خلاف موت کا فتویٰ نہ دیں۔"

معلوم نہیں کہ آیا شہنشاہ انتفیس نے یہ وکیل نامہ پڑھا یا نہیں، لیکن کوئی دس سال کے بعد شہنشاہ مرقس اوریلیس کے عہد میں یوسطین خود بھی شہید ہو گیا۔ رُومی قاضی نے اُس سے پوچھا۔

"میری بات سُنو! تم اپنے آپ کو عالم سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ تم صحیح تعلیم سے واقف ہو۔ اگر تم کوڑے کھاؤ اور تمہارا سر قلم کیا جائے تو کیا تم سوچتے ہو کہ تم آسمان پر چڑھ جاؤ گے؟"

یوسطین نے جواب دیا۔

"یہ سوچنے کی بات تو نہیں۔ میں جانتا ہوں اور پورے طور سے یقین کرتا ہوں۔"

اور اِس ایمان میں یوسطین اپنے خداوند کے پاس گیا۔

طرطلیان نے زیادہ جوش اور طنز آمیزی سے لکھا کہ شہنشاہ تراجان نے بڑی غلطی کی تھی مسیحیوں کو کیوں نہ ڈھونڈیں؟ کیونکہ وہ خطاکار نہیں! اگر اُن پر الزام لگایا گیا، تو کیوں اُن کو سزا دیں؟ کیونکہ وہ خطاکار ہیں! وہ یا تو خطاکار ہیں یا نہیں، وہ دونوں نہیں ہو سکتے۔ شہنشاہ تفتیش کریں اور فیصلہ کریں۔ اس کے وکیل نامہ میں یہ مشہور الفاظ شامل ہیں:-

"خطاکار اپنے آپ کو چھپاتے ہیں۔ وہ جُرم ماننے کو تیار تو نہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ شرارت ہے۔ لیکن مسیحی کس طرح خطاکار کی مانند ہے؟ اگر اس پر مسیحی ہونے کا الزام لگایا جائے تو وہ اُس پر فخر کرتا ہے! کیا یہ جُرم ہے جس پر مجرم فخر کرتا ہے؟"

"ہم مسیحیوں کا خون بیج کی مانند ہے اور جس قدر ہمارا خون بہے گا اُسی قدر ہم تعداد میں بڑھتے جائیں گے۔"

ص۔ چونکہ سنہ ۲۱۲ء تا سنہ ۲۴۹ء رُومی شہنشاہ کمزور اور نکمے تھے اِس لیے کلیسیا کو بڑھنے کا موقع ملا۔ پھر سنہ ۲۴۹ء میں ایک قابل شہنشاہ بنام دیسیس تخت نشین ہوا۔ متعصب بُت پرست تھا اور اُس نے سمجھا کہ وحشی لوگوں نے حکومت کو اس لیے نقصان پہنچایا، کیونکہ رُومیوں نے اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ دیا تھا اور شہنشاہ نے جس کی یہ خاص ذمہ داری تھی لوگوں کو پوجا کرنے پر مجبور نہ کیا۔ چنانچہ اُس نے خاص کر مسیحیوں کی مخالفت کی اور حکم جاری کیا کہ ساری حکومت میں وہ مٹائے جائیں۔ اُس کا طریقہ

یہ تھا کہ پہلے بڑے مسیحی راہنماؤں کو گرفتار کر کے شہید کر دے اور بعد میں مسیحی عوام کو معافی کا وعدہ دے بشرطیکہ وہ بخور جلائیں اور جلانے کی سند حاصل کریں۔ ساتھ ہی لوگوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں تاکہ وہ مسیح کا انکار کریں۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے بہت سے مسیحیوں نے انکار کیا (دیکھیں صفحہ   ) اور بہت سے شہید بھی ہوئے۔ اوریجن نے کافی کی ایذا رسانی سے اتنا دُکھ سہا کہ بعد میں وہ مر گیا۔ لیکن سکندریہ کا بشپ دیونسیئس عجیب و غریب طور سے بچ نکلا۔

قصہ یوں ہے کہ جب ڈیسیئس کا اعلان سکندریہ میں شائع ہو گیا، تو رُومی حاکم نے ایک فوجی سپاہی دیونسیئس کو ڈھونڈنے بھیجا، لیکن بشپ اپنے گھر میں خاموشی سے بیٹھا رہا اور کسی نے یہ سوچا کہ وہ گھر میں ہو گا! پھر چار دن کے بعد وہ چوری چھپے نکل گیا۔ تین میل سفر کرنے کے بعد سپاہیوں نے اُس کو اور اُس کے سب ساتھیوں کو سوائے ایک کے گرفتار کیا۔ اُس کا نام تیمتھیئس تھا اور وہ اُس وقت کہیں اور گیا ہوا تھا جب اس نے واپس آکر یہ سُنا کہ دیونسیئس وغیرہ گرفتار ہو گئے ہیں تو وہ چلاتا ہوا بھاگ گیا۔ بھاگتے وقت اُس کو ایک مسیحی ملا جو کسی شادی میں مہمان تھا۔ مسیحی نے اُس سے پوچھا کہ آپ کیوں اتنی جلدی بھاگ رہے ہیں؟ جب اُس کی وجہ معلوم ہو گئی تو اُس مسیحی نے دیگر مہمانوں کو بتایا۔ چنانچہ سب کے سب اُٹھ کر اور چند میلوں کا سفر کر کے اُس گھر تک پہنچ گئے جہاں دیونسیئس مُقید تھا۔ وہاں اُنہوں نے اتنا ہولناک شور کیا کہ سپاہی ڈر کے مارے بھاگ گئے۔ دیونسیئس نے سمجھا کہ یہ ڈاکو ہیں اور چونکہ وہ صرف کُرتا پہنے ہوئے بھُوسے کے ڈھیر پر لیٹا ہوا تھا، لہٰذا اس نے اپنے باقی کپڑے ہاتھ میں لے کر ان کو پیش کیے۔ لوگوں نے اُسے بھاگنے کو کہا، اور جب وہ حیرانی کی وجہ سے کشمکش و پیچ میں تھا تو اُنہوں نے اُسے اُٹھا کر گدھے پر سوار کیا اور اسی طرح وہ بچ نکلا۔ بعد میں دیگر لوگوں نے دیونسیئس کی نکتہ چینی کی کہ یہ کیوں شہید نہیں ہوا؟ اسی طرح لوگوں نے قبریانس کی بھی نکتہ چینی کی، جو اُسی ایذا رسانی کے دوران قرطاجنہ سے بھاگ گیا۔ لیکن پالکارپ کی شہادت کے بیان سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ عموماً مسیحیوں نے شہید ہونے کی کوشش نہ کی۔ بلکہ اگر وہ گرفتار ہوئے تو وہ بڑے شوق سے اپنے مسیح کا اقرار کرتے تھے۔ قبریانس چند سال کے بعد شہید ہو گیا لیکن دیونسیئس شہید نہیں ہوا۔ (دیونسیئس کے بارے میں ایک اور واقعہ کا بیان صفحہ ۲۹۲، ۲۹۳)

ط۔ سنہ ۲۶۰ء تا سنہ ۳۰۳ء مسیحیوں کے لیے امن و امان کا زمانہ تھا جب کہ سرکار نے اجازت دی کہ گرجا گھر بنائے جائیں، لہٰذا کلیسیا کی تنظیم زیادہ مضبوط ہوگئی۔ پھر سنہ ۳۰۳ء میں آخری اور سب سے بڑی ایذا رسانی پھوٹ نکلی۔ دیو کلیشیان زبردست شہنشاہ تھا اور شخصی طور پر متعصب بت پرست نہ تھا، لیکن اس کے ماتحت قیصر گلیریس نے اُسے اُبھارا کہ وہ مسیحیت کو نیست کرے۔

۱۔ سنہ ۳۰۳ء میں پہلا اعلان نشر ہوگیا۔ گرجا گھروں کی تباہی اور کتابِ مُقدس کے نسخہ جات کی بربادی کا حکم نافذ ہُوا، نیز مسیحی سرکاری افسروں کو غلامی میں بھیجنے کا فیصلہ ہُوا۔ بشپوں اور پاسبانوں کے لیے اُس وقت تک قید کرائے جانے کا حکم تھا جب تک کہ وہ مسیح کا انکار نہ کریں، اور جو خادم الدین مسیح کا انکار کرے گا اُس کو انعام دیا جائے۔

۲۔ سنہ ۳۰۴ء میں دوسرا اعلان نشر ہوگیا۔ سب عوام کو حکم تھا کہ وہ قیصر کے بُت کے سامنے قربانیاں گزرانیں۔ بہت سے مسیحیوں نے قربانی گزراننے سے انکار کیا اور صدہا مسیحی طرح طرح کے عذاب سہنے کے بعد شہید ہوگئے۔ شہداء کی تعداد شاید تین یا چار ہزار تک تھی۔

۳۔ سنہ ۳۰۸ء میں جب کہ حاکم خُونریزی سے خود متنفّر ہوگئے تو تیسرا اعلان نشر ہوگیا کہ شہادت کی بجائے مسیحیوں کو سخت مزدوری دی جائے اور اُن کے جسموں کا کوئی حصہ ناکارہ کیا جائے۔ یوں بہت سے مسیحی اندھے، لنگڑے اور زخمی کیے گئے۔

۴۔ سنہ ۳۱۱ء میں قیصر گلیریس نے مان لیا کہ ستانے کے باوجود مسیحیوں نے اپنے گراں قدر ایمان کو نہیں چھوڑا۔ اُس نے ایذا رسانی کو بند کر دیا، اور سنہ ۳۱۳ء میں شہنشاہ قسطنطین اعظم نے مسیحیت کو روادار مذہب قرار دیا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس — تواریخ مسیحی کلیسیا — ابواب ۴، ۵، ۷ اور ۱۴

خاص واقعات کا ذکر اُس تواریخ کے مندرجہ ذیل صفحوں پر ہیں

ایذا رسانی کی وجوہات	صفحہ ۴۳ تا ۵۰
نیرو کی ایذا رسانی	صفحہ ۵۲ تا ۵۴
پلینی کا خط اور تراجان کا جواب	صفحہ ۵۸ تا ۶۰

لیوں اور ویان میں ایذارسانی	صفحہ ۶۶ تا ۹۸
ولیلیوں کی خدمت	صفحہ ۸۷ تا ۹۹
دیسیس کی ایذارسانی	صفحہ ۱۶۰ تا ۱۹۱
دیوقلیطیان کی ایذارسانی	صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۸

کیرل نگھ رسولی بزرگ صفحہ ۱۳۳ تا ۱۴۳ (پالیکارپ کی شہادت)

پروفیسر گرانٹ قدیم مسیحی تصانیف کے چند منتخب ابواب صفحہ ۴۷ تا ۵۵ ۔

(لیوں اور ویان میں ایذارسانی)

. . . . صفحہ ۱۱۳ ، ۱۱۷ تا ۱۲۰

(دیوقلیطیان کی ایذارسانی)

. . . . صفحہ ۱۲۰ تا ۱۲۳

(فرمانِ میلان)

اور مندرجہ ذیل مسیحی ناول :-

شہیدان کارتھیج ، رُومۃ الکبریٰ کی آتشزدگی ، دبین شیر ، آڈلیس ۔

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ رُومی حکومت میں ایذارسانی کی کیا وجوہات تھیں ؟ کیا طرطلیان کا قول درست ثابت ہوا کہ "صرف بڑے شہنشاہ مسیحیوں کو ستاتے ہیں ؟"

۲۔ "تواریخ مسیحی کلیسیا" ابواب ۵ اور ۱۱ کی مدد سے دس ایذارسانیوں کا ایک نقشہ بنائیں جن میں مندرجہ ذیل خانے ہوں :-

تاریخ	شہنشاہ	وجہ	خصوصیات	چند شہدأ کے نام

۳۔ "رسولی بزرگ" سے مدد لے کر پالیکارپ کی شہادت کا بیان کریں ۔

۴۔ کسی مسیحی خاتون کی شہادت کا بیان کریں ۔

۵۔ دیسیس اور دیوقلیطیان نے کس طرح مسیحیت کو نیست کرنے کی کوشش کی ؟ وہ کیوں کامیاب نہیں ہوئے ؟

۶۔ تین سَو سال کے بعد مسیحیت نے رُومی حکومت کو جیت لیا ۔ کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ پاکستان بھی مسیح کے لیے جیتا جائے گا ؟ اپنا جواب واضح کریں ۔

۲- مسیحی رُومی حکومت ۳۱۳ء تا ۱۴۵۳ء

قسطنطین اعظم ۳۰۶ء تا ۳۳۷ء

شہنشاہ دیوقلیطیان نے حکومت کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور چار بادشاہوں کا انتظام کیا تاکہ ہر طرح سے وحشی دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے۔ نیقومیدیہ ایشیائے کوچک میں ایک شہنشاہ "اوگستس" تھا اور اس کا ایک نائب تھا جس کا خطاب "قیصر" تھا۔ اسی طرح روم میں ایک اور "اگستس" تھا اور برطانیہ میں ایک ماتحت "قیصر" (صفحہ ۳۰۳ دیکھیں)۔ ۳۰۶ء میں جب اُس کا والد مر گیا، تو قسطنطین برطانیہ کے شہر یارک میں "قیصر" مقرر ہوا۔ ۳۱۲ء میں وہ روم کے "اوگستس" کو فتح کر کے حکومت کے پورے مغربی حصہ کا شہنشاہ بن گیا۔ اسی طرح پورے مشرقی حصہ کی حکومت لسینیئس کے ہاتھ میں آگئی۔ قسطنطین مسیحیوں کا حامی تھا لیکن لسینیئس بُت پرست تھا۔ ۳۱۳ء میں دونوں شہنشاہوں نے مشہور فرمان میلان نشر کیا۔ جس میں مسیحیوں اور بُت پرستوں کو برابر اجازت ملی کہ وہ اپنے اپنے مذاہب کے مطابق چلیں۔ ۳۲۳ء میں قسطنطین لسینیئس پر بھی غالب آگیا اور رُومی حکومت کا واحد شہنشاہ بن گیا۔ اُسی سن میں اُس نے ایک اور فرمان نشر کیا کہ مسیحیت سچا مذہب ہے، اور بُت پرست غلطی کرتے ہیں، تاہم اگر وہ گمراہ شدہ مذہب پر چلنا پسند کرتے ہیں تو اُن کو اجازت ہے! ہم کہہ سکتے ہیں کہ ۳۲۳ء سے مسیحیت رُومی حکومت کا سرکاری مذہب بن گیا۔ قسطنطین خود اپنے آپ کو مسیحی سمجھتا تھا حالانکہ اُس کا بپتسمہ صرف ۳۳۷ء میں کیا گیا جب وہ بستر مرگ پر تھا!

اب مسیحیت ایک فرقہ کی طرح نہیں رہی، بلکہ ملک کا سرکاری مذہب بن گئی۔ یہ مسیحی مذہب کے لیے ایک اہم اور انقلابی واقعہ تھا، کیوں کہ رومی حکومت بہت ہی وسیع اور زبردست تھی۔ اس نئے انتظام کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

۱- حکومت نے مسیحیت کی حمایت کی اور بہت سے لوگ حکومت کو خوش کرنے کے لیے نام کے مسیحی بن گئے۔ ۳۲۱ء میں قسطنطین نے حکم جاری کیا کہ سوائے دیہات میں اتوار آرام کا دن ہو جائے، دفتر بند کیے جائیں اور کوئی کاروبار نہ کیا جائے۔ قسطنطین نے چند بڑے گرجا گھر تعمیر کروائے، مثلاً بیت اللحم میں مسیح کی پیدائش کا، یروشلیم میں مسیح کی قیامت کا، روم میں مقدس پطرس کا، اور قسطنطنیہ میں جو کہ ۳۳۰ء میں اس کا دارالخلافت بن گیا، چند اور گرجا گھر۔ اس نے اپنے خرچ سے کتاب مقدس کی پچاس جلدیں تیار کروائیں۔ اس نے پاسبانوں کو سرکاری خزانہ سے تنخواہیں دیں اور ان کو محصول اور خراج اور سرکاری فرائض سے بری قرار دیا، اور بشپوں کو سرکاری گاڑیوں کا استعمال کرنے دیا۔

۲- قسطنطین ایک ایسی حکومت کا شہنشاہ تھا جس کے قوانین اور معاشرہ مسیحیت کے مطابق نہیں تھے۔ گو ایک ہی زمانہ میں سب کچھ تبدیل نہ ہو سکا، لیکن یہ کچھ ابتدائی کوششیں تھیں:-

ا- قانونی طور پر طلاق دینا زیادہ مشکل بنایا گیا۔ جنسی قصوروں کے خلاف قوانین بھی مرتب ہوئے، اور کوشش کی گئی کہ بچوں کو باہر پھینکنے کی عادت بند کی جائے۔

ب- گو غلامی کا سلسلہ بند تو نہیں ہوا، لیکن لوگوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ غلاموں کو آزادی دیں، اور اکثر مسیحی مالکوں نے ایسا ہی کیا، اور یہ گرجا گھروں میں بطور نیک کام کیا جاتا تھا۔

ج- صلیب دینے کی سزا ۳۱۵ء سے موقوف کی گئی۔

د- پیشہ ور تیغ زنوں کے تماشوں کے خلاف ۳۲۵ء میں حکم جاری کیا گیا، لیکن وہ فوری طور پر کامیاب نہ ہوا۔ ۴۰۴ء میں ایک مسیحی نے خود دنگل میں کود کر اپنے ہاتھوں سے تیغ زنی کو بند کرنے کی کوشش کی، اور جب وہ جان سے مارا گیا تو اس کی شہادت کا اثر یہ ہوا کہ یہ تماشے موقوف ہو گئے۔

۳- قسطنطین نے اپنے آپ کو کلیسیا کا "بیرونی بشپ" کہا۔ اس نے کوشش کی کہ کلیسیا ایک ہی عقیدہ تسلیم کرے، اور اس غرض سے اس نے ۳۲۵ء میں نقایہ کی مجلس عامہ فراہم کرنے کا حکم دیا اور خود اس مجلس کا صدر رہا۔ ساتھ ہی اس نے دوناتی فرقے کے خلاف کسی نہ کسی حد تک زبردستی کی۔

یوسیبیس مؤرخ - بار بار اس کتاب میں ہم نے یوسیبیس مؤرخ کا ذکر کیا

ہے یا اس کے عیسائی تاریخ سے اقتباس پیش کیے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم یہاں اس کی زندگی کا کچھ مزید ذکر کریں، کیونکہ اس نے قسطنطین اعظم کے دور سلطنت میں اپنی تاریخی کتب شائع کیں۔ یوسیبیس قریباً ۲۶۰ء میں پیدا ہوا اور اوریجن کے شاگرد پمفلیس کا طالب علم تھا، اور جب یہ ۳۰۹ء میں شہید ہوا، تو یوسیبیس اپنے آپ کو یوسیبیس پمفلیس کہنے لگا۔ وہ قیصریہ سے بھاگ کر مصر میں گیا، جہاں وہ چند مہینوں تک قید خانہ میں رہا۔ قریباً ۳۱۵ء میں وہ قیصریہ کا بشپ بن گیا۔ وہ نقایہ کی مجلس عامہ میں حاضر تھا اور وہاں اس نے قیصریہ کی کلیسیا کا عقیدہ بھی پیش کیا (دیکھیں صفحہ ۲۲۰)۔ ۳۳۵ء میں وہ قیامت کے گرجا گھر کی رسم تقدیس کے لیے یروشلیم گیا، اور کوئی پانچ سال بعد وہ خداوند میں سو گیا۔

قسطنطین اعظم یوسیبیس کی دانست میں معیاری مسیحی شہنشاہ تھا، اور ان کے آپس میں دوستانہ تعلقات تھے۔ یوسیبیس کی ایک کتاب بعنوان "سوانح حیات قسطنطین" ایک قسم کا قصیدہ ہے، لیکن تاریخی کتاب بھی ہے۔ اس نے چند تفاسیر اور تعلیمی کتب بھی لکھیں، جن میں بائبل کا ایک جغرافیہ بھی شامل ہے۔ لیکن اس کی سب سے مشہور کتاب اس کی کلیسیائی تاریخ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی اشاعت (سات ابواب) ۳۰۳ء سے پہلے ہوئی، لیکن دیوقلیتیان کی ایذارسانی اور قسطنطین اعظم کی فتح کے بعد اس نے تین اور ابواب کا اضافہ کیا جو کہ ۳۲۳ء میں مکمل ہوئے۔ یہ تاریخ اس لیے نہایت اہم ہے کہ اس میں سو سے زیادہ اقتباسات ہیں، اور عموماً ایسے مصنفوں کے ماخذ سے ہیں، جو کہ یوسیبیس کے علاوہ آج دستیاب نہیں، چنانچہ یہ ایک تاریخی خزانہ ہے۔

قسطنطیس ۳۳۷ء تا ۳۶۱ء

قسطنطین کی وفات کے بعد اس کے تین بیٹوں نے حکومت کو تقسیم کیا، لیکن ان میں سے قسطنطیس زبردست تھا، اور اس نے اپنے بھائیوں کو قتل کر کے حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ وہ آریَس بدعت کا حامی تھا اور اس نے ثالوثی مسیحیوں کو ستایا اور الفلاسس اور تھیوفلس جیسے مشنریوں کے ذریعے سے آریت پھیلانے کی کوشش کی۔ اس مشکل زمانہ میں ثالوثی مسیحیوں کا حامی مقدس اثناسیس تھا۔

مقدس اتھانا سیئس - ہم اتھانا سیئس کا ذکر بار بار کر چکے ہیں اور خاص کر ہم نے اُس نظریہ پر غور کیا ہے جو اُس نے مسیح کے نجات بخش کام کے بارے میں پیش کیا (صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۳ دیکھیں)۔ وہ قریباً ۲۹۶ء میں سکندریہ شہر میں پیدا ہُوا۔ وہ ڈیکن بن گیا، اور جب وہ ۳۲۵ء میں نقایہ کی مجلسِ عامہ میں حاضر تھا تو وہ سکندریہ کا آرچ ڈیکن تھا۔ ۳۲۸ء میں وہ سکندریہ کا بشپ بن گیا، وہ آریت کے ساتھ کسی قسم کا سمجھوتہ کرنے کے خلاف تھا، اور بار بار جلا وطن کیا گیا، یعنی ۳۳۶ء تا ۳۳۷ء جرمنی میں، ۳۳۹ء تا ۳۴۶ء روم میں، ۳۵۶ء تا ۳۶۱ء مصر میں اور پھر دو اور بار ۳۶۲ء تا ۳۶۳ء اور ۳۶۵ء تا ۳۶۶ء)۔ اُس نے ۳۷۳ء میں وفات پائی۔

اُس کی کُتب زیادہ تر بحث مباحثہ کی تھیں، اور آریت، مکدُنیت، اور اپولناریت کے خلاف تھیں۔ لیکن شاید اُس کی سب سے مشہور کتاب وہ ہے جو اُس نے ۳۱۸ء میں شائع کی، اور جس میں اُس نے نجات کا مسئلہ پیش کیا۔ اُس کی بہادری اور خود انکاری، اُس کا علم اور دلیری، تاریخِ مسیحیت کے لیے باعثِ فتح تھے، ساتھ ہی وہ راہبوں کا دوست تھا اور اُس نے راہب انتونی کی سوانحِ حیات قلمبند کر کے مغربی کلیسیا میں بھی رہبانیت کو مشہور کر دیا۔

یُولیان مرتد ۳۶۱ء تا ۳۶۳ء

یُولیان کے باپ، بھائی اور دیگر رشتے دار قسطنطیس کے ہاتھ سے قتل کیے گئے تھے۔ اُس کی تعلیم ایتھنے میں ہوئی جہاں باسیل اُس کا دوست تھا، لیکن وہ مسیحیت سے متنفر ہو کر فلسفہ کی طرف مائل ہو گیا۔ قسطنطیس نے ۳۵۵ء میں اُسے قیصر کا خطاب دیا، اور گال میں بھیج دیا۔ وہاں وہ اتنا کامیاب ہُوا کہ قسطنطیس نے حسد اور ڈر کے مارے اُسے واپس بلا لیا۔ یولیان کی فوجوں نے اُس کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا اور وہ قسطنطنیہ کی طرف گئے، تا کہ حکومت کے لیے جنگ کریں۔ اُن کے پہنچنے سے پہلے قسطنطیس فوت ہو گیا، اور یولیان شہنشاہ بن گیا۔ فوراً اُس نے اقرار کیا کہ وہ بُت پرست ہے۔ اُس کی تین سالہ حکومت کے دوران اُس نے مسیحیت کو دبانے اور بُت پرستی کو بحال کرنے کی کوشش کی۔

۱۔ اُس نے مسیحیوں کے امتیازی حقوق کو موقوف کر دیا۔
۲۔ اُس نے مسیحیوں کو منع کیا کہ وہ بچوں یا نوجوانوں کو تعلیم دیں۔
۳۔ اُس نے بُت پرستی کی اصلاح کرنے کی کوشش کی۔

ا۔ اُس نے بُت پرستوں کو حکم دیا کہ مسیحیوں کی طرح محتاجوں کی مدد کریں۔ رحم دلی اور دردمندی ظاہر کریں۔

ب۔ اُس نے بُت پرست پجاریوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی خاندانی زندگی درست کریں۔

ج۔ اُس نے اُن کو حکم دیا کہ وہ شراب خانوں اور بازاری عورتوں سے پرہیز رکھیں۔

د۔ اُس نے کہا کہ پجاریوں کو ترغیب دی جائے یا اُنہیں مجبور کیا جائے کہ وہ نیک چلن ہوں۔

ھ۔ اُس نے کلیسیا کی نقل کرنے کی کوشش کی۔ مثلاً ترتیب عبادت میں، عبادتی عمارتوں میں، اور مہمان نوازی میں وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یولیان اس لیے کامیاب نہ ہوئے کہ فلسفہ اور بُت پرستی میں کوئی زندگی نہ تھی اور یہ ناممکن ہے کہ ہم محض حکم دینے سے کسی کو نیک چلن یا مہربان بنائیں۔ ہم مارشل لا کے تجربہ سے یہ جانتے ہیں کہ حکم بدی کو تھوڑی دیر تک قابو میں رکھ تو سکتا ہے، لیکن نیکی پیدا نہیں کر سکتا۔ جب ۳۶۳ء میں یولیان شاپور روم کے خلاف مسوپتامیہ میں جنگ کرنے گیا، تو مذہبی باتوں میں اُسے شکست پہلے سے ہی ہو چکی تھی۔ بُت پرست عوام بھی اُس کی داڑھی پر ہنستے تھے اور اُسے بکرے کا لقب دینے لگے۔

گو وہ طیسفون کے شہر پناہ تک پہنچ گیا، لیکن رسد کی کمی نے اُسے واپس جانے پر مجبور کیا اور کسی کے تیر سے وہ ہلاک ہو گیا۔ ایک مسیحی مورخ نے کہا کہ اُس کے آخری الفاظ یہ تھے "اے گلیلی تو فتح مند ہے!" لیکن غالباً یہ محض کہانی ہے۔

تھیوڈوسیس اوّل ۳۷۹ء تا ۳۹۵ء

یولیان کے بعد چند ایسے شہنشاہ تھے جو آریت پسند تھے اور اتھاسیس، باسیل اور امبروز جیسے ثناؤثی عالموں نے دلیری سے اُن کا مقابلہ کیا۔ تھیوڈوسیس اوّل

رومی حکومت کا آخری زبردست شہنشاہ تھا، جس کے ماتحت ساری حکومت رہی، اور جس نے وحشی گاتھوں کو شکست دی۔ اُس نے ۳۸۰ء میں اعلان کیا کہ رومن وہ عالمگیر کلیسیا جو تثلیث کو مانتی ہے درست کلیسیا ہے۔ باقی لوگ، خواہ آریائی ہوں یا دوناتی، بدعتی ہیں اور حکومت کی طرف سے اُن کو عبادتوں کی کوئی اجازت نہیں۔ ۳۹۱ء میں اُس نے بُت پرستوں کی قربانیوں کا سلسلہ منقطع کیا، اور بعد میں ۴۳۵ء میں ایک اور شہنشاہ نے اُس کے کام کو مکمل کیا۔ اُس نے حکم دیا کہ بُت پرستوں کی قربانگاہیں مسمار کر دی جائیں اور اُن کے مندر گرجہ گھروں میں تبدیل کیے جائیں۔

تھیوڈوسیس کافی حد تک سچا مسیحی تھا، لیکن وہ مطلق العنان شہنشاہ تھا، اور اُس کا غصہ بہت ہی خطرناک تھا۔ ۳۸۷ء میں انطاکیہ میں عوام نے اُس کے مجسمہ کی بے عزتی کی، اور شہر یہ سوچتے ہوئے ماتم کرنے لگا کہ شہنشاہ نہ صرف مجرموں کو بلکہ سارے شہر کو سزا دے گا۔ لیکن یوحنا فم الذہب نے توبہ کی منادی کی اور مقامی بشپ خود قسطنطنیہ گیا تاکہ شہر کے لیے سفارش کریں۔ انتظار کے وقت یوحنا روز بروز لوگوں کو نصیحت دیتا تھا اور جب شہنشاہ کی معافی کا اعلان آ گیا تو سب نہایت ہی شکرگزار ہوئے، اور بہت سے بُت پرست مسیحی ہو گئے۔ لیکن تھسلنیکے میں، جب ایک اور فساد ہونے لگا، تو تھیوڈوسیس نے ہولناک انتقام لیا۔ اس نے سات ہزار لوگوں کو کھیل تماشہ دیکھنے کے لیے مدعو کیا اور وہاں دنگل میں اس کے سپاہیوں نے اُن کا قتلِ عام کیا۔ یہ واقعہ ۳۹۰ء میں ہوا۔ مقدس امبروز نے جو میلان کا بشپ تھا، بڑی دلیری کی اور شہنشاہ کو پاک عشاء میں شامل ہونے سے منع کیا۔ اُس نے شہنشاہ کو مجبور کیا کہ وہ علانیہ طور پر اپنے گناہ کا اقرار کرے۔ چنانچہ عیدِ ولادت کے دن وہ تائب کے لباس میں گرجہ گھر آیا۔

تھیوڈوسیس کی وفات کے بعد روم میں اور قسطنطنیہ میں مختلف شہنشاہ تھے۔ مغربی حکومت کمزور سے کمزور تر ہوتی گئی۔ ۴۱۰ء میں گاتھوں نے روم شہر کو لوٹ لیا، اور ۴۵۵ء میں ہنوں نے بھی شہر کو فتح کیا۔ ۴۷۶ء میں گاتھوں نے آخری شہنشاہ کو تخت سے اتارا اور یوں رومی حکومت ختم ہو گئی۔ تاہم مسیحیت ختم نہیں ہوئی کیونکہ گاتھ آریائی مسیحی تھے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس   تواریخِ مسیحی کلیسیا   صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۶ (قسطنطین اعظم)

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس   تواریخ مسیحی کلیسیا   صفحہ ۹۴، ۲۲ تا ۵۶، ۱۰ (قسطنطین،
یولیان، تھیوڈوسیس)

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ قسطنطین اعظم کا عہدِ سلطنت کیوں مسیحی تاریخ میں اہم ہے؟

۲۔ جب رُومی حکومت مسیحی ہو گئی، تو یہ واقع کہاں تک کلیسیا کے لیے فائدہ مند اور کہاں تک نقصان دہ تھا؟

۳۔ رُومی سماج میں قسطنطین نے کیا کیا تبدیلیاں کیں؟

۴۔ یوسیبیس مورخ کیوں مشہور ہے؟ اُس کے بارے میں ایک مختصر مضمون لکھیں اور انڈیکس کو استعمال کر کے دیکھ لیں کہ اُس کا ذکر اس کتاب میں کتنی بار آتا ہے۔

۵۔ انڈیکس کا استعمال کر کے اتناسیس کے بارے میں مضمون لکھیں۔

۶۔ یولیان مرتد نے کس طرح بُت پرستی کو بحال کرنے کی کوشش کی؟ وہ کیوں ناکام رہا؟

۷۔ تھیوڈوسیس اوّل کے عہدِ سلطنت کے دوران یوحنا فم الذہب اور امبروز نے کیا کیا کیا؟ اُن کے اعمال سے ہم کلیسیا اور ریاست کے تعلقات کے بارے میں کیا سیکھتے ہیں؟

۳۔ رُومہ کے زوال کے بعد

رومہ کے زوال اور مغربی رُومی حکومت کے ختم ہونے کے بعد مغرب اور مشرق میں کلیسیا اور ریاست کے تعلقات میں کافی سے زیادہ فرق نظر آنے لگا اور یہ دن بدن بڑھتا گیا۔

ا۔ مغرب میں کوئی مضبوط مرکزی سیاسی حکومت باقی نہ رہی۔ گو بزنطینی شہنشاہ یوسطنیان کی فوجوں نے چھٹی صدی میں اطالیہ کا بیشتر حصہ پھر فتح کر لیا مگر یہ کامیابی چند روزہ تھی، اور جلد بزنطینی حکومت یونان، ایشیائے کوچک، شام، فلسطین، مصر اور شمالی افریقہ تک محدود رہی۔ جب ۴۵۱ء میں ہنوں نے رومہ کو لوٹ لیا تو

پاپائے رُوم نیو نے باشندوں کے لیے سفارش کر کے اُن کو قتلِ عام سے بچا یا۔ قسطنطنیہ کے شہنشاہ نے کوئی مدد نہ دی۔ آہستہ آہستہ مغرب میں قومی حکومتیں قائم ہو گئیں، اور ۸۰۰ء تک فرانس، ہسپانیہ، برطانیہ کا بیشتر حصہ، اور جرمنی مسیحی ہو گئے۔ اِن حالات میں رُوم کے بشپوں کے اختیارات اور عزت بہت زیادہ ہوتی گئی۔ ہم ایک خط سے جو کہ ۴۹۴ء میں پاپائے روم گلاسیئس نے بزنطینی شہنشاہ کے نام لکھا' یہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اُس نے سمجھا کہ کلیسیا ریاست سے بڑی اور اُس کا اختیار بھی زیادہ ضروری ہے۔

"اے شہنشاہ اوگسٹس! یہ جان لیں کہ اس دنیا میں دو حکومتیں ہیں، یعنی پوپوں کا پاک اختیار اور شاہی اختیار۔ اِن میں سے قسیسوں کا اختیار بڑا ہے، کیونکہ روزِ عدالت پر وہ دنیا کے بادشاہوں کے بھی ذمہ دار ہوں گے۔ چنانچہ اگر یہ واجب ہے کہ ایمانداروں کے دل اُن سب قسیسوں کے تابع ہوں، جو درستی سے الٰہی باتوں میں مشغول رہتے ہیں، تو یہ اِس سے کہیں زیادہ مناسب ہے کہ اُس جگہ کے بشپ کی فرمانبرداری کی جائے، جس کو خدا تعالےٰ نے سب قسیسوں سے بہت زیادہ مرتبہ دیا، اور جسے تمام کلیسیا معزز تسلیم کرتی ہے"۔

ب۔ مشرق میں بزنطینی حکومت کلیسیائی معاملوں میں زیادہ سے زیادہ حکمرانی کرنے لگی۔ یوسطنیان شہنشاہ نے یوں لکھا:۔

"خدا کی مہربانی کی بڑی سے بڑی بخششوں میں سے دو یہ ہیں یعنی قسیسیت اور شہنشاہ کا اختیار۔ پہلا الٰہی باتوں میں، اور دوسرا انسانی معاملوں میں حکومت کرتا ہے۔ دونوں ایک ہی سرچشمہ کی طرف سے جاری ہو کر انسان کی زندگی پر حکومت کرتے ہیں۔ چنانچہ شہنشاہوں کا فرض ہے کہ وہ قسیسیت کی عزت کے بارے میں فکرمند ہوں"۔

ایک اور اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یوسطنیان کس حد تک "فکرمند" ہونے کے لیے تیار تھا!

" ہمارا فرمان یوں ہے کہ سب بشپ اور قسیس جب پاک نذرانہ پیش کرتے ہیں، یا جب پاک بپتسمہ کی عبادت میں دعا کرتے ہیں، تو وہ خاموشی سے نہیں بلکہ ایسی آواز میں دعا کریں کہ سب ایماندار سن سکیں۔ قسیسوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اگر وہ ایسے فرائض کو نظرانداز کریں، تو نہ صرف روزِ عدالت اُن سے باز پرس کی جائے گی، بلکہ ہم بھی خاموشی سے ایسی باتوں کی اجازت نہیں دیں گے، اور جب اِن کا پتہ ہمیں لگ جائے تو ہم ضرور سزا دیں گے۔ چنانچہ ہم حاکموں کو تاکید کرتے ہیں کہ اگر ہمارے اس فرمان پر لوگ عمل نہیں کرتے تو پہلے مطارنہ اور دیگر بشپوں کو اطلاع دیں۔ اگر وہ سُستی کریں تو حاکم ہمیں اطلاع دیں، تاکہ ہم حالات کو درست کریں۔ نیز اگر حاکم اور اُن کے ماتحت افسران باتوں پر عمل نہ کریں، تو اس نافرمانی کے باعث انہیں سزائے موت دی جائے گی۔"

مزید مطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس   تواریخِ مسیحی کلیسیا   صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۶

سوالات برائے نظرِ ثانی

روما کے زوال کے بعد مغرب اور مشرق میں کلیسیا اور ریاست کے تعلقات کا ایک دوسرے سے مقابلہ کریں۔ اِن دونوں میں کیا کیا خطرات تھے؟ آپ کی دانست میں کونسا انتظام بہتر تھا اور کیوں؟

فصل سوم

ایرانی حکومتوں میں کلیسیا اور ریاست

دیباچہ

یہ مضمون جو پیشِ خدمت ہے ہمارے لیے نہایت اہم ہے۔ اِس میں ہم پڑھیں گے کہ ایک غیر مسیحی ملک میں، جس میں آخر تک مسیحی کلیسیا مذہبی اقلیت رہی ریاست نے کس طرح کلیسیا کو بحیثیت اقلیت قبول کیا۔ ہم اِس انتظام کی مضبوطی اور کمزوری پر غور کریں گے۔ اِس سے پہلے ہم ابتدائی صدیوں کی کلیسیا کی سب سے بڑی ایذا رسانی کے بارے میں پڑھیں گے، جس میں سولہ ہزار سے زیادہ مسیحی قتل ہوئے اور پھر بعد میں ہم دیکھیں گے کہ باوجود اتنی مخالفت کے کلیسیا نے تبلیغی کام نہ چھوڑا، اور یوں دن بدن ترقی کرتی رہی۔ ہم یہ بھی پڑھیں گے کہ چند ایسی وجوہات بھی تھیں جن کے سبب سے مسیحیوں کی حُبّ الوطنی پر شک کیا گیا، کیونکہ اُن میں مسیحی برادرانہ محبت اور حُبّ الوطنی کی آپس میں کشمکش تھی، اور ہم اِس پر بھی غور کریں گے کہ کلیسیا نے کس طرح اِس مشکل معاملہ کو حل کیا۔

شروع میں ہم پس منظر اور مخالفت کی وجوہات کا ذکر کریں گے، پھر پارتھی حکومت میں چند مثالی واقعات پیش کریں گے، پھر زیادہ تفصیل کے ساتھ ساسانی حکومت میں کلیسیا کی مشکلات اور ترقی بیان کریں گے، اور آخر میں چند اسباق قلمبند کریں گے، جو ہم اِس سارے بیان سے سیکھ سکتے ہیں۔

ا۔ پس منظر اور مخالفت کی وجوہات

پارتھی اور ساسانی حکومتوں میں مسیحیت کی مخالفت کی تین بڑی وجوہات تھیں:

۱۔ یہودیوں کی مخالفت۔
۲۔ مجوسیوں کی مخالفت۔
۳۔ ریاست کی مخالفت۔

یہودیوں کی مخالفت کے بارے میں کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ صوبہ حدیاب میں جہاں مسیحیت نے پارتھی حکومت میں جڑ پکڑی، کافی سے زیادہ یہودی تاجر اور آبادکار تھے (صفحہ ۲۲) اور سارے اسور میں (موجودہ جنوب مشرقی ترکی اور شمالی عراق) یہودی عبادت خانے اور آبادکار بہت تھے۔ غالباً بہت سے یہودی مسیحی ہو گئے، اور اس بات سے وہ مخالفت، جو ساری یہودی دنیا میں مسیحیت کے بارے میں اُٹھی، اور زیادہ بڑھ گئی۔ لیکن باقی دو باتوں کے بارے میں یعنی مجوسیوں اور ریاست کی مخالفت کے متعلق کچھ مزید معلومات ضروری ہیں۔

ا۔ مجوسی

جب ہم لفظ "مجوسی" پڑھتے ہیں، تو قدرتی طور پر ہمارے ذہن میں اُن مجوسیوں کا خیال آجاتا ہے۔ جنہوں نے مسیح کو سونا، لبان اور مُر نذر کیے۔ شاید ہمارے کانوں میں اُس گیت کا راگ اور الفاظ گونجتے ہوں گے کہ

"ہم تین بادشاہ مشرق سے ہیں"

اور ہم حیرانی محسوس کرتے ہیں کہ ان بادشاہوں نے مسیحیوں کو کیسے ستایا اور اُن کا تعلق پارتھی یا ساسانی حکومت سے کیا تھا؟ اس بات کے جواب دینے اور سمجھنے میں ضروری ہے کہ ہم کتابِ مقدس اور کلیسیائی روایات میں امتیاز کریں۔ متی میں کیا لکھا ہے؟

"دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلیم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اُس کا ستارہ دیکھ کر ہم اُسے سجدہ کرنے آئے ہیں" (متی ۲: ۱تا ۲)۔

یہاں "تین بادشاہ" نہیں بلکہ "کئی مجوسی" ہیں! جہاں تک اُن کی تعداد کا سوال تھا مشرقی کلیسیائی روایت کے مطابق وہ "بارہ" یا "تیرہ" تھے، خلاؔ یوحنا فم الذہب نے جب متی کی انجیل کی تفسیر لکھی تو بارہ کا ذکر کیا۔ مغربی کلیسیا کی روایت کے مطابق، جس کا پہلا ذکر پانچویں صدی کی دو کتابوں میں ہے، تین مجوسی تھے۔ غالباً یہ قیاسی روایت ہے، اس لیے کہ وہ تین قسم کے تحفے لائے۔ مغرب میں یہ روایت بڑھتی بڑھتی یہاں

تک پہنچی کہ ایک براعظم یورپ سے آیا، دوسرا ایشیا سے اور تیسرا افریقہ سے۔ حالانکہ کتاب مقدس کا صاف بیان یہ ہے کہ وہ "پورب سے" آئے۔

اخناطیوس، یوسطین شہید، ایرینیئس، وغیرہ نے یہ خیال پیش نہیں کیا کہ وہ بادشاہ تھے۔ بادشاہوں کا پہلا یقینی ذکر ایک چھٹی صدی کے وعظ میں ملتا ہے، جو کہ فرانس کے ایک بشپ نے پیش کیا۔ اس سے پہلے مغربی کیتھولک کلیسیا نے عیدِ ولادت ۲۵ دسمبر کو منانا شروع کیا، اور چھ جنوری کو عیدِ ظہور ٹھہرایا یعنی وہ وقت جب خداوند یسوع مسیح مجوسیوں کے سامنے یعنی غیر قوموں کے سامنے ظاہر ہوا (صفحہ ۱۶۹ دیکھیں)۔ اُس عید کے لیے پرانے عہدنامے سے مناسب ورد یسعیاہ ۶۰ باب ٹھہرایا گیا، جس میں تیسری آیت یُوں ہے۔

"اور قومیں تیری روشنی کی طرف آئیں گی اور سلاطین تیرے طلُوع کی تجلّی میں چلیں گے۔"

اور شاید یسعیاہ ۴۹: ۶ اور زبُور ۷۲: ۱۰ تا ۱۲ بھی لوگوں کے خیال میں آئیں کہ یہ پیشین گوئیاں مجوسیوں کے آنے میں پُوری ہو گئیں۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ مجوسی بادشاہ بھی تھے! لیکن کتاب مُقدّس میں لفظ "مجوسی" ہے نہ کہ "بادشاہ" اور گو یہ بیشک عزّت دار اور امیر لوگ تھے، لیکن بادشاہ نہیں تھے۔

پھر مجوسی کیسے لوگ تھے اور کہاں سے آئے؟ میری دانست میں وہ نجومی تھے، اور پارتھی حکومت سے اور غالباً مسوپتامیہ (فی زمانہ عراق) سے آئے۔ "مسوپتامیہ کے فتور" کی طرف سے بلعام نجومی آیا (استثنا ۲۳: ۴)، اور جب بلق شاہِ موآب کا وفد اُس کو بلانے گیا تو وہ "فال کھولنے کے انعام ساتھ لے کر گیا (گنتی ۲۲: ۷)۔ تواریخ اور علم آثار قدیمہ سے ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ بابل کے لوگوں نے سُورج، چاند اور پانچ سیّاروں سے ہفتہ کے سات دنوں کو موسوم کیا۔ اُنہوں نے سمجھا کہ یہ سات دیوتا ہیں اور اُن کے اثرات اہلِ دنیا کے مستقبل کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اُنہوں نے ۳۰۰ سال تک متواتر سُورج اور چاند کے ہر ایک گرہن کو درج کر دیا، اور عوام نے سمجھا کہ اُن کے نجوم ہی سے کسی اژدہا نے کچھ عرصے تک سورج کو نگل لیا (ایوب ۳: ۸ میں اُن کا ذکر ہے)۔ اُنہوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ ایک سال کی ٹھیک ٹھیک لمبائی ۳۶۵ دن اور چھ گھنٹے ہے۔ چنانچہ وہ ماہرِ فلکیات بھی تھے، اور نجومی بھی تھے جو کہ وہ فال کھولتے تھے۔ لہٰذا شاہِ بابل کا ایک افسر "مجوسیوں کا سردار" تھا (یرمیاہ ۳۹: ۳)

اور اس کے کام کا کچھ بیان ہمیں حزقی ایل ۲۱: ۲۱ میں ملتا ہے۔ شاہِ بابل کے دربار میں وہ ہر وقت فال کھولنے کے لیے حاضر تھے۔ چنانچہ دانی ایل ۲: ۲ میں "فالگیروں اور نجومیوں اور جادوگروں اور کسدیوں" کا ذکر آتا ہے اور ہفتادہ ترجمہ میں "نجومیوں" کا ترجمہ "ماگوئی" (۳۰۰ - ۲۰۰) سے یعنی "مجوسیوں" سے کیا گیا ہے۔

ابتدائی زمانہ میں بابلی اور اسوری اُن مادی اور فارسی قبیلوں سے زیادہ مہذب تھے جو کہ اُن کے شمال اور مشرق کی طرف پہاڑی علاقوں میں رہتے تھے، لہٰذا بابل کی تہذیب اُن پر اثر پذیر ہوئی ہوگی۔ بہرحال یونانی مورخ ہیرادوتس[۱] (پانچویں صدی قبل از مسیح) نے بتایا کہ مادی قوم میں پانچ ذاتیں تھیں، جن میں ایک مجوسی یا مغ ذات تھی۔ یہ ذات لاویوں کی طرح مذہبی فرقہ تھی اور اس میں سے وہ جو خاص مذہبی راہنما تھے موبد کہلاتے تھے۔ وہ مجوسی لمبے سفید چوغے اور سفید نوکیلی ٹوپیاں پہنتے تھے۔ (تصویر نمبر ۵ میں ایک مجوسی شہنشاہ شاپور کے پاس کھڑا ہے اور مسیحیوں پر الزام لگاتا ہے۔)

غالباً جب شاہِ فارس خورس نے ۵۳۹ ق م میں بابل کو فتح کر لیا اور سارا مسوپتامیہ اس کی حکومت میں شامل ہو گیا تو وہاں کے مجوسیوں نے نئی حکومت میں وہی کام جاری کیا جو وہ کرتے آئے تھے اور نئے بادشاہ اور نئے مذہب کی خدمت کرنے لگے۔ چنانچہ جو مجوسی ستارہ دیکھ کر مسیح کی طرف آئے، ہم اُن کے بارے میں وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا وہ مادی یا فارسی یا مسوپتامیہ کے کسدی باشندوں میں سے تھے۔ غالباً وہ یہودی آبادکاروں سے سُن چکے ہوں گے کہ ان کا بادشاہ اور مسیح آنے والا ہے، اور اُن یہودیوں نے شاید مسوپتامیہ کے نجومی بلعام کی پیشین گوئی پر زور دیا ہو۔

"میں اُسے دیکھوں گا تو سہی پر ابھی نہیں،
وہ مجھے نظر بھی آئے گا، پر نزدیک سے نہیں۔
یعقوب میں ایک ستارہ نکلے گا،
اور اسرائیل میں ایک عصا اُٹھے گا۔
اور موآب کی نواحی کو مار مار کر صاف کر دے گا۔"
(گنتی ۲۴: ۱۷)

یہودیوں نے اس پیشین گوئی کی یوں تشریح کی کہ مسیح کی پیدائش سے دو سال

۱۔ Herodotus



شاپور دوم مسیحیوں کو ستاتا ہے

پہلے ایک ستارہ نکلے گا۔ پھر الٰہی بادشاہ ہوگا اور سب ظالم قوموں کو برباد کرے گا۔

لیکن ہم اُن مجوسیوں کا کافی سے زیادہ ذکر کر چکے ہیں، جنہوں نے ستارہ دیکھا، اور جو مسیح کے پاس گئے۔ آیئے ہم ایک مشہور مجوسی کا بیان کریں، جو مسیح سے چند صدیوں پہلے کا تھا اور جس نے مادی اور فارسی لوگوں کو ایک اعلیٰ قسم کا مذہب عنایت کیا۔ اس کا نام زرتشت[1] تھا۔

ب۔ زرتشت[1]

علماء وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ زرتشت کس صدی میں پیدا ہُوا، لیکن آج کل زیادہ تر یہ اُن کی رائے ہے کہ وہ ساتویں یا چھٹی صدی قبل از مسیح کا تھا۔ وہ مادی تھا اور طہران کا باشندہ اور ذات کا مجوسی تھا۔ ان جنتروں سے جو گاتھا[2]، وگیت، کہلاتے ہیں، ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ مجوسیوں کی جادوگری اور بُت پرستی کا مخالف تھا۔ اُس کی تعلیم کی بنیاد اُس کے اپنے الفاظ میں یُوں تھی۔

"وہ دو ابتدائی ارواح جنہوں نے اپنے آپ کو بطور جوڑا ظاہر کیا، وہی خیال، قول اور فعل میں بھلائی اور بُرائی ہیں۔ اُن میں سے درستی سے امتیاز کر کے چُننا دانا تو جانتا ہے لیکن احمق نہیں جانتا۔"

زرتشت نے یہ سکھایا کہ ایک ہی نیک خدا ہے یعنی ہرمزد[3] (اہورا مزدا، ہرمزد) اور وہ بُت کی شکل میں نہیں ہے، کیونکہ وہ رُوح ہے، اور اُس کی چھ مددگار ارواح ہیں۔ لیکن ایک بد رُوح بھی ہے جس کا نام اہرمن[4] ہے (انگرہ مائینو، اہریمن) اور وہ ہرمز کی طرح ازل سے ہے اور اُس کی چھ مددگار بد رُوحیں ہیں۔ اِس موجودہ زمانے میں ہرمز اور اہرمن کی طاقتیں قریباً برابر ہیں اور ہر دانا آدمی کا فرض ہے کہ وہ ہرمز کی پیروی کرے کیونکہ دنیا کے آخر میں اہرمن نیست و نابود کیا جائے گا۔ اگر ہم ہرمز کی پیروی کرنا چاہتے ہیں، تو چاہیئے کہ ہم خانہ بدوش زندگی چھوڑ کر زراعت کا کام کریں۔ رحم دل اور راستباز ہونے کی کوشش کریں، اور زندہ اشیاء کی قربانیوں اور ہر قسم کی جادوگری سے پرہیز رکھیں۔ جو ایسا کرتا ہے وہ بہشت میں ابدی زندگی حاصل کرے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مادی ہو کر زرتشت اُن فارسیوں میں گیا، جو مادیہ کے جنوب مشرق میں رہ کر خانہ بدوش

---

[1] Zartusht or Zoroaster [2] Gatha(s)

[3] Hurmiz (Ahura-Mazda, Hurmizd)

[4] Ahriman (Angra Ma'inyu)

ڈاکوؤں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ زرتشتی روایات کے مطابق وہ کسی حد تک کامیاب ہوا، لیکن ستتر یا پچاسی سال کی عمر پر وہ شہید ہو گیا۔

علماء اس بات سے متفق نہیں کہ فارسی حکومت (۵۵۰ تا ۳۳۱ ق م) نے کب تک زرتشت کی تعلیم قبول کی۔ غالباً اُس تعلیم کے چند عناصر قبول کیے گئے۔ لیکن مجوسی بہت مضبوط تھے، اور اُن کی رسومات اور خیالات زرتشتیت میں شامل ہو گئے۔ مجوسی مذہبی فرقہ رہے اور موبد زرتشتی کاہن بن گئے۔ تھوڑے عرصے تک سکندرِ اعظم اور سلوقی شاہی سلسلہ نے بُت پرستی کو دوبارہ قائم کیا، (۳۳۱ تا ۲۵۶ ق م)۔ پھر پارتھیوں کا راج ہونے لگا (سن ۲۵۶ ق م تا سن ۲۲۵ ق م)۔ پارتھی زرتشتی مذہب کے حامی تھے، لیکن اُنہوں نے اوروں پر یہ مذہب نہیں ٹھونسا۔ ہو سکتا ہے کہ پارتھی بادشاہ ولگاش اوّل نے، جو نیرو شہنشاہ کا ہم عصر تھا، کچھ زرتشتی صحائف جمع کئے، لیکن عموماً پارتھی بادشاہ مذہبی باتوں میں سرگرم نہ تھے۔ ساسانی حکومت میں مذہب پر بہت زیادہ زور ہوا، اور شاپور اوّل (سن ۲۴۱ء تا سن ۲۷۲ء)، بہرام اوّل (سن ۲۷۳ء تا سن ۲۷۶ء) اور شاپور دوم (سن ۳۰۹ء تا سن ۳۷۹ء) نے زرتشتی صحائف جمع کروانے میں سرگرمی ظاہر کی۔ جملہ صحائف جن میں گاتھا اور دیگر روایات شامل تھیں اوستا کہلاتے ہیں۔ اردشیر اوّل (سن ۲۲۶ء تا سن ۲۴۱ء) نے مجوسیوں کو دربار میں نوابوں کے برابر درجہ دیا، اور شاپور دوم نے یہ فرمان جاری کیا کہ اگر کوئی مجوسی یا دیگر زرتشتی اپنے مذہب کو ترک کرے، تو اُس کو سزائے موت دی جائے۔ اس فرمان کے باوجود بہت سے فارسی اور خصوصاً مجوسی مسیحی ہو گئے۔ لیکن عموماً مجوسیوں نے مسیحیوں کی سخت مخالفت کی اور شاہی دربار میں سردار موبد بار بار شہنشاہ کو اُن کو ستانے کے لیے اکساتا رہا۔

ج۔ پارتھی اور ساسانی حکومتوں میں زرتشتیت کی خصوصیات

ہم صرف چند اہم خصوصیات کا ذکر کریں گے، اور خاص کر اُن کا جن کی وجہ سے مسیحیت کی مخالفت تھی۔ ان میں ہم محسوس کریں گے کہ زرتشت کی تعلیم مجوسیوں کے خیالات اور رسومات کی وجہ سے کافی تبدیل ہو گئی۔

۱۔ عقیدہ ہُرمزد نور ہے، اور آسمان اور زمین اور سب اچھی چیزوں کا خالق ہے۔ اُس کی چھ مددگار ارواح ہیں، جن میں سے تین مذکر اور تین مونث ہیں، اور جو اخلاقی خوبیوں سے موسوم ہیں، مثلاً راستبازی، صحت وغیرہ۔ سیکی ساتھ ہی دیگر اچھی ارواح ہیں۔ ایک قسم کی ثالوث ہے جو کہ ہُرمزد، مِترہ، آفتاب، اور اناہتیہ (پانی) پر مشتمل ہے۔ اناہتیہ مونث ہے۔ پھر ایک زبردست رُوح اتر ہے یعنی آگ، جو سب زندگی کا ضروری عنصر ہے، کیوں کہ زندہ بدن گرم ہے اور لاش ٹھنڈی ہے۔ گو آگ اور سورج دیوتا نہیں سمجھے گئے، لیکن اُن کی دیوتاؤں کی طرح پرستش کی گئی، اور اُس زمانہ کے زرتشتیوں کو سورج پرست اور آتش پرست کہا جاتا ہے۔

اہرمن تاریکی ہے، اور سانپ، کیڑے کوڑے، وبا، جنگ، موت اور سب بُری چیزوں کا خالق ہے، اور اُس کی مددگار بہت سی بد ارواح یا شیاطین ہیں، جو انسان کو بدی پر مائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

عبادت مِترہ کے لیے، خاص کر گھوڑوں، بیلوں، بھیڑوں اور اونٹوں کی قربانیوں کا ایک سلسلہ تھا۔ خاص مندر تھے، جہاں آگ ہمیشہ جلتی رہتی، اور روزانہ پانچ بار موبد مندر میں جا کر بخور جلاتا اور کہتا تھا "نیک خیال، نیک قول، نیک فعل" اور پاک صحائف میں سے پڑھتا تھا۔ ہر گھر میں بھی آگ جلتی تھی۔ موبد ایک خاص قسم کی شراب بھی پیتے تھے، تاکہ وہ نشہ میں آکر ارواح کی خاص رفاقت میں آئیں۔ عبادتی رسوم میں موبد اور مجوسی مذہبی رہنما ہوتے ہوئے بہت اہم حصہ لیتے تھے۔

اخلاقیات "نیک خیال، نیک قول، نیک فعل" پر زور تھا، اور خاص کر یہ کہ آدمی دیانت دار اور سچا ہو۔ زراعت اور مویشیوں کی دیکھ بھال پر زور تھا، اور کُتوں سے بھی مہربانی سے پیش آنے کی ہدایت تھی۔ شادی کرنا ہر ایک کا فرض تھا اور مبارک تھا وہ جس سے بچے پیدا ہوتے تھے۔ ضرورت کے موقعہ پر آدمی کو اجازت تھی کہ وہ اپنی بہن سے یا اپنی بیٹی سے شادی کرے تاکہ خاندانی ذات پاک ہو۔ کثرتِ ازدواجی کی اجازت تھی تاکہ بہت سی اولاد پیدا ہو۔ (ہمیں برادیصان کی بات یاد ہوگی کہ "جو مسیحی پارتھیہ میں ہیں وہ دو دو بیویاں نہیں رکھتے ... نہ فارس میں

رہنے والے بھائی اپنی بیٹیوں سے آپ شادی کرتے ہیں" صفحہ ۳۲ دیکھیں)۔ آدمی کا فرض تھا کہ وہ صحت یاب ہو اور ہر قسم کی فاقہ کشی یا ریاضت منع تھی۔ اس غرض سے کہ زمین اور پانی ناپاک نہ کیے جائیں، مُردوں کی لاشوں کو کھلے بُرجوں پر چھوڑا گیا، تاکہ گدھ اُن کو صاف کریں۔

ریاست زرتشتی مذہب قومی مذہب تھا۔ اس لیے مجوسیوں کو شاہی دربار اور ملک میں بہت اعلےٰ درجہ دیا جاتا تھا۔ عام خیال یہ تھا کہ جو کوئی زرتشتی نہیں وہ حُب الوطن نہیں۔ جو کوئی زرتشتیت چھوڑ کر کسی اور مذہب کو اختیار کرے اُس کو سزائے موت دی جائے۔

د۔ ایذارسانی کی وجوہات

مندرجہ بالا باتوں سے ہم یہ محسوس کرسکتے ہیں کہ عقیدہ، عبادت، اخلاقیات، اور ریاست کے تعلقات، یعنی ہر ایک پہلو میں مسیحیت اور زرتشتیت ایک دوسرے کے مخالف تھیں۔ ہم ریاست کے بارے میں مزید ذکر کریں گے۔ باقی پہلوؤں کے بارے میں یہ کافی ہوگا کہ ہم چند اقتباسات پیش کریں۔

قریباً سنہ [illegible]ء میں شاپور دوم نے یوں اپنے فرمان میں مسیحیوں کے خلاف الزامات لگائے۔

"یہ مسیحی ہماری پاک تعلیم کو برباد کرتے ہیں اور لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ وہ ایک واحد خدا کی خدمت کریں اور آفتاب اور آگ کی عزت نہ کریں۔ وہ اپنے غسلوں سے پانی کو آلودہ کرتے ہیں۔ وہ شادی سے اور اولاد پیدا کرنے سے گریز کرتے ہیں، اور شہنشاہ کی فوجوں میں جنگ کرنے کو تیار نہیں۔ وہ جانوروں کو ذبح کرنے اور کھانے کے بارے میں خاص اصولوں کے پابند نہیں۔ وہ زمین میں لوگوں کی لاشوں کو دفن کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نیک خدا نے سانپ اور کیڑے مکوڑے پیدا کیے۔ وہ بادشاہ کے بہت سے نوکروں کو حقیر جانتے ہیں اور جادوگری سکھاتے ہیں۔"

سنہ [illegible]ء میں یزدگرد دوم کے وزیر اعظم نے آرمینیہ کے مسیحیوں کو یُوں لکھا:۔

"یہ جان لوکہ جو ہرمزد کے مذہب کا پیروکار نہیں، وہ بہرہ اور اندھا ہے، اور اہرمن کی بدذات سے دھوکا کھا چکا ہے۔ ہرمزد نے انسان کو، اور اہرمن نے دُکھ، بیماری اور موت کو پیدا کیا۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی طرف سے موت، اور نیکی و بدی دونوں آتی ہیں، غلطی پر ہیں، اور خاص کر مسیحی جو دعویٰ کرتے ہیں کہ غیور خدا نے موت کو اس لیے پیدا کیا اور بنی نوع انسان پر ٹھونسا، کیونکہ کسی نے درخت سے کوئی انجیر کا پھل کھایا! ساتھ ہی مسیحی ایک اور غلطی کرتے ہیں جب کہ وہ کہتے ہیں کہ آسمان اور زمین کا خالق ایک کنواری بنام مریم سے پیدا ہوا۔ تم لوگ کیوں رُومی حکومت کی غلطیوں میں شریک ہو؟ لیکن سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ منادی کرتے ہیں کہ خدا انسانوں کے ہاتھ مصلوب ہوا، دفن ہوا، جی اُٹھا، اور آسمان پر بیٹھ گیا۔ بدارواح بھی انسانوں کے ہاتھ سے اذیت پاتی ہیں، اور زنجیروں میں مقید ہوتی ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سب چیزوں کے خالق خدا سے ایسا سلوک کیا جائے؟"

قریباً ۵۴۱ء میں مجوسیوں نے شہنشاہ خسرو نوشیرواں کے سامنے کلیسیائے مشرق کے بطریق ماراآبا کے خلاف چار الزامات لگائے:

۱۔ "وہ مجوسیوں کا مذہب ترک کر کے مسیحی ہو گیا۔"

۲۔ "اُس نے مسیحیوں کو ایک وقت میں ایک سے زیادہ بیویوں سے شادی کرنے کی اجازت نہ دی۔"

۳۔ "اُس نے مجوسیوں کے قاضیوں کے فیصلے منسوخ کر کے اُن ... عدالتی اختیارات سے مقدمے چھین لیے۔"

۴۔ اُس نے مجوسیوں کو بپتسمہ دے کر مسیحی کر لیا۔"

ہم ان سب الزامات کو درست تصور کرنے پر مجبور تو نہیں، لیکن عموماً وہ ... تھے، اور ہمیں دکھاتے ہیں کہ مجوسیوں نے کن کن باتوں میں سمجھا کہ مسیحی عبادت اور عقیدہ اور اخلاقیات قابلِ برداشت نہیں تھے۔ ان میں کچھ سیاسی معاملے بھی شامل ہوگئے۔

... شہنشاہ کی فوجوں میں جنگ کرنے کو تیار نہیں

"وہ بادشاہ کے بہت سے نوکروں کو حقیر جانتے ہیں۔"

"تم لوگ کیوں رُومی حکومت کی غلطیوں میں شریک ہو؟"

دراصل جب تک رُومی حکومت بُت پرست رہی، تو مسیحیوں کی کوئی خاص سیاسی مخالفت نہیں تھی، لیکن جیسے ہم بعد میں تفصیل سے دیکھیں گے، جب رُومی حکومت مسیحی ہوگئی، تو مشرقی مسیحی اُن کے خلاف جنگ کرنے کے شوقین نہ تھے، اور مسیحی برادرانہ محبت اور حُبّ الوطنی میں کشمکش ہونے لگی، اور یُوں دُشمنوں کے لیے یہ آسان تھا کہ وہ مسیحیوں پر الزام لگائیں، کہ یہ ہمارے دشمن کے ہمدرد ہیں، اور اپنے ملک کے بے وفا ہیں۔ چنانچہ کلیسیا مجبور ہوگئی کہ وہ اپنی آزادی کا اعلان کرے کہ وہ رُومی حکومت کی کلیسیا کے ماتحت نہیں۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

برکت اللہ	صلیب کے ہراول	صفحہ ۴۰ تا ۵۰
پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی	تاریخ ایران جلد اوّل	صفحہ ۴۹ تا ۶۹، ۱۵۸ تا ۳۳۴ اور ۳۷۷ تا ۴۹۲

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مجوسی کتنے تھے اور کن کن ممالک کے بادشاہ تھے؟

۲۔ مجوسیوں پر مضمون لکھیں۔

۳۔ زرتشت کون تھا؟ اُس کی خصوصی تعلیم کیا تھی؟

۴۔ پارتھی اور ساسانی حکومتوں میں زرتشتیت کی خصوصیات کیا تھیں؟ آپ کی دانست میں وہ کونسی باتوں میں زرتشت کی اپنی تعلیم کے خلاف تھیں؟

۵۔ ساسانی حکومت میں مجوسیوں کا کیا مرتبہ تھا؟ وہ کیوں مسیحیوں کو ستانے میں کوشاں رہے؟

۶۔ ساسانی حکومت میں ایذا رسانی کی وجوہات تین سرخیوں کے تحت جمع کریں:۔

مذہبی　　　　سماجی　　　　سیاسی

۷۔ رُومی اور ساسانی حکومتوں میں ایذا رسانی کی وجوہات کہاں تک یکساں تھیں اور کہاں تک مختلف؟

۲۔ پارتھی حکومت میں کلیسیا اور ریاست

ارشکی پارتھی حکومت، جو اُس کے اوّلین ارشک کے نام سے شروع ہوئی، کئی جنگجو نوابوں کا راج تھا، جن میں سے ہر ایک کے پاس شخصی لشکر تھا، اور جنہوں نے بادشاہ کو بحیثیت نوابِ اعلیٰ تسلیم کیا۔ ملک کی حالت پُرامن نہیں تھی، بلکہ رُومیوں کے خلاف، فارسیوں کے مقابلہ میں، اور شمال کے پہاڑی قبائل کے حملوں کو روکنے کے لیے بہت سی لڑائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ بادشاہ زرتشتی تو تھا، لیکن عوام کے مذہب میں خاص کر مسوپتامیہ میں جہاں مسیحیت کی ابتدائی اشاعت ہوئی، پرانی بُت پرستی رواج پذیر تھی، اور اُس میں زرتشت کی تعلیم کسی نہ کسی حد تک شامل ہوئی۔ مجوسی ہر قسم کی فالگیری، جادوگری اور علم نجوم میں ماہر تھے۔

ہم پارتھی حکومت میں مسیحیت کے بارے میں جو کچھ جانتے ہیں، وہ قریباً سب کا سب مشیحا زخا کی کتاب سے ماخوذ ہے (دیکھیں صفحہ ۲۲)۔ ہم نے دیکھا ہے کہ اربل کا پہلا بشپ پقیدہ ایک مجوسی کے غلام کا بیٹا تھا۔ وہ سنہ ۹۹ء میں مسیحی ہو گیا اور سنہ ۱۰۴ء تا سنہ ۱۱۴ء اربل کا بشپ رہا۔ پھر چھ سال تک کوئی نیا بشپ مقرر نہیں ہوا۔

اربل کا بشپ سمسون، پہلا مشرقی شہید ۱۲۰ء تا ۱۲۳ء

سمسون کے بارے میں مشیحا زخا کا بیان بہت ہی دلچسپ ہے۔ اس میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک تبلیغی کلیسیا میں، بشپ کی تقدیس بہت سادہ طریقہ سے ہوئی۔ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ دیہات میں مذہب کتنا گہرا بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن خاص کر یہ ہمارے لیے باعثِ فخر ہے کہ یہ اُس کلیسیا کا جو رُومی حکومت کے مشرق میں تھی، پہلا شہید تھا، بیان ہوا ہے۔

باربل کے بیان کے مطابق یہ واقعہ اس شکست کے سات سال بعد ہوا جو کہ رومیوں کے بادشاہ تراجان نے ارشکی بادشاہ خسرو کو دیا (یعنی ۱۱۶ء کے سات سال بعد)۔ ہمارے وطن سے سمتون پہلا شہید تھا۔"

"شاہ رتب ہمورو کا نام ہمیں مولک (بادشاہ) کی یاد دلاتا ہے جس کے سامنے آگ میں بچوں کی قربانیاں نذر کی گئیں (احبار ۱۸ : ۲۱ اور یرمیاہ ۳۲ : ۳۵ دیکھیں)۔"

راق بخت، ایک مسیحی حاکم اور سپہ سالار قربان ۱۴۰ء

ولگاش (بلاش) دوم (۱۳۰ء تا ۱۴۷ء) نے ایک نواب بنام راق بخت کو صدیاب کا حاکم مقرر کیا۔ اربل کے بشپ اسحاق سے انجیل سُن کر اُس نے مسیح کو قبول کیا، اور بپتسمہ لینے کے لیے درخواست کی، لیکن بادشاہ کے ڈر کے مارے اُس کا بپتسمہ پوشیدہ تھا۔ پھر بھی اُس نے صدیاب کے مسیحیوں کو بہت مدد دی تاکہ خوشخبری کی زیادہ اشاعت ہو۔ مجوسی اُس کے مخالف ہونے لگے، اور اس کے قتل کی سازش کرنے لگے۔ رُومی مسافروں کے بھیس میں اُس کے ہاں آئے، اور اُن کی تجویز یہ تھی کہ رات کے وقت اُٹھ کر اُس کو مار ڈالیں۔ راق بخت نے دھوکا کھا کر اُن کو خوش آمدید کہا اور اپنے گھر میں اتارا۔ "لیکن خدا نے اپنے خادم کو بچانے کے لیے خود انتظام کیا۔" راق بخت اپنے مہمانوں کے ساتھ شام کا کھانا کھا رہا تھا جب ولگاش بادشاہ کی طرف سے ایک قاصد آیا۔

"ولگاش بادشاہ کے نام میں اُس نے اُس کو حکم دیا کہ اگر وہ بادشاہ کا خیر خواہ ہو تو وہ بغیر کسی انتظار کے طیسفون آ جائے، "تاکہ دونوں حاکموں کے لشکر اُن وحشی لوگوں کے حملہ کو روک سکیں، جو کُردستان کے پہاڑی ملک پر ٹوٹ پڑے ہیں اور بہت سے شہروں کو لوٹ لیا ہے اور برباد کر دیا ہے۔"

راق بخت محبِ الوطن اور بادشاہ کا حقیقی خیر خواہ تھا۔ وہ اپنے سگے بھائی کو حکم دے کر فوراً طیسفون روانہ ہو گیا کہ ان لوگوں کی آج رات مہمان نوازی کرو، اور کل میرا لشکر جمع کر کے میرے پیچھے طیسفون آ جانا۔ راق بخت کا بھائی خود بُت پرست

بابل کے بیان کے مطابق یہ واقعہ اس شکست کے سات سال بعد ہوا جو کہ رومیوں کے بادشاہ تراجان نے آرشکی بادشاہ خسرو کو دیا یعنی ۱۱۶ء کے سات سال بعد)۔ ہمارے وطن سے ستون پہلے شہید تھا۔"

"شاہ زرتشت گوروز کا نام ہمیں مولک (بادشاہ) کی یاد دلاتا ہے جس کے سامنے آگ میں بچوں کی قربانیاں نذر کی گئیں (احبار ۱۸ : ۲۱ اور یرمیاہ ۳۲ : ۳۵ دیکھیں)۔

راق بخت: ایک مسیحی حاکم اور سپہ سالار قریباً ۱۴۰ء

ولگاش (بلاش) دوم (۱۳۳ء تا ۱۴۸ء) نے ایک نواب بنام راق بخت کو حدیاب کا حاکم مقرر کیا۔ اربل کے بشپ اسحاق سے انجیل سُن کر اُس نے مسیح کو قبول کیا، اور بپتسمہ لینے کے لیے درخواست کی، لیکن بادشاہ کے ڈر کے مارے اُس کا بپتسمہ پوشیدہ تھا۔ پھر بھی اُس نے حدیاب کے مسیحیوں کو بہت مدد دی تاکہ خوشخبری کی زیادہ اشاعت ہو۔ مجوسی اُس کے مخالف ہونے لگے، اور اُس کے قتل کی سازش کرنے لگے۔ رُومی مسافروں کے بھیس میں اُس کے ہاں آئے، اور اُن کی تجویز یہ تھی کہ رات کے وقت اُٹھ کر اُس کو مار ڈالیں۔ راق بخت نے دھوکا کھا کر اُن کو خوش آمدید کہا اور اپنے گھر میں اُتارا؛ لیکن خدا نے اپنے خادم کو بچانے کے لیے خود انتظام کیا۔ راق بخت اپنے مہمانوں کے ساتھ شام کا کھانا کھا ہی رہا تھا جب ولگاش بادشاہ کی طرف سے ایک قاصد آیا۔

"ولگاش بادشاہ کے نام میں اُس نے اُسے کو حکم دیا کہ اگر وہ بادشاہ کا خیرخواہ ہو تو وہ بغیر کسی انتظار کے طیسفون آ جائے، تاکہ دونوں حاکم لشکر اُن وحشی لوگوں کے حملہ کو روکیں، جو کُردستان کے پہاڑی ملک پر ٹوٹ پڑے ہیں اور بہت سے شہروں کو لُوٹ لیا ہے اور برباد کر دیا ہے۔"

راق بخت مُحب الوطن اور بادشاہ کا حقیقی خیرخواہ تھا۔ وہ اپنے سگے بھائی کو حکم دے کر فوراً طیسفون روانہ ہو گیا کہ ان لوگوں کی آج رات مہمان نوازی کرو اور کل میرا لشکر جمع کر کے میرے پیچھے طیسفون آ جانا۔ راق بخت کا بھائی خود بُت پرست

تھا، اور مجوسیوں نے اُس پر حملہ تو نہ کیا، لیکن غصہ میں آکر اُنہوں نے بشپ اضحاق کو قید کرا دیا۔ مجوحاکم کے ڈر کے مارے اُنہوں نے اُسے نہ مارا۔ جب راق بخت نے یہ خبر سُنی کہ اضحاق قید میں ہے، تو اُس نے قسم کھا کر کہا کہ "اگر اُس کو پوری آزادی نہ دی جائے تو میں ہر ایک کو قتل کروں گا، جو میرے اس حکم کی نافرمانی کرتا ہے"؛ چنانچہ اضحاق کو آزاد کیا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں لشکر دشمن کا مقابلہ کرنے کے لیے روانہ ہوئے۔ پہاڑی علاقہ میں قبائلی لوگوں نے اُن کو گھیر لیا، لیکن آگے بڑھنے کے لیے راق بخت اور اُس کی بہادر فوجوں نے خاص حملہ کیا۔ اُنہوں نے راستہ تو دیا، لیکن راق بخت جان سے مارا گیا۔ ملک نے راق بخت کے لیے ماتم کیا اور خاص کر اربل کے مسیحیوں نے صدمہ محسوس کیا۔

مذہبی رواداری کے لیے کوشش قریباً ۱۶۰ء

اربل کے بشپوں کے بارے میں ہم بار بار پڑھتے ہیں کہ وہ شہر کو چھوڑ کر گرد و نواح کے پہاڑی ملک میں انجیل کی بشارت دیا کرتے تھے۔ ابراہام، جو کہ سنہ ۱۴۸ء سے سنہ ۱۶۳ء تک بشپ رہا، ویسا ہی کرنے لگا۔ کوئی سال تک وہ تبلیغ میں لگا رہا، لیکن اُس کی غیر حاضری میں مجوسیوں نے اربل کے مسیحیوں کو لوٹ لیا اور ستایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابراہام اُس قسم کا آدمی تھا جس کی لوگ عزت کرتے تھے۔ اور جب وہ واپس آیا تو اُس نے ایذا رسانی کو روکا۔ "اُس نے معجزوں اور عجیب حکمت کی بدولت اُن وحشی بھیڑیوں کو خدا کے گلہ کو نگلنے سے روک لیا۔" پھر وہ مدائن کے امراء کے لیے طرح طرح کے تحائف لے کر گیا، تاکہ وہ اُس کی مدد کریں۔ اُس کی غرض یہ تھی کہ وہ بادشاہ سے سفارش کریں کہ وہ مذہبی رواداری کا حکم جاری کرے، اور یوں مسیحیوں کو آزادی حاصل ہو۔

لیکن بادشاہ ولگاش (ولاش) سوم کا صرف ایک ہی خیال تھا، یعنی کہ وہ رومیوں کے خلاف جنگ کی تیاری کرے۔ لہٰذا اُس نے ابراہام کی درخواست کی پرواہ نہ کی۔ اُس جنگ میں رومی فوج طیسفون تک پہنچی، پھر وبا کی وجہ سے وہ واپس جانے پر مجبور ہو گئی۔ وبا پارتھی حکومت میں پھیل گئی اور اربل تک پہنچ گئی۔ ابراہام اپنے شہر میں واپس گیا اور بیماروں کی دیکھ بھال اور تیمارداری کرنے لگا۔ آخرکار وہ خود بیمار ہو کر مر گیا۔

ایذارسانی کا بیان قریباً ۱۸۰ء

ابرہام کے بعد اربل کا نیا بشپ نوح تھا، لیکن نوح کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک اربل کی کلیسیا بغیر بشپ کے رہی۔ مشیحا زخا یوں کلیسیا کی تکلیف کا بیان کرتا ہے۔

"ہماری کلیسیا بیوہ کی طرح پاسبان سے محروم رہی۔ بُت پرست اور مجوسی مسیحیوں سے نفرت کرتے تھے، اور ہمارے بھائیوں نے بہت دُکھ برداشت کیا۔ ان میں سے بہت سے ایسے لوگ جو ایمان میں کمزور اور بچے تھے، شیاطین کے مذہب میں پھر واپس لوٹ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ ہمارے گھروں کو لوٹ لیتے ہیں، ہمارے بیٹے بیٹیوں کو علانیہ طور پر گرفتار کرتے ہیں یا خفیہ طور پر اغوا کر کے لے جاتے ہیں، اور ہمیں بڑی طرح مار پیٹ کرتے ہیں۔"

پھر بھی کلیسیا بڑھتی گئی، اور مشیحا زخا زبور ۸۰: ۱۱ کا اقتباس پیش کر کے کہتا ہے کہ انجیل کی خوشخبری نے

"اپنی شاخیں سمندر تک پھیلائیں
اور اپنی ٹہنیاں دریائے فرات تک۔"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

برکت اللہ	صلیب کے ہراول	صفحہ ۲۹ تا ۳۳
پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی	تاریخ ایران جلد اوّل	صفحہ ۲۹۷ تا ۲۹۹ (ورنگاش دوم)
. . . .		صفحہ ۲۹۹ تا ۳۰۱ (ورنگاش سوم)

سوالات برائے نظرثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ ذیل نام حفظ کریں اور بتائیں کہ وہ کیوں اہم ہیں۔

بشپ سمسون ۔ رات بخت ۔ بشپ ابرہام

۲ ۔ پارتھی حکومت میں مسیحیت کے بارے میں معلومات جمع کر کے ایک مضمون لکھیں ۔ اس فصل کے علاوہ صفحہ ۲۲ تا ۲۴ کو پڑھیں ، اور نقشہ نمبر ۲ ملاحظہ کریں ۔

۲ ۔ ساسانی حکومت میں کلیسیا اور ریاست ۲۲۶ء تا ۶۵۲ء

دیباچہ

ساسانی حکومت فارسی قوم کی حکومت تھی ، اور اُس کے بادشاہوں کی کوشش یہ تھی کہ خورس اور دارا کی حکومت کی شان و شوکت ، اور وسعت تک پہنچ جائیں ، لہٰذا وہ رُومی حکومت کے سخت دشمن تھے ، کیونکہ اُس کے قبضہ میں مصر ، شام اور ایشیائے کوچک تھے ۔ اُنہوں نے ملّت پروری اور حُب الوطنی پر زور دیا ۔ اور جیسے کہ ہم نے دیکھا ہے اُنہوں نے زرتشتیت کو قومی مذہب قرار دیا ۔ تاہم شروع میں ریاست کی طرف سے مسیحی کلیسیا کو کسی قسم کی ایذا رسانی نہیں ہوئی ۔ البتہ جب رُومی حکومت مسیحی ہو گئی ، تو ایرانیوں نے سمجھا کہ مسیحی اُن کی طرح دشمن تھے ، اور یُوں بڑی ایذا رسانی ٹوٹ پڑی ۔ آخر کار کلیسیائے مشرق مجبور ہو گئی کہ اپنے آپ کو رومی یا بزنطینی حکومت کی کلیسیا سے علیحدہ اور انتظامی طور پر خود مختار قرار دے ۔ چنانچہ ہم کلیسیا اور ریاست کے تعلقات میں تین مرحلے دیکھ سکتے ہیں ۔

ا ۔ ۲۲۶ء تا ۳۳۷ء کلیسیا اور ریاست ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں ۔ بے شک ۲۹۱ء سے لے کر ایک مسیحی بشپ مدائن میں مقرر تھا ۔ لیکن ریاست نے کلیسیا کو نہ تو تسلیم کیا ، اور نہ ہی اُس کو ستایا ۔

ب ۔ ۳۳۷ء تا ۴۱۰ء ریاست کلیسیا کے خلاف ہے ۔ خاص کر ۳۳۹ء تا ۳۷۹ء سخت ایذا رسانی کا زمانہ تھا ، جب شاپور دوم نے کلیسیا کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی ۔

ج ۔ ۴۱۰ء تا ۶۵۲ء ۔ کلیسیا ریاست میں ایک قانونی مذہبی اقلیت ہے ۔ شہنشاہوں نے کلیسیا کے بطارقہ مقرر کرنے میں خود حصہ لیا ، اور اُن کو مسیحی اقلیت کے سردار نمائندے سمجھا ۔ کبھی کبھی مجوسیوں کی مخالفت کی وجہ سے مسیحی انفرادی طور پر

اور مسیحی کلیسیا جماعتی طور پر ستائے گئے، تاہم کسی شہنشاہ نے پھر کلیسیا کو برباد کرنے کی کوشش نہ کی۔ سنہ ۴۲۴ء میں کلیسیا رومی حکومت کی کلیسیا سے آزاد ہو گئی، اور آہستہ آہستہ تعلیم و مسائل میں بھی یہ دو کلیسیائیں ایک دوسرے سے جدا ہوتی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ سنہ ۴۸۶ء میں کلیسیائے مشرق نے نسطوری عقیدہ قبول کیا۔ اس زمانہ میں بطریق مار آبا اور شہنشاہ خسرو نوشیرواں کے تعلقات مثالی ہیں۔ سنہ ۶۵۰ء کے بعد جب مسلمان ساسانی حکومت پر غالب آ کر مسوپتامیہ اور ایران کی سرزمین کے مالک بن گئے تو اُنہوں نے ساسانیوں کا انتظام قبول کیا، اور مسیحیوں کو بحیثیت قانونی اقلیت "ملت" تسلیم کیا۔

۲۲۶ء تا ۲۳۷ء کلیسیا ریاست سے علیحدہ

نیا نظام حکومت

نئی حکومت میں مسیحیوں نے محسوس کیا کہ زرتشتی مذہب کو اور زیادہ فروغ حاصل ہوگا۔ مشیحا زخا نے یوں نئے نظام کا بیان کیا:۔

"جب فارسی اہل مشرق کے مالک بن گئے تو مسیحیوں کو خطرہ محسوس ہُوا۔ اُن کے پہلے بادشاہ اردشیر نے فرمان جاری کیا کہ اپنے دیوتاؤں کی تعظیم کے لیے آتش کدے تعمیر کیے جائیں اور آفتاب کا جو سب کائنات کا بڑا دیوتا ہے، خاص کر پرستش سے احترام کیا جائے۔ وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) اور دیوتا کا خطاب اپنایا۔ اُس نے چند غیر مذاہب کو بھی مجبور کیا کہ وہ آفتاب اور آگ کے مذہب کو قبول کر کے اُس سے متحد ہو جائیں۔"

ایک مسیحی بشپ کی غلطی

سنہ ۲۲۶ء میں مدائن کی کوئی منظم مسیحی جماعت نہ تھی، کیونکہ مسیحی ہنوز حکومت

ڈرتے تھے، لیکن شاپور اوّل (۲۴۱ء تا ۲۷۲ء) کے زمانہ میں سے زیادہ
اربل کے بشپ شملوفا نے (جس کا ذکر صفحہ ۸۰-۹۰ پر ہو چکا ہے) کسی مسیحی فوجی افسر کی دعوت پر طیسفون میں آنے کی جرأت کی۔ بے شک اُس وقت شاپور کہیں باہر گیا تھا۔ شملوفا دو سال تک صدر شہروں میں رہا، اور اُس نے ایک قسیس مقرر کیا اور جماعت قائم کی۔ جب شہنشاہ واپس آیا تو شملوفا اربل کی طرف لوٹ گیا۔

قریباً ۲۷۵ء میں اربل کا ایک اور بشپ طیسفون میں گیا، اور اُس کے ہمراہ بیت زبدی کا بشپ شبعقہ بھی گیا۔ اُنہوں نے پانچ اور آدمیوں کا تقرر کیا۔ لیکن شبعقہ کی عجیب بیوقوفی کی وجہ سے بشپ بہت دیر تک مدائن میں نہ ٹھہر سکے۔ مشیحا زخا کا بیان دلچسپی سے خالی تو نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ شبعقہ ایک مؤثر واعظ اور فنِ تقریر کا ماہر تھا، لیکن اُس کی دو نمایاں کمزوریاں تھیں۔ جو کچھ وہ بولتا تھا اُس پر وہ خود عمل نہیں کرتا تھا، اور وہ حکمت عملی سے بالکل خالی تھا۔ انہی دنوں میں مدائن میں شہنشاہ بہرام اوّل کی حالیہ فتح کی خبر گونج رہی تھی۔ اربل کے حاکم نے باغی ہو کر علیحدہ حکومت قائم کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن شہنشاہ نے اس کو شکست دے کر گرفتار کر لیا تھا، اور طرح طرح کی سخت اذیتیں دینے کے بعد اُس نے اُسے مصلوب کر دیا تھا۔

شبعقہ "بھیڑ کے درمیان" کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگا۔ شاید وہ کھلے بازار میں تھا، لیکن گمان غالب ہے کہ وہ کسی صحن میں تھا جہاں مسیحی عبادت کے لیے جمع ہوئے تھے۔ اور غیر مسیحی بھی چھتوں پر یا جماعت کے پیچھے کھڑے ہو کر سُن رہے تھے۔ اُس کی سندی آیت متی ۱۰ : ۲۸ تھی۔

"جو بدن کو قتل کرتے ہیں اور رُوح کو قتل نہیں کر سکتے اُن سے نہ ڈرو، بلکہ اُسی سے ڈرو جو رُوح اور بدن دونوں کو جہنم میں ہلاک کر سکتا ہے۔"

اُس کے وعظ کا اختصار یُوں تھا:

"ہمیں اس لیے انسان سے نہیں ڈرنا چاہیئے اور خدا سے ڈرنا چاہیئے، کیونکہ خدا

کی فتح حقیقی فتح ہے اور دنیا کے بادشاہوں کی فتح صرف مغروری، تکلیف اور موت کا باعث ہے۔"

"مغروری، کیونکہ اُن کی فتح صرف جسم کے مطابق ہے، اور وہ بہت ہی تکبر اور غرور سے اتراتے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو دیوتا سمجھتے ہیں۔ اُن کے گناہ حد سے زیادہ بڑھ جاتے ہیں، اور اُن کا انجام وہ آگ ہوگی جو کبھی بجھنے کی نہیں۔"

"تکلیف، کیونکہ فتح کے موقع پر بھی اُن کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔ لڑائی سے پہلے اُن کو بہت گھبراہٹ ہوتی ہے، کیونکہ اُنہیں کچھ معلوم نہیں کہ آیا وہ جیتیں گے یا ہار جائیں گے۔ اسی خیال سے اُن کی نیند جاتی رہتی ہے۔

موت، کیونکہ بے شک دونوں فوجوں میں لوگ مارے جائیں گے، اور اُن کے عزیز و اقارب کو ماتم کرنا پڑے گا، اور اُن کی مائیں ضرور واویلا کریں گی۔ جب وہ اپنے پیارے بیٹوں کو تلواروں اور نیزوں سے چھیدے ہوئے دیکھیں گی۔

"لیکن مسیح کی فتح میں کوئی اس قسم کی کمی نہیں، اور نہ ہی افسوس کا مقام ہے۔ اُس کے دشمنوں کے لیے بھی یہ برکت اور معافی کا باعث ہو گئی۔"

"دورانِ تقریر کسی "بت پرست" نے جو سُن رہا تھا، آخر کار شہنشاہ کے کسی وزیر کو خبر کر دی کہ مسیحی لوگ یہ تعلیم دیتے ہیں کہ شہنشاہ آگ میں جلایا جائے گا، اور اس کی حالیہ فتح صرف ایک دھوکا اور تماشہ ہے! معلوم ہوتا ہے کہ بہرام اب تک مدائن میں واپس نہیں آیا تھا۔ جب مسیحیوں نے سُنا کہ یہ خبر بادشاہ کو پہنچائی گئی ہے، تو وہ اپنے آپ کو گھروں میں چھپانے لگے، اور شبقہ خود بیابان میں بھاگ گیا، اور دو سال تک وہاں رہا۔ سوال پیدا ہوتا ہے ولیر بشپ کیوں بھاگ گیا؟

"وہ اِس لیے بھاگ گیا کیوں کہ وہ ڈرتا تھا کہ لوگ مجھے پکڑیں گے اور پیٹیں گے۔"

مسیحیوں نے کسی وزیر کے پاس تحفے بھیج دیے، اور اُس نے شہنشاہ کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیا۔" ایذا رسانی کا زمانہ اب تک نہیں تھا۔"

پاپا مدائن کا پہلا بشپ ۲۹۱ء تا ۳۲۵ء

سنہ ۲۹۱ء میں مدائن کی طرف سے ایک مسیحی وفد اربل کے بشپ کے پاس پہنچا،

اور اس سے یُوں منت کرکے کہنے لگا۔

"ہمارے پاس کافی سے زیادہ مسیحی ہیں۔ جناب بشپ صاحبان
ہم سے دُور ہیں اور روز بروز ہمارے پاس نہیں آسکتے۔ تاکہ روحانی
اور جسمانی معاملوں میں ہمارا راہنمائی کریں۔"

انہوں نے اپنا بشپ مانگا، چنانچہ اربل کے بشپ نے سوسن کے بشپ سے صلاح مشورہ کرکے ایک شامی عالم بنام پاپا منتخب کرکے اُس کی تقدیس کردی۔

چونکہ پاپا صدر شہروں میں مقیم ہُوا لہٰذا دوسرے بشپ سیاسی باتوں میں مدد کے لیے اُس کے پاس جانے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خود دعوے کرنے لگا کہ مدائن کا اُسقف بشپوں میں سے سب سے اعلےٰ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے رُومی حکومت کے بڑے بشپوں کے سامنے یہ دعوےٰ کیا کہ وہ اُس کے عہدہ کو تسلیم کریں، اور اُنہوں نے مان لیا کہ وہ مسوتپامیہ کی کلیسیا کا سب سے بڑا اُسقف ہے۔ البتہ غالباً پاپا نے مان لیا کہ انطاکیہ کا بڑا بشپ (بطریق) اُس کا سردار اعلےٰ تھا۔ افراہاط نے استعارتاً یہ ظاہر کیا کہ مشرقی مسیحیوں نے اِس نظام میں ایک قسم کی غلامی محسوس کی :۔

"ہمارے بھائی، جن کے سر پر عمامہ ہے، اپنے دیس کے لوگوں
میں زیادہ مقبول نہ تھے، چنانچہ انہوں نے دُور افتادہ بادشاہوں
کے پاس جاکر اُن سے زنجیریں اور بیڑیاں مانگیں اور اُن کو حاصل
کرکے اپنے دیس اور شہر میں تقسیم کیں۔"

ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ نقایہ کی مجلس عامہ میں انطاکیہ کے بشپ نے مسوتپامیہ کی کلیسیا کے نام عقیدہ پر دستخط کیے (صفحہ ۴۴ دیکھیں)۔

معلوم ہوتا ہے کہ پاپا کے خلاف ایک پارٹی اُٹھی جس کا راہنما ایک بشپ بنام شمعون برصباعی[1] تھا، لیکن جب پاپا نے وعدہ کیا کہ شمعون اُس کے بعد مدائن کا بشپ ہوگا، تو شمعون نے مخالفت ترک کردی۔ قریباً ۳۲۵ء میں پاپا نے وفات پائی اور شمعون مسند نشین ہوگیا۔

۱۔ Shama'un bar Saba'1

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

برکت اللہ — صلیب کے ہراول — صفحہ ۳۳ تا ۵۱

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ مداین کی مسیحی جماعت کی ترقی پر اشارے لکھیں۔ اُس کا بشپ کب مقرر ہوا، اور کیوں اور کیسے دیگر بشپوں پر اختیار جتانے لگا؟

۲۔ شبعقہ کے وعظ کا اختصار پیش کر کے بتائیں کہ اُس میں کیا کمزوریاں تھیں؟ ہم اس بیان سے اپنی تبلیغ کے واسطے کیا سبق سیکھ سکتے ہیں؟

ب ۔ ۳۳۷ء تا ۴۱۰ء ۔ ریاست کلیسیا کے خلاف

اُس کی کسی عظیم فتح کے بعد، شاید تقریباً سنہ ۳۱۴ء یا سنہ ۳۲۲ء، قسطنطین اعظم کے پاس شاپور دوم (سنہ ۳۰۹ء تا سنہ ۳۷۹ء) کی طرف سے ایک وفد آیا تاکہ فتح مند رومی شہنشاہ سے صلح کا انتظام کرے۔ قسطنطین نے صلح کرنے پر رضامندی کا اظہار کیا اور ایک جوابی خط بھیجا جس میں اُس نے لکھا:

"مجھے یہ سُن کر خوشی ہوئی کہ فارسی حکومت کے خوبصورت صوبوں میں مسیحی سکونت پذیر ہیں۔ آپ اِن لوگوں کی حفاظت کریں، تو میں بھی خوش ہوں گا اور خدا بھی۔"

معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطین نے بطور مسیحی بادشاہ یہ اپنا فرض سمجھا کہ اُن مسیحیوں کا بھی خیال کرے جو غیر ممالک میں رہائش پذیر تھے۔ جب تک رُومی اور ساسانی حکومتوں کے آپس کے تعلقات اچھے رہے، تب تک تو اُن مسیحیوں کا حال اچھا رہا، لیکن جب سنہ ۳۳۷ء میں اُن حکومتوں کی آپس میں جنگ شروع ہو گئی، تو ساسانی حاکموں نے سمجھا کہ مسیحی اپنے ملک کے دشمن اور رومیوں کے ہمدرد ہیں۔ اُن کا مسیحیوں پر شک کرنا قدرے حق بجانب تھا۔ سنہ ۳۴۳ء میں افراہاط نے یوں لکھا:

"خدا کے پرستار اقبال مند ہو گئے ہیں، اور وہ آدمی جو اُس اقبال مندی کا وسیلہ ہوا ہے، ضرور کامیاب ہوگا۔ لیکن اُس فوج پر آفت ضرور آئے گی جو کہ ایک مغرور بادشاہ نے بے جا فخر کر کے جمع کی ہے۔"

"(رومی) حکومت مغلوب نہ ہوگی۔ اس بات پر شک نہ کریں، کیونکہ وہ سورما، جس کا نام یسوع ہے، اپنی قدرت کے ساتھ آئے گا، اور اُس کا ہتھیار اُس حکومت کی ساری فوج کو سنبھالتا ہے۔ اُس کا نشان (صلیب) اُن کے ملک میں کثرت موجود ہے۔ اُس کے ہتھیار پہننے کی بدولت وہ ناقابلِ تسخیر ہیں۔"

شاپور کے درباریوں نے، اور خاص کر مجوسیوں اور یہودیوں نے، مسیحیوں کے خلاف شہنشاہ کو اُبھارا۔ ۳۳۹ء میں شاپور نے فرمان جاری کیا کہ شمعون برصباعی کو گرفتار کر کے اُس کو اُس وقت تک آزادی نہ دی جائے جب تک کہ وہ مسیحیوں سے بہت بڑا جزیہ جمع نہ کرے۔

"کیوں کہ ہم عالی وقار شہنشاہوں کو تو صرف جنگ کی دِقتیں، اور مسیحیوں کو صرف آرام اور مسرت ملتی ہے! وہ ہماری حکومت میں رہتے تو ہیں لیکن وہ ہمارے دشمن قیصر کے خیر خواہ ہیں۔"

جب شمعون نے جزیہ جمع کرنے سے انکار کیا، تو شاپور نہایت ہی طیش میں آگیا۔ وہ دانت پیستے ہوئے اور تالی بجاتے ہوئے یوں کہنے لگا:

"شمعون اپنے شاگردوں اور قوم کو میری حکومت کے خلاف باغی کرنا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ وہ قیصر کے غلام بن جائیں کیونکہ اُن کا اور اُس کا ایک ہی مذہب ہے۔ اِس لیے وہ میرا حکم نہیں مانتا۔"

اور مجوسیوں اور درباریوں نے یہ الزام بھی لگایا کہ شمعون قیصر سے خط و کتابت کرتا ہے اور حکومت کے راز فاش کرتا ہے۔

شاپور نے حکم دیا کہ بے رحم اور زبردست افسر مقرر ہوں جو جزیہ جمع کریں۔ اور اُس کا یہ ارادہ تھا کہ اُن کی بدسلوکی کی وجہ سے بہت سے مسیحی اپنے مذہب کو ترک کریں۔ جب وہ اُس میں ناکام ہو گیا، تو اُس نے حکم دیا کہ مسیحی خادمانِ دین

قتل کیے جائیں، سب گرجے گرائے جائیں، اور ان کے قیمتی پاک ظروف شاہی خزانہ میں جمع کیے جائیں۔ اس کام میں مجوسیوں اور یہودیوں نے بہت شوق سے حصہ لیا۔ یونانی مورخ سوزا مین نے قریباً ۴۴۳ء میں سریانی مواخذ کے حوالے سے جو ایڈیسہ سے دستیاب ہوئے، شمعون کی شہادت کا بیان یوں کیا:۔

"شمعون گرفتار ہوا اور زنجیروں سے جکڑا شہنشاہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جب شاپور نے حکم دیا کہ وہ اذیت سہنے کے لیے حوالے کیا جائے، تو اس نے منہ کے بل شہنشاہ کو سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ شہنشاہ حیران ہو کر وجہ دریافت کرنے لگا۔ شمعون نے جواب دیا کہ اس سے پہلے آپ نے کبھی بھی حکم نہیں دیا کہ میں مسیح کا انکار کروں۔ شہنشاہ نے جواب میں کہا کہ آفتاب کی پرستش کرو تو میں تمہیں بہت سے تحفے دے کر عزت اور مرتبہ پر فائز کروں گا، لیکن وعدے بھی اور دھمکیاں بھی بے فائدہ ثابت ہوئیں اور شہنشاہ نے شمعون کو قید خانہ میں واپس بھیج دیا۔

"دوسرا دن ہفتہ کا چھٹا دن تھا، یعنی وہ دن جس میں ہر سال مسیح کی اذیت کی یادگاری منائی جاتی ہے (مبارک جمعہ)۔ شہنشاہ نے حکم دیا کہ شمعون کا سر قلم کیا جائے۔ اس دن ایک سو دیگر قیدی بھی قتل ہوئے، جن میں بشپ، پریسبٹر، اور دیگر قسم کے خادمانِ دین شامل تھے۔ آخرکار شمعون جان سے مارا گیا۔"

شمعون ۳۴۱ء میں شہید ہو گیا، لیکن ایذا رسانی کا خاتمہ نہ ہوا۔ یہ چالیس سال تک شدت سے جاری رہی۔ اور فارسی، سریانی اور ایڈیسہ کے مسیحیوں نے بعد میں شہداء کے نام کی فہرستیں جمع کیں۔ سوزامین مورخ ہمیں بتاتا ہے کہ سولہ ہزار ایسے نام جمع ہوئے، اور ان کے علاوہ بے شمار اور شہداء تھے، جن کے ناموں سے وہ ناواقف تھے۔ یہ بات عیاں ہے کہ تعداد میں ایرانی حکومت کے مسیحی شہداء رومی حکومت کے شہداء سے بہت زیادہ تھے، اور کہ شاپور

دوم نے دیوقلیطیان سے بھی زیادہ کوشش کی کہ مسیحی کلیسیا کو نیست و نابود کرے۔
سنہ ۳۴۳ء میں کسی یہودی نے فارسی مسیحی افراآط پر مضحکہ اڑایا اور یوں کہا،

"یسوع نے، جسے تم لوگ اپنا استاد کہتے ہو، تمہارے واسطے یہ لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہوگا، تو تم اس پہاڑ سے کہہ سکو گے کہ سمندر میں جا پڑ، تو یوں ہی ہوجائے گا (متی ۱۷: ۲۰ اور ۲۱: ۲۲)۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری قوم میں ایک بھی سمجھدار آدمی موجود نہیں، جس کی دُعا سنی جاتی ہے، اور جو خدا سے منت کرے کہ تمہارے ستانے والے تمہیں تکلیف دینے سے باز آئیں، کیونکہ اسی عبارت میں تمہارے واسطے صاف لکھا ہے کہ کوئی بات تمہارے لیے ناممکن نہ ہوگی!"

افراآط نے جواب دیا کہ یہودی تاریخ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ پرانے عہد نامہ کے زمانے میں بہت سے انبیاء نے دُکھ اُٹھایا اور بعض شہید بھی ہوئے۔

"خداوند یسوع کی شہادت اہم اور عمدہ ہے وہ سب پہلے اور بعد کے شہیدوں سے دُکھ اور شہادت میں سبقت لے گیا اور مسیح کے بعد رسُول بھی شہید ہوگئے۔ اور دیوقلیطیان کے عہد میں، ہمارے مغربی بھائیوں کے بارے میں یہ ذکر ہے کہ خدا کی کلیسیا کو بے حد دُکھ اور ایذا رسانی برداشت کرنی پڑی۔ گرجا گھر مسمار کیے گئے اور بہت سے اقراریوں اور شہیدوں نے مسیح کا اقرار کیا، اور ایذا رسانی کے بعد خُدا نے اُن پر رحم کیا۔ جو آج کل ہم پر واقع ہو رہا ہے، یہ کسی نہ کسی حد تک ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہے، البتہ وہ اس لیے بھی ہے کہ مسیح نے خود فرمایا کہ ان باتوں کا واقع ہونا ضرور ہے (متی ۲۴: ۶)۔ رسُول نے بھی کہا کہ گواہوں کا بڑا بادل ہمیں گھیرے ہوئے ہے (عبرانیوں ۱۲: ۱)۔ یہ تجربہ ہمارے لیے باعثِ فخر ہے، جس میں بہت لوگ اقرار کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔"

غالباً افراآط خود سنہ ۳۴۵ء کے بعد "شہیدوں کی نورانی فوج" میں شامل ہوگیا۔
شاپور دوم سنہ ۳۷۹ء میں فوت ہوگیا، اور اس کے بعد ایذا رسانی کی شدت کچھ کم ہوگئی، تاہم سنہ ۴۲۱ء تک مسیحی خطرہ میں رہے، اور صرف خفیہ طور پر گھروں میں

عبادت کر سکتے تھے، اور اُن کے مذہبی رہنماؤں میں سے بہت قید میں رہے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

پادری برکت اللہ	صلیب کے علمبردار اول	صفحہ ۴۰ تا ۴۵
پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی	تاریخ ایران جلد اوّل	صفحہ ۳۰۰ تا ۳۰۹

سوالات برائے نظرِ ثانی

۱۔ شاپور دوم کے عہد میں ایذا رسانی کی خاص وجہ کیا تھی؟ ایذا رسانی کا مختصر بیان لکھیں۔

۲۔ "ایرانیوں کا یہ خیال تھا کہ عیسائیوں کی تمام ہمدردیاں اُن کے دینی بھائیوں کے ساتھ ہیں" (مقبول بیگ بدخشانی)۔ اُن کا خیال کہاں تک درست تھا؟ ہم اِس سے کیا سبق سیکھتے ہیں؟ کیا ایک مسیحی ایک غیر مسیحی حکومت میں مُحبّ الوطن ہو سکتا ہے؟ کیا مسیحی جنگ میں حصّہ لے سکتا ہے، جب کہ مُلک کے دشمنوں کی فوجوں میں مسیحی بھی ہیں؟ کیا کسی مسیحی کا نظریہ مُحبّ الوطنی بھی، اور بین الاقوامی بھی، ہو سکتا ہے؟

۳۔ کیا وہ سوال جو افراآط سے پوچھا گیا آج کل بھی پوچھا جاتا ہے؟ کیا اُس کا جواب معقول تھا؟

۴۔ انڈکس کو استعمال کرتے ہوئے افراآط پر معلومات جمع کریں۔ اُس کا عقیدہ (صفحہ ۲۰۶-۲۱۱) اور اخلاقی تعلیم (صفحہ ۲۱۰) کن باتوں میں مجوسیوں کے لیے باعثِ نفرت تھے؟

ج۔ سنہ ۳۸۱ء تا سنہ ۴۵۲ء کلیسیا جات میں ایک قانونی مذہبی اقلیت

سلوقیہ کی سینوڈ سنہ ۴۱۰ء

مغربی یورپ میں سنہ ۴۱۰ء ایک اہم سال تھا، کیوں کہ اسی سن میں وحشی

گاتھوں نے روما شہر کو لُوٹ لیا اور یوں مغربی رومی حکومت صرف نام کی حکومت رہی، جو قانونی طور پر ۴۷۶ء میں ختم کی گئی، جب کہ آخری رومی شہنشاہ روما برطرف کیا گیا۔ مشرقی رومی حکومت (بزنطینی حکومت) بھی وحشیوں کے حملوں کی وجہ سے کافی کمزور ہو گئی تھی۔ چنانچہ اُس کے شہنشاہ ارقدیس[۱] ایران کے ساتھ صلح اور دوستی کا خواہش مند تھا۔ ساسانی شہنشاہ یزدگرد اوّل (۳۹۹ء تا ۴۲۰ء) بھی صلح پسند تھا۔ چنانچہ سنہ ۴۱۰ء میں دونوں حکومتوں نے ایک صلح نامہ قبول کیا۔ اور اُن شہنشاہوں کی دوستی یہاں تک بڑھ گئی کہ ارقدیس کی درخواست پر یزدگرد نے قسطنطنیہ میں ایک فارسی معلم بھیج دیا تاکہ ارقدیس کے بیٹے تھیودوسیس کا اتالیق ہو۔

چونکہ بزنطینی حکومت مسیحی حکومت تھی، لہٰذا صلح نامہ کے موقع پر مسیحیوں کے لیے مذہبی رواداری کا اعلان نشر ہو گیا۔ جو مسیحی قید میں بند تھے، اُن کو رہائی ملی، بشپوں، خادمانِ دین اور راہبوں کو آزادی سے آنے جانے کی اجازت ہو گئی، اور حکم جاری ہوا کہ مسیحی گرجہ گھر دوبارہ اور شاندار طریقہ سے تعمیر کیے جائیں۔ ایک آرمینیوی بشپ بنام مار مرُوتا[۲] نے جو صلح کا سفیر ہو کر آیا تھا، طیسفون کے بشپ اسحاق سے صلاح مشورہ کر کے کل ملک کے بشپوں کا اجلاس فراہم کیا، اور ساتھ ہی اُن دونوں بشپوں نے بار بار شہنشاہ سے گفت و شنید کی۔ ہمیں اس اہم واقعہ کے بارے میں قابلِ اعتبار معلومات دستیاب ہو گئی ہیں، کیونکہ سلوقیہ کی سینوڈ کی کارروائی سریانی زبان میں موجود ہے۔

سینوڈ فراہم ہونے کے بعد سب بشپ شاہی دربار میں بلائے گئے، اور اُن کے سامنے یزدگرد کا فرمان ایک وزیر نے پڑھا۔ فرمان میں درج ذیل باتیں شامل تھیں:-

۱- شہنشاہ نے مسیحی کلیسیا کو بطور "ملّت" یعنی قانونی اقلیت قبول کیا۔

۲- شہنشاہ نے اسحاق کو اپنے حکم اور فرمان سے ایرانی کلیسیا کا کاتھولیکوس (سردار اُسقف) مقرر کیا۔

۳- شہنشاہ نے وعدہ کیا کہ وہ اُن سب کو اختیار دے گا جو اسحاق اور

ــ۱ Arcadius ــ۲ Mar Marusa or Marutha

مرتا کلیسائی عہدہ کے لیے مقرر کریں گے۔

۴۔ جو کوئی کاتولیکوس کی خلاف ورزی کرے گا، شہنشاہ اُس کو سزا دے گا۔

کلیسائے مشرق کے علاوہ کوئی اور کلیسا تسلیم نہیں کی جائے گی۔

پھر سنوڈ کی علیحدہ نشست ہوئی، جس میں بشپوں نے اتفاق رائے سے اس انتظام کو قبول کیا اور وعدہ کیا کہ ہم مدائن کے بشپ کو بطور مشرقی کلیسا کا سردار تسلیم کریں گے، اور اس کا حکم مانیں گے۔ فارس اور قطر کے بشپ اُس سنوڈ میں شامل تھے، اور اُنہوں نے بھی اس انتظام کو قبول کیا۔ ساتھ ہی سنوڈ نے حکم جاری کیا کہ سب جماعتوں میں شہنشاہ کے لیے دعائیں کی جائیں (صفحہ ۱۵۸-۱۵۹ دیکھیں)۔

یہ فیصلہ کلیسائے مشرق میں بہت ہی اہم تھا۔ اس سے مسیحی کلیسا ایک قانونی مذہبی اقلیت بن گئی، اور یہی وہ انتظام تھا جو کہ مسلمانوں نے قبول کیا جب وہ ساسانی حکومت پر غالب آئے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ رواداری کے لیے کلیسا نے کسی نہ کسی حد تک اپنی آزادی کو بیچ دیا، تاہم اُس زمانہ میں شاید اس سے بہتر انتظام حاصل کرنا مشکل ہوتا۔ اس میں ذیل کی کمزوریاں تھیں:

۱۔ کلیسا کے سردار اُسقف کے انتخاب اور تعیناتی میں شہنشاہ اور بعد میں خلیفہ کا ہاتھ ہوتا تھا، اور یہ آسان ہو گیا کہ شہنشاہ کسی کمزور اور چاپلوس آدمی کو مقرر کرے، یا کبھی کبھی اس عہدہ کو خالی ہی چھوڑ دے۔

۲۔ کلیسا کو ایک سیاسی "ملت" یا قوم قرار دینے سے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ بھول نہ جائے کہ انجیل کی اشاعت اُس کا اولین مقصد ہے، اور اس کے برعکس زیادہ تر اپنے مفاد کے خواہاں رہے۔

۳۔ گو یونانی اور مغربی کلیسا میں بھی انتظام ہوا کہ ریاست زبردستی سے کلیسا کو قائم رکھے، تاہم اصولاً یہ غلط طریقہ تھا۔ کلیسا کو اپنے نظم و ضبط کا خود انتظام کرنا چاہیے، نہ کہ ریاست کی زبردستی سے اوروں پر ٹھونسنا چاہیے۔

۴۔ گو کلیسا کے وجود کا حق محفوظ تھا، لیکن مذہبی اکثریت سے نو مرید جیتنے کی اجازت نہ تھی، اور زرتشتی مرتد کے لیے قانوناً موت کی سزا مقرر رہا۔

یشوع اور عبداء قریباً ۴۱۵ء

سنہ ۴۱۰ء کے فرمان کے بعد کسی ایرانی شہنشاہ نے پھر کوشش نہیں کی

کر قتلِ عام کے ذریعے سے مسیحی کلیسیا کو نیست و نابود کرے۔ تاہم مجوسیوں کی دشمنی مٹ نہیں گئی تھی اور وہ خاص کر اس بات کے بہت خلاف تھے کہ کوئی مجوسی یا دیگر ایرانی زرتشتی، مسیحیت کو اختیار کرے۔ اکثر محدود اور انفرادی ایذا رسانی پھوٹ نکلی۔ کبھی کبھی مسیحیوں کی بے سمجھی اور بے وقوفی سے اُن پر سزائیں عائد ہوئیں۔

مثال کے طور پر قریباً ۴۲۰ء میں آہواز کے بشپ عبدا کی خفیہ اجازت سے ایک قسیس بنام ہشو نے ایک زرتشتی آتش کدہ گرا دیا۔ جب شہنشاہ نے سُنا، تو اس نے حکم دیا کہ عبدا اپنی گرہ سے اُس کو دوبارہ تعمیر کرے۔ جب عبدا نے انکار کیا، تو شہنشاہ جو اُس وقت تک تحمل سے کام لے رہا تھا، غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اُس نے نہ صرف ہشو اور عبدا کو موت کی سزا دی، بلکہ چند گرجا گھروں کو بھی مسمار کر دیا۔

تھیوڈورِط مورخ نے، جس نے سریانی مواخذ سے یہ بیان اخذ کیا، اس واقعہ پر یوں اپنی رائے ظاہر کی:۔

"میری رائے یہ ہے کہ آتش کدہ کو برباد کرنا ایک معقول عمل تو نہ تھا۔ پولس رسول نے جب انھینے شہر کو بتوں سے بھرا ہوا دیکھا تو اُس کا جی جل گیا، (اعمال ۱۷: ۱۶) کسی بھی قربان گاہ کو برباد نہ کیا، بلکہ اُس نے دلائل پیش کر کے اُنہیں قائل کیا اور حق کو ظاہر کیا۔ تاہم میں عبدا کو اِس بات کے لیے سراہتا ہوں، کہ اُس نے برباد کیے ہوئے مندر کو از سرِ نو تعمیر کرنے سے انکار کیا، اور میں مانتا ہوں کہ ایسا کرنے سے وہ شہید کے سہرا کا حقدار بن گیا، کیونکہ میری دانست میں آتش کدہ تعمیر کرنے اور آتش پرستی میں کوئی فرق نہیں۔"

عیمیکن کی شہادت قریباً ۴۲۱ء

یزدگرد اوّل ۴۲۰ء میں فوت ہو گیا اور کچھ خانہ جنگی کے بعد اُس کا بیٹا بہرام پنجم ہو کر

تاریخ میں بہرام گور کے لقب سے مشہور ہے، تخت نشین ہوا۔ اُسی سال اُس نے بزنطینی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ یزدگرد کی ایذا رسانی کی وجہ سے مسیحی رعایا کے چند لوگوں نے رُومی حکومت میں پناہ لی اور بہرام نے انہیں واپس مانگا۔ جب تھیوڈوسیس دوم نے انکار کیا، تو جنگ ہوئی، اور وہ جنگ صرف ایک سال تک جاری رہی۔ رُومی افواج ارزنین (ارزن کے اردگرد۔ دیکھیں نقشہ ۲) میں کامیاب ہوئیں اور اُنہوں نے سات ہزار ایرانیوں کو اسیر کر لیا۔ بہرام نے خود آرمینیہ پر حملہ کیا، لیکن ناکام رہا۔

سنہ ۴۲۲ء میں ساسانی اور رُومی حکومتوں نے ایک "صد سالہ صلح" منظور کی۔ اُس کی شرائط میں سے تین یوں تھیں:۔

۱۔ رومی حکومت میں زرتشتیوں کو اور ساسانی حکومت میں مسیحیوں کو مذہبی آزادی ہوگی۔

۲۔ ایرانی مسیحیوں کو بزنطینی حکومت میں جانے یا رہنے کی اجازت ہوگی۔

۳۔ رُومی حکومت ساسانی حکومت کو مالی مدد دے گی تاکہ وحشی قبائل کا مقابلہ کرے۔

اُس محدود جنگ کے دوران ایک مسیحی بشپ نے اپنی رحم دلی کا نمایاں ثبوت دیا۔ اُس کا نام اکاقِیُس تھا، اور وہ آمِد کا بشپ تھا جو کہ بزنطینی حکومت کی قلمرو دریائے دجلہ کے شمالی کنارے ارزن سے ۷۵ میل مغرب کی طرف واقع تھا۔ چونکہ رُومی فوج اُن سات ہزار اسیروں کو رہائی دینے کے لیے تیار نہ تھی اور وہ بےچارے بھوک کے مر رہے تھے، تو اکاقیس نے اپنے خادمانِ دین کو جمع کر کے انہیں قائل کیا کہ وہ اپنے سونے چاندی کے کلیسیائی ظروف بیچ کر اسیروں کا فدیہ دیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اکاقیس نے قیدیوں کو کھانا کھلا کر اور زادِ سفر دے کر اُن کے وطن میں واپس بھیج دیا۔ اِس کارِ خیر کی وجہ سے بہرام گور نے بشپ اکاقیس سے ملاقات کرنے کی خواہش ظاہر کی، اور تھیوڈوسیس نے اُسے غالباً سنہ ۴۲۲ء میں سفیر کے طور پر مدائن بھیج دیا۔

اِسی دَور میں ایک مسیحی ڈیکن بنام بنیمین قید میں تھا، کیونکہ سنہ ۴۲۰ء میں بہرام

نے اُس کو کسی نہ کسی وجہ سے گرفتار کر لیا تھا۔ سنہ ۴۲۲ء میں بزنطینی حکومت کی طرف سے مدائن میں سفیر آیا (غالباً اتفاق وہ سفیر تھا)۔ جب اُس نے سنا کہ جینتین قید میں ہے تو اُس نے شہنشاہ سے سفارش کی کہ اُسے رہائی دے۔ بہرام نے اس شرط پر رہائی دینے کا وعدہ کیا، کہ وہ مجوسیوں کے درمیان انجیل کی تبلیغ کرنے سے باز آئے۔ سفیر نے اُسے ہدایت دی کہ وہ اُس حکم کی تعمیل کرے لیکن جینتین نے جواب دیا۔

"جو روشنی مجھے ملی ہے، اُس کو اوروں تک پھیلانے سے باز رہنا میرے لیے ناممکن ہے۔ پاک انجیل کے بیان میں سے ہم سیکھتے ہیں کہ اگر ہم اپنے توڑے کو چھپاتے ہیں تو ہمیں کتنی بڑی سزا بھگتنی پڑے گی"

(متی ۲۵: ۲۴ تا ۳۰)۔

معلوم ہوتا ہے کہ شاید سفیر نے شہنشاہ کو یہ دلیرانہ جواب نہ بتایا ہو کیونکہ بہرام نے جینتین کو آزاد کر دیا۔ "جینتین اپنے دستور کے موافق اُن لوگوں کو جو جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھے، نکال کر علم کی روشنی میں لانے کی کوشش کرتا رہا"۔ شہنشاہ نے ایک سال کے بعد یہ سن کر اُسے دوبارہ قید کروا کر حکم دیا کہ مسیح کا انکار کرے۔ ناگفتہ بہ اذیتوں کے باوجود جینتین وفادار رہا۔ آخر کار بہرام نے حکم دیا کہ اس کے جسم میں ایک مضبوط خاردار سوئی ٹھونکی جائے اور پھر زمین میں گھونپی جائے اور "یوں بہادر شہید نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی"

جینتین کی شہادت کا بیان تھیوڈورٹ مورخ سے ملتا ہے۔ وہ اُس کا ہمعصر اور قورس کا بشپ تھا، جو انطاکیہ کے شمال کی طرف واقع تھا۔ غالباً اُس نے یہ بیان ایرانی مسیحی پناہ گزینوں سے سنا تھا۔

کلیسیائے مشرق کی آزادی کا اعلان سنہ ۴۲۴ء

اُنہی دنوں میں ایک اور مسیحی رہنما قید میں تھا۔ یہ داد ایشوع تھا، جو کہ سنہ ۴۲۱ء میں کاتولیکوس مقرر کیا گیا تھا۔ چند بشپوں نے، جو اُس کے نظم وضبط کو قبول کرنے

پر رضامند نہ تھے ، ساسانی حاکموں کو ابھارا کہ وہ اُسے گرفتار کر لیں ۔ سنہ ۴۲۴ء میں تھیوڈوسیس کے کسی سفیر کی کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ داد ایشوع کو رہائی ملی، لیکن وہ اتنا بددل ہو گیا کہ اُس نے استعفیٰ دینے اور راہب خانہ میں جانے کا فیصلہ کیا ۔

یہ خبر سُن کر گندیشاپور کے مطران اگاپِط[1] نے ایک سنوڈ فراہم کی جو شہنشاہ کے ڈر کے مارے یہ سنوڈ مدائن میں نہیں بلکہ ایک چھوٹے سے شہر مرکبتہ[2] میں منعقد ہوئی، جو اتنا غیر معروف سا تھا کہ آج کل کسی عالم کو یہ بھی نہیں کہ وہ کہاں واقع تھا ۔ تاہم ۳۶ بشپ نہ صرف نزدیک سے بلکہ دور افتادہ جگہوں سے بھی جمع ہوئے ۔ فارس کا مطران اور ہرات اور مرو کے بشپ حاضر تھے ۔ شروع ہی میں داد ایشوع نے اپنا استعفیٰ پیش کیا ۔ پھر اگاپِط نے ایک لمبی تقریر کی جس کا مفہوم یہ تھا :-

" پہلے جب کبھی ایذا رسانی یا کسی قسم کی تکلیف ہم پر آتی تھی تو ہم مغربی مسیحیوں کی امداد کی بدولت رہائی پا گئے تھے ۔ لیکن آج کل حالات ان کو ہمارے بارے میں فکر کرنے کی اجازت نہیں دیتے ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اُن بچوں کی طرح جن کو میراث ملی ہے ، ہم اپنے آپ کو سنبھالیں اور اُٹھائیں ۔ ہماری میراث ، جس کی بدولت ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں ، وہی ہمارا بطریق ہے ۔ اس کے بغیر ہم بالکل بے بس ہوتے ! آؤ ہم اپنے باپ اور سردار کاتولیکوس داد ایشوع کی خاطر ہر قسم کی موت کا سامنا کریں ! وہی ہمارا بطریق ہے ۔ وہ ہماری کل کلیسیا کا سر ہے ! "

جیسا ہم نے دیکھا ہے پاپا کے زمانہ سے مدائن کے بشپ نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ مسوپتامیہ کا سردار اُسقف تھا (صفحہ ۲۴۳) اور سنہ ۴۱۰ء میں سب کلیسیائے مشرق کے بشپوں نے (جن میں فارس اور قطر بھی شامل تھے) اُسے اپنا سردار تسلیم کیا تھا (صفحہ ۲۴۴) ۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ انطاکیہ کے بطریق کا کچھ نہ کچھ اختیار

---

[1] Agapit [2] Markabta

[3] بعض علما سمجھتے ہیں کہ لفظ بطریق کسی بعد کے کاتب کی ترمیم ہے اور کہ کلیسیائے مشرق کا کاتولیکوس صرف سنہ ۴۹۸ء کے بعد بطریق کہلایا ۔

اُن پر بھی تھا، اور یہ بھی کہ گو اُنہوں نے اپنے سردار اُسقف کو کاتولیکوس کا خطاب دیا تھا، لیکن اگاپیط کی تقریر تک اُنہوں نے نام بطریق استعمال نہیں کیا۔ لیکن اگا پیط کا دعویٰ یہ تھا کہ جس طرح پاپائے روما کلیسیائے مغرب میں مقدس پطرس کا قائم مقام اور کلیسیا کا سر تھا، اُسی طرح کلیسیائے مشرق میں مدائن کا بطریق "ہمارا پطرس" ہے۔ تقریر کے بعد مجلس نے اتفاق رائے سے یوں فیصلہ کیا:۔

۱۔ اس سے پہلے، اگر مدائن کے بطریق کے خلاف کوئی شکایت تھی، تو لوگ مغربی بطارقہ یعنی انطاکیہ، سکندریہ وغیرہ کے بطارقہ کے پاس جاتے تھے تاکہ وہ فیصلہ کریں۔ اب سے لے کر یہ سلسلہ بند کیا گیا ہے۔

۲۔ اب سے کلیسیائے مشرق سو فی صدی آزاد اور خود مختار ہے، اور بطریق کے فیصلہ کے خلاف کسی قسم کی اپیل کی اجازت نہ ہوگی۔

۳۔ جب یہ فیصلہ منظور ہوگیا تھا تو داد ایشوع اپنا استعفیٰ واپس لینے پر رضامند ہوگیا، اور وہ سنہ ۴۵۱ء تک بطریق رہا۔

سنہ ۴۲۴ء کی سنوڈ کا فیصلہ کلیسیائے مشرق کی نشوونما میں ایک اور اہم ترقی تھی۔ بعض لوگ مشرقی کلیسیا پر الزام لگا کر کہتے ہیں کہ یہ تفرقہ بازی کا فیصلہ تھا، جس سے کلیسیائے مشرق نے اپنے آپ کو عالمگیر کلیسیا سے علیحدہ کیا۔ لیکن اس وقت کے لحاظ سے یہ فیصلہ ضروری تھا۔ ساسانی حکومت رُومی حکومت سے آزاد تھی، اور یہ مناسب تھا کہ کلیسیائے مشرق انتظامی لحاظ سے رُومی حکومت کی کلیسیا سے آزاد ہو، اور یُوں اُن شکوک کو دُور کریں کہ مسیحی محبّ الوطن نہیں بلکہ دشمن کے خفیہ طور پر خیرخواہ ہیں۔

سنہ ۴۲۴ء کے بعد مسیحیت کی ترقی

سنہ ۴۲۴ء کے بعد ساسانی حکومت میں کلیسیا اور ریاست کے تعلقات میں کوئی نمایاں تبدیلی نہیں ہوئی۔ مسیحی کلیسیا کی تعداد بڑھتی گئی۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا ہے، (صفحہ ۲۰۵) سنہ ۴۲۴ء اور سنہ ۵۴۴ء کے درمیان مطارنہ کی تعداد سات سے چودہ تک پہنچ گئی، اور سفید ہنوں، مغربی ہنوں، ترکوں بلکہ چینیوں تک انجیل کی اشاعت ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف آرمینیہ اور جارجیہ میں، بلکہ صوبہ

میں بھی مسیحی اکثریت میں تھے (نقشہ نمبر ۳ صفحہ ۲۰۴ دیکھیں) کیونکہ یوسطنس کی تبدیلی کے ہمعصر بیان میں اس بات کا ذکر ہے (صفحہ ۱۰۵ دیکھیں)۔ تاہم ساسانی حکومت میں مسیحی کلیسیا ایک مذہبی اقلیت رہی اور ایران کبھی مسیحی ملک نہیں بنا۔ کبھی کبھی امید کی سی جھلکیں نظر آنے لگیں۔ سنہ ۴۰۹ء میں یزدگرد اول مسیحیوں سے اتنی مہربانی سے پیش آیا کہ مجوسیوں نے سمجھا کہ یہ شاید مسیحی ہو گیا ہے اور اُسے "گنہگار" کا لقب دیا۔ لیکن سلطنت کے آخری سالوں میں عبشہ کی بیوقوفی کی وجہ سے اُس نے کلیسیا کو ستایا۔ جب قباد شہنشاہ نے سنہ ۴۹۹ء میں اسیر ہو کر سفید ہنوں کی مدد سے اپنی سلطنت پر دوبارہ قابو پایا، تو وفادار مسیحیوں نے اُس کی مدد کی اور قباد نے اُن کی خاص حمایت کی۔ ایک ہمعصر مُصنّف، ورحاجس نے قراد و شاط اور مقار تیرس کی تبلیغ کا ذکر بھی کیا، (صفحہ ۱۹۵ کو دیکھیں) بیان کرتا ہے کہ تقریباً سنہ ۵۲۲ء میں بہت سے مسیحی طبیب شہنشاہ کے دربار میں خدمت کرتے تھے، جن میں ایک جبرائیل نصیبین کا باشندہ تھا۔ اور بعد میں ایک مسیحی بطریق بنام یوسف (سنہ ۵۵۲ء تا سنہ ۵۶۷ء) بھی طبیب تھا۔

> "وہ شہنشاہ کے پاس ہر وقت جا سکتا ہے، کیونکہ وہ طبیب ہے، اور شہنشاہ (خسرو اول) اُس کو پیار کرتا ہے، اور اپنے دربار میں اُسے بیٹھنے کی اجازت ہے، اور اُس کی کرسی مجوسیوں کے سوا موبد کے بعد سب سے اعلیٰ کرسی ہے، اور جو کچھ وہ مانگتا ہے اُسے ملتا ہے۔ مسیحی طبیبوں کی وجہ سے شہنشاہ مسیحیوں اور رومی اسیروں پر ترس کھاتے ہیں۔"

تاہم نہ قباد مسیحی بنا اور نہ ہی خسرو۔ خسرو نوشیرواں کا ایک شہزادہ مسیحی ہو گیا، اور خسرو پرویز نے ایک مسیحی خاتون سے شادی کی اور ساتھ ہی اُس کی ایک اور مسیحی محبوبہ بھی تھی۔ لیکن حکومت کبھی مسیحی نہیں ہوئی۔

بطریق مارابا ئے اعظم اور شہنشاہِ خسرو اول (سنہ ۵۴۰ء تا سنہ ۵۵۲ء)

خسرو اول (نوشیرواں) (سنہ ۵۳۱ء تا سنہ ۵۷۹ء) ایران کا شہنشاہ رہا۔ وہ عظیم شخصیت کا مالک تھا۔ وہ زبردست سورما تھا اور بزنطینی شہنشاہ یوسطنیان (سنہ ۵۲۷ء تا سنہ ۵۶۵ء)۔

جس نے مغرب میں گاتھوں کو شکست دی، خسرو کے خلاف اتنا کامیاب نہ رہا، اور ۵۶۲ء میں ایک ایسی صلح ہو گئی جس میں رومیوں نے بڑی رقم دینے کا وعدہ کیا، تاکہ خسرو سفید ہنوں کے خلاف لڑے۔ خسرو نے سفید ہنوں کو شکست بھی دی اور حبشیوں کو یمن سے نکال کر عربستان میں ساسانی تسلط قائم کیا۔ لیکن خسرو نہ صرف جنگجو تھا بلکہ وہ عدل و انصاف کے لیے بھی نامور تھا، اور گو وہ کبھی کبھی طیش میں آ جاتا، لیکن وہ شاپور دوم کی طرح ظالم نہ تھا، اور مارآبا سے وہ اسی طرح پیش آیا، جیسا ایک عظیم شخص جو کسی دوسرے میں نیکی اور دلیری تسلیم کرتا ہے اور سراہتا ہے۔

مارآبا کلیسیائے مشرق کا سب سے قابل اور سمجھدار بطریق تھا اور غالباً کردار میں وہ سب سے نیک چلن تھا۔ وہ حکمتِ عملی سے خالی نہ تھا اور وہ مزاحیہ طبع کا مالک تھا۔ لیکن ہم اس لیے اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کہ وہ مسیح کی خاطر ہر دُکھ سہنے کے لیے تیار تھا، اور ہر وقت اصرار کرتا رہا کہ کلیسیا کا حق ہے کہ وہ آزادی سے انجیل کی خوشخبری سنائے اور غیر مسیحیوں کو مسیح کے پاس لائے۔

تبدیلی۔ ہمیں یاد ہوگا کہ مارآبا پہلے زرتشتی تھا، اور وہ کس طرح ایک مسیحی مناد بنام یوسف کی گواہی سے مسیحی ہو گیا۔ یہ واقعہ قریباً ۵۲۵ء کا ہے اور اُس کا بیان صفحہ ۱۰۴-۱۰۵ پر ہے۔

علم الٰہی میں تربیت۔ بپتسمہ پانے کے بعد آبا نصیبین کی مسیحی درسگاہ میں شاگرد کی حیثیت سے داخل ہوا اور اُس نے نمایاں ترقی کی، نیز لوگوں نے تسلیم کیا کہ وہ کتابِ مُقدّس کا عالم اور مفسر بن گیا ہے۔

بزنطینی حکومت میں۔ جب اُس کا اُستاد معنا ارزن کا بشپ بن گیا تو آبا بھی ارزن گیا، اور مناد کا کام بھی کرتا گیا جب معنا فوت ہو گیا تو وہ بزنطینی حکومت میں گیا اور وہاں ایدیسہ کے ایک مسیحی عالم بنام توما نے اُسے یونانی زبان سکھائی، چنانچہ آبا تین زبانوں یعنی فارسی، سریانی اور یونانی میں ماہر بن گیا۔ توما اور آبا پھر مصر میں گئے اور اسکندریہ میں آبا تھیودور از مپسوئیسطیہ کی کتابوں پر علانیہ درس دینے لگا۔ آبا نے سریانی میں تقریر کی اور توما نے یونانی میں ترجمہ کیا۔ لوگ جوق در جوق سُننے کے لیے آئے، لیکن مصر میں غیر خلقیدونیوں کی اکثریت تھی، اور انہوں نے آبا اور توما کو مجبور کیا کہ وہ مصر سے چلے جائیں۔ پھر وہ قسطنطنیہ میں گئے اور وہاں ۵۳۳ء سے پہلے آبا کی قاسمس "ہندی سیاح" سے

ملاقات ہوئی۔ لیکن شہنشاہ یوسٹنیان نسطوری تعلیم کے خلاف تھا اور آبا بشکل قسطنطنیہ شہر سے بچ نکلا، اور تھوڑی دیر کے بعد وہ ایران واپس آیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سنہ ۵۶۲ء میں آیا جب کہ ایرانی اور بزنطینی حکومتوں نے صلح نامہ پر دستخط کی۔

نصیبین میں واپسی۔ جب آبا نصیبین میں واپس آیا تو اُس نے وہاں ایک مدرسہ کھولا۔ اور ساتھ ہی سریانی بائبل کی نظرثانی کرنے لگا۔ اُس کی خواہش یہ تھی کہ خاموشی سے راہبانہ زندگی بسر کرے اور سیکھنے اور سکھانے میں اپنا وقت صرف کرے، لیکن کلیسیا کی مرضی اور تھی، اور جان کیلون کی طرح وہ مجبوراً بڑے عہدے پر فائز کیا گیا۔

بطریق کی تعیناتی۔ قریباً پندرہ سال سے کلیسیائے مشرق پارٹی بازی کا شکار رہی تھی۔ اکثر کلیسیائی صوبوں میں دو دو مطارنہ تھے اور بہت سے شہروں میں دو مخالف بشپ اور اُن کے مخالف پیروکار پادری اور ڈیکن تھے۔ ایک نیک چلن اور قابل راہنما کی ضرورت تھی جو کلیسیا کو بحال کرے، چنانچہ سنہ ۵۴۰ء میں

"بغیر مارآبا کے علم کے، سب مطارنہ اور اساقفہ نے، نیز سب پاسبانوں اور اہلِ ایمان نے جو اُس وقت مدآئن میں جمع ہوئے تھے، کاتولیکوس کے عہدہ کے لیے اُسے منتخب کر لیا۔ شہنشاہ کے نام میں اُنہوں نے کشتیاں بھیجیں تاکہ اُسے لائے۔"

مارآبا کے لیے یہ نہ صرف کلیسیا کا بلاوا، بلکہ ریاست کا حکم بھی تھا، اور اُس نے اُس کی تعمیل کی!

کلیسیائی نظم و ضبط کی بحالی۔ سنہ ۵۴۰ء کے فروری سے اکتوبر تک مارآبا کلیسیا کی اندرونی حالت کو درست کرنے میں مشغول رہا۔ وہ چند مطارنہ اور بشپوں سمیت دورہ کرنے لگا اور جہاں کہیں تفرقہ بازی تھی اُنہوں نے اُسے ختم کر دیا۔ ہم نے دیکھا ہے (صفحہ ۶۰ - ۶۱) کہ رواُردشیر میں اُنہوں نے نہ ایک فرقہ کے نہ ہی دوسرے فرقہ کے بشپ کو قبول کیا، بلکہ دونوں کو برطرف کیا، اور ایک نیا اور لائق مطران مقرر کیا۔ ہم نے یہ بھی دیکھا ہے (صفحہ ۱۸۵ تا ۱۹۰) کہ گندیشاپور کے بدچلن مطران کو اُنہوں نے کس طرح خارج کر دیا۔ ہر فیصلہ مارآبا نے قانونی عدالتی مجلس فراہم کر کے، دیگر مطارنہ اور اساقفہ سے صلاح

مشورہ کر کے دیا، اور اُن مجالس کی تحریری کارروائی آج تک دستیاب ہے۔ ساتھ ہی اُس نے عدآتون واپس آکر ایک گشتی فرمان مطارنہ اور اساقفہ کو بھیج دیا تاکہ مسیحیوں میں ناجائز شادیاں اور کثرت ازدواجی موقوف ہو جائے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ چونکہ رشتے داری تفرقہ بازی کا ایک سبب رہی تھی، لہٰذا مارآبا نے، جو خود مجرد تھا، یہ قانون نافذ کیا کہ آئندہ کوئی بطریق یا مطران یا بشپ شادی نہ کرے، لیکن اِس کے بارے میں کوئی تحریری قانون دستیاب نہیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ مارآبا کے زمانہ سے لے کر یہ کلیسیائے مشرق کا دستور بن گیا کہ ڈیکن اور قسیس شادی شدہ ہوں، لیکن بشپ مجرد ہوں۔

مجوسیوں کی مخالفت اور الزام کا موقعہ

۵۴۱ء میں شہنشاہ خسرو بزنطینی حکومت پر حملہ آور ہوا، لیکن مارآبا نے، جو خونریزی دیکھنا نہ چاہتا تھا، اُس کے ساتھ جانے سے گریز کیا۔ پھر مجوسیوں نے الزام لگانے کے لیے اِس بات سے فائدہ اٹھایا۔ اُن کے الزامات صفحہ ۲۲۶ پر درج ہو چکے ہیں، لیکن ہم اُن کے مفہوم کو دُہرا سکتے ہیں:۔

۱۔ مارآبا مرتد زرتشتی ہے۔

۲۔ وہ مسیحیوں کو کثرتِ ازدواجی کی اجازت نہیں دیتا۔

۳۔ وہ خود عدالت کرتا ہے، یعنی کلیسیا "حکومت در حکومت" ہے۔

۴۔ وہ مجوسیوں کو مسیح کے پاس لا کر بپتسمہ دیتا ہے۔

دراصل یہ الزامات کا اختصار ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پہل مجوسیوں کو پتہ نہ تھا کہ مارآبا مرتد زرتشتی تھا۔ جب ۵۴۰ء کے شروع میں داد ہرمز جو سردار موبد تھا، اُس پر باقی تین الزامات لگائے، تو شہنشاہ نے کوئی قدم نہیں اٹھایا، اور ۵۴۲ء تک مارآبا نے بغیر کسی خاص وقت کے کام کیا۔ بے شک اُس کو دورہ کرنے کی اجازت نہ تھی۔

اس کی روزمرہ سرگرمیاں یہ تھیں۔ شام کے وقت وہ خط و کتابت میں مصروف تھا۔ صبح کے ۹ تا ۱۰ بجے وہ سلوقیہ کے مدرسے میں کتاب مقدس کی تفسیر کیا کرتا تھا۔ اُس وقت سے لے کر شام تک لوگ اُس کے پاس آیا کرتے تھے اور اُس نے اُن کے جھگڑوں اور مقدمات میں فیصلے دیئے۔

سنہ ۵۴۲ء میں داد آذر ہرمز نے پھر آبا پر الزام لگایا۔ ساتھ ہی اُس نے بحث میں بطریق کو پھنسانے کی کوشش کی۔ اُس نے اُس سے یوں سوال کیا۔

"فرض کرو کہ ہمارے صلح پسند اور مہربان شہنشاہ آپ کو کوئی حکم دیں کہ کوئی ایسا کام کریں جو آپ کے مذہب کے قوانین کے خلاف ہو، تو آپ کیا کریں گے؟"
مار آبا نے مُسکرا کر جواب دیا۔

"جب کبھی شہنشاہ مجھے مجبور کرے گا کہ اُن کی حکم عدولی کروں، تو آپ دیکھیں گے کہ میں کس کے حق میں ہوں۔"

شہنشاہ کشمکش و پیچ میں تھا۔ وہ مار آبا کو سراہتا تھا اور اُسے سزا دینا نہیں چاہتا تھا، لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ مجوسیوں کی بات کو ٹھکرانا بھی نہیں چاہتا تھا۔ اگر مار آبا مجوسیوں میں تبلیغ دینے سے باز آنے کا وعدہ کرتا، تو خسرو اُسے رہائی دیتا، لیکن اُس نے وعدہ کرنے سے انکار کیا۔ پھر ایک واقعہ ہوا جس سے خسرو کچھ کرنے پر مجبور ہو گیا۔ دربار میں مار آبا جواب دہی کے لیے بلایا گیا تھا، اور مجوسی موبد بھی حاضر تھے، جب ایک دلیر مسیحی درباری نے کہا:

"جناب موبد صاحب! کاش کہ آپ ہمارے مُقدّس باپ کو موقع دیں کہ وہ مسیح کے بارے میں آپ سے گفت و شنید کریں! تب آپ بھی ضرور قائل ہو کر ہماری طرح مسیحی ہو جائیں گے، اور ہم خوشی سے آپ کو قبول کریں گے۔"

قریباً اُسی موقع پر یہ بات فاش بھی ہوئی کہ مار آبا ایک مرتد زرتشتی تھا، اور سردار موبد نے سزائے موت کے لیے کوشش کی۔

اِس پر شہنشاہ نے حکم دیا کہ مار آبا کو اسیر کر کے آذربائجان میں نظربند کیا جائے، چنانچہ وہ اُس سرد اور پہاڑی علاقہ میں بھیجا گیا اور وہاں سات سال تک رہا۔ (نقشہ نمبر ۲ صفحہ ۲۳ دیکھیں)۔

آذربائجان میں نظربندی۔ سنہ ۵۴۲ء تا ۵۴۹ء مار آبا آذربائجان میں نظربند رہا، لیکن شہنشاہ کے حکم مطابق اُس کے ساتھ کوئی سختی نہیں کی گئی، اور لوگوں کو آزادی تھی کہ اُسے ملیں۔ چنانچہ کثیر تعداد مسیحی بطریق کے پاس جانے لگے اور اُس کا گھر زیارت گاہ بن گیا۔ اُس نے سب کلیسیائی صوبوں سے خط و کتابت کی، نئے بشپوں اور قسیسوں کو مقرر کیا اور

تائب گنہگاروں کو کلیسیا کی طرف سے معافی دی۔ ساتھ ہی اُس نے ایسے گیت تیار کیے جو کہ عبادت میں زبور کے بعد گائے جائیں اور اُنہیں زائرین کو سکھایا۔

"آذر بائیجان کے پہاڑ اور اُونچے مقامات گویا مقدسوں کے قدموں تلے ہموار کیے گئے۔"

وہاں بھی اُس نے غالباً جنوری ۵۴۴ء میں ایک سینوڈ فراہم کی، اور نظم و ضبط کے لیے، اور مسیحی اخلاق چال چلن کے لیے، قوانین مرتب کیے۔

مدائن میں واپسی۔ ۵۴۹ء کی سردیوں میں مجوسیوں نے ایک ہونما مسیحی کے ساتھ سازش کی کہ مار آبا کو خفیہ طور سے قید خانہ میں قتل کرے۔ کسی نہ کسی طرح مار آبا پر یہ راز فاش ہو گیا، اور بطریق نے دلیرانہ فیصلہ کیا۔ وہ آذر بائیجان سے بھاگ گیا، اور مدائن میں شاہی دربار میں واپس آیا۔ جب نوشیرواں نے سُنا کہ مار آبا واپس آگیا ہے تو اُس نے کہا:

"کیا یہ تم پر عائد نہ تھا کہ تم اسی جگہ ٹھہرے رہو جہاں میں نے تمہیں جلاوطن کر دیا تھا؟"

مار آبا نے مزاحیہ جواب دیا۔

"اگر میں بھاگ آیا ہوں، تو یہ اس وجہ سے تھا کہ میں ناگہانی موت سے بچ جاؤں۔ اگر میں خفیہ طور سے مروایا جاتا تو میں کس پر قانونی دعویٰ کر سکتا؟ اگر شہنشاہ مجھے موت کی سزا دینا چاہیں تو وہ دے دیں۔"

خسرو نے بے شک مسکرا کر کہا کہ "یہاں سے نکل جاؤ!"

کچھ عرصہ تک مار آبا زنجیروں سے جکڑا ہوا قید خانہ میں رہا۔ لیکن بعد میں شہنشاہ نے اُسے آزاد کر دیا۔ البتہ اجازت نہ دی کہ وہ شاہی دربار سے چلا جائے یا دَورہ کرے۔ تاہم مار آبا تبلیغ کرنے سے باز نہ آیا اور شاید انہی سالوں میں شہنشاہ کے بیٹے نوشاد (انوشگ زاد) نے مار آبا کی کوشش سے مسیحیت کو قبول کیا۔

نوشاد کی بغاوت۔ ۵۵۱ء میں جب نوشیرواں بستر علالت پر تھا، تو اُس کا بیٹا نوشاد اُس سے باغی

ہو گیا، اور گندیشاپور اُس کے قبضہ میں آگیا۔ چونکہ اُس نے مسیحیت کو اختیار کیا تھا تو گندیشاپور کے مسیحیوں نے اُس کی حمایت کی۔ مجوسیوں نے فوراً شکایت کی کہ یہ بغاوت بطریق کی مرضی کے مطابق تھی۔ "اگر بطریق نہ چاہتا تو یہ بغاوت نہ ہوتی" انہوں نے مارآبا کو زنجیروں سے جکڑ کر بادشاہ کے دربار میں پہنچا دیا۔ خسرو نے ایک مسیحی درباری کے ذریعہ سے مارآبا کو ایک پیغام دیا۔

"تم ہم اعلیٰ وقار شہنشاہوں کے خلاف ہو، اور تمہاری وجہ سے مسیحی باغی ہو گئے ہیں۔ بہت سے صوبوں اور شہروں میں مسیحیوں نے مجوسیوں اور مجسٹریٹوں کو پیٹا اور لوٹ لیا ہے، اور اب وہ باغی بھی ہو گئے ہیں۔ رہے تم، جو نظر بند ہو، اور پھر بھی بشپوں اور قسیسوں کو مقرر کر کے صوبوں میں بھیج دیتے ہو، اور ہمیں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے ہو۔ اسی وجہ سے میں اب حکم دیا چاہتا ہوں کہ تمہاری آنکھیں فوراً نکالی جائیں اور تم کو ایک گڑھے میں پھینکا جائے اور وہیں مرنے دیا جائے۔"

نامعلوم آیا کہ شہنشاہ نے حقیقت میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ مارآبا کو ایسی سزا دے، یا صرف اُسے آزمانے کے لیے کہا ہو، لیکن ایک واقعہ ہوا جس سے مارآبا کو رہائی ملی۔ اُس وقت ایک وفد سفید ہنوں کی طرف سے یہ درخواست لے کر آیا کہ مارآبا اُن کے لیے ایک بشپ مقرر کرے (صفحہ ۲۰۳ تا ۳۰۵ دیکھیں)۔ جب اُس کا اپنا بیٹا باغی ہو گیا تھا تو خسرو سفید ہنوں سے بھی لڑنے کو تیار نہ تھا۔ چنانچہ اُس نے مارآبا کو آزادی دی اور بشپ مقرر کرنے کی اجازت دی۔

پھر شہنشاہ نے بطریق کو حکم دیا کہ وہ گندیشاپور کے مسیحیوں کو لکھے کہ وہ نوشزاد کی مدد کرنے سے باز آئیں۔ مارآبا نے لکھا کہ سب باغی لوگ موت کی سزا کے حقدار ہیں، خواہ وہ مجوسی یا یہودی یا مسیحی ہوں، اور اُس نے سب باغی مسیحیوں کو کلیسیا سے خارج کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ نوشزاد سے علیحدہ ہو گئے اور انہوں نے شاہی فوجوں کے لیے گندیشاپور کے پھاٹک کھول دیئے۔ نوشیرواں حیران تھا کہ مارآبا کا روحانی اختیار اتنا مؤثر تھا۔ شاہی فوج نے شہزادہ نوشزاد کو گرفتار کیا اور گو وہ موت کی سزا کا حقدار تھا، تاہم خسرو نے حکم دیا کہ اُسے زندہ رہنے دیں، لیکن اُس کی دونوں آنکھیں نکال جائیں۔ اس کی سزا کی وجہ سے یہ ناممکن ہو گیا کہ نوشزاد کبھی شہنشاہ بن جائے۔

تھوڑی دیر بعد خسرو نے مارآبا کو حکم دیا کہ وہ گنڈیشاپور جاکر مسیحیوں سے ایک بہت بڑا جرمانہ وصول کرے، اور بطریق نے یہ کام بھی انجام دیا۔

وفات۔ جب مارآبا مدائن میں واپس آکر سلوقیہ کے قلعہ کے پاس رہنے لگا، تو دُکھ اور تھکاوٹ کی وجہ سے اُس کی صحت خراب ہوگئی اور اُس پر فالج آیا۔ گو شہنشاہ نے اپنا طبیب بھیجا، لیکن بطریق کی بیماری لاعلاج تھی، اور ۲۹ر فروری ۵۵۲ء وہ خداوند میں سوگیا، اور سلوقیہ میں دفن ہوا۔ ایرانی اُمراء اُسے اتنے سراہتے تھے کہ اُس کی ماتم پُرسی میں جتنے مسیحی اتنے ہی غیر مسیحی بھی شامل تھے۔ واقعی وہ ایک ایسا رہنما تھا جو ہر ایک ایشیائی مسیحی کے لیے باعثِ فخر ہے۔

یوسطخس موچی کی شہادت کا سلسلہ ۵۴۱ء تا ۵۴۴ء

جس سال مارآبا پر پہلا الزام لگایا گیا، اُسی سال جارجیہ میں یوسطخس موچی نے بپتسمہ پایا (صفحہ ۱۰۵-۱۰۶ دیکھیں)۔ اُس وقت جارجیہ ملک، جس کے رئیس مسیحی تھے، خسرو نوشیرواں کے قبضہ میں آگیا تھا، اور ایک ایرانی مرزبان اُس کے صدر شہر طفلیس میں حکومت کرتا تھا۔

بپتسمہ پانے کے بعد یوسطخس کو جلدی موقع ملا کہ وہ اپنے ایمان کی گواہی دے، اور ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ اُس سادہ لوح موچی نے خوش خلقی ظاہر نہ کی۔ مجوسیوں کی ایک عید کا موقع تھا، اور دیگر موچیوں نے یوسطخس کو مدعو کیا کہ وہ اِس میں اُن کے ساتھ شریک ہو۔ وہ اُن پر ہنسنے لگا:۔

"تمہاری عید افسوسناک ہے اور تم بھی افسردہ گروہ ہو! لیکن مجھ پر بپتسمہ کی مہر لگی ہوئی ہے اور میں مسیح کی عید میں خوشی مناتا ہوں۔"

عید منانے کے بعد موچیوں نے مشقیطہ کے ایرانی حاکم کے ہاں جاکر یوسطخس کے خلاف شکایت کی کہ وہ مسیحی ہوگیا ہے۔ حاکم نے اُسے بلایا اور اُس سے پوچھا کہ وہ کس جگہ کا رہنے والا ہے اور اُس کا ایمان کیا ہے؟ موچی نے اقرار کیا کہ وہ گنڈزق سے آیا تھا اور وہ مجوسی تھا اور اب مسیحی ہوگیا تھا۔ حاکم نے دھمکی دی لیکن یوسطخس مسیح کا وفادار رہا، اور چونکہ اُس ماتحت حاکم کو

اختیار نہ تھا کہ وہ یا قید کرا دے یا صلیب دے ، لہٰذا اُس نے اُس کو اور چند اوروں کو بھی گرفتار کر کے طفلیس میں بھیج دیا ، اور مرزبان گشنسپ کو لکھا کہ " یہ آدمی ہمارے مذہب کے تھے ، اب مسیحی ہو گئے ہیں " یعنی وہ سزائے موت کے حق دار ہیں ۔ مرزبان نے حکم دیا کہ اُن کو بے عزت کرنے کے لیے اُن کے سر منڈوائے جائیں ، اُن کی ناکیں چھیدی جائیں ، اور اُن کے گلے اور پاؤں زنجیروں سے جکڑے جائیں ۔ اُس نے اُن کو قید خانہ میں بند کر دیا اور وعدہ کیا کہ " اگر کوئی اپنے باپ دادا کے ایمان پر واپس آئے گا تو میں اُسے آزاد کر کے بڑے بڑے تحفے دوں گا " ۔ دو آدمیوں نے مسیح کا انکار کیا ، اور باقی چھ مہینوں تک مقید رہے پھر مرزبان کی تبدیلی ہوئی اور جارجیہ کے رئیسوں اور بشپوں نے گشنسپ سے منت کی کہ وہ رحم کر کے ان قیدیوں کو رہائی دے چنانچہ اُس نے اُن کو آزاد کر دیا ۔

تین سال کے بعد ایک نیا مرزبان بنام وزاک بزمہر طفلیس میں آ گیا ، اور ایرانیوں نے دوبارہ یوسطنش اور ایک اور مسیحی بنام ستفنش پر الزام لگایا کہ یہ مرتد ہیں ۔ بزمہر نے اُن کو بلوایا ، لیکن اُس نے جلدی سے ستفنش کو آزاد کر دیا ۔ مسیحی رئیس جو اُس کے دربار میں تھے ستفنش سے واقف تھے اور اُنہوں نے یوں تصدیق کی :۔

" ہم اِس آدمی کو جانتے ہیں ۔ وہ ہمارے ملک کا ہے ۔ اُس کے ماں باپ ، بھائی بہنیں ، سب مسیحی ہیں اور وہ بھی مسیحی ہے ۔"

قانونی لحاظ سے مسیحی ہونا جرم نہ تھا ۔ یہ صرف اُس وقت جرم سمجھا گیا اگر کوئی مجوسی یا دیگر زرتشتی مسیحی بن جائے ۔ جب یوسطنش نے اپنی تبدیلی کا بیان دلیری سے پیش کیا ، اور گواہی بھی دی کہ آگ اور آفتاب زندہ نہیں ہیں اور نہ ہی عبادت کے لائق ہیں ، تو مرزبان نے اُس سے کہا کہ وہ مسیح کا انکار کرے ۔ اُس نے اُس کو یوں خطاب کیا ۔

" اپنی بیوی کو بیوہ نہ چھوڑو ، اور اپنے بچوں کو یتیم نہ ہونے دو ۔ اپنے دوستوں کی خاطر ناگہانی موت سے بچے رہو ۔"

لیکن اذیت اور دھمکیوں کے باوجود یوسطنش وفادار رہا ، اور آخرکار مرزبان نے حکم دیا کہ وہ قید خانہ میں بھیجا جائے ، اور ساتوں رات اُس کا سر قلم کیا جائے ۔

خسرو دوم (پرویز) اور مسیحیت سنہ ۵۹۰ء تا ۶۲۸ء

خسرو پرویز کے عہد سلطنت کے شروع میں خانہ جنگی ہوئی جس میں بزنطینی شہنشاہ ماریس نے اُس کی حمایت کی۔ خسرو کامیاب ہؤا اور اُس نے ماریس کی بیٹی مریم سے شادی کی۔ لیکن جب سنہ ۶۰۲ء میں فوقس نے ماریس کو قتل کر کے بزنطینی تخت حاصل کیا تو حکومتوں کی آپس میں جنگ ہوئی۔ اُس جنگ میں پرویز بیس سال تک بہت کامیاب رہا۔ سنہ ۶۰۴ء میں وہ شام پر حملہ آور ہؤا۔ سنہ ۶۱۴ء میں اُس نے دمشق اور یروشلیم کو فتح کیا۔ سنہ ۶۱۹ء میں اُس نے اسکندریہ پر قبضہ کیا، اور سنہ ۶۲۰ء تک وہ قریباً سب ایشیائے کوچک کا مالک بن گیا۔ لیکن ایک نئے بزنطینی شہنشاہ ہرقل نے سنہ ۶۲۲ء میں ایشیائے کوچک میں ساسانی افواج کو شکست دی اور آگے بڑھتے بڑھتے سنہ ۶۲۷ء میں مدائن کے نزدیک پہنچ گیا۔ اُسی سال پرویز کے خلاف ایک سازش ہوئی اور وہ قتل کر دیا گیا۔

خسرو کی بیوی مسیحی تو تھی لیکن ایک اور مسیحی بنام شیریں اُس کی محبوبہ بن گئی اور مریم کی وفات کے بعد وہ "محل سرا میں مختارِ کل ہو گئی۔" وہ حُسن و جمال اور بذلہ سنجی اور گانے کے لیے مشہور تھی۔ شہنشاہ نے اُسے خوش کرنے کے لئے تین گرجا گھر تعمیر کروائے، اور ایدیسہ سے اُن کے لیے سریانی بائیبلیں اور دعائیہ کُتب حاصل کیں۔ لیکن شیریں یعقوبی بن گئی اور جب سنہ ۶۰۹ء میں کلیسائے مشرق کا بطریق گزر گیا، تو پرویز نے نئے بطریق مقرر کرنے سے انکار کیا، اور بیس سال تک کلیسائے مشرق بغیر بطریق کے رہی۔ سنہ ۶۱۲ء میں شہنشاہ کے سامنے نسطوریوں اور یعقوبیوں کا مناظرہ بھی ہؤا، لیکن اِس کا کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہؤا، سوائے اِس کے کہ شہنشاہ نے محسوس کیا کہ مسیحی آپس میں تفرقہ باز ہیں اور یک دل نہیں۔ جیسے کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے (صفحہ ۲۶۲) سنہ ۶۱۲ء میں کلیسائے مشرق کے مطران اور بشپ ایک سنڈ میں جمع ہوئے اور وہاں اُنہوں نے ایک نسطوری اقرار الایمان کو قبول کیا۔ اور شیریں کی کوشش کہ وہ ایک یعقوبی بطریق قبول کریں، ناکام ہو گئی۔

صُلح کا وفد سنہ ۶۲۳ء

خسرو کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے شیرویہ تخت نشین ہُوا اور اُس نے فوراً ایشوع یاب دوم کو کلیسیائے مشرق کا بطریق مقرر کیا۔ پھر اُس نے صلح کرانے کے لیے ایک وفد قسطنطنیہ میں بھیج دیا جو کہ بطریق، تین مطارنہ، اور چند اور بشپوں پر مشتمل تھا۔ وفد کامیاب تو تھا، لیکن سنہ ۶۳۳ء میں اہلِ عرب ساسانی حکومت پر حملہ آور ہوئے، سنہ ۶۳۷ء میں مدائن مغلوب ہُوا، اور جب سنہ ۶۵۱ء میں یزدگرد سوم قتل ہُوا، تو ساسانی حکومت ختم ہوگئی اور مسلمانوں کا دورِ سلطنت شروع ہُوا۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کتب

پادری برکت اللہ	صلیب کے ہراول	صفحہ ۴۵ تا ۵۰
پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی	تاریخِ ایران	صفحہ ۴۰۲ تا ۴۰۵ (یزدگرد اوّل)
" " " "	" "	صفحہ ۴۱۳ تا ۴۱۵ (سنہ ۴۲۴ء کا فیصلہ)
" " " "	" "	صفحہ ۴۶۵ تا ۴۶۶ (مارآبا "مار ابا")
" " " "	" "	صفحہ ۵۰۹، ۵۱۳ تا ۵۱۶ (خسرو پرویز)

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مغربی اور مشرقی مسیحی کلیساؤں کے لیے سنہ ۴۲۴ء کا سن کیوں اہم ہے؟
۲۔ سلوقیہ کی سینوڈ پر مضمون لکھیں، اور اُس کے فیصلہ کی تنقید کریں۔
۳۔ مندرجہ ذیل شہدا پر اشارے لکھیں۔

عبدا نیستین یوسطنس

۴۔ کلیسیائے مشرق نے کب اور کس طرح بزنطینی حکومت کی کلیسیا سے آزادی کا اعلان کیا؟

۵ - انڈکس کو استعمال کر کے مارآبا کے بارے میں معلومات جمع کریں اور اس پر مضمون لکھیں۔

۶ - سنہ ۴۱۰ء اور سنہ ۴۲۴ء کے فیصلوں کی روشنی میں مارآبا اور خسرو نوشیرواں کے تعلقات پر مضمون لکھیں۔

۷ - مندرجہ ذیل اشخاص کے نام حفظ کریں اور بتائیں کہ وہ کیوں مشہور ہیں؟
اسحاق ۔ یزدگرد اول ۔ مرد آنا ۔ جشنو ، اکاقی ۔ بہرام گور ۔ خسرو اول ۔ خسرو دوم ۔ نوشاذ ۔ شیریں ۔ ایشوع یاب دوم ۔

۸ - نقشہ نمبر ۴ کی مدد سے ایک نقشہ بنائیں اور اس میں اُن سب جگہوں کے نام درج کریں، جن کا ذکر دفعہ ۳ میں ہو چکا ہے۔

۹ - دفعہ ۴ پڑھنے سے پہلے کلیسیا اور ریاست کے بارے میں اُن ضروری اسباق کی فہرست تیار کریں، جو آپ نے اس فصل کے دفعہ ۱ تا ۳ سے سیکھا ہے اور جن سے پاکستانی کلیسیا فائدہ اُٹھا سکتی ہے۔

۴ - چند ضروری اسباق

ایرانی حکومت میں کلیسیا اور ریاست کے تعلقات کے مندرجہ بالا بیان سے ہم نے کیا سیکھا ہے؟ بے شک ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے جن میں سے صرف چند ضروری اسباق پیشِ خدمت ہیں:۔

ا - "جتنے مسیح یسوع میں دینداری کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہیں، وہ سب ستائے جائیں گے۔" (۲ - تمیتھیس ۳ : ۱۲)- حقیقی مسیحی زندگی اور گواہی کی مخالفت ضرور ہوگی، خاص کر اُس وقت جب مسیحی اپنے فرضِ اوّلین کے مطابق انجیل کی اشاعت کر کے اوروں کو مسیح کے پاس لاتے ہیں کیونکہ شخصی اور سماجی سطح پر مسیحیت میں ایک انقلابی عُنصر پایا جاتا ہے۔

ب - تمام مسیحیوں پر فرض ہے کہ وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے محبت اور خوش خلقی سے پیش آئیں - جب عبدا اور لیہ سلطنش نے اس کے علاوہ اور طریقے اختیار کیے، تو اُنہوں نے نہ صرف نادانی کی، بلکہ ساتھ ہی مسیح کی رُوح کا مظاہرہ نہیں کیا۔

ج - حُبّ الوطنی اور مسیحیت کی آپس میں کچھ نہ کچھ کشمکش ضرور ہوتی ہے۔

کیونکہ مسیحی کلیسیا ایک بین الاقوامی رفاقت ہے۔ اور حکومتیں بھی کبھی کبھی ایسی ظالمانہ جنگ لڑتی ہیں جن کے خلاف مسیحی کا فرض ہے کہ وہ احتجاج کرے۔ تاہم یہ حکمت عملی کی بات ہے اور مناسب بھی ہے کہ کسی کلیسیا کی انتظامیہ ملک سے باہر نہ ہو، یا کم از کم دشمن ملک میں نہ ہو۔

د۔ جہاں تک ہو سکے، غیر مسیحی ملک میں چاہیئے کہ کلیسیا اپنی روحانی آزادی کو محفوظ رکھے، اور خاص کر یہ کہ اُس کے پاس پورا اختیار ہو کہ وہ اپنے عہدہ داروں کو مقرر کرے اور اپنی نظم و ضبط کا خود انتظام کرے۔

ہ۔ کلیسیا کی روحانی صحت کے لیے، اور ساتھ ہی غیر مسیحی ریاست میں اُس کی عزت کے لیے، یہ ضروری ہے کہ تفرقہ بازی نہ ہو، اور اگر ظاہری طور پر کلیسیا ایک نہ ہو، تو کم از کم مسیحی کلیسیاؤں کا ایک دوسرے سے تعاون اور یگانگت ہونا لازمی ہے۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

پاکستان میں کلیسیائی اتحاد کی تجویز	صفحہ ۲، تا ۵،	"کلیسیائے پاکستان کی خود مختاری"
ڈاکٹر ولیم للی	مسیحی طریقِ حیات	باب نمبر ۱۴

عملی کام

پاکستان میں اور ساسانی حکومت میں کلیسیا اور ریاست کے تعلقات کا ایک دوسرے سے مقابلہ کریں۔ کیا پاکستان کی کلیسیا ساسانی حکومت کی کلیسیا کی طرح بڑھتی جاتی ہے؟ اگر نہیں تو کیا ہماری کلیسیا میں کوئی کمزوری ہے، یا حالات زیادہ مشکل اور پیچیدہ ہیں؟

فصل چہارم

عربستان ہند اور چین

۱۔ عربستان

۱۔ نجران میں ایذا رسانی اور شہادت

چھٹی صدی کے شروع میں یمن کے بادشاہ نے ایک یہودی خاتون سے شادی کی اور ان کا بیٹا یہودی بن گیا۔ اس کا نام پہلے ذُرعہ ذو نواس تھا اور جب وہ یہودی بن گیا تو اس نے نام یوسف اختیار کیا۔ اس کا جھگڑا حبشی ملک حبشہ سے ہوا اور ۵۲۳ء میں کچھ حبشی افواج یمن میں آئیں اور صدر شہر ظفار کو فتح کر کے اس میں بسنے لگیں۔ ایک کتاب بنام "اہلِ حمیر کی کتاب" ان واقعات کا جو بعد میں رونما ہوئے چشم دید بیان پیش کرتی ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے سمجھا کہ وہ بادشاہ یوسف جیسے بزرگ نام کا حقدار نہ تھا، چنانچہ اس نے اسے مسروق کہا اور ہم اس بیان میں وہ نام استعمال کریں گے۔ مسروق کے لفظی مطلب "لوٹ کا مال" ہے۔ بے شک یوسف کے بھائیوں نے اسے لوٹ کا مال سمجھ کر بیچ دیا تھا، لیکن مصنف کے معنی یہ ہیں کہ اس عرب یہودی نے ایک ایسا نام لوٹ لیا جس کا وہ حقدار نہ تھا۔

مسروق کی فوجیں ظفار آئیں اور انہوں نے دغابازی اور چپ لاگ سے شہر میں گھس کر وہاں کے مسیحی گرجا گھر کو (صفحہ ۲۰۰ دیکھیں) آگ لگا دی اور تین سو حبشیوں اور دو سو اس مقامی مسیحیوں کو قتل کر دیا۔ پھر مسروق نے نجران کے مسیحیوں کو کہا کہ وہ جنگ میں اس کی مدد کریں۔ لیکن جب انہوں نے سنا کہ اس نے گرجا گھر کو جلایا تھا، تو انہوں نے انکار کیا۔

پھر مسروق نجران پر حملہ آور ہوا۔ اور گو وہ وہاں پہلے حملے میں کامیاب نہ ہوا، تاہم جب اُس نے شہر کے لوگوں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ پھاٹک کھول کر باہر نکلیں تو وہ اُن سب کی جان بخشی کرے گا، تو اُنہوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ مسروق نے نجران کے مسیحی رؤساء کو حکم دیا کہ وہ اپنا سونا ہاتھوں میں لیے آئیں۔ اُس نے اُنہیں مزید کہا کہ وہ صلیب پر تھوکیں۔ جب اُنہوں نے انکار کیا تو اُس نے قریباً ایک سو پچاس کو قتل کروا دیا اور ان کے گرجا گھر کو بھی جلا دیا۔ یہ منگل یا بدھ کے دن واقع ہوا۔

اگلے دو تین دنوں میں چار معزز مسیحی خواتین بھی شہید ہوئیں۔

پھر جمعہ کے دن وہ "آزاد شہری مرد" جو مسیحی تھے، سب جمع ہوئے اور شہید کیے گئے۔ اُن کی شہادت کا بیان ضائع ہو گیا ہے۔ اور صرف اُن کے ۱۰۱ ناموں کی فہرست باقی ہے۔ وہ نام نوے فی صدی مقامی عربی نام ہیں، جس سے یہ بات عیاں ہے کہ نجران کے مسیحی عربی مسیحی تھے، نہ کہ حبشی۔ شہیدوں کے ناموں میں سے ہم حارث۔ عمر۔ جبیر۔ ثعلبہ۔ حکم۔ عبداللہ۔ ملک۔ سعد۔ معاویہ۔ عبد۔ سلیم اور اسد کا ذکر کر کے اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔

سوموار کے دن، غالباً ۱۳ نومبر ۵۲۳ء "آزاد شہری خواتین" شہید ہوئیں۔ "اہلِ حمیر کی کتاب" میں اُن کی شہادت کا ایک دل خراش بیان موجود ہے۔ پہلے مسروق نے اپنے جرنیل ذو یزن کو حکم دیا کہ وہ مسیحی خواتین کو اکٹھا کر کے اُن سے وعدہ کرے کہ اگر وہ ہماری طرح یہودی بن جائیں تو ہم اُن کی شادیوں کا اچھا انتظام کریں گے، لیکن اگر وہ رضامند نہ ہوں تو وہ اپنے شوہروں جیسے عذاب سے ماری جائیں گی۔

ذو یزن نے ایک سو ستر خواتین کو اکٹھا کر کے اُن سے کہا:

> "تمہارے شوہروں کو کیا حاصل ہوا۔ جنہوں نے اس باغی مذہب پر اصرار کیا تھا؟ وہ بدکاروں کی طرح جان سے مارے گئے! اس لیے یسوع ابن مریم کا جسے تم مسیح کہتی ہو، انکار کرو۔ وہ اوروں کی طرح فانی انسان ہے اور جس طرح کہ اُس نے تمہارے شوہروں کو نہیں بچایا ہے، اسی طرح تم کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکے گا۔
> یسوع کی صلیب پر تھوک کر ہماری طرح یہودی بن جاؤ۔"

خواتین نے یوں جواب دیا :-

"خدا نہ کرے کہ ہم اُس کی صلیب پر تھوکیں، یا اُسے بے عزت کریں، کیونکہ اُس کے وسیلہ سے اُس نے ہمارے لیے سب گراہی سے مخلصی تیار کی ہے، اور ہماری دعا یہ ہے کہ ہم بھی اپنے شوہروں کی طرح مسیح خدا کی خاطر شہید ہونے کے لائق ٹھہریں۔"

یہ سُن کر مسروق نے دوبارہ حکم کیا کہ وہ دردناک طریقہ سے جان سے ماری جائیں۔ ذُو نوآس نے اُن کو باہر لے جا کر اُس جگہ پہنچایا جہاں اُن کے شوہر مارے گئے تھے، اور یہودی تیر اندازوں کو اُن کے چوگرد کھڑا کر دیا۔ اُس نے حکم دیا کہ ہر طرف سے اُن خواتین پر تیر چلائیں۔ تب سب خواتین کھڑی ہو کر اور ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر دعا کرنے لگیں۔

"اے مسیح خدا! ہماری مدد کے لیے آ! اے ہمارے خداوند یسوع مسیح! ہمارے ظلم و ستم کو دیکھ اور ہم سے دُور نہ ہو، بلکہ ہم کو توفیق دے کہ تیری خاطر اس شہادت کا سفر ختم کر کے ہم بھی اُن بھائیوں کے پاس پہنچ جائیں، جو تیری خاطر مر گئے ہیں۔ اور ہمارے گناہوں کو معاف کر اور ہماری زندگیوں کی قربانی قبول فرما۔"

پھر بیان یوں ہے :-

"جن عورتوں کے پاس چھوٹے بچے تھے اُنہوں نے اُن کو زمین پر رکھ کر اپنے کپڑوں سے ڈھانپ دیا۔ وہ خود کھڑی ہو کر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف پھیلاتی رہیں۔ تب اچانک اُن میں سے ایک بے بس ہو کر زمین پر گر پڑی۔ جب ذُو نوآس نے دیکھا کہ مسیح کی اُن بندیوں میں سے ایک بھی کھڑی نہ رہی، اور جب اُس نے اُن کے اور اُن کے بچوں کے خون کو بہتے دیکھا، اور اُن کی اور اُن کے بچوں کی چیخیں سُنیں، جو بہت دُور تک سنائی دیتی تھیں، تو اُس نے حکم دیا کہ جا کر اُن کو اور ان کے شیر خوار بچوں کو تلوار سے مار ڈالو۔ تب وہ قاتل بے رحمی سے اُن کو مارنے لگے۔ جب تک اُن میں اور اُن کے بچوں میں سے ایک بھی زندہ نہ رہا۔"



نجران میں آزاد شہری خواتین کی شہادت

تصویر نمبر ۷

بیان میں خواتین اور بچوں کے لئے ناموں کا ذکر بھی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے سب لڑکیاں تھیں اور اُن کے عربی نام ہیں، مثلاً

"رُہیم اور اُس کی تین لڑکیاں، اُمّہ اور جبیرہ، اور اُمّہ اور اُس کی لڑکی، اور رُہیم اور اُس کی بہن اشانہ اور اُن کی ماں، اور حبیبہ اور جدیدہ اور حسنہ اور خلیفہ اور فاطمہ، اور شلشلہ کی ماں، اور ہنطہ۔"

ایک عالم کا قیاس ہے کہ "ہنطہ" غلط نام ہے اور "ہند" ہونا چاہیئے۔ لیکن کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملتا کہ یہ خاتون ہندوستانی قوم یا نسل کی تھی۔

مقتل اور بعد کے دن چند اور "آزاد شہری خواتین" شہید ہوئیں اور بعض اور شہروں میں بھی ایذا رسانی ہوئی، لیکن حبشی بادشاہ کالب فوج لے کر مسیحیوں کو رہائی دلانے آیا۔ سمندر کے کنارے پر مسروق سے اُس نے لڑائی کی، اور مسروق سمندر کی طرف بھاگنے لگا اور وہاں جان سے مارا گیا۔ جب حبشی افواج نجران کی طرف جانے لگیں، تو باقی ماندہ مسیحیوں نے اپنے بازوؤں پر صلیب کے نشانات گدوائے تاکہ وہ پہچانے جائیں۔ کالب نے اہل حمیر کے لیے ایک مسیحی بادشاہ مقرر کیا، اور گرجا گھروں کو از سرِ نو تعمیر کروایا۔ سات مہینوں کے بعد وہ ملک حبشہ میں لوٹ گیا۔ یوں "اہل حمیر کی کتاب" کا بیان ختم ہوتا ہے۔

اس ایذا رسانی کا ذکر غالباً قرآن شریف کی سورۃ ۸۵، آیات ۴ تا ۱۱ میں موجود ہے، مگر علماء اِس کے بارے میں متفق الرائے نہیں۔ ایک روایت میں بادشاہ کا نام ذُونواس بتایا گیا ہے۔ غالباً یہ ایک فرضی نام ہے جس کے خفیہ معنی "جلاد" ہیں۔

جب بانئ اسلام آئے تو نجران کے مسیحیوں نے کچھ عرصہ تک مسلمان بننے سے گریز کیا، اور آخرکار جب خلیفوں نے اُن کو مجبور کیا کہ یا تو اسلام قبول کریں یا عربستان سے چلے جائیں تو اُن میں سے بہتیرے دیگر ممالک میں پناہ گزین ہو کر چلے گئے۔

ب:۔ عمان میں دُنیاداری اور بے وفائی

عمان ساسانی حکومت کے ماتحت تھا اور وہاں کی کلیسیا فارس کے صوبہ میں

تھی۔ اُس کے دو بشپ تھے، اور غالباً ساتویں صدی کے شروع میں انہوں نے اپنے عہدے فارس کے مطران سے خرید کر حاصل کیے تھے (دیکھیں صفحہ ۳۴۶-۳۴۷)۔ جب ۶۳۲ء کے بعد عرب افواج عمان پر قابض ہوگئیں، تو انہوں نے مسیحیوں کو فیصلہ کرنے کا موقع دیا کہ وہ یا تو مسلمان ہوجائیں یا اپنی نصف جائداد انہیں دے دیں، اور جب تک وہ نکمے بشپ جو غالباً اپنے لوگوں کو تعلیم دینے میں غافل رہے تھے، بے بس دیکھ رہے تھے یا شاید بھاگ گئے، تو ہزاروں عمانی مسیحی مسلمان ہوگئے۔ سنہ ۶۵۰ء میں بطریق ایشوع یاب سوم نے فارس کے مطران شمعون کو یوں لکھا:

"اے چھوڑے ہوئے باپ تمہارے فرزند کہاں ہیں؟ مزون (عمان) کی کثرت کی آبادی کہاں ہے؟ کسی نے تلوار یا آگ یا اذیت سے اُن کو مجبور نہیں کیا ہے۔ لیکن وہ صرف اپنی نصف جائداد کے خواہاں رہے! ان بے وقوفوں کو ارتداد نے نگل لیا ہے، اور وہ ابد تک ہلاک ہوچکے ہیں، اور اتنے میں دو نام کے پاسبان، جو حقیقت میں صرف دکھاوں کے دو دھوئیں والے ٹکڑے (یسعیاہ ۷: ۴) ہیں، بیدینی کے شعلہ سے بھاگ کر بالکل ناکام رہے ہیں۔ ہائے! ہزارہا نام کے مسیحیوں میں سے ایک نے بھی ہمارے سچے مذہب کے لیے قربانی نہیں گزرانی۔ تمہارے مزون کے لوگوں نے کیوں اپنے مذہب کا انکار کیا ہے؟ وہ خود مانتے ہیں کہ عربوں نے اُن کو مجبور نہیں کیا، لیکن ان کو یہ حکم دیا کہ صرف نصف جائیداد چھوڑ دیں تاکہ مذہب کو محفوظ رکھیں۔ لیکن انہوں نے وہ ایمان جو ابدی فائدہ پہنچاتا ہے اس لیے چھوڑ دیا تاکہ اس چند روزہ کی نصف جائیداد سنبھالے رکھیں! سب قوموں نے روایا خریدنے کے لیے اپنا خون دینے سے گریز نہیں کیا ہے، اور آج تک خون دیتے ہیں، کیونکہ اس میں ہمیشہ کی زندگی ملتی ہے۔"

اور ایک اور جگہ میں ایشوع یاب سوم یوں لکھتا ہے:

"ان ہزاروں، بلکہ دس ہزاروں میں سے جو ہمارے خدا کے لوگ تھے، 'کلیسوں کے دو دھوئیں والے ٹکڑے' جو بشپوں کا کھوکھلا خطاب

سنبھالتے رہے اور بیٹھے رہتے ہیں۔ اُن پادریوں کو دیکھ کر عیسیوں کے
آنسو بہتے ہیں، کیونکہ وہ بشپ اُس ملک کے ستونوں کی [illegible]
لوط کی بیوی تبدیل ہوئی۔

بے شک یہ افسوسناک واقعہ تھا اور ہمارے لیے باعثِ عبرت ہے۔ جب کلیسیا کے رہنما صرف مرتبہ اور روپے پیسے کی دوڑ میں مشغول ہو کر اپنے لوگوں کی تعلیم اور نگہبانی کو نظر انداز کرتے ہیں، تو یہ حیرانی کی بات نہیں کہ کلیسیا کے عوام دنیادار اور ایمان میں کمزور بھی ہوں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ "ہمیں آزمائش میں نہ لا، بلکہ بُرائی سے بچا" تو ایسوں کے لیے ہم دعا کرتے ہیں۔

۲۔ ہند

مالابار[۴] کی روایات کے مطابق سن ۳۴۵ء میں تھامس کنعانی یا تھامس تاجر مع چار سو اور بدیسی آباد کاروں کے شہر کرانگانور میں آ کر مقیم ہو گیا، اور مقامی چیرومل بادشاہ کی طرف سے اُسے ایک سند ملی، جو کہ تانبے کی لوحوں پر کندہ تھی۔ یہ لوحیں پرتگیزوں کے سپرد کی گئیں، اور سن ۱۶۰۱ء کے بعد کہیں کھو گئیں اور آج تک دستیاب نہیں ہو سکیں۔

اُس سند کے بارے میں پرتگیزی مصنف انتونیو ازگوویا نے قریباً ۱۶۰۶ء میں ایک بیان لکھا، اور ایک اور مفصل بیان بھی ہے جو کہ کسی پرتگیزی یسوعی نے سن ۱۶۰۴ء میں قلمبند کیا لیکن نامعلوم کہ وہ کہاں تک کھوئے ہوئے اصل کے مطابق ہیں (برکت اللہ، صلیب کے علمبردار، صفحہ ۵۸ تا ۶۰ دیکھیں)۔ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں کہ

۱۔ غالباً یہ اجنبی ساسانی حکومت سے پناہ گزیں ہو کر آئے تھے۔ یاد رکھیں کہ سن ۳۴۰ء تا ۳۷۹ء شاپور دوم نے شدت سے مسیحیوں کو ستایا اور قتل کروایا (دیکھیں صفحہ ۳۲۸-۳۳۱)

۲۔ تھامس اور اُس کے ساتھی تاجر تھے، مگر جنوبی ہند میں برہمن اور کھشتری ذاتیں بکثرت تھیں اور ویشس یعنی تاجر ذات بہت کم تھی۔ لہٰذا بادشاہ نے اِن کو خوشی سے قبول

گیا، کیونکہ تجارت سے ملک کو کافی آمدنی کی اُمید تھی۔

۲۔ اُن کو امتیازی حقوق دیے گئے، مثلاً ہاتھی پر سوار ہونے اور دریوں پر بیٹھنے کے۔ اُن کو پانچ قسم کے محصول لینے کا اختیار دیا گیا، اور خاص کر مرچ کی تجارت کو اُن کے سپرد کیا گیا۔

۳۔ اُن کو گرجا گھر کے لیے اور رہائش کے لیے زمین ملی، اور مسیحیوں کو مذہبی رواداری بھی ملی۔

اِس آبادکاری اور سند کا یہ نتیجہ ہوا کہ مسیحی گویا ایک ذات بن گئے، اور اُن کے غلام مسیحی ہو گئے، لیکن اِس کے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی مسیحی ذات سے باہر کے لوگوں کو مسیح کے پاس لانے کی کوشش نہ کی۔

۳۔ چین

الوپن سنہ ۶۳۵ء میں چانگ اَن پہنچ گیا (صفحہ ۴۹ - ۵۱ دیکھیں)۔ تین سال کے بعد سنہ ۶۳۸ء میں شہنشاہ تھائی چونگ نے مسیحیت کی اشاعت کی اجازت دی۔ اُس کا شاہی فرمان تھانگ شاہی سلسلے کے جملہ فرمانوں سے دستیاب ہو گیا ہے۔ اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ کشادہ دل تھا، اور بہت ہندوستانی اور پاکستانی غیر مسیحیوں کی طرح اُس نے سوچا کہ خدا کو حاصل کرنے کے لیے بہت سی راہیں اور مذاہب ہیں، اور سب اچھے ہیں۔ فرمان یوں ہے:-

"چنگ کوان کے بارہویں سال کے ساتویں مہینے (اگست یا ستمبر سنہ ۶۳۸ء) یہ فرمان جاری ہوا:

"نجات کی راہ کا کوئی ایک ہی لاتبدیل نام نہیں، اور دیوتاؤں کا ایک ہی لاتبدیل طریقہ بھی نہیں۔ ہر انسان کو اُس کے ماحول کے مطابق تعلیم ملتی ہے، تاکہ سب بنی نوعِ انسان نجات پائیں۔ ایرانی راہب الوپن دُور افتادہ ملک سے کتابِ مُقدس اور تعلیم لے کر آیا ہے، تاکہ دارالحکومت میں اُن کو پیش کرے۔ ہم نے تعلیم کے معنی پر غور سے تفتیش کروایا ہے۔ یہ پُراسرار، عجیب، پُرسکون ہے، یہ زندگی اور تکمیل کے اصول مقرر کرتی ہے، یہ زندوں کی نجات اور انسانوں کی دولت ہے۔ مناسب ہے کہ حکومت میں اِس تعلیم کی اشاعت کی جائے۔"



الوپن شہنشاہ تھائے چونگ کے دربار میں

تصویر نمبر ۲

"لہٰذا مقامی افسروں کو حکم ہے کہ وہ ای نِنگ علاقہ میں کیس باقاعدہ راہبوں کے لیے ایک راہب خانہ بنوا دیں۔"

جب یہ چینی حکومت میں مسیحیت کی رواداری کا اعلان ہُوا۔ لیکن اُس کا ملک میں قائم رہنا شہنشاہوں کی مرضی پر منحصر تھی۔ نویں صدی میں چین کے ایک اور شہنشاہ نے بُدھ مت کے سب راہب خانوں کو برباد کرنے کا فیصلہ کر کے مسیحی راہب خانوں کو بھی برباد کر دیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد دسویں صدی میں چین سے مسیحیت ختم ہو گئی۔

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کُتب

ایس۔ ایم۔ پال	عربستان میں مسیحیت	صفحہ ۶۹ تا ۸۸
برکت اللہ	صلیب کے علمبردار	صفحہ ۵۱ تا ۶۹
جان فاسٹر	یروشلیم سے آغاز	صفحہ ۶۷ تا ۸۰

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ مندرجہ ذیل ناموں کو حفظ کریں اور بتائیں کہ وہ کیوں مشہور ہیں۔
مسروق ۔ ذو نواس ۔ نجران ۔ تو ما کنعانی ۔ تھائے تزنگ

۲۔ نجران کی آزاد شہری خواتین کی شہادت کا بیان کریں۔

۳۔ نجران کے چند شہیدوں کے نام لکھیں۔ کسی پاکستانی مسیحی نے اپنے بیٹے کو ایک رُومی نام دیا اور جب میں نے وجہ دریافت کی تو اُس نے کہا "یہ شہید کا نام ہے"۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

۴۔ عمان کے مسیحیوں نے کیوں اسلام کو اتنی جلدی سے قبول کیا؟ کیا ہم اُن کے تجربہ سے کچھ سیکھ سکتے ہیں؟

۵۔ انڈکس کو استعمال کر کے ایشوع یاب سوم کے بارے معلومات جمع کریں اور اُس پر ایک مختصر سا مضمون لکھیں۔

۶۔ ہند اور چین میں مسیحیوں کے ریاستوں سے کیسے تعلقات تھے؟ ان میں کیا کمزوریاں تھیں؟

فصل پنجم

کلیسیا اور دُنیا کے تعلقات

دیباچہ

خداوند یسوع مسیح نے خدا کی بادشاہی کو خمیر سے تشبیہ دی "جسے ایک عورت نے لے کر تین پیمانہ آٹے میں ملایا اور ہوتے ہوتے سب خمیر ہو گیا" (لوقا ۱۳: ۲۱)۔ خمیر کی خوبی یہ ہے کہ وہ آٹے میں جذب ہو کر اُسے ایک نئی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے۔ ابتدائی کلیسیا میں بہت سے مسیحیوں نے کوشش کی کہ دنیا میں انجیل کا انقلابی خمیر ملا دیں اور یوں دنیا اور سماج کی تبدیلی کریں۔ پولس رسُول اور اُس کے ساتھیوں کے بارے میں اُن کے مخالفوں نے کہا کہ انہوں نے "جہاں کو باغی کر دیا" (اعمال ۱۷: ۶)۔ لیکن کبھی کبھی پکانے میں کسی غلطی کے سبب سے خمیر گویا آٹے میں مل کر بھی ناکام رہتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آٹا کھانے کے لائق نہیں رہتا۔ اسی طرح یہ خطرہ تھا کہ انجیل گویا دنیا میں مدغم ہو جائے، یعنی کہ دنیاداری اُس پر غالب آ جائے۔ جب دنیاداری تیسری اور چوتھی صدیوں میں کلیسیا کے اندر رونما ہوئی تو بعض مسیحیوں نے سمجھا کہ خدا کی حقیقی خدمت اور سو فی صدی معیاری مسیحی زندگی صرف دنیا سے علیحدگی میں ہو سکتی ہے، اور اس سے رہبانیت پیدا ہوئی۔

۱۔ دُنیا میں کلیسیا کا خمیرا

دیو غنیطس کے نام خط میں ایک خوبصورت اور مشہور بیان ہے "بڑا دُنیا

میں مسیحیوں کی حیثیت پیش کرتا ہے۔ اس دنیا میں مسیحی لوگ مسافر ہیں، اپنا اُن کا وطن آسمان پر ہے۔ لیکن دنیا میں بھی اُن کا کام ضروری ہے، کیونکہ جس طرح رُوح بدن میں ہے۔ اسی طرح کلیسیا دنیا میں ہے۔

مسیحی لوگ نہ تو بلحاظ مقام یا بول چال، اور نہ بلحاظ طور طریقے کے، اور آدمیوں سے کچھ مختلف ہیں، کیونکہ وہ نہ تو کہیں اپنے ہی شہروں میں رہتے ہیں، اور نہ ہی کوئی غیر معمولی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ یونانیوں اور غیر یونانیوں کے شہروں میں رہتے ہیں، جیسا کہ ہر ایک کی قسمت نے معین کر دیا ہے، اور اگرچہ وہ خوراک اور پوشاک اور زندگی کے دیگر امور میں اپنے اپنے وطن کی رسُومات کے پیروکار ہیں، تو بھی وہ اپنے لیے ایسے شہری حقوق ظاہر کرتے ہیں جو بالکل عجیب اور انوکھے ہیں۔ وہ اپنے اپنے وطنوں میں سکونت تو کرتے ہیں، مگر مسافروں کی طرح۔ اہل شہر کی طرح سب باتوں میں شریک ہیں، مگر پردیسیوں کی طرح مصیبتیں سہتے ہیں۔ ہر ایک پردیس اُن کا وطن ہے، اور ہر ایک وطن پردیس ہے۔ وہ سب کی طرح شادی بیاہ کرتے اور اُن سے اولاد پیدا ہوتی ہے، مگر وہ اپنے نوزائیدہ بچوں کو باہر نہیں پھینک دیتے۔ وہ مشترک دسترخوان تو بچھاتے ہیں، مگر اُن کی بیویاں مشترک نہیں ہوتیں۔ وہ جسم میں تو ہیں مگر جسم کے مطابق زندگی بسر نہیں کرتے۔ وہ زندگی زمین پر تو بسر کرتے ہیں، لیکن درحقیقت اُن کا وطن آسمان پر ہے (فلپیوں ۳ : ۲۰)۔ وہ مقررہ قوانین کی پابندی کرتے ہیں اور اپنی طرز معاشرت سے قوانین پر بھی سبقت رکھتے ہیں۔ وہ سب سے محبت رکھتے ہیں، لیکن پھر سب کے ہاتھوں سے ستائے جاتے ہیں۔ نیکی کر کے وہ بدکاروں کی طرح سزا پاتے ہیں۔ سزا پا کر وہ خوش ہوتے ہیں، گویا کہ انہوں نے اس کے ذریعے سے زندگی پائی۔ یہودیوں کی طرف سے اُن کے ساتھ جنگ ہوتی ہے گویا کہ وہ اجنبی ہیں، اور یونانیوں سے ستائے جاتے ہیں، تاہم اُن سے نفرت کرنے والے لوگ

اُن کے ساتھ دشمنی رکھنے کی کوئی معقول وجہ بیان نہیں کر سکتے۔"

"غرض جس طرح رُوح جسم میں ہے، اُسی طرح مسیحی لوگ دُنیا میں رہتے ہیں۔ رُوح جسم کے تمام اعضا میں جاری و ساری ہے، اور مسیحی لوگ دنیا بھر کے شہروں میں رہتے ہیں۔ رُوح جسم میں رہتی ہے مگر جسم میں سے نہیں ہے، اور مسیحی لوگ دنیا میں رہتے ہیں مگر دُنیا کے نہیں۔ رُوح کے ساتھ جب کھانے پینے کے معاملات میں سختی برتی جاتی ہے، تو وہ بہتر بن جاتی ہے۔ اسی طرح مسیحی بھی سزا پاکر روز بروز ترقی کرتے جاتے ہیں۔ خدا نے اُن کو ایسے ہی بڑے منصب کے لیے مقرر کیا ہے، جس سے تجاوز کرنا اُن کو جائز نہیں۔"

اسی طرح مُقدّس اوگسطین نے کہا کہ کلیسیا آسمانی یروشلیم کی آبادکاری کی طرح ہے، جو دنیا میں رہتی ہے لیکن دنیا کی نہیں، کیونکہ وہ ہر قوم اور اہلِ زبان سے زائرین جمع کر کے آسمانی وطن کی طرف سفر کر رہی ہے۔ اس دُنیا میں وہ ایمان سے چلتی ہے اور ایمان کی بدولت اطمینان پاتی ہے، لیکن آسمانی وطن میں وہ اُس اطمینان میں شریک ہوگی جو بیان سے باہر ہے۔

جب بُت پرستوں نے مسیحیوں کے خلاف شکایت کی کہ یہ نکمے لوگ ہیں، جو دُنیا کے معاملوں میں اور سماج میں حصّہ نہیں لیتے، تو طرطلیان نے ایک جواب دیا جس کا اختصار یُوں ہے:۔

"ہم برہمن درویشوں کی طرح نہیں ہیں، جو جنگلوں میں رہ کر عام انسانی معاشرہ سے اپنے آپ کو علیحدہ کرتے ہیں۔ ہم اُس دنیا میں رہتے ہیں جس میں تم رہتے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ اور تمہاری طرح کھاتے پیتے، کام اور کاروبار میں شریک ہوتے اور کھیلتے ہیں۔ بے شک ہم بُتوں کے مندروں کے لیے چندہ نہیں دیتے، لیکن ہم زیادہ ایمانداری سے حکومت کے خراج ادا کرتے ہیں۔ بے شک چوری، بدچلنی، جادوگری اور قتل کرنے میں ہم پیچھے رہ گئے ہیں!"

ضرورت کے وقت مسیحیوں نے غیر مسیحیوں کی ایسی خدمت کی جو کہ وہ خود ایک دوسرے کے لیے کرنے کو تیار نہ تھے۔ ہم نے پڑھا ہے کہ بشپ اقاق نے کس طرح بھوکے ایرانی اسیروں کی مدد کی (صفحہ ۲۹۳ دیکھیں)۔ طاعون کے وبا کے موقعوں پر مسیحیوں نے خاص خدمت کی۔ مورخین طرح طرح کی جگہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً قرطاجنہ، سکندریہ، اور شام، جہاں مسیحیوں نے وہاں مریضوں کی تیمارداری کی، اور مُردوں کو دفن بھی کیا۔ شہنشاہ دیسیس کی ایذا رسانی کے بعد جب قبریانس قرطاجنہ میں واپس آگیا تھا، تو شہر میں طاعون کی بیماری پھیل گئی۔ ایک چشم دید گواہ نے یوں لکھا ہے:۔

"شہر میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی، لوگ بھاگ گئے یا کم از کم وبا سے کنارہ کرتے تھے، اور اپنے مریض دوستوں کو باہر سڑکوں میں اس لیے چھوڑ دیتے تھے کہ شاید اس طرح وہ خود موت سے بچ جائیں۔ اتنے میں بہت سے لوگ بیمار پڑ جاتے، لیکن کسی نے مریضوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جیسا وہ اپنے واسطے چاہتا تھا۔

"لیکن قبریانس نے مسیحیوں کو اکٹھا کر کے اُن کو بتایا کہ اب اُن کو اپنے ستانے والوں سے عملی محبت ظاہر کرنے کا موقع ہے)۔ چنانچہ ہر ایک کے درجہ اور حالات کے مطابق قبریانس نے اُن کو طرح طرح کی خدمات پر مامور کر دیا۔ جو غربت کی وجہ سے کوئی خرچ برداشت نہ کر سکے، اُنہوں نے محنت کر کے اس سے قیمتی خدمت کی۔ اُنہوں نے سب کے ساتھ نیکی کی اور نہ صرف اہلِ ایمان کے ساتھ۔" (گلتیوں ۶: ۱۰)

تاہم مسیحیت سماج میں انقلابی عنصر تھا اور اکثر لوگ نیکی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہ تھے، کیونکہ اخلاقی لحاظ سے اُن میں بہت فرق تھا۔ جب کسی کی بیوی مسیحی ہو گئی، تو مسیحی بیوی اور بُت پرست شوہر میں ایسا اختلاف پیدا ہوا کہ یا تو بیوی نے اپنے شوہر کو مسیح کے لیے جیت لیا، یا شوہر نے اپنی بیوی کو ستایا۔

یوسطینس شہید نے ایک بیان یوں پیش کیا ہے:۔

کسی عورت کا شوہر بہت ہی بدچلن تھا اور وہ بھی بے حد بدچلن تھی۔ مگر

میں کافی سے زیادہ غلام اور لونڈیاں تھیں جنہیں وہ اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ بیوی مسیحی ہوگئی اور بد چلنی سے باز آگئی۔ وہ اپنے شوہر کو ترغیب دینے کی کوشش کرنے لگی کہ وہ بھی بُری عادتوں کو چھوڑ دے اور یُوں دونوں ایک دوسرے کے وفادار رہیں۔ جب شوہر اپنی روش سے باز نہ آیا، تو بیوی نے سمجھا کہ آگے کو اُس سے صحبت رکھنے سے وہ اُس کے گناہوں میں شریک ہوگی، چنانچہ اُس نے اُسے طلاق دی۔ پھر شوہر نے اپنی بیوی پر الزام لگایا کہ یہ مسیحی ہوگئی ہے۔ جب اثر و رسوخ کی وجہ سے بیوی سزا سے بچ گئی، تو شوہر نے اُن لوگوں پر دعوے کیا جن کے وسیلہ سے وہ مسیحی ہوگئی تھی، اور اُن لوگوں کو شہید کیا گیا۔

طرطلیان نے مسیحی خواتین کو یہ صلاح دی کہ وہ غیر مسیحی آدمیوں سے ہرگز بیاہ شادی نہ کریں تاکہ ایسا نہ کہ اُس سے تکلیف اور مصیبت پیدا ہو، اور بیوی کی مسیحی زندگی میں رکاوٹیں ڈالی جائیں۔

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ دیوگنیتُس کے نام خط، اوگستین اور طرطلیان نے دُنیا میں مسیحیوں کی حیثیت کے بارے میں کیا کیا سکھایا؟ آپ اُن کی آراء سے کہاں تک متفق ہیں؟

۲۔ یہاں سے اور دیگر ابواب سے مثالیں پیش کریں جہاں مسیحیوں کی "نیکی" نے غیر مسیحیوں کی مدد کی، اور جہاں اخلاقی نیکی، دشمنی اور ایذا رسانی کی وجہ بنی۔

۳۔ کیا ہم مندرجہ بالا دفعات سے آج کل کی کلیسیا کے لیے کچھ سبق سیکھتے ہیں؟

۲۔ کلیسیا میں دُنیا (دُنیاداری)

جب رُومی حکومت میں مسیحیوں کی تعداد بڑھ گئی اور کلیسیا زیادہ مضبوط ہو گئی، تو وہ دُنیاداری میں پھنس گئی۔ دیوکلیشیان کی ایذا رسانی سے پہلے بھی یہ مرض کلیسیا میں پھیلا ہوا تھا، اور جب شہنشاہ مسیحیوں کو ستانے لگا، تو یوسیبیس مورخ نے سمجھا کہ خدا نے ایک گنہگار کلیسیا کو سزا دی ہے۔

"ہم ایک دوسرے سے حسد اور ملامت کرنے لگے تھے۔
کلیسیائی سردار ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے، اور عوام کی آپس میں
تفرقہ بازی شروع ہو گئی۔ نیز بے حد ریاکاری اور دھوکے کا
دور دورہ تھا۔ جو پاسبان کہلاتے تھے، وہ خدا کے خوف کو چھوڑ
کر ایک دوسرے کے ساتھ جھگڑنے لگے۔ اُن کی غرض صرف یہی
کہ بحث، دھمکی، حسد اور دشمنی کو بڑھائیں، اور یوں اُس مطلق العنان
اختیار کو حاصل کریں جس کی وہ ہوس میں تھے"۔

اسی طرح ایرانی حکومت میں شاپور دوم کی ایذارسانی سے پہلے بھی کلیسیا
دنیاداری میں پھنسی ہوئی تھی، چنانچہ افراآط نے یوں لکھا:۔

"جب ہم لوگوں پر ہاتھ رکھ چکے ہیں، تو وہ کسی اور بات کی پرواہ
نہیں کرتے۔ آج کل کوئی یہ نہیں پوچھتا کہ 'خدا سے کون ڈرتا ہے؟'
زیادہ تر سوال یہ ہے کہ 'تقرر یافتہ لوگوں میں سے کس کا درجہ اوّل
ہے؟' اور جب جواب دیا جاتا ہے کہ فلاں کا درجہ اوّل ہے، تو اُس
کو ہم بہترین کرسی دیتے ہیں"۔

ایک اور اقتباس میں افراآط کلیسیا کے سردار اُسقف کو (شمعون
برصباعی جو بعد میں شہید ہوا) یوں ملامت کرتا ہے:۔

"کیا ہم اُس کے لمبے قد سے متاثر ہوں؟ وہ تو ساؤل کا سا ہے!
(۱۔ سموئیل ۹: ۲)۔ یا اُس کے حسن و جمال سے؟ وہ تو الیاب کا
سا ہے! (۱۔ سموئیل ۱۶: ۶ تا ۷)۔ یا اُس کی عجیب خوب صورتی سے؟
وہ تو ابی سلوم کی سی ہے! (۲۔ سموئیل ۱۴: ۲۵)۔ ہرگز
نہیں! خدا ظاہری صورت سے خوش نہیں ہوتا، اور نہ ہی اُن
کو پیار کرتا ہے جو مغرور ہیں اور آدمیوں سے عزت طلب
کرتے ہیں"۔

خاص کر جب مسیحیت رُومی حکومت کا شاہی مذہب بن گئی تو دنیاداری
اور بھی زیادہ بڑھ گئی، اور کلیسیائی عہدوں کو حاصل کرنے کے لیے لوگ جائز و ناجائز
طریقے اختیار کرنے لگے۔ مثال کے طور پر ۳۶۶ء میں دو پارٹیوں نے اپنے
اپنے پاپائے روم کو منتخب کیا، اور اُن کی کشمکش خون بہانے کی نوبت تک

تک جا پہنچی۔ ایک پارٹی کا متعصبانہ نظریہ درج ذیل ہے :۔

"سب وہ پاسبان اور ڈیکن اور مقدس لوگ جو اگذشتہ پاپائے روتمہ، لبارئیس کے وفادار رہے تھے، یولیان کے گرجہ گھر کی طرف جلوس کی صورت میں گئے اور اُنہوں نے درخواست کی کہ لبارئیس کی جگہ ڈیکن ارسینس سردار اسقف مقرر کیا جائے۔ لیکن بے دینوں نے لُوسینہ کے گرجہ گھر میں جمع ہو کر مطالبہ پیش کیا کہ دماسس سردار اسقف ہو۔ تیبرتیکے کے بشپ پولس نے ارسینس کی تقدیس کی۔ جب دماسس کو جو اُس عہدے کا لالچ کرتا تھا، اس بات کی خبر ملی، تو اُس نے رشوت دے کر سب گاڑیبانوں اور جاہل ہجوم کو اُبھار کر چنانچہ وہ لاٹھیاں لے کر یولیان کے گرجا گھر میں تین دن تک طوفان مچاتے رہے، اور بہت سے ایماندار جان سے مارے گئے۔ ایک ہفتہ کے بعد دماسس نے سب بے دینوں اور پیشہ ور تیغ زنوں سمیت، جن کو اُس نے بہت رشوت دے کر بگاڑا تھا، لاتران کے گرجا گھر پر قبضہ کر لیا اور وہاں اُس کی تقدیس کی گئی۔ روتمہ کے حاکم کو رشوت دے کر دماسس نے ارسینس کو جلاوطن کروا دیا۔ پھر وہ روتمہ کے اُن مسیحی عوام سے جو اُس کے حق میں نہیں تھے، سختی سے پیش آنے لگا۔ اُس کے افسران نے سات قسیسوں کو پکڑ کر روتمہ سے خارج کرنے کی کوشش کی، لیکن ایماندار وں نے اُنہیں ملکر چھڑایا اور لبارئیس کے گرجہ گھر میں پہنچا دیا۔ پھر دماسس اور اُس کے باغی گروہ نے تیغ زنوں اور گاڑیبانوں اور گورکنوں اور پادریوں کو جمع کیا، اور ۲۶ اکتوبر کو آٹھ بجے صبح سے، اُنہوں نے کلہاڑیاں اور تلواریں لے کر گرجہ گھر کا محاصرہ کیا۔ اُنہوں نے دروازوں کو توڑا اور آستانے پر آگ لگا دی اور اندر گھسنے کی کوشش کی۔ نوکروں میں سے

بعض نے گرجہ گھر کی چھت کو کھول دیا اور وہ کھپروں سے اجاڑ داروں
کو مارنے لگے۔ تب دماستس کی ساری پارٹی گرجہ گھر میں گھس گئی
اور انھوں نے مردوں اور خواتین میں سے ایک سو ساٹھ لوگوں کو
قتل کیا اور بہت سے اشخاص کو زخمی بھی کیا۔"

ایک بُت پرست مصنف نے بھی اِس خونریزی کا ذکر کیا اور
وجہ بھی بتائی ہے۔

"روم میں بہت شان و شوکت ہے۔ جو بشپ کا عہدہ چاہتے ہیں
وہ بے شک اُسے حاصل کرنے میں حتی المقدور کوشش کرنے
میں درست ہیں۔ امیر خواتین اُن کو ہدیہ دے کر دولت مند بنائیں گی۔
وہ رتھوں میں سوار ہوں گے، نفیس کپڑے پہنیں گے اور پُر تکلف
کھانے کھائیں گے، حتیٰ کہ اُن کے جشن شاہانہ ضیافتوں سے سبقت
لے جائیں گے۔"

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ نہ صرف مندرجہ بالا دفعہ ۲ سے بلکہ باقی کتاب سے مثالیں دے کر کلیسیا
میں دنیا داری کے بارے میں مضمون لکھیں۔

۲۔ انڈکس کو دیکھ کر دماستس کے بارے میں معلومات جمع کریں۔

۳۔ کلیسیا میں دنیا داری کا علاج کیا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ کلیسیا دنیا
سے علیحدہ ہو؟

۳۔ دُنیا سے علیحدہ کلیسیا (رُہبانیت)

نئے عہد نامہ کے زمانے میں کلیسیا نے جسمانی ریاضت پر زور نہیں دیا،
اور جنہوں نے ایسا کیا وہ بدعتی تھے۔ کلسیوں ۲: ۲۰ تا ۲۳ اور ۱۔ تمتھیس
۴: ۱ تا ۵ ایسی تعلیم کے خلاف ہیں مثلاً:

"تم ... اُن کی مانند جو دنیا میں زندگی گزارتے ہیں اِنسانی احکام

اور تعلیم کے موافق ایسے ست عددوں کے کیوں پابند ہوتے ہو، کہ اُسے نہ چھُونا، اُسے نہ چکھنا، اُسے ہاتھ نہ لگانا؟ ۔۔۔۔۔ ان باتوں میں اپنی ایجاد کی ہوئی عبادت اور خاکساری اور جسمانی ریاضت کے اعتبار سے حکمت کی صورت تو ہے، مگر جسمانی خواہشوں کے روکنے میں ان سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔"

"رُوح صاف فرماتا ہے کہ آئندہ زمانوں میں بعض لوگ گمراہ کرنے والی رُوحوں اور شیاطین کی تعلیم کی طرف متوجہ ہو کر ایمان سے برگشتہ ہو جائیں گے ۔۔۔۔۔ یہ لوگ بیاہ کرنے سے منع کریں گے اور اُن کھانوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیں گے، جنہیں خدا نے اس لیے پیدا کیا ہے کہ ایمان دار ۔۔۔۔۔ انہیں شکر گزاری کے ساتھ کھائیں۔"

دوسری صدی میں بعض گیانی فرقوں نے یہ کہہ کر سب مادی اشیاء ناپاک ہیں، بیاہ شادی کے خلاف تعلیم دی۔ ہم نے دیکھا کہ "تو ما رسول کے اعمال" میں ایسی تعلیم تھی۔ (صفحہ ۳۹۔۴۱ دیکھیں)۔ نیز منطانیوں نے بھی فاقہ کشی اور رہبانیت پر زور دیا۔ (صفحہ ۲۷۱۔۲۷۳ دیکھیں)

لیکن جب تیسری صدی میں دنیاداری کلیسیا میں رونما ہوئی، اور خاص کر جب رومی حکومت مسیحی ہو گئی اور دنیاداری پھیل گئی، تو مسیحی عوام میں سے بعض نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ بہتر ہے کہ ہم دنیا سے بھاگ جائیں، اور اسی طرح پاکیزہ مسیحی زندگی بسر کریں۔

مُقدّس انتونی (سنہ ۲۵۰ء تا سنہ ۳۵۶ء) مصر کا ایک مسیحی تھا، جس نے ۲۶۹ء میں، متی ۱۹: ۲۱ کو کہ "اگر تو کامل ہونا چاہتا ہے تو جا اپنا مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے۔" اپنے واسطے مسیح کا حکم سمجھ کر اپنا سب مال و اسباب بیچ کر غریبوں کو دے دیا، اور قریباً سنہ ۲۸۵ء میں وہ مصر کے بیابان میں گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگا۔ بعض نے اُس کے نمونہ کی پیروی کی، اور سنہ ۳۰۵ء میں اُس نے اُن کے لیے قوانین مرتب کیے۔ سب ایک ہی قانون کے ماتحت تھے، لیکن ایک دوسرے سے علیحدہ خلوت میں رہتے تھے۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ انتونی گوشہ نشین درویشوں کا پہلا حامی تھا۔


نقشہ نمبر ۱۹

مقدس پخومیس[۱] (قریباً ۲۹۰ء تا ۳۴۶ء) نے ایک اور طریقہ اختیار کیا۔ قریباً ۳۲۰ء میں اُس نے جنوبی مصر کے شہر طبینس[۲] میں ایک راہب خانہ بنا دیا، اور راہبوں کے لیے قوانین مرتب کیے کہ وہ نہ صرف دعا کریں اور دنیا سے علیحدہ رہیں، بلکہ ساتھ ہی وہ ایک جماعت میں ایک سردار راہب کے حکم کے ماتحت رہیں، اور محنت مشقت کر کے مثلاً کپڑا بن کر یا موچی یا درزی یا دھوبی کا کام کر کے یا ٹوکریاں بنا کر اپنی روزی کمائیں۔

رہبانیت پھیل گئی اور راہب اکیلے گوشہ نشینوں سے تعداد میں بہت زیادہ ہو گئے۔ شروع شروع میں وہ بھی عام مسیحی تھے اور خادمانِ دین نہیں تھے، اور اکثر کلیسیا کے خادمانِ دین نے اور خاص کر دنیوی مسیحی راہنماؤں نے انہیں شک کی نگاہ سے دیکھا۔ لیکن چوتھی اور پانچویں صدی میں تین خاص رہنماؤں نے کلیسیاؤں میں رہبانیت کو قائم کیا:۔

یونانی کلیسیا میں باسیل اعظم (۳۲۹ء تا ۳۷۹ء)۔

لاطینی کلیسیا میں بینڈکٹ[۳] (قریباً ۴۸۰ء تا ۵۴۳ء)۔

ایرانی کلیسیا میں ابراہام از کشکر (قریباً ۵۰۲ء تا ۵۹۶ء)۔

عام طور پر راہبوں نے تین عہد کیے:۔

۱۔ **فقر و غنا**۔ کہ وہ کسی چیز کو اپنا مال نہیں سمجھیں گے، بلکہ راہب خانہ میں غربت کی زندگی بسر کریں گے۔

۲۔ **پاکدامنی**۔ کہ وہ زندگی بھر بیاہ شادی اور سب جنسی تعلقات سے پرہیز رکھیں گے۔

۳۔ **اطاعت**۔ کہ وہ سردار راہب کے حکم کے ماتحت رہیں گے۔

ہم یہاں پر رہبانیت کی خصوصیات اور ترقی کے بارے میں تفصیل سے نہیں لکھیں گے، بلکہ صرف چند اہم نتائج کی طرف اشارہ کریں گے، اور پھر مشرقی رہبانیت کے بارے میں کچھ اور بتائیں گے۔

رہبانیت کے چند نتائج

ص 73 ۱۔ مغربی یورپ میں جب وحشی قبائلی لوگوں نے رومی حکومت کو مغلوب

کر دیا، تو خاص کر راہبوں نے علم کو محفوظ رکھا۔ انہوں نے کتابوں کو نقل کیا اور مدرسے کھولے۔ بیدا (صفحہ ۱۷۶) راہب تھا۔

۲۔ خاص کر مغربی یورپ اور ایشیا میں راہبوں نے نہایت احسن طریقہ سے تبلیغ کا کام انجام دیا، اور وہ انجیل کی اشاعت میں پیش پیش تھے۔ مثال کے طور پر کولمبا (صفحہ ۹۳)، اگسٹین (صفحہ ۹۴)، بونیفیس (صفحہ ۱۰۷) اور الوین (صفحہ ۱۵۱) سب راہب تھے۔

۳۔ گو رہبانیت عام مسیحیوں کی تحریک تھی، لیکن اس کا خادمان دین پر کافی سے زیادہ اثر پڑا۔ لوگ سوچنے لگے کہ اگر راہب مجرد ہو سکتا ہے، تو خادم الدین کیوں شادی کرے؟ سنہ ۳۲۵ء میں نقایہ کی مجلس عامہ کے موقع پر ایک رائے پیش ہوئی کہ سب خادمان دین راہبوں کی طرح پاک دامنی کا عہد کریں لیکن کثرت رائے سے یہ نامنظور ہوئی۔

ا۔ مغربی کلیسیا میں قریباً سنہ ۱۰۰۰ء سے یہ کلیسیائی قانون بن گیا کہ سب خادمان دین، خواہ بشپ ہوں، خواہ قسیس، خواہ ڈیکن ہوں، جنسی تعلقات سے پرہیز رکھیں، اور اگر وہ تقرر سے پہلے شادی شدہ ہوں، تو اپنی بیویوں سے علیحدہ رہیں۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں رومن کیتھولک کلیسیا نے شادی شدہ لوگوں کو خادم الدین ہونے سے قطعاً منع کر دیا۔

ب۔ یونانی کلیسیا نے سنہ ۶۹۲ء میں فیصلہ کیا کہ بشپوں کو شادی کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ باقی خادمان دین کے بارے میں قانون یہ ہے، کہ وہ تقرر سے پہلے شادی کر سکتے ہیں، لیکن بعد میں نہیں۔

ج۔ کلیسیائے مشرق میں مارآبا کے زمانے تک (سنہ ۵۴۰ء تا سنہ ۵۵۲ء) سب خادمان دین شادی کر سکتے تھے، لیکن اس کے بعد یہ دستور رائج ہوا کہ بشپ مجرد ہوں، لیکن باقی خادمان دین شادی شدہ ہوں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رہبانیت نے کلیسیا کی دنیاداری کے خلاف ایک مؤثر احتجاج کیا، لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ساری کلیسیا میں یہ تعلیم پھیل گئی کہ کامل مسیحی وہی ہے جو شادی اور خاندانی زندگی سے پرہیز رکھتا ہے اور یوں دنیا کو ترک کرتا ہے، اور یہ کہ شادی شدہ مسیحی صرف دوسرے درجے کا ہو سکتا ہے۔

مشرقی رہبانیت

رہبانیت جلد ہی مصر سے مسوپتامیہ میں پہنچ گئی۔ افراآط نے ۳۴۳ء میں راہبوں کو نصیحت کی۔ وہ اُن کو گوشہ نشین کہتا ہے کیونکہ مشرق میں یہ دستور تھا کہ ہر راہب کی ایک علیحدہ جھونپڑی تھی مگر اُن کا ایک مشترکہ عبادت خانہ تھا۔

"سب سے بڑھ کر یہ مناسب ہے کہ جس پر یہ جُوا رکھا گیا ہے، ایمان میں مضبوط، مسیح کی محبت میں پُرجوش، اور حلیم، منکسار اور سمجھ دار ہو۔ وہ بھڑکیلے کپڑے نہ پہنے اور نہ ہی اپنے بال لمبے ہونے دے، یا خوشبودار تیل سے اُسے مسح کرے۔ اگر کوئی بھائی روزہ رکھے تو وہ اُس کو مذاق نہ کرے، اور نہ ہی کسی کو حقیر جانے جو روزہ نہیں رکھ سکتا۔ اگر وہ مجبور کا ہو، تو وہ بھیک مانگنے سے اپنے آپ کو ذلیل نہ کرے۔ اگر اُس کے پاس کچھ ہو جو وہ غربا کو دے سکتا ہے، تو وہ خوشی منائے، لیکن اگر نہ ہو، تو وہ غمگین نہ ہو۔"

قریباً ۳۵۷ء میں جب باسل اعظم راہبانہ زندگی کے بارے میں زیادہ واقفیت حاصل کرنا چاہتا تھا، تو اُس نے نہ صرف مصر اور فلسطین بلکہ مسوپتامیہ کے راہب خانوں میں بھی دورہ کیا۔ اُس نے لکھا کہ

"میں نے اُن کی خود ضبطی اور محنت کو سراہا، اور میں حیران تھا کہ وہ کہاں تک دعا میں ثابت قدم رہتے ہیں، حتیٰ کہ وہ نیند پر بھی غالب آتے ہیں۔ میں نے دُعا کی کہ کاش میں بھی اُن کی مانند بن سکوں!"

ابراہام کشکر کا باشندہ تھا، جو کہ پہلے عہد نامے کے زمانہ میں کسدیوں کا اُور تھا، جہاں بابل کا بزرگ ابراہام پیدا ہوا۔ وہ ایک پہاڑ پر جو نصیبین کے نزدیک تھا، گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے لگا، اور اُس کے بہت سے شاگرد بن گئے، جنہوں نے اپنی جھونپڑیاں بھی بنائیں۔ اُس نے تنہائی پر بہت زیادہ زور دیا۔

"سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہم بزرگوں کے حکم کے مطابق خاموشی کی زندگی بسر کریں۔ پولُس رسُول نے کہا: 'چپ چاپ رہنے اور اپنا کاروبار کرنے اور اپنے ہاتھوں سے محنت کرنے سے ہمت کرو' (۱۔ تھسلنیکیوں ۴: ۱۱) اور یہ بھی کہ 'ہم حکم دیتے ہیں اور نصیحت کرتے ہیں کہ چپ چاپ کام کر کے اپنی ہی روٹی کھائیں' (۲۔ تھسلنیکیوں ۳: ۱۲)۔ ساتھ ہی یسعیاہ نبی نے کہا کہ 'صداقت کا انجام صلح ہوگا، اور صداقت کا پھل ابدی آرام و اطمینان ہوگا' (۳۲: ۱۷)۔ اور مبارک انتونی نے کہا کہ 'اگر مچھلی پانی سے نکال جائے تو وہ مر جائیگی۔ اسی طرح اگر گوشہ نشین اپنے حجرہ سے نکالا جائے تو وہ بھی مر جائے گا۔ اور مبارک مرقس گوشہ نشین نے کہا کہ 'اگر جسم خاموش نہیں تو عقل بھی خاموش نہیں ہو سکتی'۔

"خاموشی دو طریقوں سے محفوظ رکھی جاتی ہے۔ یعنی خاموشی سے پڑھنے اور دعا کرنے کے وسیلہ سے، یا ہاتھوں کی محنت مزدوری اور گیان دھیان سے۔ کسی دانا نے کہا کہ 'کاہلی سے بہت بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں'۔ چنانچہ ہم اپنے حجروں میں باقاعدہ خاموشی اختیار کریں، اور کاہلی سے گریز کریں۔"

ایک اور قانون میں ابر ہام اجتماعی گیان دھیان کے بارے میں یوں ہدایت دیتا ہے۔

"ہفتہ کے پہلے دن، جب بھائی اکٹھے ہوتے ہیں، تو جو کوئی پہلے گرجہ گھر میں آئے، وہ کتابِ مقدس لے کر مقررہ جگہ پر بیٹھ جائے اور جب تک سب بھائی اکٹھے نہ ہوں، وہ بلند آواز سے اُس پر غور کرے، تاکہ جوں جوں ہر ایک پہنچتا ہے، وہ الفاظ جو وہ سنتا ہے اُس کے ذہن نشین ہوں، ایسا نہ ہو کہ وہ قصہ کہانیوں میں یا جنگ اور لڑائیوں کی افواہوں یا دنیوی بات چیت یا نامناسب باتوں میں مشغول ہوں۔"

ایک مشہور مشرقی راہب خاندبیت آبے میں تھا جو ارزل کے نزدیک تھا۔

وہاں سے بہتیرے ایسے راہب نکلے جو بعد میں بشپ یا مطارنہ یا بطارقہ بن کر کلیسیائے مشرق کے رہنما ہوئے، اور ساتھ ہی بہت سے اچھے مشنری جنہوں نے مؤثر طور سے انجیل کی اشاعت کی۔ اسی راہب خانہ سے برپا ہوئے۔ ایشوعیاب سوم اُسی راہب خانہ سے تھا، اور جب وہ بطریق بن گیا، تو اُس نے وہاں ایک مدرسہ قائم کرنے کی تجویز کی۔ لیکن راہب خوش نہیں تھے۔

"ہم راہبوں کے لیے یہ اچھا نہیں کہ جب ہم اپنے حجروں میں رہتے ہیں تو زبوروں کی نغمہ سرائی، گیتوں اور عبادتوں کے گانے کی آواز، اور طلبا اور چوکیداروں کا شور و غل ہماری تنہائی میں مخل ہو۔ مہربانی کرکے ہمیں خلوت میں پڑھنے دیں۔ اگر آپ یہاں مدرسہ قائم کریں تو ہم چلے جائیں گے۔"

آخرکار ایشوعیاب نے اپنا مدرسہ کسی اور جگہ میں قائم کیا۔ ایشوعیاب نے حد سے زیادہ راہبانہ زندگی اور تجرد پر زور دیا۔ اور ایک خط میں اُس نے لکھا کہ راذان کے علاقہ میں خدا نے مجھے نمایاں برکت دی، کیونکہ تعداد میں مجرد تقریباً اتنے ہیں جتنے شادی شدگان ہیں!

لیکن کلیسیائے مشرق کے ہر ایک بطریق کا یہ نظریہ نہیں تھا۔ مشیحا زخا نے ایک قیمتی خط کا پورا اقتباس پیش کیا ہے جو کہ بطریق سیلاس (۵۰۵ء تا ۵۲۳ء) نے اربل کے مطران یوسف کے نام لکھا، جب کہ وہ درویش بن کر اپنے عہدہ اور جائیداد سے علیحدہ ہو گیا تھا۔ سیلاس خود شادی شدہ تھا اور اس کی صلاح مشورہ میں حقیقی مسیحی نظریہ ظاہر ہوتا ہے۔

"آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ خدا اپنے لوگوں کو طرح طرح کے طریقوں سے آسمان کے لیے تیار کرتا ہے۔ بعض ریاضت کے ذریعہ، جب وہ دنیا کی ہلچل اور شور سے دُور ہیں۔ بعض انجیلی ازدواجی زندگی کی پاک حالت میں، جب وہ بیویوں سے محبت رکھتے ہوئے پابند ہیں اور بچوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں، تاکہ وہ خدا کے خوف میں اُن کی تربیت کریں۔ بعض اعلیٰ عہدہ کے ذریعہ، جب وہ خدا کے لوگوں کی نگہبانی کرتے ہیں، اور اُن کو راہِ راست پر لے جاتے ہیں۔"

"چونکہ آپ دس توڑوں کے اعلیٰ عہدہ کے لیے چُنے گئے ہیں،

لہٰذا خدا کا کلام یوں فرماتا ہے کہ آپ کے لیے یہ اچھا نہیں کہ آپ درویش
گوشہ نشین بن کر اپنے عہدہ کے فرائض کی خلاف ورزی کریں۔ اگر یوں
کریں گے تو آپ کے لوگوں میں ابتری اور بدعت پھیل جانے کا خطرہ
ہوگا۔ شاید یہ خیال شیطان کی طرف سے آگیا ہو کیونکہ بنی نوع انسان
کا دشمن خوش ہے جب وہ ان خیالوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ جو
بذاتِ خود اچھے تو ہیں، لیکن کاملیت کے خلاف ہیں، اور یوں لوگوں
کو راہِ راست سے پھیر لیتا ہے۔

"چنانچہ ہم فیصلہ کرتے ہیں اور خداوند کے نام میں اور رُوح القُدس
کے اختیار سے حکم دیتے ہیں، کہ آپ اپنے عہدہ پر واپس آجائیں
تاکہ آپ کی خوشی اپنے لوگوں میں اور اُن کی خوشی آپ میں ہو۔ مجھ
کمزور کے لیے خدا سے دعا کریں کہ وہ میری خامیوں کو معاف
فرمائے۔ ہمارے خداوند کی محبت کے شعلے سے منور ہوتے
جائیں۔"

مشیحا زخا ہمیں بتاتا ہے کہ یوسف نے بطریق کے حکم کی تعمیل کی اور اپنی
کلیسیا کی کچھ اور عرصہ تک خدمت کی۔

بطریق سیلاس کا نظریہ ایک اور نظریہ سے زیادہ مختلف نہیں، جو کہ حال ہی میں کراچی
کے فادر لوئیس[۱] مسکرینیاس، او۔ ایف۔ ایم نے لکھا ہے:۔

"جیسے واٹیکانی اجلاس (۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۵ء) نے بار بار فرمایا ہے،
عوام کی پاکیزگی قسیس یا راہب یا راہبہ کی پاکیزگی سے مختلف نہیں۔
راہبانہ زندگی اعلیٰ تر پاکیزگی تو ظاہر نہیں کرتی، بلکہ وہ پاکیزگی کا مختلف
منظر ہے۔"

مزید مُطالعہ کے لیے مجوزہ کتاب

ڈبلیو۔ پی۔ ہیرس — تواریخ مسیحی کلیسیا — صفحہ ۲۲۹ تا ۲۳۱

۱؎ Fr. Louis Mascarenhas, O.F.M.

سوالات برائے نظرِ ثانی اور عملی کام

۱۔ رہبانیت پر مضمون لکھیں۔ تیاری میں "تواریخ مسیحی کلیسیا" بھی پڑھیں۔

۲۔ کیا رہبانیت دنیاداری کا صحیح جواب ہے؟ اگر نہیں تو دنیاداری کا کیا علاج ہے؟

۳۔ مندرجہ ذیل پر اشارے لکھیں:-

انتونی - پخومیئس - ابرآم از کشکر - ستیلوس

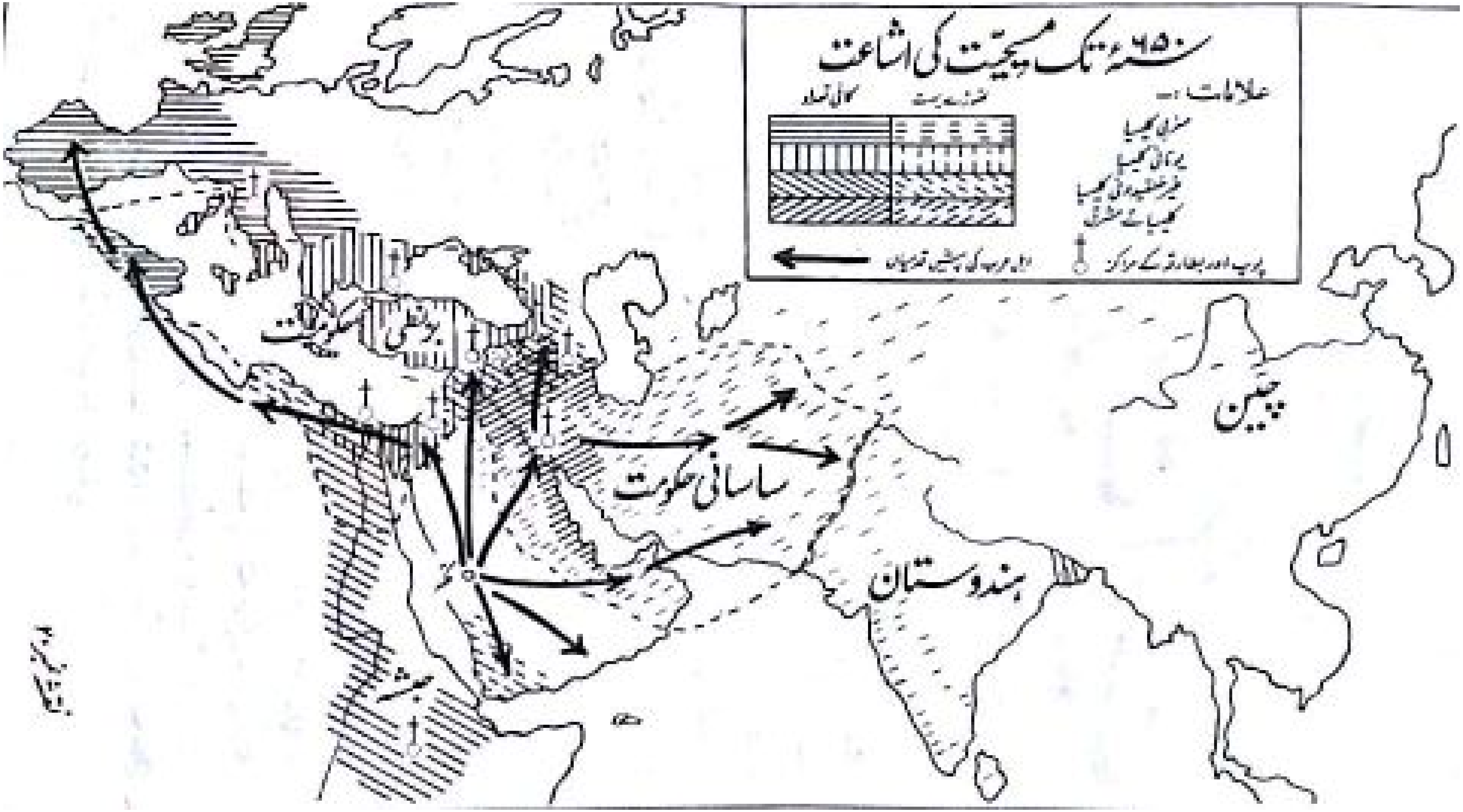
۴۔ اُن ضروری اسباق کی ایک فہرست تیار کریں، جو کہ آپ نے اِس پانچویں باب سے سیکھے ہیں، اور بتائیں کہ آپ کہاں تک اور کیسے اِن پر عمل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں؟

چھٹا باب

۶۵۰ء میں مسیحیت کی کیفیت

گذشتہ ابواب میں ہم نے دیکھا ہے کہ سن عیسوی کی ابتدائی دنیا صرف یورپ ایشیا اور شمالی افریقہ تک محدود تھی، اور باقی دنیا اُس زمانہ کے لوگوں کے لیے نامعلوم تھی۔ ہم نے انفرادی حکومتوں اور ممالک سے مثالیں پیش کرکے دیکھا ہے کہ کس طرح اور کہاں تک انجیل کی اشاعت ہوئی۔ ہم نے مسیحی طرزِ زندگی پر غور کیا ہے، اور یہ بھی دیکھا ہے کہ کلیسیا نے کس طرح اپنا نظام قائم کیا، اور تعلیم و مسائل مرتب کیے۔ ہم نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ طرح طرح کے ممالک میں کلیسیا اور ریاست کے آپس میں کس طرح کے تعلقات تھے، اور کہاں تک کلیسیا دنیا میں ایک انقلابی تخمیر ثابت ہوئی، اور کہاں تک دُنیا نے کلیسیا کو آلودہ کیا۔ اب آخر میں ہم مختصراً اس بات کا جائزہ لیں گے کہ سن ۶۵۰ء میں مسیحیت کی کیفیت کیا تھی؟ رسولوں کے نقش قدم پر ابتدائی صدیوں کی کلیسیا نے کہاں تک انجیل کی اشاعت کی، اور کلیسیائیں قائم کیں؟ دنیا میں کلیسیا کہاں مضبوط تھی اور کہاں کمزور؟ اور ہم تھوڑا سا آگے کی طرف نظر کرکے دیکھیں گے کہ اسلام کے حملے کہاں کہاں ہو رہے تھے یا ہونے والے تھے، اور اُن کا کلیسیا پر کیا اثر ہوا۔

نقشہ نمبر ۲۰ کو غور سے دیکھیں، اور اِس کی مدد سے اپنا نقشہ بھی بنائیں۔ اس میں صرف دو حکومتوں کی حدود درج ہیں یعنی بزنطینی اور ساسانی حکومتوں کی۔ یہ قریباً سن ۶۳۰ء کی حدود اہلِ عرب کی فتوحات سے پہلے کی ہیں۔ ان کے علاوہ مکہ کی طرف سے تیروں کے نشانات سے اُن کامیاب حملوں کا اشارہ ہے جن کی بدولت پہلے چار خلیفوں نے سن ۶۶۱ء تک عربستان، ساسانی حکومت، شام، مصر، شمالی افریقہ اور ہسپانیہ کو مغلوب کیا۔


سنہ ۶۵۰ء تک مسیحیت کی اشاعت
علامات :-
مغربی کلیسیا
یونانی کلیسیا
ساسانی حکومت
ہندوستان
چین
حبشہ

نقشہ نمبر ۲۰

اس جغرافیائی پس منظر کے مطابق ہم اُس زمانے کی چار بڑی کلیساؤں پر فرداً فرداً غور کریں گے۔

۱۔ مغربی کلیسا

مغربی یا "لاطینی" یا "کیتھولک" کلیسا کا مرکز شمالی اطالیہ میں تھا اور وہاں اور فرانس اور ہسپانیہ اور شمالی افریقہ اور آج کل کے آسٹریا اور یوگوسلاویہ میں بھی تھا۔ جنوبی انگلستان میں بھی وہ پھیل رہی تھی۔ باقی انگلستان، سکاٹ لینڈ اور آئرلینڈ میں کلیسا کیلٹک تھی، جو پاپائے روما کے ماتحت نہ تھی، لیکن جس کی کیتھولک کلیسا سے کوئی خاص دشمنی نہ تھی۔ شمالی افریقہ میں کلیسا لوگوں کی حُبّ الوطنی اور روداتی تفرقہ کی وجہ سے متحد نہ تھی۔ باقی کلیسا مضبوط اور متحد تھی۔

۲۔ یونانی کلیسا

یونانی "راسخ الاعتقاد" کلیسا بزنطینی حکومت کی سرکاری کلیسا تھی۔ اُس کے چار بطارقہ قسطنطنیہ، انطاکیہ، یروشلیم اور سکندریہ میں تھے۔ لیکن اُس کی طاقت یونان اور دیگر بلقانی ممالک، جنوبی اطالیہ، ایشیائے کوچک اور فلسطین میں تھی۔ شام اور مصر میں غیر خلقیدونیوں کی تعداد زیادہ تھی اور مقامی حُبّ الوطن باشندے راسخ الاعتقاد کلیسا کو حسد کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

۳۔ غیر خلقیدونی کلیسائیں

ایک واحد غیر خلقیدونی کلیسا نہ تھی بلکہ مختلف کلیسائیں، جنہوں نے خلقیدون کی توضیح کو قبول نہ کیا۔ شام اور مصر میں "یعقوبی" کلیسائیں تھیں، اور مسوپتامیہ میں بھی ایک یعقوبی "بِدعت" تھی۔ یمن کی کلیسا مونوفیسی تھی۔ سوڈان اور حبشہ کی کلیسائیں بھی غیر خلقیدونی تھیں۔ آرمینیہ اور جارجیہ کی کلیساؤں نے خلقیدون کی توضیح کو قبول نہیں کیا، لیکن وہ اُنہیں بدعتی سمجھ کر یعقوبی کلیساؤں سے کنارہ بھی کرتی تھیں۔

۴۔ کلیسیائے مشرق

کلیسیائے مشرق یا "نسطوری" یا "اشوری" کلیسیا ساسانی حکومت میں پھیلی ہوئی تھی اور اُس کی حدود سے باہر ترکستان، چین، ہندوستان، لنکا اور سقوطرہ میں موجود تھی، لیکن اُس کی زیادہ طاقت مسوپتامیہ میں تھی اور خاص کر دریائے دجلہ کے شمال کی طرف پہاڑی ملک میں جہاں وہ اکثریت میں تھی۔ اُس کا مرکز مدائن میں تھا۔ وہ لاپرواہی کی وجہ سے عمان اور غالباً جنوب مشرقی ایران میں کمزور تھی۔

غرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ سن ۶۰۰ء تک دنیا کے ہر مہذب ملک، اور چند وحشی اور خانہ بدوش قبائل میں بھی انجیل کا پیغام پہنچ گیا تھا، حالانکہ انجیل کی پوری اشاعت نہیں ہوئی اور کلیسیا کے لیے ایک نامکمل خدمت درپیش تھی۔ جو کچھ پولُس رسُول نے رومی دنیا کے بارے میں کہا کہ "انجیل تمہارے پاس پہنچی جیسے ساری دنیا میں بھی پھل دیتی اور ترقی کرتی جاتی ہے۔" (کلسیوں ۱: ۶) وہی الوچن اور متاریوس اور العناس اور فرمنطیس اور ایدآن ساری دنیا کے بارے میں بھی کہہ سکتے تھے۔ لیکن مسیح کا حکم سن ۶۰۰ء میں بھی بجا تھا کہ "تمام دنیا میں جا کر ساری خلق کے سامنے انجیل کی منادی کرو" (مرقس ۱۶: ۱۵)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ساتویں صدی میں اسلام کی فتوحات کی وجہ سے کلیسیا کو نقصان پہنچا۔ جہاں کوئی اچھی کلیسیا باقی نہ تھی، جیسے کہ عمان میں، وہاں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح اکثر جہاں تفرقہ بازی کا دَور دَورہ تھا، جیسے کہ شمال مغربی افریقہ میں، وہاں بھی کلیسیا ختم ہو گئی۔ اور ان جگہوں میں جہاں اسلامی حکومتیں قائم ہو گئیں، وہاں کلیسیا اکثر کمزور ہو گئی اور اُس کو زوال آنے لگا۔ مغربی کلیسیا کا نقصان کم ہوا، کیونکہ وہ زیادہ تر یورپ میں تھی اور عربستان سے دُور تھی۔ یونانی کلیسیا کا نقصان زیادہ ہوا، خاص کر شام، فلسطین اور مصر میں، لیکن قسطنطنیہ سن ۱۴۵۳ء تک ایک ایسا کلیسیائی مرکز رہا، جو اسلامی حکومت سے باہر تھا۔ سب سے زیادہ نقصان غیر خلقیدونی اور نسطوری کلیسیاؤں کا ہوا، کیونکہ اُن کے کلیسیائی مراکز انطاکیہ، سکندریہ اور مدائن، سب اسلامی حکومت کے اندر

آ گئے، اور یہ بھی کمزوری کا باعث تھا کہ یونانی، غیر خلقیدونی اور نسطوری مسیحی ایک دوسرے سے نفرت رکھتے تھے، اور کوئی مسیحی یگانگت ظاہر نہیں کرتے تھے۔

آج کل ایشیائی مسیحیت کے لیے ایک نیا موقع ہے۔ قریباً تمام ایشیائی ممالک میں انجیل کی کچھ نہ کچھ اشاعت ہو گئی ہے اور از سرِ نو کلیسیائیں قائم ہو گئی ہیں۔ بعض کلیسیائیں بہت ہی چھوٹی ہیں اور بعض کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ کیا پہلی صدیوں کے ایشیائی مسیحیوں کی طرح حال ہی میں پاکستان کی کلیسیا میں سے لوگ انجیل کی مؤثر اشاعت کریں گے؟ اُن کا خداوند وہ ہے جو "فتح کرتا ہوا نکلا تاکہ اور بھی فتح کرے" (مکاشفہ ۶ : ۲)۔ اور "سب حالتوں میں اُس کے وسیلے سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے" (رومیوں ۸ : ۳۷)۔

BIBLIOGRAPHY AND ACKNOWLEDGMENTS

This book contains about 250 quotations from original sources, as far as possible contemporary. Details of most of these will be found in the index under the names of the writers or documents. Nearly all of these quotations have been published in English in my *Handbook of Source Materials for Students of Church History* (C.L.S., Madras, 1969). Over 60 of these were translations I made myself from French, Latin and Greek, and the rest were taken from other English books. Where they were taken from copyright sources, permission has been obtained both for their use in the *Handbook*, and their translation into Urdu and use in this book. A full bibliography and acknowledgments are given on pages 328-341 of the *Handbook*.

Many other books have been consulted in the preparation of the Urdu text, which in general has shorter quotations from sources and fuller explanatory material than the *Handbook*. The *Apostolic Fathers* and Gwatkin's *Selections from Early Christian Writers* were available to me in Urdu translation, and I made use of these, though the Urdu had to be considerably revised. The quotation from one of the Thirty-nine Articles was taken from the Roman Urdu edition of *The Book of Common Prayer*, and that of the Athanasian Creed from the Urdu Translation of Berkhof's *Systematic Theology*, both slightly altered. The Urdu quotations from the Apocrypha are taken unaltered from *Kalam-i-Muqaddas*, the Urdu translation of the Bible published by the Society of St. Paul, Rome. The short quotation from Fr. Louis Mascarenhas is taken from *"Portiuncula" Franciscan Friary, Karachi, 1940-1965*, page 28.

In the section on the Magians and Zoroastrianism I have consulted articles in Hastings' *Dictionary of the Bible*, *Dictionary of Christ and the Gospels*, and *Encyclopaedia of Religion and Ethics*, also the *Schaff-Hertzog Encyclopaedia*. For the historical events of the Parthian and Sassanid Empires, I have found much help in professor Maqbul Beg Badakhshani's recently-published Urdu *History of Iran*. I have frequently consulted tbe *Oxford Dictionary of the Christian Church*.

In the preparation of the illustrations, maps and charts I have consulted Meer and Mohrmann's *Atlas of the Early Christian World*, *Philips' Historical Atlas*, Philip's *An Atlas of Christian History* and *The Origin and Development of Early Christian Architecture*, by J.G. Davies. Two illustrations (on pages 321 and 371 of this book) have been adapted, by permission, from illustrations specially painted for *Hutchinson's History of the Nations*. The diagrammatic charts on pages 206, 234, 265, and 292 have been prepared in co-operation with Miss Ruth Martin of M.I.K., and the illustration on page 366 is her original work. The photo frontispiece was kindly supplied by Dr. John Foster.

A list of Urdu books consulted or referred to for further study is given after the Index. Nearly all of them are available for consultation in the library of Gujranwala Theological Seminary

فہرستِ حوالہ جات

آیه	صفحه
امثال	
۸ : ۲۱ تا ۳۶	۱۱۸
۸ : ۲۲ تا ۳۱	۱۱۶
یسعیاه	
۱ : ۱۳	۱۳۶
۵ : ۴	۲۱۳
۴ : ۳	۳۴۹-۳۴۸
۱۱ : ۲	۲۴۰
۳۲ : ۱۴	۳۸۶
۳۵ : ۶	۱۲۳
۴۳ : ۹ تا ۲۰	۱۱۱
۴۶ : ۱ تا ۱۴	۱۲۰
۴۹ : ۶	۳۱۹
۶۰ : ۳	۳۱۹
یرمیاه	
۱ : ۲	۱۱۴
۱۰ : ۱ تا ۱۰	۱۱۱
۳۲ : ۳۵	۳۳۰
۳۹ : ۳	۳۱۹
حزقیال	
۲۱ : ۲۱	۳۲۰
دانیال	
۳ : ۲	۳۲۰
ملاکی	
۳ : ۲	۱۵۵

آیه	صفحه
متی	
۲ : ۱ تا ۲	۳۱۸
۵ : ۱۴	۱۰۲
۶ : ۹ تا ۱۳	۹۳-۸۸
۶ : ۱۳	۳۶۹
۱۰ : ۲۸	۲۳۵
۱۱ : ۲۱	۲۸۱
۱۴ : ۲۰	۳۴۱
۱۹ : ۱۲	۴۲
۱۹ : ۲۱	۳۸۳، ۲۴۴
۲۱ : ۲۲	۳۴۱
۲۳ : ۹	۳۴۱
۲۴ : ۲۴	۱۵۵
۲۵ : ۳۰	۳۶۸-۳۸۶
۲۵ : ۳۲ تا ۳۰	۳۴۴
۲۶ : ۴	۲۱۲
۲۶ : ۳۹	۱۲۶
۲۶ : ۴۳	۱۲۶
۲۸ : ۱۸ تا ۲۰	۱۶
۲۸ : ۱۹	۲۶۰-۱۴۵، ۹
مرقس	
۱۳ : ۱۳	۲۹۸
۱۴ : ۳ تا ۵	۱۳
۱۴ : ۲۶	۲۱
۱۴ : ۳۲	۲۱

	صفحه	[illegible]	صفحه
۲۰، ۲۱ : ۱۹	۸۱	۳ : ۱۳	۲۱۳
۱۵ : ۱۹	۳۹۳، ۸۹، ۱۹	۱۳ : ۱۳	۱۲۲
۱۶، ۱۵ : ۱۹	۴۹	۱ : ۱۸	۲۱
[illegible]		۲۳، ۲۲ : ۲۰	۱۸۳
۶۸ : ۸	۱۵۵	۲۹ : ۲۰	۱۲۵
۱ : ۳	۳	[illegible]	
۹ : ۳	۱۹۸	۸ : ۱	۱۹
۱۳ : ۳	۱۵۹	۲۹، ۱۵ : ۱	۱۹۳
۳۰ : ۳	۲۳۹	۱۵ : ۱	۲۹۹
۱ : ۳	۳	۷ : ۲	۱۲۵
۲۱ : ۳	۲۶۳	۱۱، ۸ : ۲	۱۹، ۱۸
[illegible]		۸ : ۲	۵۲
۲، ۳ : ۱	۱۰۱	۳۰، ۲۹ : ۲	۱۱۰
۲ : ۱	۲۳۳، ۱۱۹	۳۳ : ۲	۲۵۳
۱۳، ۱۱ : ۱	۲۱	۳۸ : ۲	۲۵۳
۱۳، ۱۲ : ۱	۱۰۱	۳۸ : ۲	۱۳۵
۱۳ : ۱	۱۱۶	۴۱ : ۲	۱۹
۱۸ : ۱	۱۱۶	۴۳ : ۲	۱۸۱
۲۱ : ۱	۱۲۸	۴۹ : ۲	۱۲۶
۲۳، ۲۹ : ۱	۲۱۲	۱۱، ۷ : ۲	۶۹
۵۱، ۲۵ : ۱	۲۱۲	۹ : ۲	۶۶
[illegible]		۲۹، ۲۳ : ۲	۱۱۰
۱۱، ۱ : ۲	۲۱۲	۴ : ۲	۱۱۰
۱۹ : ۲	۲۵۳، ۲۶۴	۱۲، ۸ : ۲	۱۱۰
۲۱ : ۲	۲۵۳	۳۶، ۲۳ : ۲	۱۸۱
۲۱، ۲۰ : ۵	۱۲۹	۲۹ : ۵	۱۹۸

	صفحه	[illegible]	صفحه
اعمال ۵ : ۲۳، ۲۲		۱۱ : ۱۳	۹۱
۸، ۷ : ۹	۱۰	۱۶، ۱۳ : ۱۴	۱۹۳
۲۲، ۲۱ : ۸	۱۱۰	۲۳ : ۱۴	۹۹
۲۲، ۲۳ : ۸	۱۱۹	۲۳، ۲۱ : ۱۵	۲۹۹
۱۶ : ۸	۱۹۳	۲۰ : ۱۵	۶۶
۲۰، ۲۹ : ۸	۲۹۶	۲۹ : ۱۵	۵۳
۲۹ : ۸	۹۱۳	۳۳ : ۱۵	۶۵
۳۶ : ۸	۲۶۰	۹ : ۱۹	۲۱۸
۳۸ : ۸	۶۱	۱۵، ۱۳ : ۱۹	۱۲۵
اپیسه	۸۳	۱۵ : ۱۹	۲۹۹
۲۵، ۲۳ : ۹	۱۲۵، ۱۳۱	۱۹، ۱۶ : ۱۹	۶۹
۲۳ : ۹	۶۶	۱۹ : ۱۹	۶۶
۲۳، ۲۹ : ۹	۶۵	۲۳، ۲۱ : ۱۹	۱۳۱
۲۹ : ۹	۶۶	۲۳ : ۱۹	۸۱
اپیسه ۱	۱۳۵، ۱۸۵	۲۸ : ۱۹	۲۹۹
۲۳، ۲۴ : ۱۰	۹	۲ : ۱۸	۱۰
۲۶ : ۱۰	۸۳، ۱۱	۹ : ۱۸	۸۵
۸، ۹ : ۱۱	۲۶۳	۱۳، ۹ : ۱۸	۲۹۹
۲۱، ۱۹ : ۱۱	۱۹۹	۱۳ : ۱۸	۱۸
۲ : ۱۳	۸۳	۲۱، ۲۳ : ۱۸	۲۹۹
۱۳ : ۱۳	۱۱۰	۲۳ : ۱۸ ۲۴ : ۱۸	۸۱
۲۱، ۲۳ اپیسه	۱۲۹ ۲۰	۲ : ۱۸	۹۰
۲، ۱ : ۱۳	۸۲، ۳	۲۹ : ۱۸	۲۹۶
۲۱، ۲۰ : ۱۳	۸۳	۳ : ۱۹	۱۱۰
۲۳ : ۱۳	۶۰	۲۱، ۲۳ اپیسه	۱۱
۲۰، ۲۹ : ۱۳	۱۹۱	اپیسه ۲	۶۶
	۲۹۶		

تاریخ کا تقابلی جدول

رومی حکومت

تاریخ	ضروری شخصیات اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
[illegible]	[illegible] طبریس	
[illegible]		
[illegible]		مسیح کی تصلیب اور قیامت ۔ عید پنتکست
[illegible]		ستفنس کی شہادت اور پولس رسول کی تبدیلی
[illegible]	[illegible] کلودیس	یعقوب رسول کی شہادت
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		[illegible] پولس رسول کا پہلا تبلیغی سفر
[illegible]		یروشلیم کی مجلس عامہ
		[illegible] پولس رسول کا دوسرا تبلیغی سفر
[illegible]		
[illegible]		[illegible] پولس رسول کا تیسرا تبلیغی سفر
[illegible]	[illegible] نیرو	
[illegible]		یروشلیم میں پولس رسول کی گرفتاری
[illegible]		فیستس اور اگرپا بادشاہ کے سامنے پولس رسول کی پیشی
[illegible]		[illegible] پولس رسول روم میں قیدی
[illegible]		مسیح کے بھائی یعقوب کی شہادت
[illegible]		[illegible] نیرو کے تحت مسیحیوں کی ایذارسانی
[illegible]	یروشلیم کی بربادی	

پارتھی حکومت

ضروری بادشاہ اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
	عید پنتکست میں پارتھی وغیرہ حاضر تھے۔
ولگاشس اول [illegible]	

دیگر ممالک

[illegible] گوندوفارس [illegible]
عید پنتکست میں [illegible]

[illegible]
مقدس توما [illegible] میں؟
مقدس برتلمائی [illegible] ہندوستان میں؟

[illegible] کشن حکومت
مقدس توما [illegible] میں؟

[illegible]

رومی حکومت

تاریخ	ضروری شہنشاہ اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
سنہ ۸۱ء	سنہ ۸۱ تا ۹۶ء دومتیان	
سنہ ۹۶ء		مکاشفہ، کلیمنٹس کا پہلا خط کرنتھیوں کے نام
سنہ ۹۸ء	سنہ ۹۸ تا ۱۱۷ء ترجان، ۹۶ تا ۹۸ء نروا	
سنہ ۹۹ء		
سنہ ۱۱۰ء		تعلیم الرسل، ہرماس کا چرواہا
سنہ ۱۱۲ء		پلینی کا خط شہنشاہ ترجان کے نام
سنہ ۱۱۵ء		اگناطیوس کے خطوط، پولیکارپ کا خط
سنہ ۱۱۷ء	سنہ ۱۱۷ تا ۱۳۸ء ہدریان	
سنہ ۱۲۳ء		
سنہ ۱۳۰ء		یوسطین شہید کی تبدیلی
سنہ ۱۳۲ء		
سنہ ۱۳۸ء	سنہ ۱۳۸ تا ۱۶۱ء انطونینس پیئس	
سنہ ۱۴۰ء		پپیاس۔ ... کے نام خط، ... کا خط، ... کے ساتھ خط
سنہ ۱۴۴ء		مرقیون، ارستیدیس کا اپیل نامہ
سنہ ۱۴۵ء		یوسطین شہید کا پہلا اپیل نامہ
سنہ ۱۵۵ء		پولیکارپ کی شہادت
سنہ ۱۵۶ء		مونتانیت کا آغاز
سنہ ۱۵۷ء		
سنہ ۱۶۰ء		
سنہ ۱۶۱ء	سنہ ۱۶۱ تا ۱۸۰ء مرقس اوریلیس	
سنہ ۱۶۵ء		یوسطین کی شہادت
سنہ ۱۷۰ء		تیاتسس کا "حقیقی کلام" مسیحیت پر حملہ۔
سنہ ۱۷۷ء		اتھناگورس۔ لیون اور ویان میں ایذا رسانی
سنہ ۱۷۹ء		

پارتھی حکومت

ضروری بادشاہ اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
	ایدیسہ کی تبدیلی
	اربل میں سمسون کی شہادت
سنہ ۱۳۰ تا ۱۴۷ء ولاگش دوم	
	راقی تخت کی تبدیلی
ولاگش سوم	
	مذہبی رواداری کے لیے کوشش

دیگر ممالک

قلیان کی تبدیلی

"دیاطسرون"

۱۷۹ تا ۲۱۴ء ابجر نہم ایدیسہ کا بادشاہ

رومی حکومت

تاریخ	ضروری شہنشاہ اور واقعات	کلیسائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
[illegible]	[illegible]	
[illegible]		[illegible] ۔ اوریجن کی ... کی تاریخ کے بارے میں بحث۔
[illegible]		
[illegible]		[illegible] نامہ
[illegible]		ہپالیتس کی "رسولی روایات"
[illegible]		
[illegible]		مشرق میں ایذا رسانی۔ اوریجن کے باپ کی شہادت
[illegible]		[illegible] کوئی خاص ایذا رسانی نہیں ہوئی۔
[illegible]	ایڈیسہ پر رومی حکومت کی فتح	
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		[illegible] ۔ اوریجن قیصریہ میں استاد۔
[illegible]		دورا یوروپوس میں گرجا گھر
[illegible]		گریگوری "صاحب کرامات" کی تبدیلی
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		[illegible] ڈایونیسیس ... بشپ
[illegible]		[illegible] ... کا بشپ
[illegible]	[illegible] ڈیسیس	
[illegible]		[illegible] ایذا رسانی۔ نواتیانی فرقہ
[illegible]		
[illegible]		[illegible] کوئی خاص ایذا رسانی نہیں ہوئی
[illegible]		

پارتھی حکومت اور ساسانی حکومت

دیگر ممالک

ضروری بادشاہ اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات	دیگر ممالک
	اربیل میں ایذا رسانی	
	[illegible]	برد یصان کا "قسمت پر بحث" "کشوروں ..."
	"تاریخ ..."	
		ایڈیسہ میں گرجا گھر کی بربادی
		ایڈیسہ پر رومی حکومت کی فتح
پارتھی حکومت کی بربادی ساسانی حکومت [illegible] اردشیر اول		
		"توما رسول کے اعمال"
[illegible] شاپور اول		
		تعلیمات رسل
مانویت کا آغاز		
[illegible] بہرام اول		

رومی حکومت

تاریخ	مروجہ سلطنت اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
[illegible]		اوریجن کی وفات
[illegible]	۳۰۶ء تا ۳۳۷ء قسطنطین	
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		۳۲۸ء تا ۳۷۳ء [illegible] کا بشپ
[illegible]		۳۵۴ء تا ۴۳۰ء مقدس اگسٹین
[illegible]		باسیل [illegible]
[illegible]		باسیل کے قواعد
[illegible]	۳۶۱ء تا ۳۶۳ء جولیان مرتد	۳۲۹ء تا ۳۸۹ء [illegible]
[illegible]		روم میں [illegible]
[illegible]		۳۷۰ء تا ۳۷۹ء باسیل قیصریہ کپدکیہ کا بشپ
[illegible]		۳۷۴ء تا ۳۹۷ء امبروز میلان کا بشپ
[illegible]	۳۷۹ء تا ۳۹۵ء تھیوڈوسیس اول	
[illegible]		مقدس جیروم نے ولگاٹ شروع کیا
[illegible]		قسطنطنیہ کی کونسل [illegible] اور [illegible] جو حق قرار دی گئیں
[illegible]		مقدس اگسٹین کی تبدیلی
[illegible]	آرمینیا کی رومی اور ساسانی حکومتوں میں تقسیم	
[illegible]		[illegible] کا بشپ
[illegible]		[illegible] کی وفات
[illegible]		مقدس اگسٹین ہپو کا بشپ
[illegible]		مقدس یوحنا فم الذہب قسطنطنیہ کا بشپ
[illegible]		

ساسانی حکومت

مروجہ سلطنت اور واقعات	کلیسیائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات	دیگر ممالک
	۳۰۹ء تا ۳۷۹ء [illegible] کی شہادت ایذارسانی	
	[illegible] افراہاط کی تصنیفات	[illegible] کا پہلا بشپ
	[illegible] کی شہادت	[illegible] میں [illegible]
	[illegible]	
آرمینیا کی رومی اور ساسانی حکومتوں میں تقسیم		آرمینیا کی رومی اور ساسانی حکومتوں میں تقسیم
۳۹۹ء تا ۴۲۰ء یزدگرد اول	۳۹۹ء تا [illegible] کا بشپ	

رومی حکومت

تاریخ	ضروری شخصیتیں اور واقعات	عیسائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات
[illegible]		[illegible] شمالی افریقہ میں [illegible]
[illegible]	[illegible] تھیوڈوسیس دوم	مقدس [illegible] کی [illegible]
[illegible]	[illegible] نے روم شہر کو لوٹ لیا	
[illegible]		[illegible] کا انتقال
[illegible]		[illegible] کی زیارت
[illegible]		[illegible] کا عقیدہ
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		
[illegible]		نسطوریس قسطنطنیہ کا بطریق
[illegible]		افسس کی مجلس عامہ۔ نسطوریت اور [illegible] بدعتی قرار دی گئیں۔
[illegible]		[illegible] آئرلینڈ میں مقدس پیٹرک کی تبلیغ
[illegible]		ایران کا [illegible] اور روایات کے [illegible]
[illegible]		
[illegible]		یوطیخس اور مونوفیزیت کا آغاز
[illegible]		افسس میں دوسری مجلس عامہ۔ یوطیخس کی بحالی
[illegible]	[illegible] نے روم شہر کو لوٹ لیا	خلقیدون کی مجلس عامہ، اور یوطیخس، مونوفیزیت بدعتی قرار دی گئی۔
[illegible]		
[illegible]	[illegible] زینو	
[illegible]	مغربی رومی حکومت کا خاتمہ	
[illegible]		[illegible] مقدس [illegible] (رہبانیت کا ماہر)

ساسانی حکومت

دیگر ممالک

ضروری شخصیتیں اور واقعات	عیسائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات	دیگر ممالک
	نسطوری کی [illegible]	
	[illegible] کی [illegible] ایذا رسانی	
[illegible] بہرام گور		
	[illegible] کا [illegible] کی شہادت	
	[illegible] مشرق کی آزادی کا اعلان	
[illegible] یزدگرد دوم		
	ایذا رسانی	ایذا رسانی
		[illegible]

رومی اور بزنطینی خلافت اور یورپ کے مغربی ممالک

عیسائی تاریخ کے اشخاص اور واقعات	مذہبی شخص اور واقعات	تاریخ
[illegible] ء [illegible] کلاسیس (غیر متعلقہ)		[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
بادشاہ [illegible] کاسیس کا خط		[illegible]
فرانکوں کے بادشاہ کلوویس کا بپتسمہ		[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
[illegible] ء سیورس [illegible] کا بطریق (غیر متعلقہ)		[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
	[illegible] ء [illegible] اول	[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
[illegible] ء یعقوب برادعی کی مرگ [illegible] (غیر متعلقہ)		[illegible]
		[illegible]
		[illegible]
[illegible] وغیرہ بدعتی قرار دیے گئے		[illegible]
[illegible] ء [illegible] میں [illegible] کونسل کی [illegible]		[illegible]

ساسانی حکومت

دیگر ممالک

مذہبی شخص اور واقعات	عیسائی دنیا کے اشخاص اور واقعات	دیگر ممالک
[illegible] ء قباد	نصیبین کی درس گاہ کھل گئی	ابو [illegible] کی درسگاہ بند کردی گئی شمالی ہند میں سفید ہنوں کا راج
	[illegible] ء ابراہیم [illegible] کشکر [illegible] [illegible] ء [illegible] کا بطریق	
	مار ابا کی تبدیلی	نجران کے [illegible] ء [illegible] سیاح ہند میں گیا [illegible] ء مغربی ترکوں میں تبلیغ
[illegible] ء خسرو اول نوشیروان		
	مار ابا [illegible] کا بطریق یعقوب [illegible] (غیر متعلقہ)	[illegible] کی شہادت سفید ہنوں کے بشپ کی تقدیس
مزدک کی بغاوت		

انڈیکس

Scanned by CamScanner

صلیب – ۹۵،

مزید مطالعہ کے لیے مجوّزہ کُتب

مسیحی تاریخی مواخذ

۱- کلام مقدّس

سوسائٹی آف سینٹ پال — روما، ۱۹۵۰ء

۲- مترجم کیول سنگھ - رسولی بزرگ

پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی — بار دوم، لاہور، ۱۹۶۵ء

۳- ایچ - ایم - گرانگس - قدیم مسیحی تصانیف کے چند منتخب ابواب

سینٹ پالس ڈیوی نٹی سکول، میرٹھ — میرٹھ ۱۹۲۶ء

کلیسیائی تاریخ

۴- ڈبلیو - پی - ہیرس - تواریخ مسیحی کلیسیا

کرسچن نالج سوسائٹی — بار سوم، لاہور ۱۹۵۶ء

۵- جان فاسٹر - یروشلیم سے آغاز

پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی — لاہور ۱۹۶۵ء

۶- یروشلیم کے آخری ایام، یعنی بیت المقدس اور قوم یہود کی تباہی کے حالات۔

پنجاب ریلجس بُک سوسائٹی — بار دوم، لاہور ۱۹۵۵ء

۷۔ برکت اللہ۔ مُقدّس توما رسُولِ ہند
آرچڈیکن برکت اللہ
بار دوم، امرتسر ۱۹۵۲ء

۸۔ برکت اللہ۔ صلیب کے ہراول
آرچڈیکن برکت اللہ
دلی ۱۹۴۲ء

۹۔ برکت اللہ۔ قرونِ وسطیٰ کی ایشیائی اور ہندوستانی کلیسیائیں۔
پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی
لاہور ۱۹۶۴ء

۱۰۔ خورشید عالم۔ تاریخِ بشارت الہند و پاکستان۔
پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی
لاہور ۱۹۶۹ء

۱۱۔ سلطان محمّد پال۔ عربستان میں مسیحیت
پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی
بار دوم۔ لاہور ۱۹۶۰ء

۱۲۔ ایف۔ایف بروس۔ طلوعِ مسیحیت
مسیحی اشاعت خانہ
لاہور ۱۹۶۵ء

تاریخِ ایران

۱۳۔ مقبول بیگ بدخشانی۔ تاریخ ایران جلد اوّل
مجلسِ ترقی ادب
لاہور ۱۹۶۷ء

تاریخی ناول

۱۴۔ آر. ایس
پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی
بار چہارم، لاہور ۱۹۶۵ء

۲۴- لیری کرسچن سن غیر زبانوں میں بولنا، مسیح کے بدن کے لیے نعمت

پادری اے۔ ڈی۔ فریڈ لینڈ — کراچی ۱۹۶۶ء

دیگر مضامین

۲۵- پاکستان میں کلیسیائی اتحاد کی تجویز، چوتھی ترمیم شدہ اشاعت

پاکستان کمیٹی برائے کلیسیائی اتحاد — لاہور ۱۹۶۹ء

۲۶- ڈبلیو۔ جی۔ ینگ۔ سیونتھ ڈے ایڈونٹسٹ (ایسچٹر مشن) اسکی حقیقت

مسیحی اشاعت خانہ — بار دوم لاہور ۱۹۵۳ء

۲۷- آر۔ ڈبلیو۔ ایف۔ وُوٹن۔ مسیحی عبادت کے اصل و اُصُول

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی — لاہور ۱۹۶۰ء

۲۸- دُعائے عام (رومن اردو)

کرسچن نالج سوسائٹی — لندن ۱۹۳۶ء

۲۹- بشارتی بورڈ، ڈبلیو۔ پی۔ سی۔ سی دورِ حاضرہ میں بشارت

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی — لاہور ۱۹۵۸ء

۳۰- ڈبلیو۔ جی۔ ینگ۔ متلاشیانِ حق کی تعلیم و تدریس کے لیے ہدایات

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی — لاہور ۱۹۵۵ء

۳۱- سیالکوٹ کنونشن گیت کی کتاب (ترمیم شدہ نیا ایڈیشن)۔

پنجاب ریلیجس بُک سوسائٹی — ۲۶ ویں بار، لاہور ۱۹۶۹ء